السّلام علیک ایّھا النّبی

یارسول اللہ ﷺ کہنا

اُمت کا متفقہ موقف



مُحقق العصر حضرت مولانا

مفتی محمد خان قادری مدظلہ

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ

یارسول اللہ ﷺ کہنا

(اُمّت کا متفقّہ موقف)

تالیف

محقق العصر مُفتی مُحمّد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

نام کتاب	یارسول اللہ کہنا (اُمت کا متفقہ موقف)
تصنیف	مفتی محمد خان قادری
عربی عبارات پر اعراب	علامہ قاری محمد بلال
بتعاون	الحاج صلاح الدین گوندل
پروف ریڈنگ	محمد فاروق قادری، محمد عمران عنصر قادری
کمپوزنگ	ملک عقیل عباس
اشاعت اوّل	مارچ ۲۰۱۰ء
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

ملنے کا پتہ

فرید بک سٹال اردو بازار لاہور	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی	مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
احمد بک کارپوریشن راولپنڈی	اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور	مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور	مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
مکتبہ قادریہ دربار ماکیٹ لاہور	روحانی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور	مکتبہ کرمانوالا دربار مارکیٹ لاہور
مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور	مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ۔ لاہور

042-5300353...03004407048

انتساب

اس نابینا صحابی کے نام

جسے خود رسول اللہ ﷺ نے وسیلہ واستغاثہ کی تعلیم دی اور جب انہوں نے آپ ﷺ سے استغاثہ کیا تو ان کی بینائی لوٹ آئی

معروف صحابی، گورنر عراق حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہ

اوران کی اولاد کے نام

جو سرزمین عراق میں لوگوں کو مشکلات سے نجات کے لیے اس وظیفہ اور استغاثہ کی تعلیم دیتے رہے اور بعد میں ان کی اولاد نے بھی سکھانے کا یہ معمول جاری رکھا۔

محمّد خان قادری

مشکلات میں وسیلہ و استغاثہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا فرمودہ اہم وظیفہ

دو نوافل ادا کر کے یہ دعا پڑھی جائے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ

”اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں، میں تیرے نبی مکرّم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں متوجہ ہو رہا ہوں۔ اے میرے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے وسیلۂ جلیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں یہ حاجت لے کر حاضر ہو رہا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کر دی جائے یا اللہ! (انتہائی کرم فرماتے ہوئے) حضور کی سفارش میرے حق میں قبول فرما“ (جامع ترمذی، ابواب الدعاء، حدیث: ۳۷۰۱)

حسنِ ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق اُمتِ مسلمہ ہمیشہ سے بطور محبت واستغاثہ یا رسول اللہ ﷺ کہتی چلی آ رہی ہے اُمتِ حبیبِ خدا ﷺ کو کبھی تو 'اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله --- کبھی 'قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ -- کبھی يَارَسُوْلَ اللهِ اُنْظُرْ حَالَنَا --- کبھی يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّىْ --- اور کبھی اَغِثْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ -- اور خصوصاً نماز میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ --- کے مبارک الفاظ سے پکارتی رہی --- یاد کرتی رہی --- استمداد کرتی رہی اور ایسے استغاثہ کے ذریعے فیض پاتی رہی۔

محراب ومنبر سے لے کر میدانوں تک يَا مُحَمَّدُ يَارَسُوْلَ اللهِ --- کا نعرہ ہمیشہ گونجتا رہا -- شہر مدینہ میں استقبال نبوی ﷺ کا روح پرور منظر ہو یا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت وسیادت میں صحابہ کی جماعت دشمنانِ اسلام سے صف آرا ہو ہر جگہ --- يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ---- کے سرمدی نعرے کی گونج سنائی دیتی ہے -- اور صحابہ اس معمول کے ساتھ صف باصف دکھائی دیتے ہیں -- وہ اسی وظیفہ کی برکت سے اپنے ایمان کو جلا بخشتے۔ اور اپنی مشکلات کے حوالے سے استغاثہ عرض کرتے -- ان کی مشکلات کا ازالہ ہو جاتا اور وہ فتح یاب ہو جاتے۔

آئمہ دین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں -- (جن کا تعارف وتذکرہ اسی کتاب میں آپ کو تفصیل کے ساتھ ملے گا) جن میں صحابہ سے لے کر اِن مصنفین کے دور تک حضور ﷺ کی بارگاہ عالی جناب میں استغاثہ کے واقعات کی تفصیلات موجود ہیں -- ان واقعات کا بیان واظہار ان بزرگوں کے ہاں ایمان کا حصہ رہا اور وہ اہتمام کے ساتھ انہیں بیان فرماتے رہے اور پوری اُمت کو اس سے آگاہ رکھنے کی سعی کرتے رہے -- تاکہ مشکل اوقات میں ایسے وظائف کے ذریعے مخلوق، اللہ تعالیٰ

اوراس کے حبیب پاک ﷺ کی مدد ونصرت سے فیض یاب ہو سکے۔

وہ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مشکلات میں اپنی ذات سے استغاثہ اور وسیلہ کی ،اور نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کی خود تعلیم دی ---يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ ---کا مبارک وظیفہ تمام اُمت مسلمہ کو خود عطا فرمایا اور یہ بھی فرمایا اگر کوئی مشکل دوران سفر درپیش ہو تو ---يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ ---پکارلیا کرو تمہاری مشکلات کافور ہو جائیں گی ---

اور افسوس ہے کہ ہمارے دور میں بعض لوگوں نے اپنی کم علمی اور جہالت کے سبب اس مبارک وظیفہ کو شرک اور کفر تک قرار دے دیا حالانکہ یا رسول اللہ ﷺ کہنا اُمت مسلمہ کا متفقہ موقف رہا ہے۔

اس بات کو ایک دیوبندی فاضل شبیر احمد بن عبد الطیف یوں تحریر کرتے ہیں:

اس فقیر حقیر نے انہیں آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا کہ جس فرد نے حضور سرور کائنات ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ حرف 'یا' لکھا یا پڑھا بعض مسلمانوں نے بغیر کسی تحقیق کے اسے شرک قرار دے دیا۔(۱)

قارئین کی تواضع طبع کے لیے ایک واقعہ نذر کردوں ---۲۰۰۵ --- ۲۰۰۶ میں محکمہ اوقاف حکومت پنجاب کا ایک اجلاس ڈائریکٹر اوقاف سید قمر علی زیدی کے کمرے میں منعقد ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے متعدد علماء نے شرکت کی وہاں اس نکتہ پر غور ہوا کوئی متفقہ درود وسلام محکمہ اوقاف کی طرف سے شائع کیا جائے تا کہ وحدت واخوت کے حوالے سے موثر ہو اور اُمت اس سے فیض وبرکات حاصل کرے --- وہاں کچھ ممبران نے بڑی شدومد سے یہ تجویز پیش کی کہ نماز والا درود پاک (درود ابراہیمی) سب سے افضل ہے اسے متفقہ درود وسلام قرار دے کر چھاپ دیا جائے۔ہم نے اس کی بھرپور تائید کی اور ساتھ ہی یہ بھی مشورہ دیا کہ چونکہ نماز والے درود شریف میں ''صلوٰۃ'' ہے مگر ''سلام'' نہیں ہے ---اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ---جس میں ایمان والوں کو درود اور سلام دونوں عرض کرنے کا حکم ہے اس لیے سلام بھی اس درود کے

(۱) یا حرف محبت، ۹۳

ساتھ شائع کر دیا جائے انہوں نے پوچھا کہ سلام کے الفاظ کون سے ہوں؟ بتائیں ---

میں نے فوراً کہا۔سلام بھی نماز والا ہی سب سے افضل ہے ---اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ---بس اتنا کہنا تھا کہ کھسیانے انداز میں جان چھڑاتے ہوئے کہنے لگے کہ اس پر ہم بڑوں سے مشورہ کرتے ہیں ---وہ دن اور آج کا دن محکمہ اوقاف اس حوالے سے کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا اور نہ مشورہ سامنے آیا۔

کاش ہم قرآن وسنت کی تعلیمات کو اپنے مخصوص افکار ونظریات کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں جیسے نماز والا درود پسند وافضل نظر آتا ہے اسی طرح نماز والا سلام بھی افضل وپسند ہے۔

لہٰذا اس موقع پر ہم نے اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے اس مسئلہ پر علم وتحقیق کی روشنی میں لکھا ہے ---ٹھنڈے دل کیساتھ خوب غور وخوض سے اس کا مطالعہ ہر قاری کے لیے نفع کا باعث ہوگا۔ان شاء اللہ تعالیٰ -----

ہم نے نہایت دیانتداری اور متانت کے ساتھ حقائق کی روشنی میں یہ موقف واضح کرنے کی کوشش کی ہے اس کے باوجود اگر کوئی خلش وخلجان پیدا ہو تو ہمیں ضرور مطلع کریں۔

انہی دنوں ''علم نبوی اور امور دنیا'' کے علاوہ دو جلدوں میں ---۲۱ علمی مقالات ---بھی طبع ہو کر منظر عام پر آ گئے ہیں ---تفسیر کبیر کے ترجمہ پر کام جاری ہے دس اجزا کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے آخری بائیس سورتوں کا ترجمہ تو طبع ہو چکا ہے جبکہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی تفسیر کا ترجمہ بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے۔بندہ یہاں اپنے عظیم دوست الحاج صلاح الدین گوندل کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے بڑی ہی محبت سے اپنی نگرانی میں کتاب کی بڑے سائز میں کمپوزنگ اور خوبصورت انداز میں طبع کروائی۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو دنیا وآخرت میں نوازے۔آمین

اسلام کا ادنیٰ خادم

(مفتی) محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

۲۰ جنوری ۲۰۰۹ء

اُمت کا متفقہ درود وسلام

اللہ رب العزت کا فرمان:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب:۵۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں حضرت محمد ﷺ پر اے ایمان والو تم بھی حضرت محمد ﷺ پر درود پڑھو اور خوب سلام پڑھو''

وہ درود وسلام سب سے اعلیٰ و افضل ہے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خود ہمیں نماز میں دی ہے

سلام کے الفاظ:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات کا نزول ہو)

درود شریف کے الفاظ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

پہلا باب:

رسول اللہ ﷺ نے یا محمدؐ بطور استغاثہ (مدد مانگنے) کہنے کی خود تعلیم دی

جس طرح نماز میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ نے دی اسی طرح آپ ﷺ نے صحابہ کو بطور استغاثہ یوں دعا کرنے کی بھی تعلیم دی ہے:

يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ

(اے محمد (ﷺ) میں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں)

جو واضح طور پر آپ ﷺ سے استغاثہ اور توسل کا جواز فراہم کر رہی ہے:

ا۔ امام ترمذی نے حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ایک نابینا صحابی نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا، آپ ﷺ اللہ رب العزت سے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا، صبر سے کام لو تمہارے لئے بہتر رہے گا، وگرنہ تمہاری خواہش کے مطابق دعا کر دیتا ہوں، عرض کیا، یا رسول اللہ! ﷺ دعا فرما دیں آپ ﷺ نے اسے حکم دیا اچھی طرح وضو کرو اور پھر یہ دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ (۱)

(اے اللہ، میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد نبی

(۱) سنن ترمذی، حدیث: ۳۵۷۳

رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں یا محمد میں آپ کو اپنے رب کے حضور اپنی حاجت میں وسیلہ بناتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری کر دی جائے یا اللہ! رسول اللہ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما)

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ امام ابن ماجہ نے یہ بھی نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا، وضو کے بعد دو رکعات نماز ادا کرو اور اس کے بعد یوں دعا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ

(یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں اے محمد میں اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کو وسیلہ بناتا ہوں اے اللہ! میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما)

پھر لکھا امام ابو اسحاق نے، فرمایا:

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ (۱) یہ حدیث صحیح ہے

۳۔ امام احمد بن السنی (ت، ۳۶۴) نے روایت یوں نقل کی ہے کہ نابینا نے عرض کیا تو فرمایا صبر کیوں نہیں کر لیتے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ معاون کوئی نہیں اور میں بڑی تکلیف میں ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا وضو کی جگہ جاؤ، وضو کرو اور دو رکعات نماز ادا کرو اور پھر یوں دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فَيُجَلِّيْ عَنْ بَصَرِيْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيْ نَفْسِيْ

(یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں یا نبی رحمت یا محمد میں آپ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں کہ وہ میری بینائی لوٹا دے یا اللہ! ان کی سفارش میرے

(۱) سنن ابن ماجه، باب ما جاء في صلاة الحاجة حديث: ۱۳۸۵

حق میں قبول فرما)

راوی حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ابھی مجلس برخاست نہ ہوئی اور نہ ہی زیادہ دیر ہوئی تھی۔

حَتّٰى دَخَلَ الرَّجُلُ كَاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِهٖ ضَرٌّ قَطُّ (۱)

(کہ وہ صحابی آئے گویا کبھی وہ نابینا تھے ہی نہیں)

۴۔ امام احمد نے بھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ترمذی کے مطابق نقل کی۔

فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرِئَ (۲)

اس نابینا نے اس طرح عمل کیا تو اسے صحت نصیب ہوگئی۔

۵۔ امام حاکم نے اسی روایت وواقعہ کو ان الفاظ میں نقل کیا:

يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَالَتِيْ هٰذِهٖ فَتُقْضٰى لِيْ

(اے محمد میں اپنی اس حاجت میں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی ہو جائے)

اور لکھا

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ (۳)

(یہ روایت امام بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے)

امام ذہبی نے بھی اسی حکم کو تسلیم کیا اور کہا:

عَلٰى شَرْطِهِمَا (۴)

(یہ واقعہ بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے)

امام حاکم نے ہی ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت عثمان بن حُنیف

(۱) عمل اليوم والليلة، باب ما يقول من ذهب بصره، حديث، ۲۳۳
(۲) (مسند احمد، ۴۔ ۱۳۴)
(۳) المستدرک، کتاب صلاة التطوع، ۱۱۸۰
(۴) (تلخیص المستدرک۔ ۱، ۴۵۸)

رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

فَوَاللّٰہِ مَا تَفَرَّقْنَا وَلَا طَالَ بِنَا الْحَدِیْثُ حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ کَاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ فِیْہِ ضَرٌّ قَطُّ

(اللہ کی قسم ابھی ہم جدا نہ ہوئے تھے اور نہ ہی زیادہ دیر ہوئی کہ وہ صحابی آئے تو گویا انھیں کبھی یہ تکلیف تھی ہی نہیں)

پھر لکھا

هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ (۱)

(یہ حدیث امام بخاری کے شرائط پر صحیح ہے)

یاد رہے امام ذہبی نے بھی امام حاکم کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے کہا:

هٰذَا عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ (۲)

(یہ روایت شرائط بخاری کے مطابق ہے)

۶۔ امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ (ت،۳۱۱) نے اسے ان الفاظ میں نقل کیا:

یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ

(اے محمد ﷺ آپ کو اپنی حاجت میں اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں)

اس کے محقق ڈاکٹر محمد مصطفی نے اس پر نوٹ بھی دیا ہے:

اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ (۳)

(اس کی سند صحیح ہے)

۷۔ امام احمد بن ابی خیثمہ (ت،۳۱۱) نے روایت میں یہ اضافہ بھی نقل کیا

وَاِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ (۴)

(اگر کبھی ضرورت پڑے تو ایسا کرلیا کرو)

---

(۱) المستدرک، باب دعاء رد البصر، حدیث، ۱۹۳۰

(۲) تلخیص المستدرک، ۱، ۷۰۷

(۳) صحیح ابن خزیمہ، ۲۔ ۲۲۵ حدیث، ۱۲۱۹

(۴) تاریخ ابن ابی خیثمہ، بحوالہ مصباح الزجاجہ

۸۔ امام ابوبکر حسین بیہقی (ت،۴۵۸) نے دلائل النبوۃ میں یہ عنوان قائم کیا

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ تَعْلِیْمِهِ الضَّرِیْرَ مَا كَانَ فِیْهِ شِفَاؤُهٗ حِیْنَ لَمْ یَصْبِرْ مَا ظَهَرَ فِیْ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَارِ النُّبُوَّةِ

(رسول اللہ ﷺ کا نابینا صحابی کو دعا وشفاء کی تعلیم دینا اور اس میں نبوت کی شانوں کا اظہار)

اور اس کے تحت یہ روایت تفصیلاً ذکر کر کے فرماتے ہیں:

وَرَوَیْنَاهُ فِیْ كِتَابِ الدَّاعَوٰتِ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ عَبَادَةَ (۱)

(ہم نے اسے کتاب الداعوات میں سند صحیح کے ساتھ روح بن عبادہ سے نقل کیا ہے)

۹۔ امام احمد طبرانی نے المعجم الکبیر میں تذکرہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ (۹۔۱۷) اور المعجم الصغیر میں حدیث (۵۰۸) جلد۱، صفحہ، (۳۰۶) پر نقل کی ہے

شیخ محمد عبد الرحمن مبارکپوری (ت،۱۳۳۵) نے لکھا

قَالَ الطَّبْرَانِیُّ بَعْدَ ذِكْرِ طُرُقِهٖ وَالْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ (۲)

(امام طبرانی نے اس کے طرق واسناد ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ حدیث صحیح ہے)

۱۰۔ امام حافظ زکی الدین عبد العظیم منذری (ت،۶۵۶) نے عنوان قائم کیا

اَلتَّرْغِیْبُ فِیْ صَلَاةِ الْحَاجَةِ وَدُعَائِهَا

(نماز حاجت اور اس کی دعا کا شوق)

اس کے تحت یہی روایت نقل کی اور لکھا:

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ وَالنَّسَائِیُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ خُزَیْمَةَ فِیْ صَحِیْحِهٖ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ وَلَیْسَ عِنْدَ التِّرْمِذِیِّ ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَیْنِ

---

(۱) دلائل النبوۃ۔ ۶، ۱۶۶

(۲) تحفۃ الاحوزی، ۱۰، ۲۵

وَرَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَذَكَرَ فِيْ أَوَّلِهِ قِصَّةً وَهِيَ أَنَّ رَجُلاً كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ حَاجَةٍ لَهُ وَذَكَرَ الْقِصَّةَ بِتَمَامِهَا ثُمَّ قَالَ الطَّبَرَانِيُّ بَعْدَ ذِكْرِ طُرُقِهِ وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ (۱)

(اسے امام ترمذی نے نقل کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے امام نسائی نے اسے نقل کیا اور یہاں یہ الفاظ انہی کے ہیں، امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح میں نقل کیا، امام حاکم نے نقل کر کے فرمایا یہ امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہے ہاں ترمذی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے کہ دو رکعات پڑھو پھر کہا امام طبرانی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے)

۱۱۔ امام محمد عبدالرحمن سخاوی (ت، ۹۰۲) ارشاد الٰہی

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (۲)

(تم حضور ﷺ کی دعا کو ایسے نہ سمجھو جیسے تم ایک دوسرے کے خلاف دعا کو سمجھتے ہو)

کے تحت یہ واضح کرتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی بلاؤ یا محمد اور یا ابن عبد اللہ کہہ کر نہ بلاؤ بلکہ یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ جیسے الفاظ ذکر کرو۔ لکھتے ہیں

وَلَا يُعَارِضُ هٰذَا حَدِيْثَ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ الْآتِيْ بَعْدَ يَسِيْرٍ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ عِنْدَ الْحَاجَةِ تَعْرِضُ فَهُوَ وَإِنْ كَانَ صَحِيْحاً يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ الصَّحَابِيُّ وَمَنْ نَحَا نَحْوَهُ فَهِمَ اِخْتِصَاصَ هٰذَا الْمَوْطِنِ مَا أَرْشَدَ إِلَيْهِ ﷺ وَرَأَى أَنَّ أَلْفَاظَ الدَّعَوَاتِ وَالْأَذْكَارِ لَا يَتَصَرَّفُ فِيْهَا بِالزِّيَادَةِ وَالنَّقْصِ بَلْ يَقْتَصِرُ فِيْهَا

(۱) الترغیب والترہیب، ۱، ۲۷۲
(۲) النور، ۶۳

عَلَى النَّصِّ أَوِ اكْتَفَى بِمَا وَقَرَ فِيْ قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ مِنْ تَعْظِيْمِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِجْلَالِهِ سِيَّمَا مَعَ كَوْنِهِ مُتَوَسِّلاً بِهِ وَاللهُ الْمُوَفِّقُ (۱)

(یہ چیز آگے آنے والی حدیث عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ کے مخالف نہیں وہ اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ممکن ہے وہاں صحابی اور ان کے ہم مثل نے لفظ یا محمد کو اس مقام کے لئے مخصوص مانا جس کی رہنمائی رسول اللہ ﷺ نے کر دی تھی اور دعاؤں اور اذکار کے الفاظ میں کمی بیشی وہ جائز نہ جانتے ہوں بلکہ یہاں نص پر اکتفار رہنا چاہیے یا انھوں نے اس وقار و تعظیم پر اکتفا کیا جو ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے خصوصاً جبکہ آپ ﷺ کے ساتھ توسل کیا جا رہا ہے)

اگلے جس مقام کا حوالہ انھوں نے دیا ہے کہ یہ روایت 'اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْحَاجَةِ تَعْرِضُ' کے تحت آرہی ہے وہاں روایت نقل کر کے لکھا

أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنْ عَمِّهِ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْبَيْهَقِيُّ أَيْضًا وَكَذَا النُّمَيْرِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ، أَحْمَدُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ۔ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِهِمَا، وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ كُلُّهُمْ مِنْ طَرِيْقِ عَمَّارَةَ (۲)

(اسے بیہقی نے دلائل میں نقل کیا ہے اور یہ حضرت ابو امامہ نے اپنے چچا حضرت عثمان بن حُنیف سے روایت کیا جسے بیہقی نے تصریح کی اس طرح نمیری، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے کہا یہ حسن صحیح غریب ہے، امام احمد، ابن خزیمہ اور حاکم نے نقل کی اور کہا یہ بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے اور بیہقی نے دلائل میں، ان تمام نے اسے عمارہ کے طریق سے بیان کیا)

(۱) القول البدیع، ۲۰۶
(۲) القول البدیع، ۴۳۴، ۴۳۵

پھر اس کے مختلف الفاظ نقل کر کے امام ابن ابی الدنیا کی کتاب ''مجابی الدعوۃ'' کے حوالہ سے امام ابن ابجر کا واقعہ نقل کیا

۱۲۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (ت،۶۷۶) نے 'باب اذکار صلاۃ الحاجۃ' کے تحت اسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کیا اور لکھا

قَالَ التِّرْمَذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ (۱)

(یہ حدیث حسن صحیح ہے)

۱۳۔ امام محمد بن جزری (ت، ۸۳۳) نے امام ترمذی سے نسائی، حاکم اور ابن ماجہ کے حوالہ سے دعاء حاجت یوں نقل کی

وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ ضَرُوْرَةٌ فَلْيَتَوَضَّأْ فَيُحْسِنْ وُضُوْئَهٗ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ (۲)

(جسے حاجت پیش آئے وہ وضو کرے اور اچھی طرح کرے دو رکعات نماز ادا کرے پھر یہ دعا کرے اے اللہ، میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ اقدس میں تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوں، اے محمد میں اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں)

دو اہم باتیں

سابقہ گفتگو سے دو اہم ترین باتیں سامنے آگئی

۱۔ یہ حدیث، یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ، معتبر ومشہور کتب میں موجود ہے مثلاً مسند احمد، سنن ترمذی،، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک

۲۔ اس کے صحیح ہونے پر بھی تمام حفاظِ حدیث ؛در آئمہ کا اتفاق ہے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں

(۱) الاذکار،۲۱۶
(۲) الحصن الحصین، ۱۲۲

پندرہ حفاظ حدیث کی مہر تصدیق

شیخ محمد زاہد الکوثری (ت،۱۳۷۱) رقمطراز ہیں کہ اس روایت کو پندرہ حفاظِ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے، لکھتے ہیں۔

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَارِيْخِهِ الْكَبِيْرِ وَالتِّرْمَذِيُّ فِيْ اَوَاخِرِ الدَّعَوَاتِ مِنْ جَامِعِهٖ وَ ابْنُ مَاجَةَ فِيْ صَلَاةِ الْحَاجَةِ مِنْ سُنَنِهٖ وَفِيْهِ نَصَّ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَ النِّسَائِيُّ فِيْ عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ وَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِيْ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَغَيْرُهُمْ عَلٰى اِخْتِلَافٍ يَسِيْرٍ فِيْ غَيْرِ الْمَوْضِعِ الْاِسْتِشْهَادِ وَصَحَّحَهٗ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ يُقَارِبُ عَدَدُهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ حَافِظًا فَمِنْهُمْ سِوَى الْمُتَاخِّرِيْنَ اَلتِّرْمَذِيُّ وَابْنُ حَبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ وَالْبَيْهَقِيُّ وَالْمُنْذِرِيُّ (۱)

(اس حدیث کو امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ترمذی نے اپنی جامع کے باب الدّعوات کے آخر میں، ابن ماجہ نے سنن کے باب صلاۃ الحاجۃ میں اور اس میں اس کی صحت کی تصریح بھی ہے، نسائی نے ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ، بیہقی نے دلائل النبوۃ اور دیگر نے مقام تائید کے علاوہ میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسے ایک پوری جماعت تقریباً پندرہ حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے ان میں متاخرین کے علاوہ یہ لوگ بھی شامل ہیں امام ترمذی، ابن حبان، حاکم، طبرانی، ابونعیم، بیہقی اور منذری رحمہم اللہ تعالیٰ)

(۱) مقالات الکوثری،۳۹۰

فصل:

روایت پر اعتراضات کا جواب

کچھ لوگوں نے اس پر اعتراضات اٹھائے ہیں ان کا جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے

پہلا اعتراض:

امام ترمذی نے راوی حدیث ابوجعفر کے بارے میں لکھا وَهُوَ غَيْرُ الْخَطْمِي (کہ یہ خطمی کے علاوہ کوئی اور ہے) اعتراض یہ ہے کہ یہ راوی مجہول ہے اور مجہول کی روایت ضعیف ہوتی ہے

جواب:

یہ بات باطل و مردود ہے کیونکہ امام طبرانی، امام ابن ابی خیثمہ، امام حاکم اور بیہقی نے صراحۃً لکھا ہے کہ یہ ابوجعفر خطمی مدنی ہی ہیں حتی کہ شیخ ابن تیمیہ نے بھی کہا ہے کہ ان کا خطمی ہونا ہی صواب و درست ہے۔

کچھ حوالہ جات ملاحظہ کر لیجئے

۱۔ امام ابن السنی (ت، ۳۶۴) نے سند یوں بیان کی ہے

قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ وَهُوَ الْخَطْمِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ (۱)

۲۔ امام ابن ماجہ کے الفاظِ سند یوں ہیں

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شَبِيبٌ عَنْ أَبِي

(۱) عمل الیوم واللیلۃ، حدیث ۳۳۲

جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ عَنْ عُمَارَةَ (۱)

۳۔ امام حاکم نے اس کی ایک سند ان الفاظ میں بیان کی ہے

وَمِنْ طَرِيقِ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ الْحَبْطِي كِلَاهُمَا عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ وَهُوَ الْخَطْمِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ (۲)

۴۔ امام احمد ابن ابی خیثمہ نے سند یوں ذکر کی ہے

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْخَطْمِي عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (۳)

۵۔ خود شیخ احمد بن تیمیہ کے یہ الفاظ ہیں کہ ترمذی میں اگرچہ غیر خطمی ہے مگر

وَ سَائِرُ الْعُلَمَاءِ قَالُوا هُوَ جَعْفَرُ الْخَطْمِيُّ وَ هُوَ الصَّوَابُ (۴)

(باقی علماء نے کہا یہ جعفر خطمی ہیں اور یہی درست ہے)

۶۔ اس مسئلہ پر شیخ محمد اقبال قریشی دیوبندی کی یہ تحریر بھی قابل توجہ ہے۔

ازالہ شبہ:

مولانا غلام اللہ خان صاحب خطیب راولپنڈی نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں وسیلہ کی احادیث پر جرح کر کے ان کو غیر مستند قرار دینے اور منکرین وسیلہ کی طرف سے حق وکالت ادا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی ابوجعفر کے بارے میں بھی ان کی یہی کوشش ہے کہ وہ کذاب ووضاع ثابت ہوں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ان حوالوں سے معلوم ہوگیا کہ:

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۳۸۵

(۲) المستدرک، ۱، ۷۰۸

(۳) تاریخ ابن ابی خیثمہ، ۔۔۔

(۴) مجموعۃ الفتاوی، ۱، ۱۹۰

ائمہ جرح وتعدیل نے ابوجعفر کو کذّاب ووضّاع قرار دیا ہے لہٰذا حاکم کا اس حدیث کو صحیح کہنا غلط اور اس کی تساہلِ مشہور سے ناشی ہے۔(۱)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کی تصحیح میں حاکم متفرّد نہیں ہیں بلکہ علامہ ذہبی اور علامہ طبرانی معجم صغیر صفحہ ۱۰۴ اور امام ابوبکر احمد بن محمد المعروف بابن السنی الدینوری اپنی کتاب (عمل الیوم واللیلہ، ص ۲۰۲) نے بھی اس راوی کو ابوجعفر الخطمی قرار دے کر اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ الخطمی ثقہ ہے امام ابن معین، امام نسائی، امام ابن حبان اور طبرانی وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے۔(۲)

علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

وَهُوَ الْحَدِيْثُ مُسْنَدٌ صَحِيْحٌ (۳)

(یہ حدیث مسند اور صحیح ہے)

مگر مولانا موصوف نے اس کو غیر خطمی قرار دے کر اور پھر اس کو ائمہ جرح و تعدیل کے حوالوں سے مجروح گردان کر حدیث کو موضوع قرار دینے کی متعدد بار کوشش کی ہے۔ اگر مولانا حدیث کی دوسری کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کر سکتے تھے اور امام ترمذی کی "مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ جَعْفَرٍ وَهُوَ غَيْرُ الْخَطْمِيِّ" (۴) فرمانے سے انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ ابوجعفر غیر الخطمی ہے تو کم سے کم سامنے کی عبارت پر غور کر لیا ہوتا کہ امام ترمذی اس حدیث کو حسن صحیح فرما رہے ہیں تو کیا امام ترمذی کسی کذّاب ووضّاع راوی کی حدیث کو حسن صحیح کا درجہ دے رہے ہیں؟ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ راوی امام ترمذی کے نزدیک بھی اگرچہ غیر الخطمی ہو مگر وہ وضّاع وکذّاب نہیں ہے۔ (ترمذی شریف طبع مصر، ج ۲، ص ۲۷۷) میں غیر الخطمی کی جگہ "وھو الخطمی" کے الفاظ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترمذی کے بعض نسخوں میں کتابت کی غلطی ہے۔ غیر کا لفظ زیادہ لکھا گیا۔

(تسکین الصدور، از سرفراز گکھڑوی ص ۲۳) واللہ اعلم (۵)

---

(۱) جواہر القرآن، ج ۲، ص ۶۳۵ (۲) تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۱۵۱

(۳) نسیم الریاض، ج ۳، ص ۱۱۴

(۴) ج ۲، ص ۱۹۷

(۵) مجموعہ رسائل توسل: ص ۹۴ تا ۹۵

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ترمذی میں سہوِ کاتب ہے اور درست خطمی ہی ہے اور یہ ثقہ اور معروف راوی ہے نہ کہ مجہول

دوسرا اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے اس نابینا صحابی کے لئے دعا کی تھی تو یہ بصورتِ دعا توسل ہے جو ہم بھی مانتے ہیں لیکن یہ ذات کے ساتھ توسل واستغاثہ نہیں حالانکہ تم اِسے ثابت کر رہے تھے اور وہ اس سے ثابت نہیں۔

جواب: دعا نہیں استغاثہ ووسیلہ:

یہ اعتراض اس لئے مردود وباطل ہے کہ ایسے دیگر مواقع پر رسول ﷺ کا دعا فرمانا ثابت ہے مگر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کے دعا فرمانے کا ذکر ہرگز نہیں کیا بلکہ ان کے الفاظ ہیں کہ اس نابینا صحابی نے آپ ﷺ کی تعلیم کے مطابق عمل کیا

فَوَاللهِ مَاتَفَرَّقْنَا وَلَا طَالَ بِنَا الْحَدِيْثُ حَتّٰى دَخَلَ الرَّجُلُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضَرٌّ

(اللہ کی قسم ابھی ہم جدا نہ ہوئے اور نہ مجلس طویل ہوئی کہ وہ آدمی آ گیا گویا انھیں کبھی تکلیف ہوئی ہی نہیں)

اس لئے محدثین مثلاً امام بیہقی نے عنوان یہ قائم کیا

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ تَعْلِيْمِهِ الضَّرِيْرَ مَاكَانَ فِيْهِ شِفَاؤُهُ حِيْنَ لَمْ يَصْبِرْ (۱)

(اس میں باب کہ رسول اللہ ﷺ نے نابینا کو ایسی تعلیم دی جس سے اسے شفاء مل جائے جبکہ وہ تکلیف پر صبر نہ کر سکے)

تو دیگر مواقع کے خلاف یہاں آپ ﷺ نے خود دعا فرمانے کے بجائے اس صحابی کو نماز ودعا کی تعلیم دی تاکہ تا قیامت اُمت کو اپنی حاجت روائی کے لئے ایک اور اہم ذریعہ بھی حاصل ہو جائے اور یہ فقط طالب دعا کے ساتھ خاص نہ رہے

عظیم محدث امام عبد اللہ الصدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) نے بھی یہی دلیل یوں

---

(۱) دلائل النبوۃ، ۶، ۱۶۶

بیان کی علاوہ ازیں

فَقَدْ دَعَا ﷺ لِاُنَاسٍ كَثِيْرِيْنَ طَلَبُوْا مِنْهُ الدُّعَاءَ فِيْ عِدَّةِ مُنَاسِبَاتٍ وَلَمْ يُرْشِدْ هُمْ اِلٰى مَا اَرْشَدَ اِلَيْهِ هٰذَا الضَّرِيْرَ مِنَ الصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّهٗ اَرَادَ فِيْ حَدِيْثِ الضَّرِيْرِ تَشْرِيْعًا جَدِيْدًا يَكُوْنُ عَامًّا لِسَائِرِ النَّاسِ وَلَا يَخْتَصُّ بِالْمَدْعُوِّ لَهٗ فَقَطْ (۱)

(متعدد لوگوں نے مختلف مقامات پر آپ ﷺ سے دعا کے لئے عرض کیا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور کسی کو بھی یہ تعلیم نہیں دی جو نماز ودعا کی صورت میں اس نابینا صحابی کو دی تو آپ ﷺ کا یہ عمل نشاندہی کر رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث نابینا کے ذریعے ایک نئے شرعی ضابطے کو بیان کیا جو تمام لوگوں کے لئے عام ہے اور اسے طالب دعا کے ساتھ ہی مخصوص نہیں رہنے دیا)

علامہ حمداللہ داجوی اسی سوال کا جواب یوں دیتے ہیں

لَوْ كَانَ التَّوَسُّلُ بِمُجَرَّدِ الدُّعَاءِ لَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَالْحَالُ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَمَرَهٗ بِالْوُضُوْءِ وَقَالَ لَهٗ قُلْ اَللّٰهُمَّ فَعُلِمَ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ تَعْلِيْمُ الدُّعَاءِ مَعَ بَعْضِ اٰدَابِهٖ وَهُوَ التَّوَسُّلُ (۲)

(اگر محض دعا سے توسل ہوتا تو نبی ﷺ ان کے لئے دعا فرما دیتے حالانکہ آپ ﷺ نے انھیں وضو کا کہا اور فرمایا یوں دعا کرو تو معلوم ہوا یہاں مقصود کچھ آداب کے ساتھ تعلیم دعا ہے اور وہ توسل ہی ہے)

الغرض اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات اقدس سے استغاثہ اور توسل کی تعلیم دی تا کہ تا قیامت اُمت اس سے مستفیض ہوتی رہے۔

سوال: یہاں کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا تھا

اِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ وَاِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ

(۱) مصباح الزجاجہ، ۱۴۴ (۲) البصائر، ۹۴

(اگر ہو سکے تو صبر سے کام لو تو تمہارے لئے یہ بہتر رہے گا اور اگر چاہو تو میں دعا کرتا ہوں)

ان الفاظ کی دلالت اس پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تھی

جواب: دعا کرنا نہیں، سکھانا مراد ہے

جب روایت میں تفصیل موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں نماز ادا کرنے اور دعا کرنے کی تعلیم دی اور اس صحابی نے اس پر عمل کیا تو انھیں بینائی نصیب ہوگئی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ یہاں 'اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ' سے مراد آپ ﷺ کا دعا کرنا نہیں بلکہ مجازی معنی دعا سکھانا مراد ہے۔

اس معنی پر تائید:

اور یہ مجازی معنی (دعا سکھانا) مراد لینا لازم ہے تا کہ اول وآخر حدیث میں موافقت رہے اگر یہ معنی نہیں لیتے تو پھر الفاظ حدیث میں تضاد ہوگا جو شان نبوی کے خلاف ہے لہٰذا یہاں 'دَعَوْتُ' کا معنی ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں دعا اور استغاثہ کی تعلیم دی جو آپ ﷺ سے استغاثہ اور توسل کی صورت میں تھی اس لئے مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّأَ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ وَيَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ

(آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کا حکم دیا تو اس نے اچھی طرح وضو کیا اور یہ دعا مانگی)

اور دوسری روایت میں

فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّأَ وَاَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَاَنْ يَّدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ (۱)

(آپ ﷺ نے حکم دیا وضو کرو اور دو رکعات نماز ادا کر کے اس طریقہ سے دعا کرو)

اگر رسالت مآب ﷺ نے دعا فرمائی ہوتی تو راوی حدیث صحابی حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ اسے ضرور نقل کرتے اور اگر آپ دوسروں کی طرح ان کے لئے بھی دعا کرنا چاہتے تو انہیں وضو، نماز اور دعا کی تعلیم نہ دیتے کیونکہ وہ تو ان کے بغیر بھی ہو سکتی تھی اگر ہم آپ ﷺ سے دعا مان لیں تو پھر بھی حدیث میں تخصیص وتقیید نہیں جیسے آگے آ رہا ہے۔

(۱) مسند احمد، حدیث: ۱۳۸۴، ۱۶۷۹، ۱۶۷۹۰،

فصل:

ابنِ تیمیہ کے اعتراض کا جواب

یہاں شیخ ابن تیمیہ نے ایک اعتراض وارد کیا ہے اس کا جواب دینا بھی لازمی ہے تاکہ معاملہ خوب آشکار ہوجائے

اعتراض

آپ لوگ کہتے ہیں اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے دعا نہیں فرمائی بلکہ دعا اور وسیلہ کی تعلیم دی اگر بقول تمہارے رسول اللہ ﷺ نے دعا نہیں کی تو پھر صحابی کا یہ کہنا، اے اللہ، رسول اللہ کی سفارش ودعا میرے حق میں قبول فرما کیسے درست ہوسکتا ہے؟

شیخ ابن تیمیہ کے الفاظ ہیں کہ نابینا صحابی نے آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی

أَنَّهُ عَلَّمَ الْأَعْمٰى أَنْ يَّدْعُوَ وَأَمَرَهُ فِي الدُّعَاءِ أَنْ يَّقُوْلَ (اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ) وَإِنَّمَا يَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ إِذَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ دَاعِيًا شَافِعًا لَّهُ (۱)

(آپ ﷺ نے اسے دعا کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تم یوں دعا کرو (اے اللہ حضور ﷺ کی دعا میرے حق میں قبول فرما) تو انہوں نے اس لیے ان الفاظ میں دعا کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کے لیے دعا سفارش کرنے والے تھے)

جواب:

اس کا اہلِ علم نے نہایت ہی خوبصورت جواب دیا ہے کہ یہاں مراد آپ ﷺ

(۱) مجموعۃ الفتاوی، ۱، ۱۹۶

کی وہ روحانی دعا وسفارش ہے جو توسل کے بعد آپ ﷺ نے اس صحابی کے لیے کی یعنی پہلے آپ ﷺ نے اسے وضو، نماز اور توسل کی تعلیم دی، جب انہوں نے آپ ﷺ سے استغاثہ کیا تو بارگاہِ الٰہی سے ملی ہوئی طاقت سے آپ ﷺ اس توسل سے آگاہ ہوئے اور ان کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا وسفارش کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اُمت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں بلکہ آپ اعمالِ اُمت پر عینی شاھد ہیں۔

اسی روحانی دعا وسفارش کے بارے میں صحابی نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا یا اللہ حضور ﷺ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما

اہل علم کی چند تصریحات ملاحظہ کر لیجیے

۱۔ حضرت ملا علی قاری حنفی (ت، ۱۰۱۴) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں

يَا مُحَمَّدُ اِلْتِفَاتٌ اِلَيْكَ وَتَضَرُّعٌ لِاَنَّهٗ يَتَوَجَّهُ رُوْحُهٗ اِلَى اللهِ تَعَالٰى وَيُغْنِي السَّائِلَ عَمَّا سِوَاهُ وَعَنِ التَّوَسُّلِ اِلٰى غَيْرِ مَوْلَاهُ قَائِلًا اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اَيْ بِذَرِيْعَتِكَ (۱)

(اے محمد ﷺ یہ آپ ﷺ کی طرف توجہ اور آپ کی بارگاہ میں التجا و عاجزی ہے تاکہ آپ ﷺ کی روحِ مقدس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوکر سائل کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہونے سے بے نیاز کردے یہ کہتے ہوئے کہ میں آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں)

آگے چل کر (اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ) کے تحت لکھتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے

يَا اَللّٰهُ اِجْعَلْهُ شَفِيْعًا اَوَّلًا فَاقْبَلْ شَفَاعَتَهٗ ثَانِيًا لِيَتِمَّ بِهِ الْمَقْصُوْدُ (۲)

(اے اللہ پہلے رسول اللہ ﷺ کو میرے حق میں شفیع بنا اور پھر ان کی شفاعت کو قبول فرما تاکہ میرا مقصد وحاجت حاصل ہوجائے)

۲۔ امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) نے اس بات کو ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے

(۱) الحرز الثمین، ۳۵۸

(۲) ایضا، ۳۵۹

لِتُقْضٰی اَیْ لِیَقْضِھَا رَبُّكَ لِیْ شَفَاعَتَكَ سَأَلَ اللهَ
اَوَّلًا اَنْ یَاْذَنَ لِنَبِیِّهٖ ﷺ اَنْ یَّشْفَعَ لِقَوْلِهٖ مَنْ
ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ
بِنَفْسِهَا شَفَاعَةً ثُمَّ مُقْبِلًا عَلٰی رَبِّهٖ اَنْ یَّقْبَلَهَا فَقَالَ
(اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ) اَقْبِلْ شَفَاعَتَهٗ قِیْلَ لَمْ یَدْعُ لَهٗ
بِنَفْسِهٖ لِاَنَّهٗ لَمْ یَخْتَرِ الصَّبْرَ مَعَ قَوْلِهٖ فَھُوَ خَیْرٌلَّكَ
فَیَجْبُرُ خَاطِرَهٗ بِاَمْرِهٖ بِالْوُضُوْءِ وَاَنْ یَّدْعُوَ بِنَفْسِهٖ
مُتَوَسِّلًا بِهٖ بِھٰذَا الدُّعَاءِ (۱)

(تاکہ آپ کا رب آپ کی سفارش سے میری حاجت پوری کردے پہلے صحابی نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ وہ اپنے نبی ﷺ کو اذن شفاعت عطا کرے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کرسکتا پھر شفاعت کے حصول کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف قبولیت شفاعت کے لیے متوجہ ہوکر عرض کیا اے اللہ! آپ ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما آپ ﷺ نے اس موقعہ پر خود دعا نہیں فرمائی کیونکہ انہوں نے صبر کی راہ نہیں اختیار کی حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے لیے بہتر ہے تو آپ ﷺ نے ان کی تسلی کے لیے حکم دیا وضو کرو خود مجھے وسیلہ بناتے ہوئے یہ دعا کرو)

۳۔ امام احمد خفاجی (ت، ۱۰۶۹) الفاظ روایت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں

ثُمَّ الْتَفَتَ خِطَابَهٗ مِنَ اللهِ تَعَالٰی اِلٰی خِطَابِ نَبِیِّهٖ ﷺ
لِاَنَّهٗ وَاسِطَةٌ فِیْ كُلِّ مَایَصِلُ مِنَ الْاِحْسَانِ
وَالْفَیْضِ الْاِلٰھِیْ (یَا مُحَمَّدُ ﷺ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی
رَبِّكَ) اَیْ اَتَوَسَّلُ بِكَ فِیْمَا طَلَبْتُهٗ بِكَ مِنَ اللهِ تَعَالٰی (۲)

(۱) زرقانی علی المواہب، ۱۲، ۲۲۲
(۲) نسیم الریاض، ۵، ۱۴۶

(پھر دعا میں اللہ تعالیٰ سے خطاب کے ساتھ اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہوئے کیونکہ آپ کی ذات، فیض الٰہی اور ہر نعمت کے لیے واسطہ ہے تو کہا "یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ" یعنی میں اپنی حاجت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ وسفارشی بناتا ہوں

۴۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے اس اعتراض کا جواب تفصیل سے دیا ہے ہم ان کی علمی و تحقیقی گفتگو من وعن شامل کررہے ہیں، لکھتے ہیں

شیخ ابن تیمیہ نے یہ تو کہا ہے کہ اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو اس حدیث سے وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہے، لیکن انہوں نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس میں کوئی ضعف نہیں نکال سکے، علاوہ ازیں امام بیہقی کی روایت بیان کرنے کے بعد انہوں نے اسی روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کا متابع بھی بیان کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں، جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کرچکے ہیں، لھذا جب امام طبرانی کی روایت صحیح ہے اور اس روایت کی دوسری سند بھی صحیح ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے اپنے اقرار کے مطابق وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہوگیا، اور یہ واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا اور آپ کو یا محمد کے صیغہ سے ندا کرنا صحابہ کرام کے نزدیک جائز تھا، جب بھی حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعا کی تلقین کی کہ "اے محمد ﷺ میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کردے"

شیخ ابن تیمیہ نے اس بحث میں جو آخری اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے

۱۔ وَاِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ
(اگر تمہیں کوئی کام ہو تو اسی طرح کرو)
یہ حضرت عثمان بن حُنیف کے الفاظ ہیں، نبی ﷺ کے الفاظ نہیں ہیں

۲۔ دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں (جیسا کہ گزر چکا ہے) اور اگر بالفرض یہ الفاظ ثابت ہوں تب بھی یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ اس سے زیادہ

سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے بعض الفاظ کافی ہیں ، کیونکہ انہوں نے مشروع دعا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دعا کے بعض الفاظ کہنے کا حکم دیا ہے

۳۔ حضرت عثمان بن حُنیف نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی اس طرح (یعنی حضور کے وسیلہ سے) دعا کرنا جائز ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ اس کیخلاف ہیں، کیونکہ اس نابینا صحابی نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں اور اس کو یہ یقین تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں گے اور آپ نے اس کو حکم دعا دیا تھا کہ وہ دعا میں یہ کہے کہ" اے اللہ حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما" اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہوگی جب نبی ﷺ اس کیلئے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں، اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے، اس طریقہ سے دعا کرنا اور اور شفاعت طلب کرنا آپ کی حیات دنیاوی میں ہی درست تھا اور یا قیامت کے دن درست ہوگا جب آپ شفاعت فرمائیں گے۔

پہلے سوال کا جواب:

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے نہ ہوں بلکہ حضرت عثمان بن حُنیف ہی کے ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے میں شیخ ابن تیمیہ کی بہ نسبت صحابی رسول کی فہم اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

دوسرے سوال کا جواب:

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن خیثمہ کی اس روایت سے ہمارا استدلال نہیں ہے اگر اس پر شیخ کو اعتراض ہے تو اس روایت کو ہم چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا استدلال تو امام طبرانی کی روایت سے ہے جس کے متعلق خود شیخ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ دو صحیح سندوں سے مروی ہے:

تیسرے سوال کا جواب:

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس درخواست کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یا اس درخواست پر مطلع کر دیتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ ہماری دعا کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرتے ہیں اور اس میں کون سا شرعی یا عقلی استبعاد ہے؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حُسْنُهَا وَ سَیِّئُهَا

(حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری اُمت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں)

اس حدیث کے پیش نظر جب آپ کا کوئی اُمتی آپ سے دعا کی درخواست کرے گا تو آپ کو اس کا علم ہو جائے گا اور آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے، کیونکہ آپ نے خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے اور دعا کی درخواست کرنے کی ہدایت دی ہے اور اس ہدایت کو عام رکھا ہے اور اس میں حیات یا بعد از وفات کی قید نہیں لگائی

اس لیے شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہوگی جب نبی ﷺ اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے" کیونکہ حیات اور ممات میں وسیلہ کے جواز اور عدم جواز کا فرق، علم کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہوسکتا تھا اور آپ کو ہر دو صورت میں علم حاصل ہے، رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام مسلمانوں کیلئے قیامت تک کے لیے حجت ہیں اور آپ کے افعال مسلمانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، اگر آپ کا کوئی حکم صرف آپ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعد کے لوگوں کے لیے اس کا کرنا ناجائز ہو تو آپ پر لازم ہے کہ آپ یہ بیان فرمائیں کہ یہ حکم میری زندگی کے ساتھ خاص ہے اور بعد کے لوگوں

کے لیے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بردہ بن نیار کو ایک شش ماہ بکرے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تمہارے بعد کسی کے لیے یہ عمل جائز نہیں ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ ذَبَحَ اَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اَبْدِلْهَا فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِيْ اِلَّا جَذَعَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَاَحْسِبُهُ قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اِجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تُجْزِئَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ

(حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی، نبی ﷺ نے فرمایا اس کے بدلہ میں قربانی کرو، انہوں نے کہا میرے پاس صرف چھ ماہ کا ایک بکرا ہے جو سال کے بکرے سے فربہ ہے، آپ نے فرمایا اس کے بدلہ میں اس کی قربانی کردو، اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے شش ماہہ بکرے کی قربانی جائز نہیں ہوگی)

نبی ﷺ نے یہ استثناء اس لیے فرمایا کہ نبی ﷺ کے تمام اقوال اور افعال مسلمانوں کے حق میں قیامت تک کے لیے حجت ہیں، اگر آپ یہ استثناء نہ فرماتے تو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز ہوجاتی

ابن تیمیہ کا اعتراض:

شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے

وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ وَالصَّالِحُوْنَ وَاِنْ كَانُوْا اَحْيَاءً فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَ اِنْ قَدَّرَ اَنَّهُمْ يَدْعُوْنَ لِلْاَحْيَاءِ وَ اِنْ وَرَدَتْ بِهٖ اٰثَارٌ فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّطْلُبَ مِنْهُمْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ اَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ لِاَنَّ ذٰلِكَ ذَرِيْعَةٌ اِلَى الشِّرْكِ بِهِمْ وَ عِبَادَتِهِمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى

بِخِلَافِ الطَّلَبِ مِنْ اَحَدِهِمْ فِيْ حَيَاتِهٖ فَاِنَّهٗ لَا يُفْضِيْ اِلَى الشِّرْكِ(۱)

(ہر چند کہ انبیاء اور صلحاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور بے شک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لئے ان سے دعا طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے)

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا تو نبی ﷺ اس نابینا صحابی سے فرمادیتے کہ اس طریقہ سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شرک کا سبب ہے، کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی کرنا تھا۔ اور جب نبی ﷺ نے بغیر کسی استثناء کے نابینا صحابی کو دعا کا یہ طریقہ تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقہ سے دعا کرنا جائز ہے اور صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا اسی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ کے بعد بھی ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لیے صحابی رسول کے طریقہ کی اتباع کرنا، شیخ ابن تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔

---

(۱) شرح صحیح مسلم، ۷:۷۱ تا ۷۴

دوسرا باب :

دورِ عثمانی اور ندائے یا محمد صلی اللہ علیک وسلم

(بعد از وصال نبوی ﷺ بھی صحابہ کا آپ سے استغاثہ کرنا)

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ، رسول اللہ ﷺ کو بطور استغاثہ اور مدد پکارتے اور پریشانی کے وقت اس وظیفہ وعمل کی تعلیم دیتے

ہم یہاں ایک ایسا واقعہ ذکر کئے دیتے ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا اور اس میں صحابی رسول ﷺ نے دوسرے کو ندا یا محمد صلی اللہ علیک وسلم کی تعلیم دی انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا تو ان کی حاجت پوری ہوگئی

امام سلیمان بن احمد طبرانی (ت،۳۶۰) اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور نہ اس کے کسی کام کی طرف دھیان دیتے ایک دن اس کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو اس نے معاملہ بتایا تو میں نے اس سے کہا وضو کر کے مسجد میں دو رکعات نماز ادا کرو اور یوں دعا کرو، اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اپنے نبی رحمت محمد کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلٰى رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقْضِيْ لِيْ حَاجَتِيْ

(اے محمد میں آپ کے واسطہ سے آپ کے رب عز وجل کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری فرما دے)

پھر اپنی حاجت کا تذکرہ کرو اور میرے پاس آؤ تا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں اس شخص نے جا کر میرے بتائے ہوئے طریقہ پر اِس عمل کو کیا پھر وہ حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا

وَجَاءَ الْبَوَّابُ حَتّٰى أَخَذَ بِيَدِهٖ فَأَدْخَلَهٗ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَأَجْلَسَهٗ مَعَهٗ عَلَى الطَّنْفَسَةِ وَقَالَ مَا حَاجَتُكَ ؟ فَذَكَرَ حَاجَتَهٗ فَقَضَاهَا لَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا ذَكَرْتَ حَاجَتَكَ حَتّٰى كَانَتْ هٰذِهِ السَّاعَةُ وَقَالَ مَا كَانَتْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَأْتِنَا

(دربان نے ان کا دروازہ کھول دیا اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام بتایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا اس وقت تک مجھے آپ کا کام یاد نہ رہا جب بھی کام ہو میرے پاس آجایا کرو)

پھر اس شخص کی ملاقات حضرت ابن حُنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی اس معاملہ کی طرف غور کرتے تھے حتیٰ کہ تم نے ان کے ہاں میری سفارش کی۔

حضرت ابن حُنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا، خدا کی قسم، میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تمہاری کوئی سفارش نہیں کی ہاں ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنے نابینا پن کے بارے میں عرض کی آپ ﷺ نے فرمایا صبر کر سکتے ہو اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا کوئی معاون نہیں اور میرے لیے بڑی مشکل ہے آپ ﷺ نے فرمایا وضو خانے جاؤ، وضو کرو پھر دو رکعات نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو

حضرت ابن حُنیف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابھی ہم مجلس سے الگ ہوئے نہ تھے اور نہ ہی طویل گفتگو ہوئی تھی کہ وہ نابینا شخص آ گیا کہ پہلے نابینا ہی نہ تھا امام طبرانی نے نقل کر کے لکھا

وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ (۱)   یہ حدیث صحیح ہے

امام نورالدین علی ہیثمی (ت،۸۰۷) لکھتے ہیں امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حدیث نقل کی ہے مگر واقعہ ذکر نہیں کیا البتہ امام طبرانی نے سابقہ واقعہ نقل کر کے فرمایا

وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ (۲)   یہ حدیث صحیح ہے

امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری (ت،۶۵۶) نے بھی امام طبرانی سے اس کا صحیح ہونا نقل کیا ہے (۳)

صحتِ واقعہ پر اہم دلیل

پیچھے تفصیل کے ساتھ آچکا ہے کہ حدیثِ ضریر کی صحت پر اُمت کا اتفاق واجماع ہے جب اس حدیث کی صحت مسلمہ ہے تو واقعہ کی صحت کو بھی تسلیم کرنا لازم و ضروری ہے کیونکہ جس سند کے ساتھ حدیث مروی ہے واقعہ کی سند بھی وہی ہے جب دونوں کی سند ایک ہے تو پھر ایک کو صحیح اور دوسرے کو کذب و جھوٹ قرار دینا سوائے ظلم کے کچھ نہیں

عظیم محدث شیخ عبداللہ صدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) ایک مخالف کا یہ قول نقل کرتے ہیں

اَلْقِصَّةُ الَّتِیْ حَصَلَتْ فِیْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّهَا مَكْذُوْبَةٌ

(حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور کا یہ واقعہ سراسر جھوٹ ہے)

پھر اس کا رد ان الفاظ میں کیا

اِنَّ تَكْذِيْبَ الْمُتَنَطِّعِ لِلْقِصَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ يَتَنَافٰى مَعَ قَوْلِهٖ سَابِقًا اَنَّ التِّرْمِذِيَّ قَالَ الْحَدِيْثُ حَسَنٌ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ اِذَا كَانَ الْحَدِيْثُ حَسَنًا فَيَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ الْقِصَّةُ كَذٰلِكَ لِاَنَّهَا مَرْوِيَّةٌ بِاِسْنَادِ الْحَدِيْثِ بِنَفْسِهٖ وَمَا اَوْقَعَ الْمُتَنَطِّعَ فِيْ هٰذَا التَّنَافِيْ اِلَّا جَهْلُهٗ وَعَدَمُ

(۱) المعجم الصغیر،۱۔ ۱۸۳
(۲) مجمع الزوائد،۱۰۔ ۵۶۵
(۳) الترغیب والترھیب،۱۔ ۴۷۴

اِطْلَاعِهٖ (۱)

(اس متعصب کا مذکورہ واقعہ کو جھوٹا قرار دینا اس کے سابق اس قول کے منافی ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا یہ اس لئے کہ جب حدیث حسن ہے تو اس واقعہ کا بھی حسن ہونا لازم ہوگا کیونکہ یہ حدیث کی اسی سند سے مروی ہے تو ضدی اپنے عدمِ مطالعہ اور جہالت کی وجہ سے اس منافات میں پڑ گیا)

دو سوالات کا جواب:

مخالفین کی طرف سے یہاں دو سوالات کیے جاتے ہیں ہم ان کا جواب بھی عرض کیے دیتے ہیں۔

پہلا سوال:

اس واقعہ کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ طعن لازم آتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کا خیال نہیں رکھتے تھے، لوگ ان کے پاس حاجات کے لیے آتے مگر وہ متوجہ ہی نہ ہوتے تو یہ خلیفہ راشد کی شان کے خلاف ہے، شیخ غماری نے یہ اعتراض یوں نقل کیا

۱۔هٰذِهِ الزِّيَادَةُ كُلُّهَا مَكْذُوْبَةٌ يُكَذِّبُهَا مِنْ اَسَاسِهَا اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ لَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ مَعَ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ لَكَانَ ظَالِمًا

(یہ واقعہ اور اضافہ سرے سے ہی جھوٹ ہے کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کسی کے ساتھ ایسا کریں گے تو وہ ظالم قرار پائیں گے

۲۔وَقَدْ خَلَتْ مِنْهَا كُتُبُ السُّنَّةِ كُلُّهَا

(اور اس واقعہ سے تمام کتب حدیث و سنت خالی ہیں)

جواب:

شیخ موصوف نے معترض کی دونوں باتوں کا جواب یہ دیا کہ پہلی بات کا جواب

(۱) الرد المحکم المتین علی کتاب القول المبین، ۱۴۳

واقعہ کے آخری الفاظ ہیں کہ میں تمہاری حاجت وکام بھول گیا تھا آج مجھے یاد آیا۔ االفاظ یہ ہیں۔

مَاذَكَرْتُ حَاجَتَكَ حَتّٰى كَانَتْ هٰذِهِ السَّاعَةُ (۱)

(مجھے آپ کی حاجت یاد نہیں رہی یہاں تک کہ یہ وقت آ گیا)

اورنسیان وبھول جانے میں کوئی گرفت وپکڑ نہیں

دوسرا اعتراض کہ یہ کہنا کہ اس واقعہ سے کتب سنت خالی ہیں یہ سراسر اس کی جہالت اور مطالعہ کی کمی ہے اس لیے کہ یہ واقعہ متعدد کتب حدیث میں موجود ہے ان کتب کا حوالہ اوپر گزرا ہے، بعض کتب حدیث کے نام یہ ہیں۔

۱۔ المعجم الصغیر للطبرانی ۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی ۳۔ الترغیب والترہیب للمنذری ۴۔ مجمع الزوائد للہیثمی ۵۔ المستدرک للحاکم ۶۔ مسند احمد

دوسرا سوال۔ روایت طبرانی اور دیگر کی روایات میں تعارض:

کچھ کم علم لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ صحیح ترمذی کی روایت اور طبرانی کی روایت میں تعارض ہے وہ یوں کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں اس واقعہ کا تذکرہ نہیں حالانکہ طبرانی میں ہے۔

جواب:

اسے تعارض نہیں کہا جا سکتا کیونکہ محدثین کا یہ مسلمہ طریقہ ہے کہ آئمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض تفصیل کے ساتھ روایت کر دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات ایک ہی حدیث کو اپنی کتاب کے ایک باب میں اجمالاً جبکہ دوسرے باب میں اسی حدیث کو تفصیلاً ذکر کر دیتے ہیں اس کی بکثرت مثالیں بخاری میں بھی دیکھی جا سکتیں ہیں۔

عظیم محقق علامہ غلام رسول سعیدی اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

کہ ایک حدیث کو بعض ائمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض ائمہ تفصیل کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اعتراض کا محل یہ تھا کہ اس روایت کی سند صحیح نہ

(۱) المعجم الصغیر، ا۔ ۱۸۴

ہوتی یا ضعیف ہوتی اور جب شیخ ابن تیمیہ نے خود بیان کیا کہ طبرانی کی مفصل روایت دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے تو پھر اعتراض کی کیا گنجائش ہے

شیخ ابن تیمیہ کی اصل عبارت یہ ہے

قَالَ الطَّبْرَانِي رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ شَيْبَةُ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ وَاِسْمُهٗ عُمَرُ بْنُ اَبِيْ يَزِيْدَ وَهُوَ ثِقَةٌ تَفَرَّدَ بِهٖ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ الْمُقَدَّسِيْ وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ قُلْتُ وَالطَّبْرَانِيْ ذَكَرَ تَفَرُّدَهٗ بِمَبْلَغِ عِلْمِهٖ وَلَمْ يَبْلُغْهُ رِوَايَةُ رَوْحِ ابْنِ عُبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَذٰلِكَ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ يُبَيِّنُ اَنَّهٗ لَمْ يَنْفَرِدْ بِهٖ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ (۱)

(طبرانی نے کہا اس حدیث کو شیبہ نے ابو جعفر سے روایت کیا اور اس کا نام عمر بن ابی یزید ہے اور وہ ثقہ ہے، عثمان بن عمر شعبہ سے اس روایت میں متفرد ہے۔ ابو عبداللہ مقدسی نے کہا حدیث صحیح ہے، میں کہتا ہوں امام طبرانی نے اپنے مطالعہ کے اعتبار سے عثمان بن عمر کو متفرد قرار دیا انھیں معلوم نہیں کہ روح بن عبادہ نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عثمان بن عمر روایت کرنے میں متفرد نہیں)

(۱) فتاوی ابن تیمیہ، ا، ۲۷۴

فصل:

واقعہ پر اعتراضات کا ازالہ

ہم یہاں امام عبد اللہ صدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) کی وہ قیمتی گفتگو نقل کیے دیتے ہیں جو انہوں نے البانی کا رد کرتے ہوئے تحریر کی ہے اس سے اس روایت وواقعہ پر وارد اعتراضات کا ازخود ازالہ بھی ہو جاتا ہے، لکھتے ہیں

صَحَّحَهُ الطَّبْرَانِيُّ، وَ تَعَقَّبَهُ حَمْدِيُّ السَّلَفِيُّ بِقَوْلِهِ: لَا شَكَّ فِيْ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ، وَ اِنَّمَا الشَّكُّ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ الَّتِيْ يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلَى التَّوَسُّلِ الْمُبْتَدَعِ، وَهِيَ اِنْفَرَدَ بِهَا شَبِيْبٌ كَمَا قَالَ الطَّبْرَانِيُّ، وَشَبِيْبٌ لَا بَأْسَ بِحَدِيْثِهِ بِشَرْطَيْنِ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ رِوَايَةِ اِبْنِهِ اَحْمَدَ عَنْهُ، وَاَنْ يَّكُوْنَ مِنْ رِوَايَةِ شَبِيْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ ۔ وَ الْحَدِيْثُ رَوَاهُ عَنْ شَبِيْبٍ ابْنِ وَهْبٍ وَوَلَدَاهُ اِسْمَاعِيْلُ وَ اَحْمَدُ، وَ قَدْ تَكَلَّمَ الثِّقَاتُ فِيْ رِوَايَةِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ شَبِيْبٍ، وَ اِبْنُهُ اِسْمَاعِيْلُ لَا يُعْرَفُ، وَ أَحْمَدُ وَ اِنْ رَوَى الْقِصَّةَ عَنْ اَبِيْهِ اِلَّا اَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ طَرِيْقِ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، ثُمَّ اخْتُلِفَ فِيْهَا عَنْ اَحْمَدَ، فَرَوَاهُ اِبْنُ السَّنِيِّ فِيْ عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ وَالْحَاكِمُ مِنْ ثَلَاثَةِ طُرُقٍ بِدُوْنِ ذِكْرِ الْقِصَّةِ، وَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ طَرِيْقِ عَوْنِ بْنِ عَمَّارَةَ الْبَصْرِيِّ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ بِهِ،

قَالَ شَيْخُنَا مُحَمَّدٌ نَاصِرُ الدِّيْنِ الْاَلْبَانِيُّ: وَعَوْنٌ هٰذَا وَ اِنْ كَانَ ضَعِيْفًا فَرِوَايَتُهُ اَوْلٰى مِنْ رِوَايَةِ شَبِيْبٍ لِمُوَافَقَتِهَا لِرِوَايَةِ شُعْبَةَ وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ الْخَطْمِيِّ ۔

(امام طبرانی نے اس حدیث اور واقعہ کو صحیح قرار دیا، حمدی سلفی نے امام طبرانی کا ان الفاظ کے ساتھ تعاقب ورد کیا۔ حدیث مرفوع کی صحت میں تو کوئی شک نہیں، شک تو اس قصہ میں ہے جس سے ایسے توسل پر استدلال کیا جاتا ہے جو بدعت ہے اور اس قصہ کو اکیلے شبیب نے روایت کیا ہے جیسا کہ طبرانی نے کہا، شبیب کی حدیث میں دو شرائط کے ساتھ کوئی حرج نہیں ایک تو یہ کہ اس کا بیٹا احمد اس سے روایت کرے۔ دوسرا کہ شبیب یونس بن یزید سے روایت کرے۔ اور اس حدیث کو شبیب سے ابن وہب اور اس کے دونوں بیٹوں اسماعیل اور احمد نے روایت کیا ہے اور روایت ابن وہب عن شبیب کے بارے میں ثقہ محدثین نے کلام کیا ہے اور اس کا بیٹا اسماعیل غیر معروف ہے اور احمد نے یہ قصہ اگرچہ باپ سے روایت کیا مگر یہ یونس بن یزید کے طریق سے نہیں ہے پھر احمد سے روایت میں مختلف طرق ہیں اسے ابن سنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور حاکم نے تین طریقوں سے اس قصہ کے ذکر کے بغیر روایت فرمایا اور حاکم نے اس کو عون بن عمار البصری عن روح بن القاسم سے اس قصہ کے ساتھ روایت فرمایا، ہمارے شیخ ناصر الدین البانی نے بیان کیا کہ یہ عون اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی روایت شبیب کی روایت پر مقدم ہے کیونکہ یہ شعبہ اور حماد بن سلمہ عن ابی جعفر الخطمی کی روایت کے موافق ہے)

واقعہ کی سند صحیح ہے:

اس کا رد کرتے ہوئے شیخ غماری نے لکھا

مذکورہ کلام میں تدلیس، جھوٹ اور تحریف ہے جس کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں

(اولاً) پہلی بات یہ ہے۔ هٰذِهِ الْقِصَّةُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ

دَلَائِلِ النَّبُوَّةِ مِنْ طَرِيْقِ يَعْقُوْبَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرِ الْخَطْمِيْ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَخْتَلِفُ إِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَذَكَرَ الْقِصَّةَ بِتَمَامِهَا ـ وَيَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ هُوَ الْفَسَوِيْ الْحَافِظُ الْاِمَامُ الثِّقَةُ، بَلْ هُوَ فَوْقَ الثِّقَةِ، وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ فَالْقِصَّةُ صَحِيْحَةٌ جِدًّا وَقَدْ وَافَقَ عَلٰى تَصْحِيْحِهَا اَيْضًا اَلْحَافِظُ الْمُنْذِرِيْ فِي التَّرْغِيْبِ والحافظ الهيثمي فی مجمع الزوائد (۲، ۲۷۹، ۲ج ۲، ۶۰۶)

(اس واقعہ کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس سند (یعقوب بن سفیان حدثنا احمد بن شبیب بن سعید حدثنا ابی عن روح بن القاسم عن ابی جعفر الخطمی عن ابی امامہ بن سہل بن حُنیف عن عمہ عثمان بن حنیف) سے روایت کیا ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا تھا پھر پورا واقعہ ذکر کیا، یعقوب بن سفیان فسوی حافظ حدیث' امام' ثقہ بلکہ ثقہ سے بھی بلند ہے اور یہ سند بالکل صحیح ہے اور حافظ منذری نے بھی ترغیب میں (ج ۲ ص ۶۰۶ اور حافظ ہیثمی نے مجمع الزاوئد جلد ۲ ص ۲۷۹) اسے صحیح قرار دینے میں ان کی موافقت کی ہے)

باپ بیٹا دونوں ثقہ ہیں:

(ثانیاً) دوسری بات یہ ہے

اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ مِنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ، رَوٰى عَنْهُ فِي الصَّحِيْحِ وَفِي الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ ـ وَثَّقَهُ اَبُوْ زُرْعَةَ وَاَبُوْ حَاتِمٍ وَالنِّسَائِيُّ وَالذَّهَبِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ ـ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ: كَانَ عِنْدَهُ كُتُبُ يُوْنُسَ

بْنِ زَيْدٍ، وَهُوَ صَالِحُ الْحَدِيْثِ لَا بَاْسَ بِهٖ، وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: وَلِشَبِيْبٍ نُسْخَةُ الزُّهْرِيِّ عِنْدَهُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيْ اَحَادِيْثُ مُسْتَقِيْمَةٌ ـ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيْ: ثِقَةٌ كَانَ يَخْتَلِفُ فِيْ تِجَارَةٍ اِلٰى مِصْرَ وَكِتَابُهُ كِتَابٌ صَحِيْحٌ، هٰذَا مَا يَتَعَلَّقُ بِتَوْثِيْقِ شَبِيْبٍ، وَلَيْسَ فِيْهِ اِشْتِرَاطُ صِحَّةِ رِوَايَتِهٖ بِاَنْ تَكُوْنَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، بَلْ صَرَّحَ ابْنُ الْمَدِيْنِيْ بِاَنَّهُ كِتَابُهُ صَحِيْحٌ ـ وَابْنُ عَدِيٍّ اِنَّمَا تَكَلَّمَ عَلٰى نُسْخَةِ الزُّهْرِيْ عَنْ شَبِيْبٍ فَقَطْ، وَلَمْ يَقْصُدْ جَمِيْعَ رِوَايَاتِهٖ، فَمَا ادَّعَاهُ الْاَلْبَانِيْ تَدْلِيْسٌ وَخِيَانَةٌ ـ يُؤَكِّدُ ذٰلِكَ اَنَّ حَدِيْثَ الضَّرِيْرِ صَحَّحَهُ الْحُفَّاظُ وَلَمْ يَرْوِهٖ شَبِيْبٌ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَاِنَّمَا رَوَاهُ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، وَدَعْوَاهُ ضُعْفُ الْقِصَّةِ بِالْاِخْتِلَافِ فِيْهَا حَيْثُ لَمْ يَذْكُرْهَا بَعْضُ الرُّوَاةِ عِنْدَ ابْنِ السُّنِّيِّ وَالْحَاكِمِ، لَوْنٌ آخَرُ مِنَ التَّدْلِيْسِ لِاَنَّ مِنَ الْمَعْلُوْمِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ بَعْضَ الرُّوَاةِ يَرْوِي الْحَدِيْثَ وَمَا يَتَّصِلُ بِهٖ كَامِلًا، وَ بَعْضُهُمْ يَخْتَصِرُ مِنْهُ بِحَسْبِ الْحَاجَةِ ـ وَالْبُخَارِيُّ يَفْعَلُ هٰذَا اَيْضًا، فَكَثِيْرًا مَّا يَذْكُرُ الْحَدِيْثَ مُخْتَصَرًا اَوْ يُوْجَدُ عِنْدَ غَيْرِهٖ تَامًّا ـ وَالَّذِيْ ذَكَرَ الْقِصَّةَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهَقِيْ اِمَامٌ قَدْ يَقُوْلُ عَنْهُ اَبُوْ زُرْعَةَ الدِّمَشْقِيْ: قَدِمَ عَلَيْنَا رَجُلَانِ مِنْ نُبَلَاءِ النَّاسِ اَحَدُهُمَا وَاَرْحَلُهُمَا يَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ يَعْجِزُ اَهْلُ الْعِرَاقِ اَنْ يَرَوْا مِثْلَهُ رَجُلًا (۱)

(۱) تہذیب التہذیب ۱۱، ۳۳۸

(احمد بن شبیب رجال بخاری میں سے ہے۔امام بخاری اپنی صحیح اورادب المفرد میں اس سے روایت کرتے ہیں۔حافظ ابوزرعہ عراقی اورابوحاتم، امام نسائی، ذھبی، امام دارقطنی اور طبرانی نے اوسط میں اسے ثقہ قرار دیا ہے، امام ابوحاتم کہتے ہیں اس کے پاس یونس بن یزید کی کتب ہیں وہ صالح الحدیث ہیں اس سے نقلِ حدیث میں کوئی حرج نہیں، ابن عدی کہتے ہیں کہ شبیب کے پاس زھری کا نسخہ ہے اور اس کے پاس یونس عن الزھری سے مروی صحیح احادیث ہیں۔ابن مدینی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے وہ تجارت کی غرض سے مصرآتا جاتا رہتا ہے اور اس کی کتاب' کتاب ثقہ ہے، یہ ہیں وہ ائمہ کے تبصرے جن کا تعلق شبیب کے ثقہ ہونے سے ہے اوران میں اس کی روایت کے صحیح ہونے کے لیے یونس بن یزید سے روایت کرنے کی شرط کا کہیں ذکرنہیں بلکہ ابن مدینی نے تصریح کی ہے کہ اس کی کتاب صحیح" اور ابن عدی نے صرف نسخہ زھری عن شبیب کے بارے کلام فرمایا ہے جس میں یونس بن یزید کے علاوہ باقی شیوخ سے بھی روایت ہے۔اور انہوں نے تمام روایات پر کلام کا ارادہ نہیں فرمایا۔اس سے معلوم ہوا کہ البانی کا دعویٰ، تدلیس اور خیانت ہے۔مذکورہ بالا کلام سے یہ حقیقت پختگی سے ثابت ہو جاتی ہے کہ حفاظِ محدثین نے حدیث ضریر (نابینا) کو صحیح قرار دیا ہے اگرچہ انہوں نے شبیب عن یونس عن زھری سے اسے روایت نہیں کیا بلکہ صرف روح بن قاسم سے روایت کیا ہے اور البانی کا اس واقعہ کے ضعیف ہونے کا دعویٰ اس وجہ سے کرنا کہ ابن سنی اور حاکم کے بعض راویوں نے اس کو ذکر نہیں کیا ایک اور انداز کی تدلیس ہے کیونکہ اہل علم کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ بعض راوی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور جو واقعہ اس کے ساتھ متصل ہو اس کو بھی کامل طور پر ذکر کر دیتے ہیں اور بعض بقدر ضرورت اختصار سے کام لیتے ہیں خود امام بخاری بھی اکثر ایسا کرتے ہیں کہ وہ حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں جبکہ باقی محدثین مکمل حدیث ذکر کرتے ہیں بیہقی کی روایت میں اس واقعہ کو

جس جلیل القدر امام نے ذکر کیا ہے امام ابوزرعہ دمشقی ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس جلیل القدر لوگوں میں سے دو شخص آئے ان میں سے ایک اوران دونوں میں سے (حصول علم کے لیے) زیادہ سفر کرنے والے یعقوب بن سفیان ہیں جس کی مانند اہل عراق نے کوئی اور نہیں دیکھا)

تدلیس کی تیسری صورت:

وَتَقْدِيْمُهُ رِوَايَةَ عَوْنِ الضَّعِيْفِ عَلٰى مَنْ زَادَ الْقِصَّةَ، لَوْنٌ ثَالِثٌ مِنَ التَّدْلِيْسِ وَالْغَشِّ ۔ فَإِنَّ الْحَاكِمَ رَوٰى حَدِيْثَ الضَّرِيْرِ مِنْ طَرِيْقِ عَوْنٍ مُخْتَصَرًا ثُمَّ قَالَ: تَابَعَهُ شَبِيْبُ ابْنُ سَعِيْدِ الْحَبْطِيْ عَنْ رَوْحِ بْنِ قَاسِمٍ زِيَادَاتٍ فِيْ الْمَتْنِ وَالْإِسْنَادِ، وَالْقَوْلُ فِيْهِ قَوْلُ شَبِيْبٍ فَإِنَّهُ ثِقَةٌ مَامُوْنٌ، هٰذَا كَلَامُ الْحَاكِمِ، وَ هُوَ يُؤَكِّدُ مَاتَقَرَّرَ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْحَدِيْثِ وَ الْأُصُوْلِ أَنَّ زِيَادَةَ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ، وَ أَنَّ مَنْ حَفِظَ حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ لَمْ يَحْفَظْهُ ۔ وَالْأَلْبَانِيْ رَأٰى كَلَامَ الْحَاكِمِ لٰكِنْ لَّمْ يُعْجِبْهُ لِذٰلِكَ ضَرَبَ عَنْهُ صَفْحًا، وَ تَمَسَّكَ بِأَوْلَوِيَةِ رِوَايَةِ عَوْنِ الضَّعِيْفِ عِنَادًا وَخِيَانَةً،

(اور البانی کا ضعیف راوی کی روایت کو روایت عون پر مقدم کرنا (اس شخص کی روایت پر جس نے قصہ میں اضافہ نقل کیا ہے) یہ ملاوٹ اور تدلیس کی تیسری قسم ہے کیونکہ امام حاکم نے حدیث ضریر کو عون کے طریق سے مختصر روایت کر کے فرمایا کہ شبیب بن سعید الحبطی عن روح بن قاسم نے اس کی متابعت کی ہے جس کی روایت میں متن اور سند میں شبیب کا قول ہی فیصل ہے کیونکہ وہ ثقہ مامون ہے اسے وہ اصول موکد

کرتا ہے جو علمائے حدیث واصول کے نزدیک مسلمہ اور ثابت ہے کہ ثقہ کا اضافہ مقبول ہے اور محفوظ رکھنے والا نہ محفوظ رکھنے والے پر رجحت ہوتا ہے، البانی نے حاکم کا کلام دیکھا لیکن اسے پسند نہ آیا تو اس نے اس سے اعراض کیا اور اپنے بغض اور خیانت کی بناء پر دلیل کے لیے ضعیف راوی عون والی روایت کو اولیٰ قرار دے دیا)

(ثالثاً) تیسری بات یہ ہے

تبيّن مما اوردناه و حققناه في كشف تدليس الالباني و غشه ان القصة صحيحة جدًا رغم محاولاته و تدليساته و هي تفيد جواز التوسل بالنبي ﷺ بعد انتقاله، لان الصحابي راوي الحديث فهم ذلك، و فهم الراوي له قيمته العلمية، وله وزنه في مجال الاستنباط ـ وانما قلنا ان القصة من فهم الصحابي، على سبيل التنزل، والحقيقة ان ما فعله عثمان بن حنيف من ارشاده الرجل الى التوسل، كان تنفيذًا لما سمعه من النبي ﷺ كما ثبت في حديث الضرير قال ابن ابي خيثمة في تاريخه: حدثنا مسلم بن ابراهيم حدثنا حماد بن سلمة أنا ابو جعفر الخطمي عن عمارة بن خزيمة عن عثمان بن حنيف رضي الله عنه: ان رجلا اعمى اتى النبي ﷺ فقال: اني اصبت في بصري فادع الله لي قال: ''اذهب فتوضأ وصل ركعتين ثم قل اللهم اني استشفع بك على ربي في رد بصري اللهم فتشفعني في نفسي وشفع نبيي في رد بصري وان كانت حاجة فافعل

مثل ذلك'' اسناده صحيح ـ والجملة الاخيرة من الحديث تصرح باذن النبي ﷺ في التوسل به عند عروض حاجة تقتضيه ـ وقد اعلّ ابن تيمية هذه الجملة بعلل واهية ـ بيّنت بطلانها في غير هذا المحل وابن تيمية جرئ في رد الحديث الذي لا يوافق غرضه ـ ولو كان في الصحيح ـ مثال ذلك: روى البخاري في صحيحه حديثًا: ''كان الله ولم يكن شيء غيره وهو موافق لدلائل النقل والعقل والاجماع المتيقن ـ لكنه خالف رأيه في اعتقاده قدم العالم، فعمد الى رواية للبخاري ايضًا في هذا الحديث بلفظ 'كان الله ولم يكن شيء قبله'' فرجحها على الرواية المذكورة، بدعوى انها توافق الحديث الاخر ''انت الاول فليس قبلك شيء'' ـ قال الحافظ ابن حجر: مع ان قضية الجمع بين الروايتين تقتضي حمل هذه الرواية على الاولى لا العكس، والجمع مقدم على الترجيح بالاتفاق ـ اه ـ قلت: تعصبه لرأيه اعماه عن فهم الروايتين اللتين لم يكن بينهما تعارض، لان رواية ''كان الله ولم يكن شيء قبله'' تفيد معنى اسمه 'الاول بدليل ''انت الاول فليس قبلك شيء'' ورواية ''كان الله ولم يكن شيء غيره'' تفيد معنى اسمه الواحد بدليل رواية ''كان الله قبل كل شيء'' مثال ثان: حديث امر رسول الله ﷺ بسد الابواب الشارعة في المسجد وترك باب

عَلِیّ رَضِیَ اللہ تَعَالیٰ، حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ، أَخْطَأَ اِبْنُ الْجَوْزِیْ بِذِکْرِہٖ فِیْ الْقَوْلِ الْمُسَدَّدِ، وَاِبْنُ تَیْمِیَۃَ لِاِنْحَرافِہٖ عَنْ عَلِیّ رَضِیَ اللہ تَعَالیٰ کَمَا ھُوَ مَعْلُوْمٌ۔ لَمْ یَکْفِہٗ حُکْمُ اِبْنِ الْجَوْزِیْ بِوَضْعِہٖ فَزَادَ مِنْ کِیْسِہٖ حِکَایَۃَ اِتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِیْنَ عَلٰی وَضْعِہٖ، وَاَمْثِلَۃُ رَدِّہٖ لِلْاَحَادِیْثِ الَّتِیْ یَرُدُّھَا لِمُخَالَفَۃِ رَأیِہٖ کَثِیْرَۃٌ یُعَسِّرُ تَتَبُّعُھَا

(البانی کی تدلیس اور دھوکے کے بارے جو ہم نے تحقیق پیش کی ہے اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ مذکورہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔البانی کی تدلیسات اور حیلہ سازیوں کے باوجود یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے وسیلہ پر ثبوت فراہم کرتا ہے کیونکہ حدیث بیان کرنے والے صحابی ہیں اور انہوں نے اس سے یہی سمجھا ہے۔حدیث کو سمجھنے کے بارے راوی کے فہم کی علمی قدر و قیمت ہوتی ہے اور استدلال کے میدان میں اس کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ہم علی سبیل التنزل یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ واقعہ صحابی کا فہم ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ نے جواس شخص کو توسل کی طرف رہنمائی فرمائی ہے وہ اسی حکم کا نفاذ ہے جو انہوں نے حضور ﷺ سے سنا ہے جیسا کہ حدیث ضریر سے ثابت ہے، امام ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو روایت کیا ہم سے بیان کیا مسلم بن ابراھیم نے' انہوں نے حماد بن سلمہ سے انہوں نے ابو جعفر الخطمی سے اور انہوں نے حضرت عثمان بن حُنیف سے روایت کیا کہ ایک نابینا شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بینائی چلی گئی ہے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ وضو کرو دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دعا کرو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی' نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کا طلب گار ہوں کہ وہ میری بینائی کو لوٹا دے۔اے اللہ میری

شفاعت کو میرے حق میں اور میرے نبی کی شفاعت کو میری بینائی کو لوٹانے میں قبول فرما اور اگر کوئی حاجت پیش آجائے تو اس طرح کرلیا کرو اس حدیث کی سند صحیح ہے حدیث پاک کا آخری جملہ 'اِنْ کَانَتْ حَاجَۃٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ' واضح کر رہا ہے کہ جس وقت بھی کوئی حاجت پیش آجائے جس کا تقاضا نبی اکرم ﷺ کا توسل ہو تو نبی اکرم ﷺ کی جانب سے اس کی اجازت ہے اور ابن تیمیہ نے حدیث کے اس آخری جملہ کو کئی کمزور علتوں سے معلول کرنے کی کوشش کی ہے ہم نے اس قول کا بطلان دوسرے مقام (امام غماری کی کتاب ''مصباح الزجاجہ'' میں اس کی تفصیل ہے اس کا ترجمہ بنام 'نگاہ نبوت اور مشاہدہ اعمال اُمت چھپ گیا ہے) پر واضح کیا ہے ابن تیمیہ ہر اُس حدیث کو رد کرنے میں بڑی جسارت سے کام لیتا ہے جو اس کی غرض کے موافق نہ ہو اگرچہ وہ حدیث صحیح ہو امام بخاری نے بخاری میں اس حدیث کو روایت کیا، کَانَ اللہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْئٌ غَیْرَہٗ ''اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی یہ حدیث دلائل عقلیہ ونقلیہ اور اجماع یقینی کے مطابق ہے لیکن یہ حدیث ابن تیمیہ کے اعتقاد کہ عالم قدیم ہے کے خلاف ہے لہٰذا اس نے بخاری کی ایک اور روایت کا ذکر کیا جس کے الفاظ یہ ہیں، ''کان اللہ ولم یکن شیء قبلہ '' اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اس نے اس روایت کو مذکورہ روایت پر ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ یہ ایک دوسری حدیث کے موافق ہے اور وہ یہ ہے 'اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ' تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ جمع بین الروایتین کے اصول کا تقاضا یہ ہے کہ اس روایت کو' پہلی مذکورہ روایت پر محمول کیا جائے نہ کہ اس کے خلاف اور متعارض احادیث کو جمع کرنا اور ان میں موافقت پیدا کرنا بالاتفاق ان کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے سے مقدم ہے میں کہتا ہوں ابن تیمیہ کو اس کے تعصب نے ایسی دو روایتوں کو سمجھنے سے اندھا کر دیا ہے جن کے

درمیان کوئی تعارض ہی نہیں کیونکہ روایت كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَئٌ قبلهٗ ،اللہ تعالیٰ کے اسم اول کا مفہوم دے رہی ہے اس پر دلیل یہ حدیث

اَنتَ الاَوَّلُ فَلَيسَ قبلَكَ شَئٌ ہے

اور روایت كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيئٌ یہ اللہ تعالیٰ کے اسم واحد پر دال ہے دلیل یہ ارشاد نبوی ہے كَانَ اللهُ قَبلَ كُلِّ شَيئٍ دوسری مثال: حدیث میں ہے رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ میں کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ والا دروازہ کھلا رہنے دیا یہ حدیث صحیح ہے امام ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کر کے خطا و غلطی کی ہے حافظ ابن حجرؒ نے القول المسدد، میں امام ابن جوزی کا رد کیا ہے، ابن تیمیہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منحرف ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے لہذا اس کو ابن جوزی کے اس حکم (یہ حدیث موضوع ہے) سے تسلی نہ ہوئی تو اس نے اپنی جیب سے اس کے موضوع ہونے پر محدثین کے اتفاق کا اضافہ کر دیا ہے، ابن تیمیہ نے اپنی رائے کے خلاف ہونے کی وجہ سے جن احادیث کو رد کیا ہے ان کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ ان کا تتبع واحاطہ مشکل ہے۔

حدیث ضریر ہی کافی ہے:

(رابعاً) چوتھی بات یہ ہے

وَنَقُولُ عَلَى سَبِيلِ التَّنَزُّلِ: لَو فَرَضنَا اَنَّ القِصَّةَ ضَعِيفَةٌ تَطيِبًا لِخَاطِرِ البَانِيّ، وَاَنَّ رِوَايَةَ اِبنِ اَبِي خَيثَمَةَ مَعلُولَةٌ كَمَا فِي مُحَاوَلَةِ اِبنِ تَيمِيَةَ، قُلنَا فِي حَدِيثِ تَوَسُّلِ الضَّرِيرِ كِفَايَةٌ وَغِنَاءٌ، لِاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ عَلَّمَ الضَّرِيرَ ذٰلِكَ التَّوَسُّلَ، دَلَّ عَلٰى مَشرُوعِيَتِهِ فِي جَمِيعِ الحَالَاتِ ۔ فَلَا يَجُوزُ اَن يُقَالَ عَنهُ: تَوَسُّلُ المُبتَدِعِ وَلَا يَجُوزُ تَخصِيصُهُ بِحَالِ حَيَاتِهِ ﷺ ، وَمَن خَصَّصَهُ فَهُوَ المُبتَدِعُ حَقِيقَةً لِاَنَّهُ عَطَّلَ حَدِيثًا صَحِيحًا وَاَبطَلَ العَمَلَ بِهِ، وَهُوَ

حَرَامٌ ۔ وَالاَلبَانِيُّ عَفَا اللهُ عَنهُ جَرِئٌ عَلٰى دَعوَى التَّخصِيصِ وَالنَّسخِ لِمُجَرَّدِ خِلَافِ رَأيِهِ وَ هَوَاهُ ۔ فَحَدِيثُ الضَّرِيرِ لَو كَانَ خَاصًّا بِهِ، لَبَيَّنَهُ النَّبِيُّ ﷺ، كَمَا بَيَّنَ لِاَبِي بُردَةَ اَنَّ الجُزعَةَ مِنَ المَعزِ تُجزِئُهُ فِي الاُضحِيَةِ وَلَا تُجزِئُ غَيرَهُ كَمَا فِي الصَّحِيحَينِ ۔ وَتَاخِيرُ البَيَانِ عَن وَّقتِ الحَاجَةِ لَا يَجُوزُ ۔ (۱)

(ہم علی سبیل التنزل یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم البانی کی دلجوئی کے لیے اس قصہ کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور روایت ابن ابی خیثمہ کو معلول سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ ابن تیمیہ کی حیلہ سازی میں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حدیث توسل ضریر ہی کافی شافی ہے کیونکہ جب آپ ﷺ نے اس سے نابینا شخص کو توسل سکھا دیا تو یہ تمام حالات میں توسل کی مشروعیت ثابت ہو گئی اور یہ کہنا ناجائز ہو گیا کہ وسیلہ بدعت ہے اور نہ ہی اس کو نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے ساتھ مخصوص کرنا جائز ہو گا حقیقت میں بدعتی وہی ہے جس نے ایسی (ناروا) تخصیص کی ہے کیونکہ اس نے حدیث صحیح کو معطل کر کے اس پر عمل کرنے کو باطل قرار دیا ہے اور حدیث صحیح کے ساتھ ایسا سلوک کرنا حرام ہے، البانی (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) صرف اپنی رائے اور خواہش کیخلاف حدیث ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص اور نسخ کا دعویٰ کرنے پر بڑا دلیر ہے اگر حدیث ضریر اسی شخص کے ساتھ خاص ہوتی تو سرکار دو عالم ﷺ ضرور اس کو بیان فرما دیتے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لیے واضح فرما دیا کہ بکری کا چھ ماہ کا بچہ قربانی میں صرف انہی کے لیے جائز ہے کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں (بخاری ومسلم) اور اصول یہ ہے "بوقت حاجت خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں ہوتا)

(۱) ارغام المبتدع الغبی بجواز توسل النبی۔ ۱۲ تا ۱۹

فصل:

شیخ اشرف علی تھانوی اور دُعاءِ حاجت میں تبدیلی

قارئین کرام ان تمام ائمہ اُمت اور محدثین کا یہ عمل بتا رہا ہے کہ یہ ندا بعد از وصال نبوی بھی ظاہری حیات کی طرح ہی چودہ صدیوں سے جاری اور جائز ہے

اُمت میں سے کسی نے بھی اسے مختصر نہیں کیا اور نہ ہی اسے تبدیل کیا اور نہ ہی کسی نے آج تک اُمت کو مشورہ دیا کہ چونکہ اس ندا (یا محمد) سے شرک کا وہم ہوتا ہے لہذا اسے ترک کر دیا جائے اگر اس میں تبدیلی کی تو وہ شیخ اشرف علی دیوبندی نے کی آیئے اس کی تفصیل ملاحظہ کرتے ہیں۔

تین مقامات: ہم ان کے تین مقامات کی عبارت سامنے لے آتے ہیں

پہلا مقام: لکھتے ہیں

حاشیہ بالا کے شروع ہی میں جس حدیث کا نسائی وترمذی وابن ماجہ وغیرھم محدثین کے حوالہ سے ذکر ہے میں نے اس کی دعا کو تتمہ قربات معروف مناجات مقبول میں وارد کیا ہے اور حفاظتِ عوام کے لئے صیغہ ندا کو اس سے مختصر کر کے ایک حاشیہ لکھ دیا ہے۔

اِخْتَصَرْتُهُ لِاَنَّ النِّدَاءَ الْوَارِدَ فِيْهِ لَا دَلِيْلَ عَلٰى بَقَائِهٖ بَعْدَ حَيَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(میں نے اس کو مختصر کر دیا ہے کیونکہ اس میں موجود ندا یا محمد حضور ﷺ کے ظاہری حیات کے بعد باقی ہونے پر کوئی دلیل نہیں)

اور اس پر امرتسر سے بطور طعن کے جو کہ آداب اہل علم کے خلاف ہے ایک سوال آیا کہ آپ نے اندھے کی روایت میں یا محمد ﷺ کو ترمیم کر دیا ہے شاید قعدہ میں بھی آپ ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِیِّ'' کی تلقین کرتے ہوں گے اذکار ماثورہ میں ترمیم وتنسیخ کا اختیار غالباً نہیں ہے۔

اس کا جواب جو یہاں لکھا گیا ہے جو بتمامہ النور ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ میں شائع ہوا اور قابل ملاحظہ ہے اس کا نہائت مختصر ملخص اس مقام پر نقل کرنا اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ تحقیق بالا سے جس طرح مسئلہ توسل میں افراط کی اصلاح کی گئی ہے کہ توسل کو استغاثہ میں داخل کر کے جائز نہ سمجھ لیں جیسا کہ اس مصلحت کو قابل رعایت ہونا متن رسالہ کے ختم کے قریب عبارت ''نَعَمْ لَوْ مُنِعَ عَنْهُ لِمَصْلَحَةِ الْعَوَامِ'' میں مذکور ہوا ہے وہ ملخص یہ ہے۔

میں تو تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِیِّ'' کی تلقین نہیں کرتا مگر بعض اجلہ صحابہ نے یہ بھی کیا کہ 'رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ كِتَابِ الْاِسْتِیْذَانِ فِیْ بَابِ الْاَخْذِ بِالْیَدَیْنِ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ' اور عامہ آئمہ کا ایسا کرنا اس بنا پر ہے کہ یہ خطاب بوجہ اقتران بالسلام کے بواسطہ ملائکہ کے حضور اقدس ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے اس لئے اس میں کسی مفسدہ کا احتمال نہیں بخلاف قصہ اعمٰی کے کہ وہاں نہ کوئی دلیل بلاغ ہے اور واقعہ میں خود حضور ﷺ سامنے تشریف رکھتے ہیں اور بعد میں اس وقت کے عوام خوش عقیدہ تھے اس کو حکایت پر محمول کر لیا کرتے تھے بخلاف اس وقت کے اکثر عوام کے فساد عقیدہ ان کا مشاہدہ ہے البتہ اگر کسی عامی کا عقیدہ یقینا صحیح ہو اس کے لئے اب بھی منقول کا اتباع اولیٰ ہے (۱)

دوسرا مقام: مولانا موصوف نے جس تتمہ مناجات مقبول کا حوالہ دیا ہے وہاں انھوں نے یہ کیا کہ یہی دعا حاجت ان الفاظ میں ذکر کی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِیْ ساتھ عربی حاشیہ میں لکھا

(۱) الوسیلہ، ۲۰ تا ۲۲

اِخۡتَصَرۡتُهٗ لِاَنَّ النِّدَاءَ الۡوَارِدَ فِيۡهِ لَا دَلِيۡلَ عَلٰى بَقَائِهٖ بَعۡدَ حَيَاتِهٖ عَلَيۡهِ السَّلَامُ (۱)

میں نے اس دعا کو مختصر کر دیا ہے کیونکہ اس میں موجود ندا (یا محمد) کے حضور ﷺ کی حیات کے بعد باقی رہنے پر کوئی دلیل نہیں

اب بعض نسخوں میں یہ حاشیہ بھی ختم کر دیا گیا

تیسرا مقام: پھر نشر الطیب میں حدیث نابینا، یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ، کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد لکھا

اور اس میں جو یا محمد ﷺ آیا ہے اس سے نداء غائب کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپ کی خدمت میں حاضر تھا

آگے چل کر اس سوال (کہ اس پر عمل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ اور تابعین نے کیا) کا جواب دیتے ہوئے لکھا

اور ندا کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے دو وجہ سے ایک تو متبادر قصہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں ندا غائب لازم نہیں آتی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے ندا المقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے، عقیدہ میں غلو رکھتے اس لئے ان کو منع کیا جاتا بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خواص کو بھی روکا جاتا ہے (۲)

ملاحظہ کیا مولانا موصوف نے تینوں مقامات پر دعا میں تبدیلی کی اور کہا اب ان کلمات سے دعا جائز نہیں حالانکہ تمام آئمہ محدثین نے یہ روایت نقل کی، اسے صحیح قرار دیا اور اس کی تعلیم دی تا کہ اُمت مسلمہ اس سے فیض یاب ہوتی رہے۔

آیئے شیخ موصوف کا جو علمی رد علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ نے لکھا اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

---

(۱) مناجات مقبول، ۱۷۳

(۲) نشر الطیب، ۲۷۷

فصل:

تھانوی صاحب کی جُرأت کا نوٹس

از

علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ احمد سعید کاظمی ان احادیث مبارکہ سے استدلال کے بعد تھانوی کی حرکت کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

علماء محدثین نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعد الوفات بھی توسل اور استشفاع جائز ہے۔ ساتھ ہی ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری اور بعد الوفات دونوں زمانوں میں لفظ ''یا'' کے ساتھ حضور ﷺ کو پکارنا خود حضور علیہ السلام کے اپنے ارشاد کے مطابق ہے۔ جو شخص اس کا منکر ہو گا، وہ ارشاد رسول کا معاند اور منکر حدیث قرار پائے گا

تھانوی صاحب کی جرأت و بے باکی

(حدیث شریف میں ترمیم کر ڈالی)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے ابن ماجہ شریف کی روایت منقولہ بالا میں رسول اللہ ﷺ کی تلقین فرمائی ہوئی دعا کے الفاظ میں سے ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ'' کے الفاظ نکال دیئے۔ اور اپنی کتاب ''مناجات مقبول'' ص ۱۱۴ مطبوعہ اصح المطابع بقول شخصے (عذر گناہ بدتر از گناہ) یہ لکھ دیا کہ

اِخۡتَصَرۡتُهٗ لِاَنَّ النِّدَاءَ الۡوَارِدَ فِيۡهِ لَا دَلِيۡلَ عَلٰى بَقَائِهٖ بَعۡدَ حَيَاتِهٖ عَلَيۡهِ السَّلَامُ:

(یعنی میں نے صیغہ نداء اور خطاب کی تمام عبارت نکال کر) اس حدیث کو

اس لیے مختصر کر دیا کہ اس حدیث میں (یا محمد کے الفاظ) جو ندا اور خطاب کے الفاظ وارد ہیں حضور ﷺ کی حیات کے بعد ان کے باقی رہنے پر کوئی دلیل نہیں۔

میں عرض کروں گا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود بنفسِ نفیس یہ الفاظ تلقین فرمائے تو اب صیغہ نداء وخطاب کا ہونا اصل قرار پا گیا اور قاعدہ ہے کہ اصل اپنی بقا میں محتاجِ دلیل نہیں ہوتی، بلکہ عدمِ بقا خلافِ اصل ہونے کے باعث محتاج دلیل ہوگا تھانوی صاحب کا ''اصل'' کو محتاجِ دلیل قرار دینا علم وعقل کی روشنی میں انتہائی تعجب انگیز ہے۔

علاوہ ازیں عہد خلافت عثمانیہ میں حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حاجت مند کو یہی دعا بصیغہ ندا وخطاب تلقین کرنا بروایت طبرانی ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔اس سے بڑھ کر بقا اور نداء پر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ رہی یہ بات کہ اس وقت کے مسلمان خوش عقیدہ تھے، اس زمانے میں فساد عقیدہ امر مشاہدہ ہے۔لہذا حفاظت عوام کے لیے صیغہ نداء کو حذف کرنا ضروری ہے تو یہ اور بھی زیادہ تعجب انگیز اور مضحکہ خیز ہے

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تشہد سے بھی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کو حذف کر دینا ضروری ہے تھانوی صاحب نامعلوم کس موڈ میں لکھ گئے انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ''ابن ماجہ'' والی دعا تو کبھی کوئی مسلمان پڑھتا ہو گا لیکن ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' تو ہر مسلمان شب وروز ہر نماز میں پڑھتا ہے۔حفاظت عوام کے لیے تو نماز سے صیغہ ندا کا حذف کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا۔جب نماز میں اس کا باقی رہنا محتاج دلیل نہیں تو دعاء حاجت میں اس کی بقا کیوں کر محتاج دلیل ہو سکتی ہے؟

اس کے جواب میں تھانوی صاحب کا یہ فرمانا کہ ''اَلتَّحِيَّاتُ'' میں صیغہ ندا مقرون بالسلام ہے اور سلام بارگاہ رسالت میں پیش ہوتا ہے اس لیے ندا کا صیغہ مضر نہیں قطعاً بے سود ہے اس لیے کہ بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام ہی پیش نہیں ہوتا بلکہ اُمت کے تمام اعمال بھی پیش ہوتے ہیں جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دعا بھی ایک عمل بلکہ عمل صالح ہے باقی اعمال کے ساتھ یہ عمل بھی بارگاہِ رسالت میں ضرور پیش ہوگا ایسی صورت میں دونوں یکساں ہو گئے تشہد کا صیغۂ نداء سلام کے ضمن

میں پیش ہوا اور دعا حاجت کا یہ صیغہ ندا (يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ) اعمالِ حسنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا نہ وہ مضر رہا اور نہ یہ۔ایسی صورت میں تھانوی صاحب کی تفریق بالکل بے سود ہو کر رہ گئی۔

پھر یہ کہ تھانوی صاحب جب صیغہ ندا مقرون بالسلام کو جائز سمجھتے ہیں تو اس دعا میں ''یا محمد'' الخ کو حذف کرنے کی بجائے اس کے ساتھ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لکھ دیتے تاکہ یہاں بھی صیغہ ندا مقرون بالسلام ہو کر مضر نہ رہتا اور دعا پڑھنے والے کو درود وسلام کی فضیلت بھی حاصل ہو جاتی اور حدیث میں کانٹ چھانٹ کی نوبت بھی نہ آتی خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ بموجب احادیث صحیحہ دعا کے ساتھ درود وسلام پڑھنا قبولیتِ دعا کا موجب ہے

ادعیہ ماثورہ میں الفاظ کا ردوبدل جائز نہیں:

تھانوی صاحب کی یہ دیدہ دلیری کہ انہوں نے الفاظِ احادیث میں اختصار کر دیا انتہائی موجب حیرت ہے کیا انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ ادعیہ ماثورہ میں اختصار تو درکنار الفاظ کا ردوبدل کرنا بھی جائز نہیں ہے دیکھئے صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک دعا کی تلقین فرمائی جس کے آخر میں یہ الفاظ تھے ''اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ'' براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کے سامنے دوبارہ پڑھے تو ''بِنَبِيِّكَ'' کی بجائے ''بِرَسُوْلِكَ'' پڑھ دیا حضور ﷺ نے فرمایا! ''لَا وَبِنَبِيِّكَ'' نہیں بلکہ ''بِنَبِيِّكَ'' کہو حالانکہ نبی کریم ﷺ نبی بھی ہیں اور رسول بھی مگر چونکہ دعا میں الفاظ ماثورہ کو بدلنا جائز نہ تھا اس لیے حضور نبی کریم ﷺ نے ان پر رد فرمایا اور وہی الفاظ ادا کرنے کی تاکید فرمائی جو رسول اللہ ﷺ تلقین فرما چکے تھے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

''وَقَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِيْ بَعْضِ طُرُقِهٖ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَقَالَ وَنَبِیِّكَ ۔ ۔ ۔ وَالْاَظْهَرُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ فِیْ وَجْهِ الرَّدِّ اَنَّ الْاَدْعِیَةَ الْوَارِدَةَ لَاتُغَیَّرُ عَنْ اَلْفَاظِهَا اِلَخْ "(۱)

(علامہ ابن حجرؒ نے کہا اس حدیث کے بعض طرق میں حضرت براء سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے وَرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ کے الفاظ کہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ "وَرَسُوْلِكَ نہ کہو بلکہ وَنَبِیِّكَ ہی کہو اس رد کی سب سے ظاہر وجہ واللہ اعلم یہ ہے کہ جو دعائیں شرع مطہر میں وارد ہیں وہ اپنے الفاظ سے متغیر نہیں کی جاتیں)

ثابت ہوا کہ اُدعیہ ماثورہ کے الفاظ میں اختصار کو تو درکنار تغیر بھی باطل و مردود ہے اس کے باوجود بھی تھانوی صاحب نے اختصار فی الحدیث کی جرأت فرمائی۔ معاذ اللہ!

یہ حدیث جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم دونوں کتابوں میں وارد ہے دیکھئے بخاری شریف جلد ثانی ص ۹۳۴، مسلم شریف جلد ثانی ص ۳۴۸ حاشیہ بخاری میں کرمانی سے منقول ہے

وَفِیْهِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ رِعَایَةَ اَلْفَاظِ الْمَرْوِیَةِ اَمْرٌ مُهِمٌّ فِیْهِ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ (۲)

(یعنی اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ الفاظ مرویہ کی رعایت امر عظیم اور مہتم بالشان ہے جس میں حکمت بالغہ پائی جاتی ہے)

افسوس تھانوی صاحب نے کرمانی کی تصریح کو بھی نظر انداز کر دیا اسی حدیث براء بن عازب کے تحت علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں

"وَاخْتَارَ الْمَازِرِیُّ وَغَیْرُهٗ اَنَّ سَبَبَ الْاِنْكَارِ اَنَّ هٰذَا ذِكْرٌ وَّدُعَاءٌ یَنْبَغِیْ فِیْهِ الْاِقْتِصَارُ عَلَی اللَّفْظِ الْوَارِدِ بِحُرُوْفِهٖ وَقَدْ یَتَعَلَّقُ الْجَزَاءُ بِتِلْكَ الْحُرُوْفِ وَلَعَلَّهٗ اُوْحِیَ ﷺ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ فَیَتَعَیَّنُ اَدَاءُهَا

(۱) مرقاۃ جلد ۳ ص ۹۷ طبع مصر

(۲) حاشیہ ۲: بخاری شریف ص ۹۳۴

بِحُرُوْفِهَا وَهٰذَا قَوْلٌ حَسَنٌ (۱)

(اور اختیار کیا مازری وغیرہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ کے انکار کا سبب یہ تھا کہ یہ ذکر اور دعا ہے اس لیے اس میں اسی لفظ پر اقتصار کرنا چاہیے جو اس کے حروف کے ساتھ وارد ہوا ہے اور بسا اوقات جزاء بھی انہی حروف کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہی کلمات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہو تو ان کلمات کا انہی حروف کے ساتھ ادا کرنا متعین ہوگا اور یہ قول بہت اچھا ہے)

تعجب ہے کہ تھانوی صاحب نے شارحین حدیث کی ان تمام تصریحات کو دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ فرمائی اور قطعاً نہ سوچا کہ اگر انہی کلمات حروف کے ساتھ یہ دعا حضور ﷺ کی طرف وحی کی گئی ہو تو ان حروف وکلمات کے ساتھ ان کا ادا کرنا یقیناً متعین ہوگا ایسی صورت میں کلمات کا اختصار وحی الٰہی میں تحریف صریح قرار پائے گی جس شخص کے دل میں ذرا بھی خوف خداوندی ہو تو وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کرسکتا۔

بلکہ میں تو یہ عرض کروں گا کہ بموجب آیۃ کریمہ "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" اغلب یہی ہے کہ اُدعیہ واردہ اور اذکار ماثورہ کے حروف وکلمات بھی حضور ﷺ کی طرف وحی کیے جاتے ہیں کلمات وحی الٰہی میں اختصار کی جرأت اس شخص کی ہوسکتی ہے کہ جس کے دل میں نہ وحی الٰہی کی کوئی عظمت ہو نہ خدا کے خوف کا کوئی اثر ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اس مقام پر اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ترمذی کی حدیث میں بھی یہی دعا صیغہ نداء کے بغیر مروی ہے اگر تھانوی صاحب نے اختصار کر دیا تو کیا ہوا ابوعیسیٰ ترمذی نے بھی تو صیغہ ندا کو حذف کر کے اختصار سے کام لیا ہے۔

اس کا ازالہ یہ ہے کہ ترمذی میں صرف "یا محمد" کا لفظ نہیں ہے باقی خطاب کے الفاظ بعبارت ذیل موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) شرح نووی علی الصحیح المسلم، جلد ثانی: ۳۴۸

"إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي" تھانوی صاحب نے صرف "یَا مُحَمَّدُ" کو ہی حذف نہیں کیا بلکہ پوری سطر صاف کر گئے۔

رہا لفظ "یَا مُحَمَّدُ" کا نہ ہونا تو میں عرض کروں گا کہ ایک ہی حدیث کے بعض طرق میں اگر بعض ایسے الفاظ مروی ہوں جو کسی دوسرے طریق میں نہیں تو اس کی وجہ سے ان کا نہ ہونا لازم نہیں آتا یہ نسخوں کا اختلاف نہیں کہ جس میں سہل انگاری کا دخل ہو یہ تو طرق روایت کا تفاوت ہے ابو عیسیٰ ترمذی نے نہ اس روایت کا انکار کیا نہ اختصار کا دعویٰ کیا بلکہ ایک طریقہ کو ذکر کر دیا دوسرے طریق میں یہی روایت "یا محمد" کے الفاظ سے جب وارد ہو گئی تو اب "یَا مُحَمَّدُ" کا روایت ہونا متعین ہو گیا جس کا انکار یا اختصار نہ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ نے کیا نہ کسی دوسرے محدث نے۔ البتہ تھانوی صاحب کو یہ جرأت ضرور ہوئی کہ انہوں نے حدیث کے الفاظ واردہ ماثورہ مرویہ میں کمی کر دی۔

علاوہ ازیں یہ کہ اس صورت میں تھانوی صاحب کو اختصار کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ صاف لکھ دیتے کہ میں نے ترمذی کی روایت میں یا محمد کے الفاظ نہیں پائے۔ اس لیے انہی کو نقل کر دیا بلاوجہ اختصار کا دعویٰ کر کے انہوں نے اپنے سر پر اختصار حدیث کا بوجھ اٹھایا۔ بات یہی ہے کہ ترمذی یا کسی دوسری کتاب میں بصیغہ ندا کا نہ پایا جانا اس کے مروی ہونے پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ بعض طرق میں اس کا وارد ہو جانا اس کی روایت کو متعین کر دیتا ہے اب اس کے بعد اس میں اختصار کرنا یقیناً تحریف حدیث ہے جس کا ارتکاب صرف تھانوی صاحب نے کیا ہے ابو عیسیٰ ترمذی یا کسی دوسرے محدث کے دامن کو اس جرأت عظیمہ کی وجہ سے ملوث نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے بعد تھانوی صاحب کے اس دعویٰ کو ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد تشہد میں صیغۂ نداء چھوڑ دیا تھا اور التحیات میں "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" پڑھتے تھے۔ تھانوی صاحب نے بخاری شریف کتاب الاستیذان کی جس حدیث سے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ ان کے دعویٰ کے ثبوت سے بالکل ساکت ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث حسب ذیل ہے

"كُنَّا نَقُولُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ يَعْنِي النَّبِيَّ"

تھانوی صاحب نے اس حدیث کے معنی یہ سمجھ لیے کہ عبد اللہ بن مسعود یہ فرما رہے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو ہم نے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ" چھوڑ دیا اور اس کی بجائے "سلام علی النبی" کہا۔ حالانکہ اس معنی پر حدیث کی دلالت نہیں۔ یہ تو ایک احتمال ہے جس سے استدلال کرنا سراسر باطل اور علم و دانش کے خلاف ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ "قُلْنَا سَلَامٌ" پر ختم ہو جاتے ہیں یعنی "علی النبی" راوی کا قول ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نہیں۔ اس تقدیر پر حدیث میں دو احتمال پیدا ہو گئے ہیں۔

ایک یہ کہ ہم نے صیغہ نداء کو چھوڑ کر صرف "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" پر اکتفا کر لیا۔ لیکن یہ معنی آئمہ اربعہ کے نزدیک مردود ہیں۔ اس لیے کہ کسی امام نے صیغۂ نداء کے بغیر تشہد نقل نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مذہب میں بھی وہی تشہد پڑھا جاتا ہے۔ جس میں ندا اور خطاب کے صیغے موجود ہیں۔ اگر صیغۂ نداء کا ترک اس حدیث کا مدلول ہوتا تو کسی امام کا مذہب ان صحابہ کے مذہب کے مطابق ہوتا۔ لیکن کسی نے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" پڑھنے کو اپنا مذہب قرار نہیں دیا یہ ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مدلول صیغہ ندا اور خطاب کا ترک نہیں بلکہ یہ صرف احتمال ہے جو ثبوت دعویٰ کے لیے کافی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا احتمال یہ کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہم نے تشہد میں حضور ﷺ پر سلام پڑھنا ترک نہیں کیا۔ بلکہ بعد الوفات بھی ہم بدستور "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ" پڑھتے رہے چونکہ دونوں احتمال پیدا ہو گئے اس لیے اس حدیث میں کسی ایک معنیٰ پر دلالت باقی نہ رہی اور تشہد میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ" پڑھنا احادیث صحیحہ اور مذاہب آئمہ اربعہ سے ثابت ہے لہٰذا اس کا مخالف احتمال مرجوح ہو کر مردود قرار پائے گا۔ دیکھئے ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں

وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ كُنَّا نَقُولُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ

اللهِ ﷺ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ فَلَمَّا قُبِضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ فَهُوَ رِوَايَةُ اَبِيْ عَوَانَةَ وَرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ اَلْاَصَحُّ فِيْهَا بَيَّنَتْ اَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَلْ مِنْ فَهْمِ الرَّاوِيْ عَنْهُ وَلَفْظُهَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ ، يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ فَقَوْلُهٗ قُلْنَا اَلسَّلَامُ يَحْتَمِلُ اَنَّهٗ اَرَادَ بِهٖ اِسْتَمْرَرْنَا بِهٖ عَلٰى مَا كُنَّا عَلَيْهِ فِيْ حَيَاتِهٖ وَيَحْتَمِلُ اَنَّهٗ اَرَادَ عَرَضْنَاهُ عَنِ الْخِطَابِ وَاِذَا احْتَمَلَ اللَّفْظُ لَمْ يَبْقَ فِيْهِ دَلَالَةٌ كَذَا ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ (۱)

(حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ہم حضور ﷺ کی حیات میں " اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ " کہتے تھے جب حضور ﷺ کی وفات ہوگئی تو ہم نے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" کہا۔ یہ ابو عوانہ کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت میں جو اس کے مقابل اصح ہے یہ الفاظ عبد اللہ ابن مسعود کے نہیں بلکہ راوی کا فہم ہیں۔ بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ "فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا سَلَامٌ "یعنی 'عَلَى النَّبِيِّ'۔ جب حضور ﷺ کی وفات ہوگئی تو ہم نے سلام کہا (یعنی نبی کریم ﷺ پر بخاری کی اس روایت نے بیان کر دیا کہ یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں بلکہ راوی کا قول ہے اس نے اپنی فہم کے مطابق اپنے لفظوں میں بیان کر دیا اور اس قول میں بھی دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح حضور کی حیات ظاہری میں ہم "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کہا کرتے تھے اسی طرح حضور کی وفات کے بعد بھی کہتے رہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم نے خطاب چھوڑ دیا۔ جب الفاظ میں احتمال پیدا ہوگیا تو دلالت (قطعیہ) باقی نہ رہی۔

'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ !' ہمارے اس بیان اور ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ کی اس عبارت

(۱) مرقاۃ المفاتیح جلد ۱ ص ۵۵۸

کی روشنی میں تھانوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہوا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد صیغۂ خطاب ترک کر دیا تھا۔

بعض لوگ اس بات پر انتہائی زور دیتے ہیں کہ متابعات اور شواہد کی روشنی میں ابو عوانہ کی روایت کے بموجب یہ بات بالکل صحیح ہے کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد " اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ " کی بجائے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ " کہنا شروع کر دیا تھا۔ میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر آپ کی یہ بات صحیح ہے تو پھر آپ صحابہ کرام کے مذاہب کے موافق "عَلَى النَّبِيِّ "کیوں نہیں پڑھتے۔ خود تھانوی صاحب عمر بھر " اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ " پڑھتے اور پڑھواتے رہے۔ ثابت ہوا کہ تھانوی صاحب کا یہ دعویٰ ان کے اپنے نزدیک بھی باطل ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ تھانوی صاحب کا یہ حدیث رسول ﷺ میں ردوبدل کرنا، بلکہ تقریباً پوری سطر غائب کر دینا کس قدر شدید مداخلت فی الدین ہے اور حدیث رسول ﷺ پر کیسی عظیم قسم کی زیادتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ منکرین حدیث کو بھی ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔

فاعتبروا یا اُولی الابصار

فصل:

بقاءِ ندائے یا محمد ﷺ پر دلائل

مخالفین بشمول تھانوی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ وصال نبوی ﷺ کے بعد نداء ''یا محمد'' کے جواز و بقاء پر کوئی دلیل نہیں۔
لہٰذا اب ہم بقاء نداء پر دلائل ذکر کیے دیتے ہیں

۱۔ دوسری اُمت بھی شامل:

اس حدیث مبارکہ کے ورود کا سبب اگر چہ خاص یعنی نابینا صحابی کا سوال ہے لیکن تا قیامت اس میں دوسری اُمت بھی شامل ہے کیونکہ احکامِ شرعیہ میں سب لوگ برابر ہیں۔

۲۔ اعتبار، عمومِ الفاظ کا ہوتا ہے:

خطاب اگر چہ حدیث میں نابینا صحابی کے لئے ہے مگر شرعاً حکم میں عموم ہے کیونکہ اس پر اہل علم کا اتفاق و اجماع ہے کہ شارع کے خطابات عموم پر ہوتے ہیں اگر چہ ان کا سبب مخصوص ہو ہاں کوئی دلیل اس کے برخلاف ہو تو تخصیص ہو سکتی ہے اور یہاں ایسی کوئی دلیل موجود ہی نہیں

۳۔ ''ارادہ'' تمام اُمت کا:

نابینا صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے خود دعا فرمانے کے بجائے انھیں ایسی دعا کی تعلیم دی جس میں یہ ندائیہ

کلمات ہیں ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ''
تو آپ ﷺ کا دعا نہ کرنا اور انھیں وسیلہ و نداء کے ساتھ دعا کی تعلیم دینا بتا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارادہ تمام اُمت کے لئے اس کی تعلیم ہے اور یہ صرف اسی صحابی کے ساتھ مخصوص نہیں

۴۔ حدیث کے کچھ حصہ کا معطل قرار پانا:

اس دعاء وسیلہ میں رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کو نماز اور دعا کی تعلیم دی یعنی نماز پڑھو اور ان کلمات کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعا کرو۔ ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ'' تو اب ہر ایک کے لئے ادائیگی نماز بالاتفاق جائز ہے تو اب ہر ایک کے لئے دعائیہ وندائیہ کلمات بھی بالاتفاق جائز ہونے چاہیے
ورنہ بلا دلیل حدیث (حکم نبوی) کے کچھ حصہ کا معطل ہونا لازم آئے گا جو دین کو کھیل بنانے کے مترادف ہے

۵۔ خود بیان فرما دیتے:

اگر یہ ندا اس نابینا صحابی کے لئے ہی ہوتی یا آپ ﷺ کی موجودگی کے ساتھ خاص اور عدم موجودگی میں ناجائز یا آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں جائز اور بعد از وصال جائز نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس کی خود وضاحت فرما دیتے، جیسے بخاری و مسلم کی روایت میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ایک سال سے کم عمر بکری بطور قربانی تمہارے لئے جائز مگر کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں

۶۔ وضاحت لازم تھی:

اگر یہ ندا صرف نابینا صحابی کے لئے تھی یا آپ ﷺ کی ظاہری حیات یا موجودگی میں ہی جائز تھی تو رسول اللہ ﷺ پر اس وقت اس کی وضاحت و بیان لازم تھا کیونکہ بوقت حاجت بیان کو موخر کرنا ممنوع ہے کیونکہ ایسی صورت میں غیر معلوم چیز پر عمل کی تکلیف لازم آتی ہے جو جائز نہیں، اوپر گزرا سال سے کم عمر قربانی کی، حضرت ابو بردہ

رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تو ساتھ ہی فرما دیا کہ یہ تمہارے سوا کسی کے لئے جائز وکافی نہ ہوگی تو اگر یہاں بھی ایسا ہی معاملہ تھا تو آپ ﷺ اسی وقت فرما دیتے کہ یہ صرف تمہارے لئے ہی ہے کسی اور کو اجازت نہیں

دونوں معاملات میں فرق:

پھر ان دونوں معاملات میں فرق بھی بڑا ہے کہ کم عمر کی قربانی کی صورت میں تو صرف قربانی نہ ہوگی مسلمان دائرہ اسلام سے نہیں نکلتا مگر زیرِ بحث معاملہ میں بقول مخالفین مسلمان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے لہذا سرور عالم پر لازم تھا کہ آپ ﷺ اس کی وضاحت کر دیتے تا کہ اُمت شرک سے بچ جاتی جب کہ ایسی کوئی بات آپ ﷺ نے نہیں فرمائی تو ہمیں بھی اپنے غلط خیالات پر نظر ثانی کرنی چاہیے

۷۔ الفاظ کی عموم پر دلالت:

امام ابن ابی خیثمہ کی روایت کے الفاظ

اِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ جب تمہیں حاجت پیش آئے تو ایسا کر لیا کرو

نہایت ہی واضح طور پر عموم پر دال ہیں کہ جہاں کہیں بھی کسی کو پریشانی ہو وہ ان ندائیہ کلمات سے استغاثہ ووسیلہ کر سکتا ہے

يَا مُحَمَّدُ اِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّي اے محمد (ﷺ) میں آپ کو اپنے رب کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں

۸۔ صحابی نے عموم مراد لیا:

پھر دیکھئے اس حدیث کے راوی صحابی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ہیں وہ اس کی مراد اور معنی سے دوسروں سے زیادہ آگاہ ہیں تو انھوں نے بھی اسے عموم پر محمول کیا تبھی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بطور وظیفہ دوسرے کو بتایا اور ان کا کام ہو گیا جیسے تفصیلاً اوپر آچکا

اگر یہ ندا ظاہری حیات تک محدود تھی تو صحابہ نے اس پر عمل کیوں کیا حالانکہ یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے

۹۔ اُمت کا عمل:

اس پر اُمت کا عمل ہے کیونکہ اسے امام ترمذی نے ''کتاب الدعوات'' میں نقل کیا ہے اور کتاب العلل میں ان کا قول یہ ہے کہ میری کتاب کی دو احادیث کے علاوہ ہر حدیث پر اُمت کا عمل ہے یعنی تمام احادیث معمول بہا ہیں

تو معلوم ہوا حدیث ضریر پر بھی اُمت کا عمل جاری وساری ہے

ائمۂ اُمت کا نقل کردہ واقعہ:

اس وظیفہ مبارکہ پر اُمت کے عمل پر ایک ایسا واقعہ بھی شاھد ہے جسے ائمہ اُمت اور محدثین نے نقل کیا ہے

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنیاء (ت،۲۸۱) نے 'مجابی الدعوۃ' میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ایک آدمی (اپنے وقت کے عظیم محدث اور طبیب) حضرت عبد الملک بن ابجر کے پاس علاج کے لیے آیا

فَجَسَّ بَطْنَهٗ، فَقَالَ بِكَ دَاءٌ لَا يَبْرَأُ فَقَالَ مَا هُوَ قَالَ هُوَ الدُّبَيْلَةُ فَتَحَوَّلَ الرَّجُلُ: فَقَالَ ''اَللّٰهُ، اَللّٰهُ، رَبِّي لَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا، اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ، نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ، اِنِّي اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ وَرَبِّي اَنْ يَّرْحَمَنِي مِمَّا بِي، رَحْمَةً يُغْنِيْنِي بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاهُ، ـ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ عَادَ اِلَى ابْنِ اَبْجَرَ، فَجَسَّ بَطْنَهٗ، فَقَالَ: بَرِئْتَ، مَا بِكَ عِلَّةٌ'' (۱)

(انہوں نے اس کے بطن کو چیک کیا تو فرمایا تمہیں ایسی بیماری ہے جو لاعلاج ہے پوچھا وہ کونسی بیماری ہے؟ بتایا یہ کینسر ہے وہ آدمی واپس پلٹا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض ودعا کی اے اللہ! اے میرے رب! میں تیرا کسی کو شریک نہیں مانتا! اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں تیرے

(۱) مجابی الدعوۃ،۸۵

رحمت والے نبی کو واسطہ بناتا ہوں، اے محمد میں آپ کو آپ کے اور اپنے رب کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ وہ مجھ پر اس قدر رحمت فرمائے کہ کسی دوسرے کی رحمت سے مجھے بے نیاز کردے اس آدمی نے یہ وسیلہ اور دعا تین دفعہ کی اور پھر وہ شیخ ابن ابجر کے پاس چیک کروانے کے لیے آیا انہوں نے چیک کیا فرمایا تم صحت مند ہو اب تمہیں کوئی بیماری ہی نہیں۔

اس واقعہ کو امام محمد بن عبدالرحمن سخاوی (ت، ۹۰۳) نے روایت ضریر کے بعد ذکر کیا (۱)

جس سے وہ آشکار کرنا چاہ رہے ہیں کہ نداء یا محمد پر اُمت کے محدثین اور ائمہ کا عمل بھی ہے یعنی وہ مشکل وقت میں رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں آپ ﷺ کو بطور وسیلہ پیش کیا کرتے جس سے وہ مشکلات سے نجات پاتے

امام عبداللہ صدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) شیخ ابن ابجر کا تعارف یوں کرواتے ہیں

كَانَ ابْنُ اَبْجَرَ حَافِظًا وَهُوَ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ وَاَبِي دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَكَانَ لَا يَأْخُذُ اَجْرًا عَلَى الْعِلَاجِ وَثَّقَهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَعِيْنٍ وَغَيْرُهُمَا وَاثْنَوْا عَلَيْهِ خَيْرًا (۲)

(یہ حافظ حدیث اور مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کے راویوں میں سے ہیں، یہ علاج کی فیس نہیں لیا کرتے تھے انہیں امام احمد، ابن معین اور دیگر محدثین نے ثقہ قرار دیتے ہوئے ان کی بڑی مدح کی ہے)

۱۰۔ عموم اور حفاظِ حدیث:

یہی وجہ ہے تمام آئمہ محدثین نے اسے نقل کر کے اُمت پر احسان کیا اور کسی نے بھی اس ندا کو ظاہری حیات تک محدود نہیں کیا

اوپر آئمہ محدثین کے نام گزرے جنھوں نے اس روایت کو ایسے عنوانات کے تحت ذکر کیا جس سے عموم ہی آشکار ہے مثلاً

(۱) القول البدیع، ۴۵۳

(۲) مصباح الزجاجہ، ۴۵

امام ترمذی، امام حاکم، امام بیہقی اور امام جزری نے دعاؤں کے باب میں اسے ذکر کیا اور بتایا یہ دعا منقول و مشروع دعاؤں میں سے ہے جن کا سرکار دو عالم ﷺ نے حکم دیا

امام ابن ماجہ، امام منذری، امام ہیثمی نے کتاب الصلاۃ کے باب ''نوافل'' کے ضمن میں ذکر کیا جو ہر ایک کے لئے جواز و مشروعیت پر دال ہے

امام نووی نے اسے اَذْكَارُ صَلَاةِ الْحَاجَةِ کے تحت ذکر کیا

تو تمام محدثین نے یہی تعلیم دی کہ اس ندا پر عمل کیا جائے اور اس پر اتفاق ہے کہ تمام لوگوں کے لئے تمام احوال میں جائز ہے

اگر یہ حدیث کسی شخص کے ساتھ یا کسی حالت حیات کے ساتھ خاص ہوتی تو کوئی محدث تو اس کی نشاندہی کرتا جیسے وہ متعدد احادیث میں کر دیتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے اور یہ مخصوص ہے لہذا اس پر عمل جائز نہیں لیکن اس حدیث کے بارے میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں

۱۱۔ خاص کرنا خلاف اصل ہے:

اصول یہ ہے کہ ہر حکمِ شرعی میں تمام لوگ برابر شامل ہوتے ہیں کسی ایک دوسرے کا فرق نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ایک حالت کا دوسری حالت میں فرق ہے ہاں اگر دلیل آجائے کہ یہ فلاں شخص یا فلاں وقت سے مخصوص ہے تو پھر تخصیص جائز ہوگی لیکن اس کے علاوہ شارع کے کلام میں اصل و لازم ''عموم'' ہی ہوتا ہے تو اس ندا نابینا صحابی کو اسی صحابی کے ساتھ یا رسول اللہ ﷺ کی موجودگی یا ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص کرنے کا دعویٰ خلاف اصل ہے، اس پر دلیل لانا مدعی کی ذمہ داری و فریضہ ہے

فصل:

مُخالفین کے تین شُبہات
اور
ان کے فیصلہ کن جوابات

اگر مخالف اس پر کوئی دلائل لاسکتا ہے تو وہ یہ تین ہیں

۱۔ اگر اس دعا کو عموم پر رکھا جائے تو اس سے شرک لازم آئے گا کیونکہ اس میں وسیلہ واستغاثہ کا ماننا لازم آرہا ہے

۲۔ اس میں ندا وخطاب ہے ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ'' اور یہ زندہ وسامنے موجود کے لئے ہوسکتا ہے غائب ووفات پاجانے والے کے لئے ایسے کلمات سے خطاب جائز نہیں ہوسکتا

۳۔ اس میں وسیلہ کی تعلیم ہے حالانکہ صحابہ نے وصالِ نبوی کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو وسیلہ بنایا اگر وصال کے بعد آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا ناجائز ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے

فیصلہ کن جوابات

ان کے فیصلہ کن جوابات ملاحظہ کرلیجئے

اول شبہ کا جواب

وسیلہ بنانے کو شرک قرار دینا محض وہم اور جہالت ہے اگر اس میں کوئی ایسا شبہ ہوتا تو وہ رسول اللہ ﷺ پر مخفی وپوشیدہ نہ ہوتا اور آپ مسلمانوں کو ایسی دعا ہرگز نہ سکھاتے کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت ہی شرک اور اسباب شرک (وہ قولاً ہو یا عملاً) کو مٹانے کے لئے ہوئی ہے تو یہ محال قطعی ہے کہ آپ ﷺ اُمت کو کوئی ایسی تعلیم دیں جس میں کسی

قسم کے شرک کا کوئی ایسا پہلو ہو جو عقیدۂ مشرکین کے مشابہ ہو لہٰذا یہ شبہ اصلاً ہی باطل ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب:

اس شبہ کا جواب تین اُمور سے ہے

امر اول: آپ ﷺ کے زندہ ہونے پر اجماع ہے۔

اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزار انور میں زندہ ہیں

۱۔ امام محمد بن عبد الرحمن سخاوی (ت، ۹۰۲) فوائد کے تحت چھٹے فائدہ میں لکھتے ہیں

يُؤْخَذُ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ مُحَالٌ عَادَةً اَنْ يَّخْلُوَ الْوُجُوْدُ كُلُّهٗ مِنْ وَّاحِدٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ وَنَحْنُ نُؤْمِنُ وَنُصَدِّقُ بِاَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ يُرْزَقُ فِيْ قَبْرِهٖ وَاَنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيْفَ لَا تَاْكُلُهُ الْاَرْضُ وَالْاِجْمَاعُ عَلٰى هٰذَا (۱)

(ان احادیث سے یہ استدلال ہے کہ آپ ﷺ دائمی طور پر زندہ ہیں یہ محال ہے کہ کائنات میں دن یا رات کا کوئی لمحہ آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے والے سے خالی ہو ہم اس پر ایمان رکھتے ہوئے تصدیق کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مزار اقدس میں زندہ اور رزق پاتے ہیں اور آپ ﷺ کے جسم اطہر کو مٹی نہیں کھا سکتی اور اس پر اُمت کا اجماع ہے)

۲۔ علامہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم (ت، ۴۵۶) شہداء کرام کی حیات وزندگی کے بارے میں آیات قرآنی ذکر کرکے کہتے ہیں۔

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَرْفَعُ قَدْرًا وَدَرَجَةً وَاَتَمُّ فَضِيْلَةً عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَعْلٰى كَرَامَةً مِنْ كُلِّ مَنْ دُوْنَهُمْ وَمَنْ

(۱) القول البدیع، ۳۳۵

خَالَفَ فِیْ هٰذَا فَلَیْسَ مُسْلِمًا (۱)

(مسلمانوں کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان شہداء سے درجہ وشان میں بلند، فضیلت میں کامل اور عزت وشرف میں اعلیٰ ہیں جو اس کے مخالف ہے وہ مسلمان نہیں)

انہوں نے ہی الفصل میں رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر دلائل دیتے ہوئے لکھا

اَجْمَعَ النَّاسُ عَلَیْهِ وَجَاءَ بِهِ النَّصُّ مِنْ قَوْلِ کُلِّ مُصَلٍّ فَرْضًا اَوْنَافِلَةً اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ فَلَوْ لَمْ یَکُنْ رُوْحُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَوْجُوْدًا قَائِمًا لَکَانَ السَّلَامُ عَلَی الْعَدَمِ هَذْرًا (۲)

(تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے اور ہر نمازی خواہ فرض ادا کرے یا نفل وہ اعلانیہ کہتا ہے اے نبی! آپ پر سلام، اللہ کی رحمت وبرکات ہوں اگر آپ ﷺ کی روحِ طیبہ موجود وزندہ نہ ہو تو یہ سلام "معدوم" پر لغو ہوگا۔)

امرِ ثانی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے جس نے جمعہ کے دن اور رات کو سو دفعہ مجھ پر درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری فرمائے گا ان میں سے ستر آخرت اور تیس دنیاوی ہونگی اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا جو اسے لے کر میری قبر میں آتا ہے جیسے تمہیں ہدایا وتحائف پیش کیے جاتے ہیں

اِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَعِلْمِیْ فِی الْحَیَاةِ (۳)

(میرا علم میری موت کے بعد اسی علم کی طرح ہے جو میری ظاہری حیات میں تھا)

اسی صحابی سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری ظاہری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تمہیں مسائل پیش آتے ہیں میں انھیں حل کر دیتا ہوں جب میرا وصال ہوگا وہ بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے اگر

(۱) المحلی، ۱، ۲۵
(۲) الفصل فی الملل، ۱، ۱۰۸
(۳) (کتاب الترغیب للتیمی، ۲، ۳۲۰)(القول البدیع، ۳۱۷)

وہ اچھے ہوئے تو میں اللہ کی حمد کروں گا۔ اور اگر اس کے مخالف ہوئے تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کروں گا (۱)

اس کے حاشیہ میں عظیم محقق علامہ محمد عوامہ مدنی نے امام عراقی کے حوالہ سے لکھا اسے امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے (۲)

اس حدیث پر شیخ عبداللہ صدیق غماری نے مستقل کتاب 'نِهَایَةُ الْاٰمَالِ فِیْ شَرْحِ وَصِحَّةِ حَدِیْثِ عَرْضِ الْاَعْمَالِ' تحریر کی ہے۔ جس کا ترجمہ علامہ رسول بخش سعیدی حفظہ اللہ نے بنام، نگاہ نبوت اور مشاہدہ اعمال اُمت، کیا ہے

جب آپ ﷺ درود وسلام کا سماع فرماتے ہیں تو (یا محمد ﷺ) سے خطاب درست وصحیح ہے

امرِ ثالث:

نماز کے تشہد میں تواتر کے ساتھ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" سے سلام عرض کرنا اجماعِ اُمت سے ثابت ہے اور اس میں آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی نداء وخطاب موجود ہے اور یہ محال ہے کہ اُمت ایسی نداء ومخاطبتِ میت پر اجماع کرے کہ وہ نہ جانتی ہو اور نہ شعور رکھتی ہو لہذا ایسی نداوخطاب پر شبہ وارد کرنا باطل ہے۔

جب یہ حالت نماز میں جائز ہے جو عبادتِ الٰہی کا کامل مظہر ہے تو پھر نماز سے باہر تو بطریق اولیٰ واحسن جائز ہوگا یہی بات شیخ ابن حزم نے کہی ہے

الغرض جب السلام علیک سے خطاب جائز ہے تو یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ میں شرک کیسے لازم آئے گا؟

تیسرے شبہ کا ازالہ:

یہ کہنا کہ صحابہ، بعد از وصال آپ ﷺ کو وسیلہ نہیں بنایا کرتے تھے، نہایت ہی غلط ہے کیونکہ حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفصیلاً گزر چکا ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس وظیفہ کی تعلیم دی "یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ" اور آج تک اُمت اس پر عمل پیرا ہے

(۱) القول البدیع، ۳۲۴
(۲) طرح التقریب، ۳، ۲۹۷

تیسرا باب

وصالِ نبوی ﷺ کے بعد

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حارث المزنی کا استغاثہ

یہاں ایک اور صحابی کے بارے میں بھی ملاحظہ کر لیجیے کہ انہوں نے وصال کے بعد آپ ﷺ کو وسیلہ بنایا اور آپ سے استغاثہ کیا جو اس کے ہمیشہ باقی رہنے پر عظیم شاہد ہے

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر مالیات حضرت مالک الدار سے نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا

فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِی الْمَنَامِ فَقَالَ اِئْتِ عُمَرَ فَاَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْہُ اَنَّھُمْ مُسْقُوْنَ وَ قُلْ لَہٗ عَلَیْكَ الْکِیْسُ عَلَیْكَ الْکِیْسُ فَاَتَی الرَّجُلُ عُمَرَ فَاَخْبَرَہٗ فَبَکٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ قَالَ یَا رَبِّ مَا اٰلُوْا اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْہُ (۱)

(ایک آدمی نے مزار نبی ﷺ کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ سے بارش کی دعا کریں کیونکہ ہم ہلاک ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے فرمایا عمر کے پاس جاؤ انہیں میرا اسلام کہو اور کہو خوب دانائی و احتیاط سے کام لو اس آدمی نے آکر حضرت عمر کو بتایا تو وہ رو دیئے اور عرض کرنے لگے اے میرے رب! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر

(۱) (دلائل النبوۃ) (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: ۱۲۰۵۱)

میں عاجز بندہ ہوں)

امام شیخ عبداللہ الصدیق غماری (ت: ۱۴۱۳) اس کے تحت لکھتے ہیں

اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ (۱) اس روایت کی سند صحیح ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی (ت: ۸۵۲) اس واقعہ کی ایک اور سند کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں

وَرَوَی ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے

پھر اس صحابی کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا

وَقَدْ رَوٰی سَیْفٌ فِی الْفُتُوْحِ اَنَّ الَّذِیْ رَاَی الْمَنَامَ الْمَذْکُوْرَ ھُوَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِیُّ اَحَدُ اَصْحَابِهٖ (۲)

(سیف نے الفتوح میں نقل کیا کہ جنہوں نے خواب مذکور دیکھا ان کا نام حضرت بلال بن حارث المزنی اور یہ صحابی رسول ہیں)

الغرض صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ بعد از وصالِ نبوی آپ ﷺ کو وسیلہ بنایا کرتے اور آج اُمتِ مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے

۲۔ یاد رہے نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ لازم و فرض نہیں بلکہ جائز ہے اس کا ترک اور کسی دوسرے کو وسیلہ بنانا جائز ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بنایا

شیخ جزائری کے اعتراضات:

اس روایت پر کچھ اعتراضات ہیں ان کا جواب مخدوم اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (ت: ۱۴۲۸ھ) نے لکھا۔ آیئے ان کے الفاظ میں اعتراضات اور ان کا جواب ملاحظہ کیجیے۔

(۱) مصباح الزجاجہ، ۲۶
(۲) فتح الباری۔ ۲، ۱۹۷

شیخ ابوبکر جابر الجزائری، واعظِ مسجد نبوی جو توسل کو جائز قرار دینے والے علماء پر زبانِ طعن دراز کرنے میں احتیاط کی حدوں سے گزر گئے ہیں، کہتے ہیں:

''حضرت بلال بن حارث کی روایت جسے امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں، امام بخاری نے تاریخِ کبیر میں اور حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ اس نے مجھے واقعی حیران کر دیا۔

پہلا اعتراض:

پھر باعثِ حیرت یوں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ جب کہ یہ دین کے سب سے بڑے اصل کے مخالف ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ قصد اور طلب کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیے اور اس روایت میں نبی اکرم ﷺ سے جبکہ آپ قبر میں ہیں۔ سوال کیا گیا کہ اُمت کے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔(۱)

جواب:

اس پر سولہ محدثین کے حوالہ سے یہ اثر نقل کیا اور لکھا

یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ بقول جزائری اس حدیث کو امام بخاری، امام بیہقی اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا اور اس سے پہلے گزر چکا کہ اس حدیث کو حافظ ابنِ ابی شیبہ نے مصنف میں، سیف بن عمر نے فتوح میں روایت کیا اور حافظ ابنِ کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، اس کی سند کو صحیح قرار دیا، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس سند کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

اس سے پہلے حافظ ابنِ کثیر سے ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ اس شخص نے بکری ذبح کی، تو کھال اتارنے پر سرخ ہڈیاں نمودار ہوئیں، یہ حدیث اسی سند کے ساتھ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے

یہی روایت ابنِ اثیر نے الکامل میں بیان کی ہے۔

(۱) وجاؤا یرکضون۔۲۳

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث کے چند حوالے مزید ملاحظہ ہوں:

ابن ابی خیثمہ نے یہ حدیث روایت کی جسے علامہ ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کیا۔

ابن عبدالبر نے استیعاب ج ۲، ص ۴۶۴ حرف عمر میں بیان کیا۔

امام تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں ص ۱۷۴ میں نقل کیا۔

عالم اسلام کے جلیل القدر محدثین کرام کی روایت کی تصحیح اور استناد کے باوجود اگر اس قسم کی تنقیدات کا دروازہ کھول دیا جائے کہ یہ حدیث تو اصولِ دین ہی کے خلاف ہے، تو کہنے دیجیے کہ دنیا کا اعتماد صرف ان ائمہ دین ہی سے نہیں، بلکہ دین سے بھی اٹھ جائے گا۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

وَالْبُخَارِیُّ مِنْ اَعْرَفِ خَلْقِ اللّٰهِ بِالْحَدِیْثِ وَعِلَلِهٖ مَعَ فِقْهِهٖ فِیْهِ (۱)

(امام بخاری حدیث اور اس کی علل کی معرفت، مخلوق خدا میں سب سے زیادہ رکھنے والوں میں سے ہیں اور حدیث کی فقاہت بھی رکھتے ہیں۔)

یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا جلیل القدر امام اور دیگر ائمہ ایسی حدیث روایت کر جائیں، جو اصولِ دین کے منافی ہو اور وہ کنایۃً اور اشارۃً بھی اس کی تضعیف نہ کریں۔

اللہ اکبر! اگر یہی توحید ہے تو نبی اکرم ﷺ سے آپ کی حیات میں دعا اور شفاعت کی درخواست کرنا بھی اصول دین کے مخالف ہوگا، کیونکہ بیان مذکور کے مطابق دین کی سب سے بڑی اصل یہ ہے، کہ جو مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگو اور مخلوق سے مانگنا توحید کے منافی ہے اب کسی ہستی سے وصال کے بعد مانگیں تو بھی توحید کے منافی اور اگر ان کی زندگی میں مانگیں تو بھی توحید کے منافی، یہ کیسی توحید ہے؟ کہ کسی مخلوق سے وفات کے بعد سوال کیا جائے تو اس کے تقاضے مجروح ہو جاتے ہیں اور زندگی میں مانگیں تو جائز ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا جیسے کہ قیامت کے دن لوگ

(۱) مجموعۃ الفتاویٰ، ۱۔۲۵۶

آپ سے درخواست کریں گے کہ ہمارے لیے شفاعت فرمائیں اور جیسے کہ صحابہ استسقاء وغیرہ میں آپ کی شفاعت کو وسیلہ بناتے تھے۔۔۔۔تو یہ تیسری قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں آپ کی عزت وکرامت کے سبب آپ کی دعا اور شفاعت قبول فرماتا ہے، لہذا جس کے لیے رسول اللہ ﷺ شفاعت اور دعا فرمائیں وہ اس شخص سے مختلف ہے جس کے لیے آپ دعا اور شفاعت نہ فرمائیں۔ (۱)

دوسرا اعتراض:

شیخ ابوبکر جزائری نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ یہ روایت خواب سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور خوابوں سے احکامِ شرعیہ ثابت نہیں کیے جا سکتے، ہاں انبیاء کی خوابیں دلیل بن سکتی ہیں کہ وہ وحی ہیں۔ (۲)

جواب:

اس روایت سے استدلال اس بنا پر ہے کہ ایک صحابی بیداری میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرتے ہیں آپ نے انہیں خواب میں بارش کی بشارت دی، انہوں نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ اور تابعین کے سامنے اسے بیان کیا۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرنا شرک ہوتا، تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ جیسے صحابی اس کا ارتکاب کیوں کرتے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو شرک تھا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ گویا صحابہ کرام کا یہ واضح ترین اجماع تھا کہ ان کا عمل نہ شرک تھا اور نہ ہی حرام، بلکہ آج تک مسلّمہ ائمۂ دین میں سے کسی نے بھی اسے شرک قرار نہیں دیا، تو اگر آج کوئی شخص صحابی کے اس عمل کو شرک یا حرام قرار دیتا ہے تو اس کا قول اجماعِ صحابہ اور ائمۂ دین کے مقابل کیا حیثیت رکھتا ہے؟

(۱) مجموعۃ الفتاوی: ۱۔ ۲۴۸

(۲) وجاؤا ایرکضون۔ ۲۳

تیسرا اعتراض:

شیخ ابوبکر جزائری کا تیسرا اعتراض اس حدیث کی سند پر جرح ہے ان کا کہنا کہ اس کی سند میں اعمش ہیں جو مدلس ہیں، لہذا جب تک سماع کی تصریح نہ کریں ان کی روایت قابلِ استدلال نہیں ہے۔

جواب:

ائمہ محدثین سے پوچھیے کہ اعمش کون ہیں؟ وہ جلیل القدر تابعی اور ائمۂ فقہ وحدیث کے استاذ ہیں، امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت شعبہ کے استاذ حدیث ہیں۔ صحیحین، بلکہ صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

جب تو ان مذکورہ حضرات، عطاء یزید، اور لیث کا منصور بن معتمر، سلیمان اعمش اور اسماعیل ابن ابی خالد سے حدیث کے ضبط اور استقامت میں موازنہ کرے، تو پہلے تین حضرات کو مؤخر الذکر حضرات سے الگ پائے گا یہ ان کے مقام کے قریب بھی نہیں ہیں علماء حدیث کے نزدیک یہ حقیقت بلا شک وشبہ ثابت ہے، کیونکہ منصور، اعمش اور اسماعیل کے حافظہ کی صحت اور ان کا حدیث کو محفوظ کرنا مشہور ومعروف ہے۔

غور کیجیے اول الذکر تین حضرات مستور العیب ہیں، صادق اور صاحب علم ہیں، اس کے باوجود امام مسلم کے نزدیک مؤخر الذکر حضرات کے مقام کو نہیں پہنچتے جن میں امام اعمش بھی ہیں، اس سے اندازہ کیجئے کہ امام مسلم کے نزدیک امام اعمش کا مقام کیا ہے

امام ابن ابی حاتم، امام اعمش کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان سے سفیان ثوری اور شعبہ نے روایت کی ہے۔ یحیٰ ابن معین سے مروی ہے کہ سلیمان اعمش، ثقہ ہیں، جریر جب اعمش سے روایت کرتے تو کہتے کہ یہ دیباج (قیمتی روایت) ہے اور وہ اہل کوفہ کے استاذ ہیں عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ کو کہتے ہوئے سنا کہ سلیمان اعمش امام ہیں۔ (۱)

(۱) کتاب الجرح، ۴۔ ۱۴۷

امام احمد رضا خان بریلوی کا قول:

یہ امام اعمش، امام اجل، ثقہ ثبت، حجت، حافظ کبیر القدر، جلیل الفخر، اجلہ ائمہ تابعین ورجال صحاح ستہ سے ہیں جبکہ ان کی وثاقت، عدالت، جلالت، آفتاب نیم روز سے روشن تر، ان کا اسم مبارک سلیمان ہے۔۔۔اسی تقریب میں تھا ''سُلَيْمَانُ بْنُ مِهْرَانَ الْاَعْمَشُ ثِقَةٌ، حَافِظٌ، عَارِفٌ بِالْقِرَاءَةِ، وَرِعٌ۔(۱)

رہا یہ مسئلہ وہ مدلس ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تدلیس کیا ہے؟ کیا مدلس کی روایت مقبول ہی نہیں ہوتی۔شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں۔کہ تدلیس کی ایک قسم یہ ہے کہ راوی اپنے کسی معاصر سے وہ حدیث روایت کرے جو اس سے سنی نہیں ہے اور انداز ایسا ہو کہ سننے والے کو گمان ہو کہ اس سے حدیث سنی ہے مثلاً کہے: قال فلان، فلاں نے اس طرح کہا: عن فلان، فلاں سے روایت ہے، بعض علماء نے کہا ایسے شخص کی روایت مقبول نہیں ہے، اگرچہ سماع کی تصریح بھی کردے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

صحیح وہ ہے جو جمہور محدثین نے فرمایا اگر مدلس ایسے الفاظ سے روایت کرے جو احتمال رکھتا ہو، اور سماع کی تصریح نہ کرے تو وہ مرسل ہے اور جس میں سماع کی تصریح کردے مثلاً کہے سمعت، حدثنا یا اخبرنا وغیرہ تو وہ حدیث صحیح اور مقبول ہے اور قابلِ استدلال ہے۔صحیحین وغیرہما کتبِ اصول میں اس قسم کی ان گنت حدیثیں ہیں، جیسے قتادہ، اعمش دونوں سفیان (سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ) اور ہشیم وغیرہم اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے۔غور کیجیے! امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے اور مدلس اگر سماع کی تصریح نہیں کرتا تو اس کی روایت مرسل ہے اور حدیثِ مرسل کی روایت میں امام نووی ہی کا بیان ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں۔

پھر امام شافعی اور محدثین یا جمہور محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ

(۱) فتاوٰی رضویہ، ۲۔۹

ہے کہ مرسل سے استدلال نہیں کیا جائے گا، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اکثر فقہاء فرماتے ہیں مرسل سے استدلال کیا جائے گا، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی دوسری روایت مرسل کو تقویت دینے والی مل جائے تو اس سے استدلال کیا جائے گا۔

مثلاً وہ حدیث دوسری سند سے مسنداً یا مرسلاً مروی ہو یا اس پر بعض صحابہ یا اکثر علماء کا عمل ہو(۱)

حدیثِ مذکور میں ایک راوی مدلس ہے اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔۔۔۔تو وہ حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک غیر مشروط طور پر حجت ہے ہم البدایۃ والنہایہ کے حوالے سے دو روایتیں دوسری سند سے نقل کر چکے ہیں لہذا بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث چاروں اماموں کے نزدیک حجت ہے۔

امام بخاری وغیرہ دوسرے ائمہ حدیث نے امام اعمش سے مروی حدیث معنعن سے استدلال کیا ہے امام بخاری نے ''باب الصلوۃ فی مسجد السوق'' میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے از روئے ثواب زائد ہوتی ہے۔(۲)

امام بخاری کوئی متابع نہیں لائے تا کہ سماع کی تصریح ثابت کر سکیں بلکہ اسی حدیث سے استدلال کیا۔اور اسی پر اکتفاء کیا۔

اور مندرجہ ذیل سند حافظ ابن ابی شیبہ کی ہے۔۔حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ مَالِكِ الدَّارِ۔ان دونوں سندوں میں مماثلت دیکھو کہ دونوں سندوں میں ابو معاویہ اعمش سے اور وہ ابو صالح سے روایت کر رہے ہیں۔

اور امام ابن ماجہ نے اپنی کتاب کی ابتداء ہی ان احادیث سے کی ہے جو امام اعمش سے بطریق عنعنہ مروی ہیں اگر ان کی روایات مقبول نہ ہوتیں تو نہ ائمہ حدیث ان پر اعتماد کرتے اور نہ ہی ان سے استدلال کرتے۔

(۱) مقدمہ شرح مسلم، ۱۷

(۲) صحیح البخاری: ۱،۹۱

ابن تیمیہ نے کہا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ ابو بکر بن شیبہ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود بھیجا میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے درود بھیجا وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے

اس حدیث کو محمد بن مروان مدنی نے روایت کیا اور سدی صغیر ثقہ نہیں ہیں اس حدیث کو سدی نے اعمش سے روایت نہیں کیا۔(۱)

دیکھو! ابن تیمیہ نے اس روایت کو رد کیا ہے مگر اس لیے نہیں کہ اس حدیث کی سند میں اعمش جیسا مدلس راوی ہے بلکہ اس لیے کہ سدی صغیر ثقہ نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض:

مالک الدار جس پر اس روایت کا مدار ہے وہ مجہول ہیں، امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے ان کے ذکر پر سکوت اختیار کیا ہے اور علماء حدیث کے نزدیک یہ قاعدہ ہے کہ جس کے ذکر سے امام بخاری اور ابن ابی حاتم سکوت اختیار کریں وہ مجہول اور غیر معروف ہے۔

جواب:

سبحان اللہ کیا کہنا! یہ قاعدہ اصولِ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملے گا اور نہ کوئی اس کو تسلیم کرے گا۔ اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے مالک الدار کا ذکر کیا ہے

امام بخاری کا قول:

مالک بن عیاض الدار روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے رب! میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا مگر جب کہ میں عاجز ہو جاؤں، یہ قول علی نے محمد بن حازم سے انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں نے مالک الدار سے روایت کیا ہے۔(۱)

(۱) مجموعۃ الفتاویٰ۔۱، ۲۳۸

(۲) التاریخ الکبیر۔۵، ۳۰۴

امام ابن ابی حاتم کا قول:

مالک بن عیاض حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ان سے ابو صالح سمان نے روایت کی اور وہ کہتے ہیں میں نے ان سے سنا (۱)

امام ابن سعد کا قول:

مالک الدار حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں اور یہ قبیلہ حمیر میں سے جبلان کی طرف سے منسوب تھے مالک الدار نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور ان سے ابو صالح سمان نے اور وہ معروف تھے۔(۲)

ابن سعد نے تصریح فرمائی ہے کہ وہ معروف تھے نہ کہ مجہول۔

علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی فرماتے ہیں۔

مالک الدار حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے اور وہ مالک بن عیاض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے حضور ﷺ کا زمانہ مبارک پایا وہ شیخین اور حضرت معاذ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے دو بیٹوں عبد اللہ اور عوف کے علاوہ ابو صالح اور عبد الرحمن سعید المخزومی نے روایت کی ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے عیال کیلئے گلے کی پیمائش پر مقرر کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں انہیں تقسیم پر مامور کیا۔(۳)

اور اگر مالک الدار پر اعتماد نہ کیا جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں خازن مقرر نہ فرماتے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں تقسیم کے کام پر مقرر فرماتے۔

جیسا کہ امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے ان کا ذکر کیا اور ابن سعد نے تصریح فرمائی ہے کہ مالک الدار معروف ہیں نہ کہ مجہول۔

جبکہ علامہ زرقانی نے ان سے چار روایات ذکر کی ہیں یہ سب کچھ بیان کرنے کے

(۱) کتاب الجرح: ۸۔۲۱۳

(۲) طبقات: ۵۔۱۲

(۳) شرح المواہب: ۸۔۷۷

بعد بھی اگر کوئی عالم یہ کہے کہ مالک الدار مجہول ہیں تو یہ علماء کی شان کے لائق نہیں ہے۔

شیخ جزائری اس بات کے معترف ہیں کہ واقعتہً اس روایت نے مجھے حیران کر دیا ہے جب میں نے مدینہ کے محدث شیخ حماد الانصاری سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس حدیث کے ماخذ کا مطالعہ کیا چنانچہ یہ حدیث نہ تو سند کے اعتبار سے مقبول ہے نہ متن کے اعتبار سے

ہماری ذکر کردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ان دو افراد نے امام بخاری کی تاریخ کبیر اور ابن ابی حاتم کی جرح وتعدیل نامی کتاب کی طرف مراجعت نہیں کی

پانچواں اعتراض:

سیف ضبی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جبکہ سیف ضبی پر کذاب اور زندیق ہونے کی تہمت ہے اور اس کے بارے میں ابن ابی حاتم نے کہا کہ اس پر زندیق ہونے کی تہمت ہے اور یہ منکر الحدیث ہے

جواب

ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ استدلال کا دارومدار حافظ ابن ابی شیبہ کی روایت پر ہے اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں شارح بخاری علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں سیف ضبی کا ذکر نہیں کیا لہذا ہم اسے ضعیف قرار نہیں دے سکتے

چہ جائیکہ ہم اسے باطل قرار دیں جن دو روایات کا تذکرہ حافظ ابن کثیر نے کیا وہ متابع ہیں استدلال کا مدار اُن پر نہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب جرح وتعدیل میں کہا ہے کہ سیف بن عمر ضبی ضعیف اور متروک الحدیث ہے اس کی حدیث واقدی کی حدیث کی طرح ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ کہا ہم نہیں جانتے کہ کس مقام پر کہا ہے کہ اس پر زندیق ہونے کی تہمت ہے۔ (۱)

یہاں پر یہ بات واضح کردوں کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیاء کرام

(۱) کتاب الجرح۔ ۴، ۲۷۱

وصال کے بعد بھی زندہ ہیں تو کون سی چیز ان کی بارگاہ میں طلب دعا اور شفاعت کی درخواست کرنے سے مانع ہے؟

علامہ ابن قیم نے شیخ احمد بن عمرو سے نقل کیا ہے کہ موت صرف عدمِ محض نہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہداء اپنے قتل اور موت کے بعد اپنے رب کے حضور زندہ ہوتے ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش وخرم ہیں اور یہ صفت حیات دنیا ہے جب یہ شان شُہداء کی ہے تو انبیاء کی زندگی تو شہداء سے بھی ارفع واعلیٰ ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ زمین انبیاء کے اجساد کو نہیں کھاتی اور بیت المقدس میں معراج کی رات اور آسمان پر انبیاء کیساتھ ملاقات ہوئی اور خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ثابت ہے اور آپ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے جو آپ کو سلام پیش کرتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارکہ واپس لوٹا دیتا ہے حتی کہ آپ سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں اس کے علاوہ دوسری احادیث جن سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ انبیاء کی موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اگر چہ وہ زندہ حالت میں موجود ہیں۔ (۱)

(۱) کتاب الروح: ۷۵، من عقائد اہل السنۃ، ۱۲۴ تا ۱۳۷

فصل:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا

رہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ، کو وسیلہ بنانا تو یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کو ہی وسیلہ بنانا ہے کیونکہ انھیں وسیلہ بنانے کی وجہ فقط یہی تھی کہ وہ رسول اللہ کے چچا اور آپ کے ہاں ان کا ایک مقام ہے جیسے اس پر احادیث میں تصریح موجود ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ حضرت انس سے یوں مروی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس سے وسیلہ پکڑتے ہوئے کہا کرتے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ ﷺ فَتَسْقِیْنَا
وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا (۱)

(اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتے تو بارش کا نزول ہو جاتا ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ دیتے ہیں ہمیں بارش عطا فرما)

اس میں الفاظ یہ ہیں، اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا (ہم اپنے نبی کے چچا کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں) ہمارے دعویٰ پر یہ تصریح ہے

امام ابن عبد البر مالکی نے استیعاب میں جن الفاظ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے اس میں اس سے بھی واضح الفاظ ہیں۔

جب سترہ ہجری کو قحط پڑا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، امیر المؤمنین قحط کی صورت میں بنی اسرائیل کے لوگ حضرات انبیاء علیھم السلام کے قریبی رشتہ

(۱) البخاری، ابواب الاستسقاء

داروں کو وسیلہ بنا کر دعا کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ھٰذَا عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَصِنْوُ اَبِیْہِ وَسَیِّدُ بَنِیْ ھَاشِمٍ

(رسول اللہ ﷺ کے چچا آپ کے والد کے نائب اور ہاشمی خاندان کے سردار ہیں)

پھر ان کے پاس گئے اور بتایا کہ لوگ قحط سالی کی وجہ سے پریشان ہیں پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر خطبہ دیا اور یہ دعا کی

اَللّٰھُمَّ اِنَّا تَوَجَّھْنَا اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا وَصِنْوِ اَبِیْہِ
فَاسْقِنَا الْغَیْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِیْنَ

(اے اللہ! ہم تیری بارگاہ اقدس میں اپنے نبی کے چچا جوان کے والد کی جگہ ہیں کے ساتھ حاضر ہیں ہمیں بارش عطا فرما اور ہمیں ناامید نہ کرنا)

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا

قُمْ یَا اَبَا الْفَضْلِ فَادْعُ (الاستیعاب، باب عباس) اے ابو الفضل اب تم دعا کرو

امام موصوف لکھتے ہیں ہمیں متعدد اسناد سے معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز استسقاء کے لئے نکلے تو ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لیا اور وہاں ان الفاظ کے ساتھ دعا کی

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ ﷺ نَسْتَشْفِعُ
بِہٖ فَاحْفَظْ فِیْہِ بِنَبِیِّکَ کَمَا حَفِظْتَ الْغُلَامَیْنِ
لِصَلَاحِ اَبِیْھِمَا (۱)

(اے اللہ، ہم تیری بارگاہ مبارکہ میں تیرے نبی کے چچا کے ساتھ حاضر ہیں اور انھیں سفارشی بنا رہے ہیں تو ان کی وجہ سے اپنے نبی کی نسبت کا خیال فرما جیسے تو نے دو نو جوانوں میں ان کے نیک والدین کا خیال فرمایا تھا)

اس موقعہ پر جن کلمات کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی وہ ہمارے مدعا کو آشکار کر رہے ہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) لکھتے ہیں کہ امام زبیر بن بکار نے سند کے

(۱) الاستیعاب، باب عباس

ساتھ الانساب میں اس واقعہ کی تفصیل میں نقل کیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر یوں دعا کی

اَللّٰھُمَّ اَنَّهٗ لَمْ يَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ يَكْشِفْ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَقَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِيْ اِلَيْكَ لِمَكَانِيْ مِنْ نَبِيِّكَ وَهٰذِهٖ اَيْدِيْنَا اِلَيْكَ بِالذُّنُوْبِ وَ نَوَاصِيْنَا اِلَيْكَ بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ (۱)

(اے اللہ کوئی مصیبت گناہ کے بغیر نازل نہیں ہوتی، اس کا ازالہ توبہ کیے بغیر نہیں۔ لوگوں نے تیرے نبی ﷺ کے قرب کی وجہ سے مجھے وسیلہ بنایا ہے۔ یہ گنہگار ہاتھ تیری بارگاہ کی طرف ہیں اور ہم ہر شرمندگی سے توبہ کرتے ہیں ہم پر بارش کا نزول فرما)

تو یہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ در حقیقت رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ ہی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع نہ کرنا

اِس سے قبل، حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ بات ذکر کی گئی کہ انھوں نے دورِ فاروقی میں حضور ﷺ کو وسیلہ بنایا اور یہ بات انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں لائی اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بعد از وصال ذاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے کے منکر ہوتے تو انھیں اس سے منع کرتے اور تائید نہ کرتے حالانکہ انھوں نے منع کرنے کے بجائے ان کی بات کے مطابق عمل کر کے ان کی تائید کی، شیخ غماری نے خوب لکھا۔

فَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يَنْهَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ عَمَّا فَعَلَ وَلَا نَبَّهَ وَلَوْ كَانَ التَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ ﷺ مَمْنُوْعًا فِيْ اِجْتِهَادِهٖ لَمَا سَكَتَ عَنْ بِلَالٍ بَلْ لَصَاحَهٗ بِالنَّهْيِ وَصَكَّهٗ بِهٖ صَكَّ الْجَنْدَلِ وَ شِدَّةُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ فِيْمَا

(۱) فتح الباری، ۲، ۳۹۸

يَرَاهُ حَقًّا مَعْرُوْفَةٌ لَا تَحْتَاجُ اِلٰى اِسْتِدْلَالٍ (۱)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلال بن حارث کو اس عمل سے نہ منع کیا اور نہ اس پر تنبیہ کی اگر نبی ﷺ کو وسیلہ بنانا ان کے ہاں منع ہوتا تو وہ بلال کے اس عمل پر خاموش نہ رہتے بلکہ وہ اس سے فی الفور سختی سے منع کرتے حق کہنے کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شدت مشہور ہے اور وہ کسی تعارف و دلیل کی محتاج نہیں)

تو واضح ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذات نبی سے وسیلہ کے منکر نہ تھے اور انھوں نے اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا تو اس کی وجہ ان کا عمِ نبی ہونا ہے اور ان کے قرب و مقام کی وجہ سے انھیں وسیلہ بنایا

۴۔ اکرام نبوی ﷺ کی وجہ سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس لئے وسیلہ نہیں بنایا کہ وہ حضور کی ذاتِ اقدس سے وسیلہ نہیں مانتے تھے بلکہ اس کی وجہ روایات میں یہی آئی ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس کا خوب اکرام واحترام فرمایا کرتے تو رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے انھوں نے ایسا کیا جیسے امام زبیر بن بکار نے انساب میں سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط سالی میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو بارش کے لئے وسیلہ بناتے ہوئے فرمایا

فَخَطَبَ النَّاسَ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرٰى مَا يَرَى وَلَدٌ لِلْوَالِدِ فَاقْتَدُوْا اَيُّهَا النَّاسُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاتَّخِذُوْا وَسِيْلَةً اِلَى اللّٰهِ (۲)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا اور بتایا رسول اللہ ﷺ ان کو والد کی طرح ہی جانتے تو ان میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرو اور انھیں بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بناؤ)

(۱) مصباح الزجاجۃ فی فوائد صلاۃ الحاجۃ، ۳۷

(۲) فتح الباری، ۲، ۳۹۸

اسے بلاذری نے بھی سند کے ساتھ نقل کیا

صالحین سے توسل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے یہ واضح کرنا چاہا کہ حضور ﷺ کے علاوہ آپ کی اُمت کے اولیاء وصالحین کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے ائمہ اُمت نے ان کے اس عمل سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے۔امام ابن حجر عسقلانی اس واقعہ کے فوائد میں لکھتے ہیں

يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْعَبَّاسِ اِسْتِحْبَابُ الْاِ سْتِشْفَاعِ بِأَهْلِ الصَّلَاحِ وَالْخَيْرِ وَاَهْلِ بَيْتِ النَّبُوَّةِ (۱)

(حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ نیک، اہل خیر اور اہل بیت نبوی کو وسیلہ، سفارشی بنایا جاسکتا ہے)

ان کا یہ عمل اس لئے نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بعد از وصال وسیلہ نہ مانتے تھے بلکہ انھوں نے اس سے آگاہ کیا کہ ہر نیک آدمی کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے تا کہ لوگ اس پر فتویٰ بازی نہ کریں۔

(۱) فتح الباری، ۲، ۹۹۳

فصل:

لاتجعلوا دعاء الرسول کی تین تفاسیر میں اولیٰ کون سی ہے؟

مذکورہ روایت میں رسول اللہ ﷺ نے خود "یا محمد" کہنے کی اجازت وتعلیم دی ہے کچھ لوگ حقیقتِ حال سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ہر حال میں ان الفاظ سے پکارنے سے منع کرتے ہوئے آیت مبارکہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا سے استدلال کرتے ہیں لہذا ہم یہاں اس کی کچھ وضاحت بھی کر دیتے ہیں

آیت مبارکہ کی تفاسیر

اس آیت مبارکہ کی تین تفاسیر ہیں

۱۔ تم میں سے رسول اللہ ﷺ کے بلانے اور یاد فرمانے کو ایک دوسرے کے بلانے کی طرح مت سمجھو آپ ﷺ جیسے ہی طلب فرمائیں حاضر ہو جاؤ اگر چہ تم حالت نماز میں ہی کیوں نہ ہوں

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا کو اپنی دعاؤں کی طرح مت سمجھو کیونکہ جو مقام آپ کی دعا کا ہے وہ کسی دوسرے کی دعا کا کہاں ہوسکتا ہے؟

۳۔ رسول اللہ ﷺ کو اس انداز سے مت بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو

پہلی تفسیر اولیٰ ہے

اگر چہ تینوں تفاسیر میں کوئی تضاد نہیں مگر پہلی تفسیر اولیٰ ہے کیونکہ آیت مبارکہ کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ دوسری تفاسیر یہاں اولیٰ نہیں اس وجہ سے مفسرین کرام نے

پہلے معنی کو ہی اولیٰ قرار دیا ہے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں

۱۔ امام فخر الدین رازی (ت:۶۰۶) اس معنی کو ترجیح دیتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں

لَا تَجْعَلُوْا اَمْرَهٗ اِيَّاكُمْ وَدُعَاءَهٗ لَكُمْ كَمَا يَكُوْنُ مِنْ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اِذْ كَانَ اَمْرُهٗ فَرْضًا لَازِمًا هُوَ اِخْتِيَارُ الْمُبَرَّدِ وَالْقَفَّالِ وَالْوَجْهُ الْاَوَّلُ اَقْرَبُ اِلٰى نَظْمِ الْاٰيَةِ (۱)

(رسول اللہ ﷺ جو تمہیں حکم دیں اسے تم ایک دوسرے کے حکم کی طرح مت سمجھو کیونکہ آپ ﷺ کا حکم لازم ہے یہ امام مبرد اور قفال کا مختار ہے اور یہی معنی نظم آیت کے زیادہ قریب ومناسب ہے۔)

۲۔ امام سید محمود آلوسی (ت:۱۲۷۰) نے دو معانی بیان کرتے ہوئے پہلا یوں لکھا

لَا تَقِيْسُوْا دُعَاءَهٗ ﷺ اِيَّاكُمْ عَلٰى دُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا فِيْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ (۲)

(رسول اللہ ﷺ جب تمہیں بلاتے ہیں اس بلانے کو کبھی بھی آپس میں بلانے کی طرح مت سمجھو)

دوسری تفسیر ومعنی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اَلْاَظْهَرُ فِيْ مَعْنَى الْاٰيَةِ مَا ذَكَرْنَاهُ اَوَّلًا (۳)

(آیت کا وہی معنی زیادہ مناسب ہے جو ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے)

۳۔ شیخ عبد الماجد دریا آبادی خلیفہ اشرف علی تھانوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو منقول یہ تفسیر بھی ہے لیکن سیاق سباق سے بہت بعید ہے (۴)

۴۔ سید مودودی لکھتے ہیں

(۱) تفسیر کبیر جز ۲۴، ۲۹
(۲) روح المعانی، ۱۸۔ ۲۰۲
(۳) (ایضا)
(۴) تفسیر ماجدی، ۷۶۸

ان تینوں کا مطلب اگرچہ معنی کے لحاظ سے صحیح اور قرآن کے الفاظ تینوں کو شامل ہیں لیکن بعد کے مضمون سے پہلا مطلب ہی مناسبت رکھتا ہے (۱)

کچھ اہل علم نے تیسرے معنی وتفسیر کو ضعیف بھی قرار دیا ہے مثلاً امام قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی (ت:۶۸۵) نے آیت کی دوسری تفسیر یہ کی

وَقِيْلَ لَا تَجْعَلُوْا نِدَاءَ هُوَ تَسْمِيَتُهٗ كَنِدَاءِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ بِاسْمِهٖ (۲)

(کہ آپ ﷺ کو نام لے کر نہ بلاؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو)

تو اس پر امام احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے لکھا

لَمَّا كَانَ الْاَوَّلُ اَظْهَرَ مَرَّضَ هٰذَا وَاٰخَرَ (۳)

(چونکہ پہلی تفسیر مختار اور اظہر تھی اس لیے دوسری تفسیر کو ضعیف قرار دیتے ہوئے اسے مؤخر کیا)

اس مسئلہ پر نہایت ہی تحقیق کے ساتھ علامہ مفتی غلام سرور قادری مدظلہ نے کتاب 'ندائے یا محمد' لکھی ہے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے اس سے ایک اقتباس درج ذیل ہے

آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی محمد ﷺ کی دو حیثیتیں:

یہ مسلّم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی محمد ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں ایک اسمی وعلمی حیثیت ہے جس میں نام کے معنوں کا لحاظ نہ ہو جیسے عام لوگوں کے نام ہوتے ہیں جب ہم کسی کو اس کے نام سے پکارتے ہیں تو اس کے نام میں معنویت اور وصفیت کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے۔ مثلاً کسی کا نام اس کے ماں باپ نے ''چراغ دین'' رکھا ہے۔ اس کا نام رکھتے وقت اس کے ماں باپ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بچے کو دین کا چراغ کرے گا اور جب اس بچے کو کوئی دوسرا شخص اسی نام سے پکارتا ہے تو اس سے محض اس کی

(۱) تفہیم القرآن، ۳۔ ۲۲۷
(۲) انوار التنزیل، ۳۔ ۲۶۱
(۳) حاشیۃ الخفاجی، ۶۔ ۴۰۲

شخصیت کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ اس کی شخصیت کو متوجہ کرنے کے ساتھ اس کے نام کی وصفیت کے ذریعے اس کی مدح وتوصیف مقصود نہیں ہوتی لیکن آپ ﷺ کے اسم گرامی کی بات اس سے مختلف ہے

حضور ﷺ کے اسم گرامی میں شروع سے ہی وصفیت ملحوظ تھی:

کیونکہ جب آپ کا اسم گرامی ''محمد'' آپ ﷺ کے جدِّ امجد حضرت عبد المطلب نے تجویز فرمایا تھا اس وقت آپ کے اسم گرامی میں وضعی اور وصفی معنی کو ملحوظ رکھا گیا۔ چنانچہ سیرت حلبیہ میں ہے

لَا يَخْفٰى اَنَّ جَمِيْعَ اَسْمَاءِهٖ ﷺ مُشْتَقَّةٌ مِنْ صِفَاتٍ قَامَتْ بِهٖ تُوْجِبُ لَهُ الْمَدْحُ وَالْكَمَالُ فَلَهٗ مِنْ كُلِّ وَصْفٍ اِسْمٌ (۱)

(یہ بات مخفی نہ رہے کہ آپ ﷺ کے تمام اسماء گرامی ایسی صفات سے ماخوذ ہیں جو آپ میں پائی جاتی ہیں جن سے آپ کی مدح وکمال ثابت ہوتا ہے پس ہر وصف سے آپ ﷺ کا ایک اسم گرامی ماخوذ ہے)

علامہ امام علی بن برھان حلبی علیہ الرحمہ ۱۰۳۳ھ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے اسم گرامی میں وصفیت کا معنی ملحوظ ہے اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں جس کا ترجمہ عرض ہے: آپ ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے رکھا، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کی پیدائش کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا ایک مینڈھے کو ذبح کیا گیا اور آپ کا نام آپ کے جدِّ امجد نے ''محمد'' رکھا تو ان سے عرض کی گئی کہ اے ابو الحارث (یہ حضرت عبدالمطلب کی کنیت ہے) آپ نے اپنے پوتے کا نام محمد کیونکر رکھا ہے؟ اس کا نام اپنے آباء کے نام پر کیوں نہیں رکھا؟ دوسری روایت میں ہے کہ یہ نام آپ کے آباء واجداد اور آپ کی قوم میں سے کسی کا نہیں ہے آپ نے جواب دیا

اَرَدْتُّ اَنْ يَّحْمَدَهُ اللّٰهُ فِي السَّمَآءِ وَيَحْمَدَهُ النَّاسُ فِي الْاَرْضِ

(۱) سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۲۸

میں نے ان کا نام محمد (حمد سے ماخوذ) اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اور لوگ زمین پر اس کی حمد وتعریف کریں

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ اس مشہور روایت کے مطابق ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے جدِّ امجد نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام پر آپ کا نام محمد رکھا اس میں ان کی مراد نیک شگون تھی کہ مخلوق ان کی حمد وتعریف کرے گی کیونکہ آپ ایسی پیاری خصلتوں کے مالک واقع ہوں گے جو قابلِ تعریف وستائش ہوں گی اور واقعی آپ ﷺ ایسے ہوئے اور اسی لیے محمد، محمود سے ابلغ ہے اور اسی طرف حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے قول میں اشارہ فرمایا ہے

فَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ

(کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم گرامی ''محمود'' سے آپ کے اسم گرامی ''محمد'' کو بنایا عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہے)

علامہ موصوف آگے چل کر فرماتے ہیں

وَاَمَّا هٰذَا فَهُوَ الَّذِىْ يَحْمَدُهٗ اَهْلُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاَهْلُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۱)

(یہ وہ محمد ﷺ ہیں جن کی آسمان والے اور زمین والے اور دنیا وآخرت والے تعریف کرتے ہیں)

یعنی جیسے حضور ﷺ کے جد امجد نے نام رکھتے وقت حمد کا تصور کیا تھا ویسے ہی ہوا کہ آسمان وزمین اور دنیا وآخرت والے آپ کی تعریف سے رطب اللسان ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں:

اِنَّ مُحَمَّدًا مَنْ كَثُرَ حَمْدُ النَّاسِ لَهٗ

(محمد ﷺ کہتے ہی اس ذات والا صفات کو جن کی لوگ بکثرت تعریف کرتے ہیں)

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نام مبارک میں وصفیت شروع سے ہی

(۱) سیرت حلبیہ ج ۱ ص: ۱۳۲

محفوظ تھی، ہے اور رہے گی

کفار کا اعتراف کہ آپ کے اسم گرامی میں وصفی معنی ملحوظ ہیں:

اس بات کا کفار بھی اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کے اسمِ گرامی میں وصفی معنی ملحوظ ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو کفار ''محمد'' (تعریفوں والے) کی بجائے مذمم (برائی والے) کہہ کر گالیاں دیتے تھے اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يُصْرِفُ اللهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ (۱)

(کیا تمہیں یہ بات عجیب نہ لگے گی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گالی گلوچ کو کیسے پھیرتا ہے وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور میں تو محمد (تعریفوں والا) ہوں)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کفار آپ کے اسم گرامی کے وصفی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نام سے گالی دیتے اپنی حماقت تصور کرتے تھے یعنی وہ سمجھتے تھے کہ جنہیں ہم گالی دیتے اور برا بتاتے ہیں اور جس نام سے ہم انہیں پکارتے ہیں وہ تو محمد ہے اور محمد ﷺ کا معنی بار بار تعریف کیا ہوا ہے اور یہ نام اس بات سے پاک ہے کہ ہم اس کی نسبت برائی کی طرف کریں ایک طرف تو زبان پر ان کا نام محمد لیں اور دوسری طرف سے اس کو برا بتائیں اس سے بڑھ کر کم عقلی کی کون سی بات ہوگی لہذا ان کا نام محمد نہ لیا کرو بلکہ مذمم کہہ کر گالی دیا کرو۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے اسم گرامی محمد میں حمد وتعریف کا وصفی معنی بڑی شہرت رکھتا ہے۔ لہذا اس مبارک نام میں جو وصفیت ہے کہ اس کے اعتبار سے آپ کو نداء کرنا بلاشبہ جائز ہے اور ممانعت کا تعلق اس بات سے ہے کہ آپ کے اسم گرامی کو ادب واحترام کے بغیر عامیانہ انداز میں یا عام لوگوں کی طرح زبان پر لا کر قرینۂ تعظیم کے بغیر عام طریقے سے نداء کی جائے چنانچہ مفسرین نے یہ لکھا ہے

ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی ''كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا'' میں کاف تشبیہ سے واضح ہے یعنی تم آنحضرت ﷺ کو ایسے نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے

(۱) مشکوۃ، ج ۲۔ ص: ۵۱۵

ہو، ظاہر ہے کہ ہمارا ایک دوسرے کو پکارنا عامیانہ طریقے سے ہوتا ہے اور خالی نام سے پکارنا ہوتا ہے جس میں وصفی معنی ملحوظ ہی نہیں ہوتا اور یا پس دیوارِ حجرہ، عامیانہ طریقے سے نداء کرنا اور بجائے اس کے کہ آپ ﷺ کے تشریف لانے کا انتظار کیا جائے آپ کی گھریلو مصروفیات یا استراحت وآرام میں حائل نہ ہوا جائے آپ ﷺ کو پسِ دیوار نداء کر کے آپ کے آرام وسکون میں خلل انداز ہونا بھی ممنوع ہے جیسے کہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

وَالنِّدَاءُ وَرَاءَ الْحُجُرَاتِ (۱)

(آپ ﷺ کے آرام وسکون کا خیال کیے بغیر) حجروں کی دیواروں کے پیچھے آپ کو عامیانہ طریقے سے نام لے کر مت بلاؤ

اور امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

ذٰلِكَ نَهْيٌ مِنَ اللهِ اَنْ يَّدْعُوْا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بِغِلَظٍ وَ جَفَاءٍ وَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّدْعُوْهُ بِلِيْنٍ وَ تَوَاضُعٍ وَ لَا يَقُوْلُوْا يَا مُحَمَّدُ فِيْ تَجَهُّمٍ (۲)

(یعنی یہ اللہ کی طرف سے اس بات کی ممانعت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سخت درشت (بے ادبی سے) اور ترش لب ولہجہ میں یا محمد کہہ کر پکارا جائے اور اسی میں تواضع سے پکارنے کا حکم ہے)

یہ روایت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے معلوم ہوا کہ مطلقاً یا محمد سے پکارنا منع نہیں بلکہ قرینہ تعظیم کے بغیر عام لوگوں کی طرح پکارنا منع ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی سے پکارنا آپ کے ادب کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی بھی ذاتی ہے لہذا ''یا اللہ'' سے نداء بھی جناب باری تعالیٰ میں سوء ادبی ہوگی ایک چیز اگر نبی کی شان کے خلاف ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف بطریق اولیٰ ہو سکتی ہے لہٰذا ''یا اللہ'' کہنا درست نہ ہوگا۔ اسی طرح عثمانی صاحب جن کا تعلق دیوبندی مکتب فکر سے ہے لکھتے ہیں نیز مخاطبات میں حضور ﷺ کے ادب وعظمت کا پورا خیال رکھنا چاہیے عام

(۱) روح المعانی، ج ۱۸۔ ص: ۲۰۴
(۲) تفسیر ابن جریر طبری، ج ۸۔ ص: ۱۳۴

لوگوں کی طرح یا محمد وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے انہوں نے بھی ہمارے دعوے کی تائید کی ہے کہ

مطلقاً ''یا محمد'' کہنے کی ممانعت نہیں بلکہ عام لوگوں کی طرح (کسی بھی ایسے طریقے سے جس میں تعظیم کا پہلو نہ نکلتا ہو) آپ ﷺ کو نداء نہ کریں (۱)

(۱) نداء یا محمد ﷺ ص: ۲۰ تا ۲۵

چوتھا باب:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کی تعلیم
(اے نبی آپ پر سلام ہو)

ہر نماز میں اللہ تعالیٰ نے تشہد کا حکم دے رکھا ہے اس کے کلمات معروف ہیں التحیات للہ والصلوات، الخ اس میں نمازی یونہی بارگاہ خداوندی میں اپنی عبودیت وبندگی، تواضع وانکساری اور مالی وبدنی عبادات پیش کرتا ہے تو اسے حکم ہے وہ اپنے نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں یوں سلام عرض کرے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

(اے نبی محترم آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات کا نزول ہو)

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور (یَانَبِیَّ اللهِ) میں کوئی فرق نہیں:

یہاں اس بات کو ذہن نشین کر لینا نہایت ہی ضروری ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَانَبِیَّ اللهِ میں ہرگز کوئی فرق نہیں، اگر ایک نماز کے اندر جائز ہے تو دوسرا کیوں جائز نہیں حالانکہ دونوں کا معنی ومفہوم یکساں ہے اس پر بھی ہم اہل علم کی تصریح ذکر کر دیتے ہیں

امام ابو بکر حسین بیہقی (ت، ۴۵۸ھ) حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حکم سلام، (وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) کی تفصیل میں لکھتے ہیں

اَمَّا السَّلَامُ فَهُوَ اَنْ یُّقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اَوْسَلَامٌ عَلَیْكَ اَوْ یَا رَسُوْل (۱)

(۱) شعب الایمان، ۷، ۲۲۰.

(سلام کی تفصیل یہ ہے کہ یوں سلام عرض کیا جائے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْل)

امام احمد خفاجی (ت،۱۰۶۹) نے سلام کی تفصیل ان کلمات سے کی ہے

اِنَّ الْمُرَادَ بِالسَّلَامِ قَوْلُهُمْ اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ (۱)

(سلام عرض کرنے سے مراد الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ ہے)

نماز اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض سلام:

نمازی جس طرح بقیہ تمام نماز، ثناء، فاتحہ اور تسبیحات رکوع وسجود وغیرہ بطور انشاء ادا کرتا ہے اس طرح آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام بھی بطور انشاء ہی عرض کرے، یہ کلمات بطور حکایت واخبار نہ کہے جیسا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہے باقی تمام نماز بطور انشاء ادا کی جائے اور یہ کلمات بطور حکایت کہے جائیں، آخر ان کو بطور حکایت پڑھنے پر کونسی نص ہے؟ اللہ ورسول جنہوں نے یہ کلمات نماز میں شامل فرمائے انہوں نے ان میں اور بقیہ نماز میں کسی فرق وامتیاز سے آگاہ نہیں فرمایا، اگر انہوں نے امتیاز نہیں کیا تو کسی دوسرے کو یہ حق کیسے دیا جا سکتا ہے کہ ان میں امتیاز و تفریق کی کوشش کرے۔

(۱) نسیم الریاض، ۵،۷۸

فصل:

بطور انشاء عرض پڑھنے پر دلائل

ہم یہاں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' بطور انشاء پڑھنے پر دلائل ذکر کر دیتے ہیں اس سے پہلے بطور تمہید التحیات کا پس منظر سامنے لانا ضروری ہے

ا۔ تعلیم التحیات کا پس منظر:

امام دار قطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہم تعلیم تشہد سے پہلے یوں کیا کرتے تھے

اَلسَّلَامُ عَلَی اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرِیْلَ وَ مِیْكَائِیْلَ

(اللہ پر سلام، جبریل ومیکائیل پر سلام)

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَا تَقُوْلُوْا كَذَا فَاِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ لٰكِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الخ (۱)

(اس طرح نہ کہو کیونکہ اللہ سراپا سلام ہے تم یوں کہو التحیات للہ الخ)

بخاری ومسلم میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب تم تشہد میں بیٹھو تو التحیات للہ الخ پڑھا کرو اور 'وَ عَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِیْنَ' کے ساتھ فرمایا

فَاِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰی كُلِّ عَبْدٍ لِلّٰهِ الصَّالِحِ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

(جب تم نے یہ پڑھا تو تم نے ہر بندہ صالح پر سلام کیا خواہ وہ آسمان پر

(۱) سنن الدار قطنی، باب صفة التشهد

ہے یاز میں پر)

رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو نماز میں جو تشہد کی تعلیم دی، اس کی حکمت بھی یہی تھی کہ اُمت نماز میں حسب درجہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے بندوں کی بارگاہ میں تحیہ وسلام عرض کرے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ یہ تمام بطور انشاء و دعا ہو نہ کہ بطور حکایت و خبر۔ اگر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے کلمات بطور حکایت ہوں تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں تحیہ اور اس کے صالحین بندوں کے لیے دعا تو ہو مگر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام نہ ہو اور ایسی بات اسلام کبھی برداشت ہی نہیں کرتا کیونکہ خصوصی طور پر سلام آپ ﷺ کے لیے شامل کیا گیا ہے اس حکمت کو اہل علم نے یوں بیان کیا ہے

امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی (ت، ۷۴۳) تعلیم تشہد پر لکھتے ہیں

وَعَلَّمَهُمْ اَنَّ الدُّعَاءَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ شَامِلاً لَهُمْ وَ عَلَّمَهُمْ مَا يَعُمُّهُمْ وَ اَمَرَهُمْ بِاِفْرَادِ صَلَوٰاتِ اللهِ عَلَيْهِ بِالذِّكْرِ لِشَرْفِهٖ وَ مَزِيْدِ حَقِّهٖ عَلَيْهِمْ وَتَخْصِيْصِ اَنْفُسِهِمْ فَاِنَّ الْاِهْتِمَامَ بِهَا اَهَمُّ (۱)

(آپ ﷺ نے اہل ایمان کے لئے ایسی دعا کی تعلیم دی جو تمام کو شامل وعام ہو اور اپنی ذات صلوات اللہ علیہ کے لئے الگ سلام کا حکم دیا اور یہ آپ ﷺ کے شرف اور نمازیوں پر خوب حق کی وجہ سے ہے اور اپنے لئے دعا کیونکہ اس کا اہتمام اہم اور ضروری ہے)

حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) نے یہی بات امام بیضاوی کے حوالہ سے لکھی ہے

عَلَّمَهُمْ اَنْ يُّفْرِدُوْهُ ﷺ بِالذِّكْرِ لِشَرْفِهٖ وَمَزِيْدِ حَقِّهٖ عَلَيْهِمْ (۲)

(رسول اللہ ﷺ کے مقام عالی اور مسلمانوں پر لازم حق کی وجہ سے آپ ﷺ کے تذکرہ وسلام کا الگ حکم دیا)

(۱) الکاشف، ۲، ۴۱۹
(۲) فتح الباری، ۲، ۲۵۰

وسیلہ کی وجہ سے تقدیم

جب یہ سوال اٹھا کہ دعا میں تعلیم یہ ہے کہ پہلے اپنے لیے دعا کی جائے اور پھر دوسروں کے لیے جیسے

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ (۱)

(اے ہمارے رب مجھے معاف کردے ہمارے والدین کو اور مومنوں کو حساب کے دن)

امام ترمذی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول یہی تھا کہ جب کوئی آپ ﷺ سے دعا کے لیے عرض کرتا تو آپ ﷺ پہلے اپنے لیے دعا کرتے (۲)

تو یہاں تشہد میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کہ پہلے اپنے لیے پھر دوسروں کے لیے دعا کی جاتی لیکن یہاں پہلے اپنے لیے نہیں بلکہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اس کا جواب دیتے ہوئے محدثین نے لکھا چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہمارے لئے بارگاہ الٰہی میں وسیلہ ہے اس لیے انہیں مقدم کیا گیا ہے

حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا کے تحت رقمطراز ہیں کہ اس سے مراد موجود نمازی اور ان کے ساتھ ملائکہ ہیں

وَقَدَّمَ اَنْفُسَهُمْ لِاَنَّهٗ اَدَبُ الدُّعَاءِ وَ قَدَّمَ النَّبِيَّ ﷺ لِاَنَّهُ الْوَسِيْلَةُ (۳)

(پہلے اپنے کو مقدم کیا کیونکہ دعا کا طریقہ یہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے مقدم کیا اس لئے کہ آپ کی ذات اقدس وسیلہ ہے)

۲۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کا معنی:

تمام ائمہ نے السلام علیک کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ بھی یہی واضح کرتا

(۱) ابراہیم: ۴۱
(۲) فتح الباری، ۲، ۲۵۰
(۳) المرقاۃ المفاتیح، ۲، ۶۲۸

ہے کہ یہ کلمات نماز بطور انشاء ودعا ہی ہیں

اہل علم نے یہ حقیقت بھی آشکار کی ہے کہ تشہد میں حسب درجہ تحیہ وسلام ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ سلام مناسب نہیں بلکہ تحیہ کا لفظ ہے اسی طرح اپنے اوپر اور دیگر صالحین کے لیے دعا ہے اس طرح اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے الفاظ سلام مخصوص ہیں تاکہ اس سے آپ کا مقام وشرف بندے پر آشکار ہو امام بیضاوی اس حقیقت کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

عَلَّمَهُمْ اَنْ يُّفْرِدُوْهُ ﷺ بِالذِّكْرِ لِشَرَفِهٖ وَمَزِيْدِ حَقِّهٖ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَلَّمَهُمْ اَنْ يَّخُصُّوْهُ اَنْفُسَهُمْ اَوَّلًا لِاَنَّ الْاِهْتِمَامَ بِهَا اَهَمُّ ثُمَّ اَمَرَهُمْ بِتَعْمِيْمِهِمُ السَّلَامَ عَلَى الصَّالِحِيْنَ اِعْلَامًا مِنْهُ بِاَنَّ الدُّعَاءَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ شَامِلًا لَهُمْ (۱)

(مسلمانوں کو تعلیم دی کہ اللہ کا رسول ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا تذکرہ الگ کریں پھر انھیں اپنے لئے دعا کا کہا کیونکہ اس سے شروع ہونا اہم ہے پھر تمام صالحین پر سلام کا حکم ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ دعا میں تمام اہل ایمان کو شامل کرنا چاہیے ﷺ کی عظمت اور آپ کے عظیم حق کی وجہ سے جو آپ کو مخلوق پر حاصل ہے (جبکہ مخلوق کا فرض ہے کہ آپ کی تعظیم وتوقیر بجالائے)

زمین وآسمان کے ہر صالح کو دعا کا پہنچنا:

بخاری میں ہے حضور ﷺ نے تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا جب تم یہ کلمات پڑھتے ہو وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر سلام ہو)

اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

(تو زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے ہر صالح بندے کو پہنچتی ہے)

اس کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) امام فاکہانی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵۰

يَنْبَغِيْ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يَّسْتَحْضِرَ فِيْ هٰذَا الْمَحَلِّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَعْنِيْ لِيَتَوَافَقَ لَفْظُهٗ مَعَ قَصْدِهٖ (۱)

(نمازی کو چاہیے کہ وہ اس مقام پر تمام انبیاء، ملائکہ اور اہل ایمان کا ارادہ کرے تاکہ اس کے الفاظ واردہ میں موافقت ہو جائے)

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد عالی بھی ہم پر واضح کر رہا ہے کہ کلمات تشہد بطور انشاء پڑھیں جب تمام حضرات انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے سلام ودعا عرض کیا جارہا ہے لیکن اس ہستی پر سلام عرض کرنا مقصود ہی نہ ہو جو ان تمام برکات کا وسیلہ عظمیٰ ہے تو کس قدر افسوس کی بات ہوگی۔

۳۔ مراد خصوصی سلام ہے:

تشہد کے کلمات میں " اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ " اس طرح " اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا " دونوں کے مقامات پر السّلام کو معرفہ لانے کی حکمت یہ بیان ہوئی ہے کہ یہاں 'السّلام' سے مراد حسب درجہ مخصوص سلام ہے رسول اللہ ﷺ کے لیے وہ مخصوص سلام ہے جو حضرات انبیاء علیہم السّلام کے لیے ہوتا ہے اور خود اپنے اوپر سلام سے مراد اُمتیوں والا اسلام ہے

امام بدر الدین عینی نے یہاں سوال اٹھایا ہے

مَا الْاَلِفُ وَاللَّامُ فِي اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ ؟

(السلام علیک میں الف لام کون سا ہے؟)

اس کا جواب امام شرف الدین طیبی (ت، ۷۴۳) کے حوالہ سے دیا کہ یہ الف لام عہد ذہنی ہے اور مراد

ذٰلِكَ السَّلَامُ الَّذِيْ وُجِّهَ اِلَى الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُتَقَدِّمَةُ مُوَجَّهٌ اِلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ (۲)

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵۰
(۲) عمدۃ القاری، ۶، ۱۵۹

(وہ سلام ہے جو حضرات انبیاء علیھم السلام کو پیش کیا جاتا ہے تو ایسا سلام اے نبی آپ کی خدمت میں ہو)

اس کے بعد امام حافظ نسفی کے حوالہ سے لکھا یہاں السّلام سے مراد خصوصی سلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے شب معراج آپ ﷺ پر فرمایا

یَعْنِیْ اَلسَّلَامُ الَّذِیْ سَلَّمَ اللّٰہُ عَلَیْكَ لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ (۱)

(وہ سلام ہو جو اللہ تعالیٰ نے معراج کے موقع پر آپ پر کیا)

اہل علم یہ بیان کر رہے ہیں کہ تشہد میں نمازی رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں خصوصی سلام عرض کرتا ہے مگر ناداں و کم علم لوگ یہاں سلام عرض کرنا مانتے ہی نہیں

۴۔ یہ کلمات ''دعا'' ہیں:

ان کلمات کے بطور انشاء ہونے پر ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ یہ کلمات دعا ہیں نہ کہ خبر البتہ بصورتِ خبر ہیں۔ اس پر اہلِ علم کی چند تصریحات ملاحظہ کرلیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِذَا قَعَدَ یَدْعُوْ وَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی فَخِذِہٖ (۲)

(جب نمازی بیٹھے تو دعا مانگے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے)

اس کے تحت محدثین نے لکھا کہ اس حدیث میں تشہد کو دعا سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے شھادتین کی وجہ سے اسے تشہد کہا جاتا ہے اس طرح اس میں دعائیہ کلمات کی وجہ سے اسے دعا بھی کہا جاتا ہے 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ سے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا' تک دعائیہ کلمات ہیں

۱۔ امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی (ت، ۷۴۳) نے اسی حقیقت کو اپنے ان الفاظ میں آشکار کیا ہے

سُمِّیَ الذِّکْرُ الْمَخْصُوْصُ تَشَهُّدٌ لِاشْتِمَالِهٖ عَلٰی کَلِمَتَیِ الشَّهَادَةِ کَمَا سُمِّیَ الدُّعَاءُ لِاشْتِمَالِهٖ عَلَیْهِ فَاِنَّ

(۱) عمدۃ القاری، ۱۶۰

(۲) مسلم

قَوْلَهٗ سَلَامٌ عَلَیْكَ وَ سَلَامٌ عَلَیْنَا دُعَاءٌ عُبِّرَ عَنْهُ بِلَفْظِ الْاَخْبَارِ لِمَزِیْدِ التَّاکِیْدِ (۱)

(ذکر مخصوص کا نام تشہد اس لئے ہے کہ یہ دو شہادتوں پر مشتمل ہے جیسے اس کا نام دعا بھی ہے کیونکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ سے لے کر اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا تک دعائیہ کلمات ہیں البتہ مزید تاکید کے لئے الفاظ خبر لائے گئے ہیں)

حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۳) الفاظ حدیث اِذَا قَعَدَ یَدْعُوْ کی تشریح میں لکھتے ہیں تشہد دعا ہے

لِاشْتِمَالِهٖ عَلَیْهِ اِذْ مِنْ جُمْلَتِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِلَی الصَّالِحِیْنَ وَهٰذَا کُلُّهٗ دُعَاءٌ وَاِنَّمَا عُبِّرَ عَنْهُ بِلَفْظِ الْاَخْبَارِ لِمَزِیْدِ التَّاکِیْدِ (۲)

(یہ اس پر مشتمل ہے کیونکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سے لیکر صالحین تک تمام دعا ہے ہاں مزید تاکید کے لئے لفظ خبر سے تعبیر کردی)

جب یہ کلمات دعا ہیں تو اب انشاء تسلیم نہ کرنا ظلم کے سوا کچھ نہیں

۵۔ اہل علم کا سوال:

اس موقعہ پر اہل علم نے جو سوال اٹھایا ہے وہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ اسے بطور انشاء ہی پڑھا جاتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ یہاں سیاق کا تقاضا یہ تھا کہ کلماتِ غائبہ سے ہی تحیہ پیش کیا جاتا پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پھر اپنی ذات پر اور پھر دیگر صالحین پر لیکن یہاں تو حضور ﷺ کے سلام کے لیے خطاب کے الفاظ ہیں ایسا کیوں؟

امام شرف الدین حسین بن محمد الطیب (ت، ۷۴۳) نے یہ سوال یوں کیا

فَاِنْ قُلْتَ مَا مَعْنٰی قُلْنَا سَلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ عَلَی الْخِطَابِ وَهَلَّا جِیْئَ بِهَا عَلَی الْغَیْبَةِ وَهِیَ عَلٰی

(۱) الکاشف عن حقائق السنن، ۲، ۲۱۷

(۲) مرقاۃ المفاتیح، ۲، ۶۲۵

الظَّاهِرِ سِيَاقًا لِيَنْقُلَ مِنْ تَحِيَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلٰى تَحِيَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ اِلٰى تَحِيَّةِ النَّفْسِ ثُمَّ يَعُمُّ الصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِهٖ (۱)

(اگر تم سوال کرو کہ بطور خطاب کلمات سلام کہہ رہے ہیں حالانکہ الفاظ غائب کا ہونا ضروری تھا کیونکہ ظاہری سیاق کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تحیہ کے بعد نبی ﷺ کے لئے تحیہ پھر اپنے اور پھر نیک بندوں کے لئے تحیہ ہو)

کیا اس سوال میں اہل علم نے تصریح نہیں کی کہ یہاں مقصود حسب درجہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اولیاء کی خدمت میں سلام نیاز عرض کرنا ہے اگر یہ کلمات بطور حکایت ہوتے تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا

اسی اعتراض کو حافظ ابن حجر عسقلانی (ت ۸۵۲) نے خوب کھول کر بیان کیا ہے

فَاِنْ قِيْلَ كَيْفَ شُرِعَ هٰذَا اللَّفْظُ وَهُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَعَ كَوْنِهٖ مَنْهِيًّا عَنْهُ فِي الصَّلَاةِ فَالْجَوَابُ اَنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَصَائِصِهٖ ﷺ فَاِنْ قِيْلَ فَمَا الْحِكْمَةُ فِي الْعُدُوْلِ عَنِ الْغَيْبَةِ اِلٰى خِطَابٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ مَعَ اَنَّ لَفْظَ الْغَيْبَةِ هُوَ الَّذِيْ يَقْتَضِيْهِ السِّيَاقُ كَاَنْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ فَيَنْتَقِلُ مِنْ تَحِيَّةِ اللّٰهِ اِلٰى تَحِيَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ اِلٰى تَحِيَّةِ النَّفْسِ ثُمَّ اِلَى الصَّالِحِيْنَ (۲)

(اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ الفاظ ایک انسان کے ساتھ خطاب و گفتگو ہے جو نماز میں منع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رسول ﷺ کا خاصہ ہے اگر یہ سوال ہو کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ میں غائب سے خطاب کی طرف جانے کی حکمت کیا ہے؟ حالانکہ الفاظ غائب کا تقاضا سیاقِ کلام میں موجود ہے کہ الفاظ یوں ہوتے السلام علی النبی پھر

(۱) الکاشف، ۲، ۳۲۲
(۲) فتح الباری، ۲، ۲۵۰

اللہ تعالیٰ کے تحیہ سے نمازی تحیہ نبی کی طرف پھر اپنے لئے اور پھر تمام صالحین کے تحیہ کی طرف جاتا ہے)

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سلام قرار دیا:

ان کلمات کے بطور انشاء پڑھے جانے پر نہایت ہی اہم دلیل یہ بھی ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر سلام قرار دیا اگر ان کلمات کو بطور حکایت ہی پڑھا جانا ہوتا تو آپ ﷺ انہیں اپنے اوپر سلام قرار نہ دیتے حالانکہ حدیث کے الفاظ پر غور کیجیے فرمایا، صلاۃ یہ ہے اور سلام وہی ہے جو تم سیکھ چکے ہو

مسلم میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ ہیں کہ جب ہم نے آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا طریقہ پوچھا تو آپ نے ہمیں درود ابراھیمی کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا

وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ (۱)

(اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم پہلے جانتے ہو)

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ

اَمَّا السَّلَامُ فَقَدْ عَرَفْتُمْ (۲)

سلام کا طریقہ تم پہچان چکے ہو

اگر یہ کلمات 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' بطور انشاء نہیں بلکہ بطور حکایت ہیں تو پھر انہیں رسول اللہ ﷺ کا اپنے اوپر سلام قرار دینا کیسے مناسب ہے؟

جب آپ ﷺ نے انہیں اپنے لیے سلام قرار دیا ہے تو ہمیں بھی دل و جان سے اسے تسلیم کرنا ہوگا

۷۔ پہلے سلام آچکا ہے:

ان کلمات کے بطور انشاء ہونے پر ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اہلِ علم خصوصاً امام نووی نے جب لکھا کہ فقط صلاۃ پر اکتفا مناسب نہیں

(۱) القول البدائع، ۱۰۱
(۲) ایضاً، ۱۰۹

قَدْ نَصَّ الْعُلَمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى كَرَاهَةِ الْاِقْتِصَارِ عَلَى الصَّلَاةِ عَلَيْهِ ﷺ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيْمٍ (۱)

(اہلِ علم رضی اللہ عنہم نے اس پر تصریح کی کہ سلام کے بغیر صلاۃ پر اکتفاء مکروہ وناپسند ہے)

اس پر اعتراض ہوا کہ نماز کے آخری تشہد میں صلاۃ ہے لیکن اس کے ساتھ سلام نہیں اس کا جواب اہل علم نے یہ دیا ہے

اِنَّ السَّلَامَ تَقَدَّمَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِيْ كَلِمَاتِ التَّشَهُّدِ وَهُوَ قَوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ (۲)

(کہ کلمات تشہد میں پہلے سلام ان الفاظ میں آچکا ہے، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ)

جب تمام اُمت کے اہلِ علم اسے حضور پر سلام قرار دے رہے ہیں تو تبھی درست ہوگا جب ان کلمات کو بطور انشاء پڑھا جائے اگر یہ کلمات بطور حکایت ہوتے تو یہ لوگ انہیں سلام قرار نہ دیتے حالانکہ انہوں نے انہیں سلام قرار دیا ہے جو آشکار کر رہا ہے کہ نماز میں یہ کلمات بطور حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء ہیں

پھر سب سے لطف کی بات یہ ہے کہ خود رسول ﷺ نے انھیں اپنے اوپر سلام قرار دیا اگر ہم اسے سلام تسلیم نہیں کرتے تو کہیں ایمان سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں

۸۔ بطور انشاء پڑھنے پر ایک اہم دلیل:

اس بات پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ جب آیت مبارکہ 'اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ' نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ یارسول اللہ (ﷺ) اس آیت میں ہمیں دو چیزوں صلاۃ وسلام کا حکم ہے آپ کی خدمت میں سلام کا طریقہ تو ہم نے تشہد کے ذریعے بصورت،،

(۱) شرح مسلم، ۱: ۱۶۰

(۲) ایضاً

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' سیکھ لیا ہے اب آپ ہمیں صلاۃ کے طریقے سے آگاہ فرمائیں تو آپ ﷺ نے ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ'' کی تعلیم دی

امام احمد، بخاری، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَلِمْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (۱)

ہم نے عرض کیا یارسول اللہ، آپ پر سلام کا طریقہ تو معلوم ہوگیا ہے صلاۃ کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا یوں کہا کرو، ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ''

امام سخاوی، امام بیہقی کے حوالہ سے صحابہ کے جملہ ''ہم نے سلام عرض کرنا تو سیکھ لیا ہے''صلاۃ کا طریقہ کیا ہے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

مَا عَلَّمَهُمْ اِيَّاهُ فِي التَّشَهُّدِ مِنْ قَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَيَكُوْنُ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اَيْ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

سلام سے مراد وہی سلام ہے جو آپ ﷺ نے انہیں حالت تشہد میں (یوں سکھایا تھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ہم صلوۃ کس طرح پڑھیں؟ سے مراد وہ صلاۃ ہے جو تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے)

آگے امام ابن حجر عسقلانی کی تائید ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں

قَالَ شَيْخُنَا وَتَفْسِيْرُ السَّلَامِ بِذٰلِكَ هُوَ الظَّاهِرُ (۲)

(ہمارے استاذ (ابن حجر) نے فرمایا سلام کی تفسیر مذکورہ کلمات سے کرنا ہی مختار وظاہر ہے)

مذکورہ گفتگو واضح کر رہی ہے کہ صحابہ اللہ تعالی کے حکم مبارک ''سَلِّمُوْا'' پر عمل کرتے ہوئے نماز میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے کلمات پڑھا کرتے اگر بطور خبر و حکایت انہیں پڑھا جائے تو اس حکم پر عمل ہی نہ ہوگا، اس حکم پر عمل

(۱) الدر المنثور، ۶: ۶۴۹

(۲) القول البدیع: ۱۰۰

بصورتِ انشاء پڑھنے میں ہی ہے صحابہ کا یہ کہنا کہ نماز میں ہمیں سلام عرض کرنے کا طریقہ آگیا ہے آپ ہمیں صلوۃ کا طریقہ بتادیں واضح طور پر بتا رہا ہے کہ وہ اسے بطور انشاء ہی پڑھا کرتے تھے نہ کہ بطور حکایت۔

فصل:

اقوالِ علماءِ اُمّت

ہم یہاں اُمت کے مسلّمہ بزرگوں کے اقوال ذکر کیے دیتے ہیں جنہوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ یہ الفاظ بھی دیگر نماز کی طرح بطور انشاء ہی پڑھے جائیں نہ کہ بطور حکایت

۱۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (ت۔۵۰۵) نماز کے ہر عمل کے وقت حضورِ قلب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے نمازیو! جب تم حالتِ نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ پر پہنچو

وَاحْضُرْ فِيْ قَلْبِكَ النَّبِيَّ ﷺ وَ شَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَ قُلْ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' وَلْيَصْدُقْ اَمَلَكَ فِيْ اَنَّهٗ يَبْلُغُهٗ وَ يَرُدُّ عَلَيْكَ مَا هُوَ اَوْفٰى مِنْهُ (۱)

(تو اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کی ذاتِ مبارکہ کو حاضر سمجھ کر عرض کرے نبی محترم! آپ پر اللہ تعالی کی رحمت اور برکات کا نزول ہو اور اس بات کی امید بھی رکھو کہ ہمارا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس کے بہتر جواب سے نوازتے ہیں)

۲۔ امام علاؤالدین الحصکفی تنویر الابصار کی شرح درمختار میں رقم طراز ہیں

وَيُقْصَدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيْهَا مُرَادَةً لَّهٗ عَلٰى وَجْهِ

(۱) احیاء علوم الدین: ۱:۹۹

(الانشاء) کَاَنَّهٗ یُحیِّی اللهَ تعالیٰ وَیُسَلِّمُ عَلیٰ نَبِیِّهٖ وَعَلیٰ نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَاءِهٖ لَا (الاخبار) عَنْ ذَالِكَ وَ ظَاهِرُهٗ اَنَّ ضَمِیْرَ عَلَیْنَا لِلْحَاضِرِیْنَ لَا حِکَایَةَ سَلَامِ اللهِ تَعَالیٰ (۱)

(نمازی الفاظِ تشہد کے معانی کا ارادہ کر کے ان کو بطریق انشاء کہے گویا نمازی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کر رہا ہے اور اپنی طرف سے اپنے نبی پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء پر سلام کہہ رہا ہے یہ الفاظ کہتے وقت اس واقعہ کی خبر کی حکایت کا ارادہ نہ ہو جو شب معراج ہوا)

۳۔ امام عبدالوہاب الشعرانی، شیخ علی الخواص کے حوالے سے لکھتے ہیں

سَمِعْتُ سَیِّدِیْ عَلِیَّ الْخَوَّاصَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالیٰ یَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَ الشَّارِعُ لِلْمُصَلِّیْ بِالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلیٰ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِی التَّشَهُّدِ لِیُنَبِّهَ الْغَافِلِیْنَ فِیْ جُلُوْسِهِمْ بَیْنَ یَدَیِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَلیٰ شُهُوْدِ فِیْ تِلْكَ الْحَضْرَةِ فَاِنَّهٗ لَا یُفَارِقُ حَضْرَةَ اللهِ اَبَدًا فَیُخَاطِبُوْنَهٗ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً (۲)

(میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا کہ شارع حقیقی نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرما دی کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں اُن کے نبی ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہ کبھی بھی اللہ کی بارگاہ سے جدا نہیں ہوتے تو نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرے۔)

۴۔ امام بدرالدین عینی (۸۵۵) اور حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲) تشہد میں سلام پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں

(۱) الدرالمختار۔ ۱:۱۷۷
(۲) کتاب المیزان، ۱۴۵

وَ یَحْتَمِلُ اَنْ یُقَالَ عَلیٰ طَرِیْقِ اَهْلِ الْعِرْفَانِ اَنَّ الْمُصَلِّیْنَ لَمَّا اسْتَفْتَحُوْا بَابَ الْمَلَکُوْتِ بِالتَّحِیَّاتِ اُذِنَ لَهُمْ بِالدُّخُوْلِ فِیْ حَرِیْمِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ فَقَرَّتْ اَعْیُنُهُمْ بِالْمُنَاجَاةِ فَنُبِّهُوْا عَلیٰ اَنَّ ذَالِكَ بِوَاسِطَةِ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ وَ بَرَکَاتِ مُتَابَعَتِهٖ فَالْتَفَتُوْا فَاِذَا الْحَبِیْبُ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِ قَائِلِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهٗ (۱)

(اہلِ معرفت کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کیساتھ ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لا یموت کی بارگاہ میں داخلہ کی اجازت مل گئی ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات پر تنبیہ کی گئی کہ بارگاہ خداوندی میں جو انہیں شرف باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت کی برکت و متابعت کے سبب ہے نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر نظر اٹھائی تو حبیب کو اپنے محبوب تعالیٰ کے حرم میں موجود پایا تو حضور کو دیکھتے ہی عرض کرنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ)

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت، ۱۰۵۲) حضور ﷺ کی اس شان علمی کا اظہار ان کلمات میں کرتے ہیں

"ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں احوال بیشتر قوی تر است وبعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذواتِ مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بہ انوار قرب و اسرار

(۱) (عمدۃ القاری، ۶:۱۱۱) (فتح الباری: ۲:۲۵۰)

معرفت متنور و فائز گرد" (۱)

"اور حضور ﷺ ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال و واقعات خصوصاً حالتِ عبادت میں اور اس کے آخر میں کہ نورانیت اور انکشاف کا وجود اس مقام میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے اور بعض عرفاء نے فرمایا کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ تمام موجودات کے ذرات اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس کے معنی سے آگاہ رہے اور حضور ﷺ کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ ہوتا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے روشن اور فیضیاب ہو"

٦۔ علامہ محمد عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ (ت، ۱۳۰۴) اپنے والد گرامی حضرت العلام مولانا عبد الحلیم لکھنوی کے مقالہ، نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن، کے حوالے سے رقم طراز ہیں

اَلسِّرُّ فِيْ خِطَابِ التَّشَهُّدِ (اَیْ فِیْ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ") اَنَّ الْحَقِیْقَةَ الْمُحَمَّدِیَّةَ كَاَنَّهَا سَارِیَةٌ فِیْ كُلِّ وُجُوْدٍ وَحَاضِرٌ فِیْ بَاطِنِ كُلِّ عَبْدٍ وَ اِنْكِشَافُ هٰذِهِ الْحَالَةِ عَلَی الْوَجْهِ الْاَتَمِّ فِیْ حَالَةِ الصَّلٰوةِ فَحَصَلَ مَحَلُّ الْخِطَابِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ اَنَّ الْعَبْدَ لَمَّا تَشَرَّفَ بِثَنَاءِ اللهِ فَكَاَنَّهٗ فِیْ حَرِیْمِ الْحَرَمِ الْاِلٰهِیِّ وَ نَوَّرَ بَصِیْرَتَهٗ وَ وَجَدَ الْحَبِیْبَ حَاضِرًا فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ وَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ (۲)

(خطاب تشہد یعنی التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہنے کا راز یہ

(۱) اشعۃ اللمعات:۱:۴۰۱
(۲) السعایہ،۲:۲۲۸

ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری اور ہر بندہ کے ظاہر و باطن میں حاضر و موجود ہے۔ اس حالت کا پورا انکشاف بحالت نماز ہوتا ہے۔ لہذا محل خطاب حاصل ہوگیا۔ اور بعض اہل معرفت نے فرمایا کہ بندہ جب ثناء الٰہی سے مشرف ہوا تو اسے حرم الٰہی میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت کو خوب روشن کر دیا گیا حتی کہ اس نے حرم حبیب میں حبیب کو حاضر پایا۔ فوراً ان کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ (اے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں)

۷۔ شیخ احمد الطحطاوی (ت۔ ۱۳۲۰) حاشیہ مراقی الفلاح میں ان الفاظ کو بطور حکایت و خبر پڑھنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فَیَقْصُدُ الْمُصَلِّیْ اِنْشَاءً بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ مُرَادَةً لَهٗ قَاصِدًا مَعْنَاهُ الْمَوْضُوْعَةَ لَهٗ مِنْ عِنْدِهٖ كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللهَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی وَ یُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ عَلٰی نَفْسِهٖ وَ اَوْلِیَاءِ اللهِ تَعَالٰی خَلَافًا لِمَا قَالَهٗ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ حِكَایَةُ سَلَامِ اللهِ لَا اِبْتِدَاءُ سَلَامٍ مِنَ الْمُصَلِّیْ (۱)

(نمازی ان الفاظ کے مرادی معانی کو ذہن میں رکھ کر ان کو پڑھے یعنی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ مقدسہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار کرے اور نبی ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے پھر اپنی ذات پر اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر، ان لوگوں کی مخالفت کرے جو کہتے ہیں یہ الفاظ بطور حکایت اللہ کا سلام ہے یہ نمازی کی طرف سے سلام نہیں ہے)

۸۔ حضرت ملا علی قاری (ت۔ ۱۰۱۴) تشہد پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

قِیْلَ وَ یُمْكِنُ فِیْ شَرْعِ اَهْلِ الْعِرْفَانِ وَ نَقُوْلُ اَلصَّلَوٰاتُ مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَا تُعُوْرِفَ مِنَ الْاَرْكَانِ

(۱) الطحطاوی حاشیہ علی مراقی الفلاح:۵۵۱

اَلْمَخْصُوْصَةِ وَالطَّيِّبَاتُ عَلٰى اَنَّهَا خَالِصَةٌ لِوَجْهِ اللّٰهِ
تَعَالٰى مُخْلِصَةٌ كَمَا قَالَ تَعَالٰى اِنَّ صَلٰوتِىْ وَ نُسُكِىْ وَ
مَحْيَاىَ وَ مَمَاتِىْ وَجِ تَقْرِيْرُ وَجْهِ الْخِطَابِ فِى السَّلَامِ
اَنَّهُمْ اِسْتَفْتَحُوْا بَابَ الْمَلَكُوْتِ وَ اسْتَأْذَنُوْا
بِالتَّحِيَّاتِ عَلَى الْوُلُوْجِ كَاَنَّهُمْ اُذِنَ لَهُمْ بِالدُّخُوْلِ
فِىْ حَرِيْمِ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ فَقَرَّتْ اَعْيُنُهُمْ
بِالْمُنَاجَاةِ كَمَا وَرَدَ وَ قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ وَاَرِحْنَا يَا
بِلَالُ فَاَخَذُوْا فِى الْحَمْدِ وَالثَّنَاءِ وَ التَّحْمِيْدِ وَ طَلَبِ
الْمَزِيْدِ وَ شَغَفُوْا لِحَاجَاتِهِمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ فَنُبِّهُوْا عَلٰى
اَنَّ هٰذَا الْمِنَحَ وَالْاَلْطَافَ بِوَاسِطَةِ نَبِىِّ الرَّحْمَةِ وَ
بَرَكَاتِ مُتَابَعَتِهٖ فَالْتَفَتُوْا فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِىْ حَرَمِ
الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ مُسَلِّمِيْنَ بِقَوْلِهٖ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ (۱)

(اہل معرفت کے طریق پر ہم یہاں یہ گفتگو کر رہے ہیں الصلوات سے مراد ارکان مخصوصہ ہیں اور پاکیزگیاں بھی اس کے لئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے) اب السلام علیک کے خطاب کی تقریر کچھ یوں ہوگی جب نمازی ملکوت کا دروازہ کھلواتے ہیں اور التحیات کے ذریعے حرم میں جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو ان کی آنکھیں ٹھنڈک پاتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز، اے بلال نماز کے ذریعے ہمیں آرام دو۔ تو نمازی اللہ کی حمد وثناء اور مزید لطف کے طلبگار ہوتے ہیں تو انہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ لطف وکرم اس نبی رحمت پر ان کی غلامی اور واسطہ کے طفیل ہوا ہے وہ متوجہ ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں اپنے

(۱) الحرز الثمین شرح حصن الحصین، ۲۷۰

حبیب کے حرم میں موجود ہیں تو وہ یوں سلام عرض کرتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ)

۹۔ عارف کامل شیخ شہاب الدین سہروردی نمازی کو یہ کلمات کہتے وقت ادب کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں

وَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِىِّ ﷺ وَيُمَثِّلُهٗ بَيْنَ عَيْنَىْ قَلْبِهٖ (۱)

(نمازی اپنے نبی ﷺ کو سلام عرض کرتے ہوئے آپ کو دل کی آنکھوں کے سامنے محسوس کرے)

۱۰۔ امام الاولیاء امام ابو العباس احمد بن عطاء اللہ سکندری (ت، ۹۰۷) (جن کے علم ومعرفت پہ تمام اولیاء اور محدثین کا اتفاق ہے) اپنی کتاب تاج العروس میں نماز ادا کرنے والے کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں

اِذَا دَخَلْتَ فِى الصَّلٰوةِ فَاِنَّكَ تُنَاجِى اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَ
تَعَالٰى وَ تُكَلِّمُ رَسُوْلَهٗ ﷺ ، لِاَنَّكَ تَقُوْلُ اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَلَا يُقَالُ
اَيُّهَا الرَّجُلُ عِنْدَ الْعَرَبِ اِلَّا لِمَنْ يَكُوْنُ حَاضِرًا (۲)

(جب تم نماز میں داخل ہوتے ہو تو تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مناجات ودعا اور اس کے رسول ﷺ سے ہم کلام ہو رہے ہوتے ہو کیونکہ تم کہہ رہے ہوتے ہو اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت وبرکات کا نزول ہو اور عربوں کے ہاں ایھا الرجل اسے ہی کہا جاتا ہے جو سامنے موجود ہو)

۱۱۔ علامہ محقق دوانی اس کی تائید میں کہتے ہیں

"وتحقیق دریں مقام آں است کہ باطباق اصحاب نظر وبرھان واتفاق ارباب شھود وعیان نخستیں گوھریکہ بامر کن فیکون بوسیلہ قدرت وارادہ بیچون از دریائے غیب مکنون بساحل شھادت آمد جوھر بسیط نورانی بود کہ بعرف حکماء آنرا عقل اول خوانند تعبیر ازاں بقلم اعلی رختہ واکابر آئمہ کشف وتحقیق آنرا حقیقت محمدیہ خوانند وآں جوھر نورانی خود را مبدع خود را او ہرچہ

(۱) عوارف المعارف، ۲۱۸ (۲) تاج العروس، ۲۸

از مبدع بتوسط صادر توانده شد از افراد موجودات چنانکه بود ست و خواند بود و دید انست و تمام حقائق اعیان بر سبیل انطوائے علمی در حقیقت او مندرج و مندمج بود ھم چناں دانہ مشتمل است بنوع از اشتمال بر اغصان و حدائق و اثمار موجودات در معاد عینی بر تلوھماں ترتیب کہ در آں جوھر مستکن است از قوت مظہر فعل از کتم غیب بقضائے شھودی آیند یمحو اللہ مایشاء ویثبت و عندہ ام الکتاب‘‘ (۱)

(اس مقام پر تحقیق کلام یہ ہے کہ تمام اصحاب نظر و برہان اور ارباب شہود و عیاں اس بات پر متفق ہیں کہ ’’بوسیلہ قدرت و ارادہ خدائے قدوس امر کن فیکون‘‘ سے سب سے پہلے جو گوہر مقدس دریائے غیب مکنون سے ساحل شہود پر آیا وہ جوہر بسیط نورانی تھا جسے عرف حکماء میں عقل اول کہا جاتا ہے اور بعض احادیث میں قلم اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اکابر آئمہ کشف و تحقیق اسے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں، اس جوہر نورانی نے اپنے کو اور ان تمام افراد موجودات کو موجود بتوسط کیا جو اس جوہر نورانی کے خالقِ بے مثال سے صادر ہو سکتے ہیں جس طرح وہ افراد موجودات پہلے تھے اور اب ہیں اور اب آئندہ ہونگے سب کو جملہ کیفیات کے ساتھ بتمام وکمال جان لیا اور تمام حقائق موجودات بطور نوائے علمی اس جوہر حقیقت محمدی نورانی میں مندرج اور مخفی ہیں۔ جس طرح دانہ ایک خاص طریقہ سے شاخوں، پتوں اور پھل پر مشتمل ہوتا ہے۔ کل افراد موجودات اسی ترتیب کے موافق اس جوہر بسیط نورانی میں پوشیدہ ہیں کمیں گاہ قوت سے جلوہ گاہ اور سر پردہ غیب سے میدان شھود میں بصورت مراد خارجیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اُم الکتاب اس کے پاس ہے)

۱۲۔ پیشوائے اہل حدیث نے بھی یہی لکھا ہے

(۱) اخلاق جلالی۔ ۶۵۲

علامہ صدیق حسن خان بھوپالی (جو اہل حدیث حضرات کے ہاں امام کا درجہ رکھتے ہیں) نے جو کچھ اس مقام پر لکھا وہ بھی اس کی تائید کر رہا ہے۔ ان کے الفاظ تقریباً شیخ عبدالحق محدث دہلوی والے ہی ہیں

’’آن حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادات و نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است و بعضی از عرفاء قدس سرھم گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلاۃ والسلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت ﷺ در ذوات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شھود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت منور و فائض گردد آری شعر در راہ عشق قرب و بعد نیست بیمسنت عیاں و دعائے فرستمت‘‘ (۱)

(حضور ﷺ ہمیشہ تمام احوال و واقعات میں مسلمانوں کے نصب العین عبادات گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں خصوصاً حالت عبادات میں کیونکہ اس موقعہ پر نورانیت وقوی انکشاف بہت ہوتے ہے بعض اہل معرفت قدس سرہم فرماتے ہیں کہ السلام علیك ایھا النبی خطاب کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کائنات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ایک ایک فرد میں جاری و ساری اور جلوہ گر ہے تو حضور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور تشریف فرما ہیں تو نمازی کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیے اور اس مشاہدہ سے غافل نہیں رہنا چاہئے تا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے نور سے منور و مستفیض ہوا جا سکے تو یہ شعر یاد کر لو عشق کی راہ میں دور و نزدیک ہوتا ہی نہیں اے محبوب میں تجھے دیکھ رہا ہوں اور تجھ سے عرض کر رہا ہوں)

ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ آج ہمیں ضدیں اور آپس کی لڑائیاں لے ڈوبی ہیں اگر ہم اپنے بزرگوں کو پڑھتے تو ہم کبھی بھی اس طرح فتوی بازی نہ کرتے

(۱) مسک الختام شرح بلوغ المرام، ۱، ۲۴۴

۱۳۔ **صاحب تبلیغی نصاب:**

صاحب تبلیغی نصاب مولانا زکریا سہارنپوری (ت۔ ۱۴۰۲) نے بھی اس حقیقت کو یوں آشکار کیا۔

وَعَلٰى هٰذَا التَّوْجِيهِ فَالْكَافُ إِبْقَاءٌ لِلْحِكَايَةِ عَلٰى أَصْلِهَا وَلٰكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يَقْصِدَ بِكَلَامِهِ هٰذَا حِينَئِذٍ الْإِنْشَاءَ لَا مُجَرَّدَ الْحِكَايَةِ فَعُلِمَ بِهٰذَا أَنَّ لِلْمَشَائِخِ فِي تَوْجِيهِ الْخِطَابِ ثَلٰثَةَ أَقْوَالٍ مُجَرَّدُ الْإِتِّبَاعِ وَكَوْنُ الْحَبِيبِ فِي حَرِيمِ الْحَبِيبِ وَحِكَايَةُ مَا فِي الْمِعْرَاجِ عَلٰى طَرِيقِ الْإِنْشَاءِ (۱)

(اس توجیہ پر کافِ خطاب، حکایت کو اس کی اصل پر باقی رکھنے کے لئے ہے کہ اس وقت نمازی ان الفاظ میں انشاء سلام کا قصد وارادہ کرے محض حکایت کا ارادہ ہرگز نہ ہو اس سے معلوم ہوگیا کہ خطاب کی توجیہ میں مشائخ کے تین اقوال ہیں محض اتباع، حبیب کریم کا حریم حبیب میں موجود ہونا اور بطریق انشاء واقعہ معراج کی حکایت کرنا)

۱۴۔ اقوال کا اختتام امام فخر الدین رازی (ت: ۶۰۶) کے ان جملوں پر کرتے ہیں۔ تشہد نماز کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

ثُمَّ فِي هٰذَا الْمَقَامِ يَصْعَدُ نُورُ رُوحِكَ وَيَنْزِلُ نُورُ رُوحِ مُحَمَّدٍ فَيَتَلَاقَى الرُّوحَانِ، وَيَحْصُلُ هُنَاكَ الرَّوْحُ وَالرَّاحَةُ وَالرَّيْحَانُ فَلَا بُدَّ لِرُوحِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ مَحْمَدَةٍ وَتَحِيَّةٍ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ (۲)

(پھر اس مقام پر تمہارے روح کا نور بلند ہوگا اور روح محمدی کے نور کا نزول ہوگا اور دونوں روحوں میں ملاقات ہوگی اور وہاں سکون وراحت اور خوشیاں حاصل ہوں گی، تو اب سیدنا محمد ﷺ کی روح کے لیے ہماری طرف سے حمد اور تحفہ ضروری ہے تم کہو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'')

(۱) اوجز المسالک: ۱: ۶۲۵ (۲) تفسیر کبیر، جز ۱: ۲۳۶

فصل:

نماز میں سلامِ خطاب آپ ﷺ کی خصوصیت ہے

آئمہ اُمت نے تشہد میں سلامِ خطاب کی بنا پر ہی یہ تصریح کی ہے کہ نمازی کا نماز میں آپ کو بصورت خطاب سلام عرض کرنا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، یہی وجہ ہے اگر نمازی کسی اور کو نماز میں سلام کرے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے لیکن اگر آپ ﷺ کو سلام عرض نہ کرے تو نماز مسترد ہوجاتی ہے اگر یہ سلام بطور خبر و حکایت ہو جیسے مخالفین کہتے ہیں تو پھر اسے آپ ﷺ کی خصوصیت قرار دینا سوائے جہالت کے کچھ نہ ہوگا حالانکہ یہ تمام لوگ اُمت کے امام ہیں تو بالیقین ماننا پڑے گا کہ یہاں سلام بطور انشاء ہی ہے ہم یہاں چند بزرگوں کی تصریحات ذکر کئے دیتے ہیں

۱۔ امام جلال الدین سیوطی (ت۔ ۹۱۱) نے باقاعدہ آپ کی اس ''خصوصیت'' پر باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے

بَابُ اِخْتِصَاصِهِ ﷺ بِأَنَّ الْمُصَلِّيَ يُخَاطِبُهُ بِقَوْلِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَلَا يُخَاطِبُهُ سَائِرَ النَّاسِ (۱)

(حضور ﷺ کا یہ خاصہ ہے کہ نمازی دوران نماز آپ سے مخاطب ہوکر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے حالانکہ نمازی کسی اور سے مخاطب ہو نہیں سکتا)

۲۔ امام احمد بن محمد قسطلانی (ت۔ ۱۱۲۲) آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

(۱) الخصائص الکبریٰ: ۲: ۲۵۳

مِنْهَا اَنَّ الْمُصَلِّیْ یُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَلَا یُخَاطِبُ غَیْرَهٗ (۱)

(آپ کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ کی خدمت میں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کہہ کر سلام عرض کرتا ہے اور آپ کی علاوہ کسی کو مخاطب نہیں کرسکتا)

۳۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی (ت۔ ۹۴۲) آپ ﷺ کے خصائص و فضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

اَلرَّابِعَةُ وَبِاَنَّ الْمُصَلِّیْ یُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَلَا یُخَاطِبُ سَائِرَ النَّاسِ وَهُوَ ثَابِتٌ فِیْ حَدِیْثِ التَّشَهُّدِ وَ مُخَاطَبَةُ النَّبِیِّ ﷺ بِذٰلِكَ وَاجِبَةٌ عَلَی الصَّحِیْحِ (۲)

(چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں یوں مخاطب ہوکر سلام عرض کرتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ حالانکہ آپ کے علاوہ کسی اور کو نماز میں مخاطب نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات حدیث تشہد سے ثابت ہے کہ نماز میں حضور ﷺ سے مخاطب ہوکر سلام عرض کرنا صحیح قول کے مطابق لازم ہے)

۴۔ شیخ محمد شمس الحق رقمطراز ہیں

فَاِنْ قِیْلَ کَیْفَ شُرِعَ هٰذَا اللَّفْظُ وَهُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَعَ کَوْنِهٖ مَنْهِیًّا عَنْهُ فِی الصَّلٰوةِ فَالْجَوَابُ اَنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَصَائِصِهٖ ﷺ (۳)

(اگر یہ سوال کیا جائے کہ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کیسے مشروع وجائز ہوسکتا ہے حالانکہ یہ ایک انسان سے خطاب ہے اور خطاب بشر نماز

(۱) المواہب اللدنیہ۔ ۲:۶۷۶
(۲) سبل الہدی والرشاد: ۱۰۔۴۵۱
(۳) عون المعبود: ۱۔۳۲۵

میں ممنوع و ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہے)

۵۔ امام ابوحفص عمر علی المعروف ابن الملقن علیہ الرحمہ (ت، ۸۰۷) خصائص میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک خاصہ آپ ﷺ کا یہ بھی ہے

یُخَاطِبُهُ الْمُصَلِّیْ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَلَا یُخَاطِبُ سَائِرَ النَّاسِ (۱)

(نمازی ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کے کلمات کے ساتھ آپ ﷺ سے خطاب (سلام) کرسکتا ہے مگر کسی دوسرے سے مخاطب نہیں ہوسکتا)

۶۔ امام قطب الدین الخیضری (ت۔ ۸۹۰) آپ ﷺ کا یہی خاصہ مذکورہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

کَذَا قَالَهُ الشَّیْخَانِ وَ هُوَ ثَابِتٌ فِی التَّشَهُّدِ وَ مُخَاطَبَهُ ﷺ بِذٰلِكَ وَاجِبَةٌ هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ (۲)

(اسی طرح شیخین (امام رافعی ونووی) نے کہا اور یہ حدیث تشہد سے ثابت ہے اور ان کلمات سے آپ ﷺ کو سلام عرض کرنا لازم ہے اور درست رائے بھی یہی ہے)

۷۔ حضرت ملا علی قاری (ت۔ ۱۰۱۴) اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اِذْ اَجْمَعَ الْاَرْبَعَةُ عَلٰی اَنَّ الْمُصَلِّیْ یَقُوْلُ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَاَنَّ هٰذَا مِنْ خُصُوْصِیَاتِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِذْ لَوْ خَاطَبَ مُصَلٍّ اَحَدًا غَیْرَهٗ وَ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ بَطَلَتْ صَلَاتُهٗ (۳)

(۱) غایۃ السؤل فی خصائص الرسول۔ ۲۷۳
(۲) اللفظ المکرم بخصائص النبی المعظم۔ ۳۵۰
(۳) شرح الشفاء: ۲۔ ۱۱۹

(چاروں خلفاء راشدین اس پر متفق ہیں کہ نمازی ایھا النبی ہی پڑھے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ اگر نمازی کسی دوسرے شخص سے مخاطب ہوکر سلام کہے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی)

اہم نوٹ:

یادرہے یہ خصوصیت تب بنے گی جب یہ سلام بطور انشاء ہو اگر بطور حکایت ہوتو یہ خصوصیت نہیں بن سکتی بلکہ اس پر اعتراض ہی وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ اس وقت یہ خطاب ہی نہیں لیکن آپ نے دیکھ لیا ان تمام اہل علم نے واضح کیا کہ نمازی اس موقعہ پر سلام عرض کررہا ہوتا ہے چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہے لھذا نماز فاسد نہ ہوگی اگر وہ ایسا عمل کسی اور سے کرتا تو نماز فاسد ہوجائے گی جب کہ نماز حضور کو مخاطب کرکے سلام عرض کرنے سے مقبول ہوتی ہے تو نماز سے باہر اسے ناجائز کہنا اور اس سے منع کرنا سوائے جہالت کے کچھ نہیں

مزید تائید:

اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر آپ ﷺ حالتِ نماز میں یاد فرمائیں تو فی الفور حاضر ہوجانا لازم وفرض ہے اور آپ سے ہم کلامی کے باوجود نماز باطل نہیں ہوتی

امام بخاری نے صحابی رسول حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے

میں نماز ادا کررہا تھا رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے مجھے یاد فرمایا، میں فراغت کے بعد خدمت میں آیا، عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ دیر اس لیے ہوئی کہ

اِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ — میں نماز ادا کررہا ہوں

آپ ﷺ نے فرمایا

اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ تَعَالٰی اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (۱)

(۱) البخاری: ۲، ۶۴۲

(کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر فی الفور حاضر ہوجاؤ)

اسی طرح کا واقعہ امام ترمذی نے صحابی رسول حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نقل کیا (۱)

نماز کا نہ ٹوٹنا:

تمام فقہاء اُمت نے یہ تصریح کی ہے کہ ایسی صورت میں نماز باطل نہ ہوگی امام زرقانی نے اختلاف ذکر کرنے کے بعد فیصلہ دیا

اَلْمُعْتَمَدُ فِی الْمَذْھَبَیْنِ اَلصِّحَّۃُ (۲)

(دونوں مذاہب میں مختار یہی ہے کہ نماز صحیح رہے گی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے بھی اسی قول کو مختار کہا ہے (۳)

اعتراضات کا ازالہ:

کچھ لوگ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے کلمات کو بطور انشاء پڑھنا مانتے ہیں مگر وہ حضور ﷺ کی بطور علم موجودگی نہیں مانتے مثلاً شیخ سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں

یہ حکایت محض حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء ودعا ہے اس پر درمختار اور اَلدُّرُّ الْمُنْتَقٰی، عالمگیری اور اوجز المسالک کا حوالہ بھی دیا پھر اہل معرفت کا قول امام عینی اور دیگر اہلِ علم کے حوالہ سے نقل کرکے لکھا

تصوف اور تعرف کے اس شارحانہ یا عارفانہ نکتہ سے بھی ثابت ہوا کہ آں حضرت ﷺ ہر جگہ حاضرو ناظر نہیں ہوتے بلکہ نمازی کو خود کمال پیدا کرکے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حبیب کے سلام کے لیے حاضر ہونا پڑتا ہے مگر یہ مقام کتنوں کو حاصل ہے؟

جس کو خدا دے ع اس کے الطاف بہت ہیں کہ گنہگار بہت (۴)

آگے چل کر امام غزالی کا حوالہ اُحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ دے کر رقمطراز ہیں

(۱) سنن الترمذی: ۲، ۱۱۱
(۲) شرح المواهب: ۵، ۳۰۹
(۳) المظہری: ۴، ۶۴
(۴) تبرید النواظر: ۱۶۴

قارئین کرام، دل میں حاضر کرو اور تصور باندھ کا معنی تو جانتے ہی ہونگے اگر جناب رسول اللہ ﷺ حقیقی طور پر حاضر و ناظر ہیں تو دل میں حاضر کرنے اور تصور باندھنے کا کیا مطلب ہے ۔اسی طرح حقیقتاً حاضر ہونے اور دل میں حاضر کرنے کا فرق سمجھ لیجئے (۱)

مولانا کہہ رہے ہیں اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ علمی طور پر موجود ہوتے ہیں بلکہ محض تصور جماؤ اور دل کو حاضر کرو تصور کرنے اور موجود ہونے میں بڑا فرق ہے

ہماری گزارشات:

اس سلسلہ میں ہماری گذارشات یہ ہیں کہ

اہلِ علم و معرفت کی عبارات پر پہلے نظر ڈال لیتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں مثلاً تین متفقہ علماء کی آراء یہاں نقل کیے دیتے ہیں

۱۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی (ت۔ ۱۰۵۲) کے الفاظ ہیں عرفاء فرماتے ہیں

''ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت ﷺ در ذوات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائز گردد'' (۲)

(اس خطاب کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام تمام موجودات کے ذوات اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے تو حضور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں لھذا نمازی کو چاہیے کہ وہ اس معنی سے آگاہ رہے اور حضور ﷺ کے موجود ہونے سے غافل نہ ہو تا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے خوب روشن اور فیضیاب ہوجائے)

۲۔ مولانا عبدالحلیم لکھنوی کے الفاظ بھی یہی ہیں کہ تشہد میں سلام کہنے کا راز یہ ہے

(۱) تبرید النواظر: ۱۷۳

(۲) اشعۃ اللمعات: ۱۔۴۰۱

إِنَّ الْحَقِيقَةَ الْمُحَمَّدِيَّةَ كَأَنَّهَا سَارِيَةٌ فِي كُلِّ مَوْجُودٍ وَحَاضِرٌ فِي بَاطِنِ كُلِّ عَبْدٍ وَانْكِشَافُ هَذِهِ الْحَالَةِ عَلَى الْوَجْهِ الْأَتَمِّ فِي حَالَةِ الصَّلَاةِ فَحَصَلَ مَحَلُّ الْخِطَابِ (۱)

(کہ حقیقت محمدیہ ﷺ ہر وجود میں جاری و ساری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر و موجود ہے اور اس حالت کا کامل انکشاف بحالتِ نماز ہوتا ہے لھذا محل خطاب حاصل ہوگیا)

۳۔ اولیاء کے سربراہ امام ابوالعباس احمد بن عطا اللہ سکندری (ت۔۷۰۹) کے یہ الفاظ پیچھے گزرے وہ نمازیوں سے فرماتے ہیں

إِذَا دَخَلْتَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّكَ تُنَاجِي اللهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَتُكَلِّمُ رَسُولَهُ ﷺ لِأَنَّكَ تَقُولُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَلَا يُقَالُ أَيُّهَا الرَّجُلُ عِنْدَ الْعَرَبِ إِلَّا لِمَنْ يَكُونُ حَاضِرًا (۲)

(جب نماز میں داخل ہوتے ہو تو اس وقت تم اللہ تعالیٰ سے مناجات اور اس کے رسول ﷺ سے کلام کا شرف پا رہے ہوتے ہیں کیونکہ تم کہہ رہے ہوتے ہو اے نبی آپ پر سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں عربوں کے ہاں أَيُّهَا الرَّجُلُ اسے ہی کہا جاتا ہے جو موجود اور سامنے ہو)

کیا یہ عبارات آپ کی نظر سے نہیں گزریں، ان تمام میں موجود ہے کہ حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام تمام نمازیوں کے اندر موجود و تشریف فرما ہوتی ہے ہر نمازی کو اس سے آگاہ رہنا چاہیئے اور حضور سے ہم کلامی کا شرف پا کر سلام عرض کرنا چاہیے رہا یہ کہ ہر ایک کو نصیب نہیں تو اس میں قصور کس کا، نمازی کا یا حقیقت محمدیہ ﷺ کا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہم اپنے حجابات کی وجہ سے تجلیات الٰہی کا بھی ادراک نہیں کر پاتے تو اس میں کمی ہماری ہے نہ کہ تجلیاتِ الٰہیہ کی؟

(۱) السعایۃ: ۲۔۲۲۸

(۲) تاج العروس۔ ۲۸

رسول اللہ ﷺ کی روحانی موجودگی:

یہاں یہ بات بھی سامنے لانا ضروری ہے کہ درود شریف کے موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتب میں الفاظ خطاب کی حکمت لکھی ہی یہی گئی ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی روحانی طور پر موجودگی کی وجہ سے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے چند تصریحات ملاحظہ کیجئے:

۱۔ امام محمد بن عبدالرحمن سخاوی (ت ۹۰۳) نے سوال و جواب کی صورت میں یہی حکمت یوں لکھی:

وَكَذَا سُئِلَ عَنِ الْحِكْمَةِ فِي الْعُدُوْلِ عَنِ الْغَيْبَةِ اِلَى الْخِطَابِ فِيْ (عَلَيْكَ) مَعَ اَنَّ لَفْظَ الْغَيْبَةِ هُوَ الَّذِيْ يَقْتَضِيْهِ السِّيَاقُ ؟ وَاُجِيْبَ عَلٰى طَرِيْقِ الْعِرْفَانِ: بِاَنَّ الْمُصَلِّيَ لَمَّا اسْتَفْتَحَ بَابَ الْمَلَكُوْتِ بِالتَّحِيَّاتِ اُذِنَ لَهٗ فِي الدُّخُوْلِ فِيْ حَرَمِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ فَقَرَّتْ عَيْنُهٗ بِالْمُنَاجَاةِ، فَنُبِّهَ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ بِوَاسِطَةِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَبَرَكَةِ مُتَابَعَتِهٖ فَالْتَفَتَ، فَاِذَا الْحَبِيْبُ حَاضِرٌ ثُمَّ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ قَائِلاً: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ ۔۔۔ الی آخرہ (۱)

(اس طرح السلام علیک میں بھی غیب سے خطاب کی طرف عدول کی حکمت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے حالانکہ سیاق و مقام کا تقاضا الفاظ غائب ہی تھے؟ اس کا جواب بطریق معرفت یہ دیا گیا کہ نمازی تحیہ کے ذریعے ملکوتی دروازہ کھلواتا ہے اور اسے اس زندہ جاوید کی بارگاہ میں داخلہ ملتا ہے اس کی آنکھیں مناجات الٰہی سے ٹھنڈی ہوتی ہیں تو اسے آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ تمام مقامات نبی رحمت ۔۔ کے واسطے اور ان کی اتباع کی برکت سے ہیں وہ متوجہ ہوتا ہے تو حبیب خدا ﷺ کو وہاں

(۱) القول البدیع، ۱۶۳

موجود پاتا ہے تو وہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر یوں گویا ہوتا ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'')

۲۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) نے بھی یہی سوال اٹھایا

وَخُوْطِبَ الْحُضُوْرُ مَعَ اَنَّ سِيَاقَ التَّشَهُّدِ يَقْتَضِي الْغَيْبَةَ

(آپ ﷺ کو سامنے مان کر خطاب کیا جا رہا ہے حالانکہ سیاق تشہد کا تقاضا الفاظ غائب ہیں)

اور اس کے بعد اوپر والا جواب ہی نقل کیا کہ آپ ﷺ روحانی طور پر موجود ہوتے ہیں (۱)

۳۔ یہی بات شارح بخاری امام قسطلانی نے لکھی ہے (۲)

روحانی و معنوی طور پر رسول ﷺ کی جلوہ گری

مولانا موصوف تو یہ کہہ رہے ہیں فقط ذہن کو اس طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے مگر یہاں ہوتا کچھ نہیں لیکن ائمہ اُمت نے یہاں تک تصریح کر دی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ اس موقعہ پر روحانی طور پر نمازیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں لہٰذا آدمی مخاطب ہو کر سلام عرض کرتا ہے۔

۴۔ حافظ احمد بن حجر مکی (ت، ۹۷۴) نماز میں تقدیم سلام از صلوٰۃ اور ارکان نماز کی تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس مقام ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے تو آخری تشہد تو مقصود و انتہا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی اکمل اوصاف اور سب سے جامع الفاظ میں ثناء ہے جو تعظیم و خضوع الٰہی کی نسبت نماز کا مقصود ہے۔

ثُمَّ لَمَّا تَمَّ هٰذَا الْمَقَامُ اِنْتَقَلْنَا لِمَقَامِ مَنْ وَصَلَتْ لَنَا تِلْكَ الْهِدَايَةُ الْبَاهِرَةُ عَلٰى يَدَيْهِ فَابْتَدَأْنَا بِمُخَاطَبِهٖ ﷺ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى حُضُوْرِهٖ ﷺ مَعَنَا بِالْمَعْنٰى (۳)

(جب یہ مقام مکمل ہوا تو ہم اس مقام کی طرف منتقل ہوئے جن کے ہاتھوں سے ہمیں ہدایت کاملہ نصیب ہوئی تو ہم نے آپ ﷺ کو ابتداً

(۱) الدر المنضود، ۱۱۳ (۲) مسالک الحنفاء، ۳۰۶

(۳) الدر المنضود، ۱۱۶

سلام بطور خطاب عرض کیا جو اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ معنوی و روحانی طور پر ہمارے ساتھ تشریف فرما ہیں)

ان کے الفاظ، حَضُوْرُہٗ مَعَنَا بِالْمَعْنٰی (آپ روحانی طور پر ہم میں جلوہ فرما ہوتے ہیں) کو بار بار پڑھیے اور غور کیجئے وہ کیا فرما رہے ہیں کیا ہم آج ان بزرگوں کی راہ پر ہیں؟

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت، 1052) ایک مقام پر اہل معرفت کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

(خطاب از مصلی بملاحظہ شھود روح مقدس آنحضرت وسریان روح وے در ذرائر موجودات خصوصًا در ارواح مصلین است و بالجملہ دریں حال از شھود وجود آنحضرت ﷺ غافل وذاھل نباید بود بامید ورود فیوض از روح پرفتوح وے ﷺ) (۱)

(نمازی آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر سلام کہتا ہے کیونکہ آپ کی روح مقدس تشریف فرما ہوتی ہے اور تمام موجودات خصوصًا نمازیوں کے ارواح میں وہ جاری وساری رہتی ہے الغرض آپ ﷺ کی اس حالت میں موجودگی سے نمازی کو غافل اور غیر متوجہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ کی روح مبارک سے فیضان پا رہا ہے)

۶۔ اسی طرح التحیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وبعضے عرفاء از ارباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت باعتبار سریان حقیقت وی ﷺ در ذرائر موجودات واحاطۂ ذات بابرکات وی بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر وشاھد ست و درود بصیغہ خطاب در حقیقت بملاحظہ آن حضور وشھود است صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم''(۲)

(بعض اہل تحقیق عرفاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حقیقت موجودات کے ذرات میں اور آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام ممکنات کا احاطہ کیے

(۱) مدراج النبوت، ۱، ۱۳۵

(۲) تحصیل البرکات برحاشیہ اخبار الاخیار، ۳۱۶

ہوئے ہے اور وہ نمازی کی ذات میں بھی موجود و حاضر ہے تو الفاظ خطاب سے سلام بھی اس موجودگی اور تشریف فرمائی کی وجہ سے ہے اے اللہ کے رسول آپ پر صلاۃ وسلام کا نزول ہو)

دوسری گزارش:

اگر یہ محض نمازی کا تصور ہی ہوتا ہے یہاں موجود کچھ بھی نہیں تو پھر اس پر یہ مسئلہ اور سوال کیوں پیدا ہوا؟ کہ یہ سلام خطاب ہے جو نماز میں ہرگز جائز نہیں کیونکہ حالت نماز میں کسی کو سلام کہنا یا کسی کے سلام کا جواب دینا نماز کے لیے مفسد ہوتا ہے خواہ زبان سے ہو یا اشارہ سے ہو اور ادھر یہ خطاب بھی ہے اور باقاعدہ سلام عرض کیا جا رہا ہے تو نماز فاسد کیوں نہ ہو گی؟

جواب:

اس سوال کا جواب تمام اہل علم نے یہی دیا ہے کہ معاملہ ذات رسول ﷺ کو سلام کا ہے جس سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے لہٰذا اس خطاب سے نماز فاسد نہ ہو گی اس کو آپ ﷺ کی خصوصیت قرار دیا ہے چند حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

نماز میں آپ کو سلام عرض کرنا آپ کی خصوصیت ہے:

آئمہ نے تشہد کی بنا پر ہی یہ تصریح کی ہے کہ نمازی کا نماز میں آپ کو بصورت خطاب سلام عرض کرنا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، اگر نمازی کسی اور کو نماز میں سلام کرے تو نماز مسترد ہو جاتی ہے، ہم یہاں چند بزرگوں کی تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی (ت، 911) نے باقاعدہ آپ کی اس خصوصیت پر باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے۔

بَابُ اِخْتِصَاصِہٖ ﷺ بِاَنَّ الْمُصَلِّیْ یُخَاطِبُہٗ بِقَوْلِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ لَا یُخَاطِبُہٗ سَائِرَ النَّاسِ (۱)

(۱) الخصائص الکبریٰ ۲: ۲۵۳

(حضور ﷺ کا یہ خاصہ ہے کہ نمازی دوران نماز آپ کو مخاطب کر کے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے حالانکہ نمازی کسی اور کو مخاطب نہیں کر سکتا)

۲۔ امام احمد بن محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) آپ ﷺ کی اسی خصوصیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

مِنْهَا اَنَّ الْمُصَلِّيْ يُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَلَا يُخَاطِبُ غَيْرَهٗ (۱)

(آپ ﷺ کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ کی خدمت میں 'السلام علیک ایھا النبی' کہہ کر سلام عرض کرتا ہے اور آپ کے علاوہ کسی کو مخاطب نہیں کر سکتا۔)

۳۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی (ت: ۹۴۲) آپ ﷺ خصائص وفضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَلرَّابِعَةُ وَ بِاَنَّ الْمُصَلِّيْ يُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَلَا يُخَاطِبُ سَائِرَ النَّاسِ وَ هُوَ ثَابِتٌ فِيْ حَدِيْثِ التَّشَهُّدِ وَ مُخَاطَبَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِذٰلِكَ وَاجِبَةٌ عَلَى الصَّحِيْحِ (۲)

(چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں یوں مخاطب ہو کر سلام عرض کرتا ہے، 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ' حالانکہ آپ کے علاوہ کسی اور کو نماز میں مخاطب نہیں کیا جا سکتا اور یہ بات حدیث تشہد سے ثابت ہے اور نماز میں حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر سلام عرض کرنا صحیح قول کے مطابق لازم ہے) باقی حوالہ جات کی تفصیل اسی فصل میں موجود ہے

(۱) المواهب اللدنیہ،۶:۶۷۹

(۲) سبل الہدی والرشاد ۱۰:۴۵۱

اہم نوٹ:

یہاں مولانا موصوف کے یہ کلمات بھی قابل ذکر ہیں آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے بلکہ نمازی کو خود کمال پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حبیب کے سلام کے لیے حاضر ہونا پڑتا ہے مگر یہ مقام کتنوں کو حاصل ہے؟ جس کو خدا دے۔ (تبرید النواظر، ۱۶۴)

کیا اس عبارت سے یہ واضح نہیں ہو رہا ہے کہ یہ کمال اُمتی کو حاصل ہو سکتا ہے اور حضور ﷺ کے لیے یہ کمال ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

بلکہ یہی بات مولانا حسین احمد مدنی نے کھل کر لکھی ہے وہ یا رسول اللہ ﷺ کے جواز کی پانچویں صورت یوں لکھتے ہیں۔

ارباب نفوس ذکیہ اور اصحاب ارواح طاہرہ جن کے بُعد مکانی اور کثافت جسمانی اپنے عرائض کی تبلیغ سے مانع نہ ہو اس میں کوئی قباحت نہیں وہابیہ خبیثیہ یہ صورتیں نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بار ہا سنا گیا کہ وہ "اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ" کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرتیں اس خطاب اور ندا کی وجہ سے کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت کو اور جملہ صور تہائے درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و نداء کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلمین کو اس کا امر کرتے ہیں (۱)

اس پر امام العصر مولانا محمد اشرف سیالوی کا یہ اقتباس نہایت ہی قابل ملاحظہ ہے لکھتے ہیں

"ان اخلاف کو آئینہ دکھلانا منظور ہے، جو مطلقاً یا رسول اللہ کہنا حرام بلکہ شرک قرار دیتے ہیں اور دیوبندیت کے مدعی ہونے کے باوجود حقیقت میں بقول مدنی صاحب وہابیہ خبیثیہ کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں نیز یہ بھی واضح کرنا ہے کہ مدنی صاحب کے نزدیک اُمت مصطفیٰ ﷺ میں سے ارواح طاہرہ اور نفوس ذکیہ کے مالک اس مرتبہ و

(۱) الشہاب الثاقب، ۶۴، ۶۵

مقام کے مالک ہو جاتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود، بدنی اور جسمانی لباسوں اور پردوں میں ملبوس و مستور ہونے کے باوجود بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں براہ راست اپنی عرضیں اور حاجات وضروریات پیش کر سکتے ہیں اور انہیں کوئی امر مانع نہیں ہوتا۔

لیکن نبی مکرم ﷺ کے لیے کوئی ایسی صورت فکر نہیں کی کہ آپ اپنی روحانی طہارت و پاکیزگی اور تجرد و نظافت اور نورانیت کاملہ کی بناء پر دور دراز سے پکارنے والوں کی آواز سن لیں اور ان کی حاجات وضروریات معلوم کر لیں اور ان کے مشکلات و مصائب پر مطلع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا و التجا کر کے امداد و اعانت بہم پہنچائیں جس سے صاف ظاہر ہے کیونکہ (السکوت فی معرض البیان بیان ہوا کرتا ہے) کہ علمائے دیوبند نبی الانبیاء، حبیب کبریا ﷺ کے لیے ان صاف باطن و پاکیزہ روح اور منزہ نفس اُمتیوں کے برابر بھی صلاحیت واستعداد اور روحانی ونورانی قوت و طاقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔

ورنہ جائز صورتوں میں اس کا ذکر سرفہرست نہ ہوتا تو کم از کم پانچویں یا چھٹی جگہ تو ہوتا ہی سہی اس کو سرے سے نظرانداز نہ کیا جاتا بلکہ ناجائز صورتوں میں شمار نہ کیا جاتا۔

لہٰذا اس سے یہ واضح ہو گیا کہ علماء دیوبند کے نزدیک صرف ملک الموت اور شیطان ہی نہیں بلکہ اُمتی بھی قوت و طاقت اور استعداد وصلاحیت میں نبی الانبیاء اور امام المرسلین سے بڑھے ہوئے ہیں اور جن کے توسط سے اور دسترخوان جود ونوال سے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کمال حاصل کرتے ہیں اور نبوت و رسالت اور آیات و معجزات کی خیرات حاصل کرتے ہیں وہ اُمت کے بعض کاملین سے بھی کمتر مقام اور درجہ میں ہیں۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔"

ہمارا نظریہ:

جب مدنی صاحب کے اعتراف وتسلیم سے واضح ہو گیا کہ ارواح طاہرہ اور نفوس ذکیہ والے حضرات کے لیے بُعد مکانی اور کثافت جسمانی دور دراز سے عرائض پیش

کرنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے تو پھر ہم یہ عقیدہ رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ محبوبیت کے مقام پر فائز اولیاء کرام اور فرائض ونوافل کے انوار سے منور اور فراست کے نور سے بہرہ ور حضرات کو دور دراز سے پکارنا اور ان کی شان کے لائق استمداد و استعانت حاصل کرنا بالکل جائز اور صحیح ہے کیونکہ جو استعانت اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور جو چیزیں عطا کرنا اس کا خاصہ ہے وہ غیر اللہ سے طلب کرے خواہ قریب سے اور ظاہری حیات میں تو پھر بھی شرک ہے اور جو استعانت اس سے مختص نہیں، مثلاً دعاؤ التجاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے لے کر دینے کا عقیدہ تو وہ اولیاء کرام علیہم الرضوان سے جائز ہے خواہ قریب ہوں یا دور اور ظاہری حالت حیات میں ہوں یا وصال فرما چکے ہوں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انوار سے منور ہونے کے بعد ملاء اعلیٰ میں شامل ہو کر کارکنان قضاء وقدر سے بن جاتے ہیں اور ان کے لیے دوریاں اور مسافتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اور موت کی صورت میں حجاب بدن اور پردہ جسمانی کے دور ہو جانے سے روحانی قوتیں اور باطنی صلاحتیں مزید نکھر جاتی ہیں جیسا کہ کثیر حوالہ جات سے یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے۔ (1)

(1) گلشن توحید ورسالت، ۲، ۳۴۰ تا ۳۴۳

فصل:

پھر بھی بطورِ انشاء وعرض ہی پڑھیں

بعض اہل علم نے لکھا کہ نمازی ان الفاظ کو شبِ معراج کے واقعہ سے حکایت کرتے ہوئے پڑھے یعنی ان الفاظ سے سلام کہے جن کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے کیا اور وہ یہ ہیں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس سے انکار نہیں لیکن آگے انہوں نے یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ کلمات شبِ معراج والے ہی پڑھیں مگر بطور انشاء پڑھیں یعنی ان سے مقصود حضور ﷺ پر سلام ہونا چاہیے کیونکہ محض حکایت سے سلام نہیں ہوگا، چند تصریحات ملاحظہ کر لیجیے

۱۔ شیخ محمد زکریا سہارنپوری (ت، ۱۴۰۲) نے امام بجیرمی کی کتاب تحفۃ الحبیب کے حوالہ سے لکھا جب رسول اللہ ﷺ حریم کبریا، میں پہنچے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا

'اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ' تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' اس کے بعد موصوف سہارنپوری تحریر کرتے ہیں

وَعَلٰى هٰذَا التَّوْجِيْهِ فَالْكَافُ اِبْقَاءٌ لِلْحِكَايَةِ عَلٰى اَصْلِهَا وَلٰكِنْ يَنْبَغِيْ اَنْ يُقْصَدَ بِكَلَامِهٖ هٰذَا حِيْنَئِذٍ الْاِنْشَاءُ لَا مُجَرَّدُ الْحِكَايَةِ

(اس توجیہ پر کاف اپنے اصل پر حکایت ہوگا لیکن الفاظ سے مقصود اب بھی انشاء ہوگا نہ کہ محض حکایت)

اس پر فتاویٰ شامی کا حوالہ دیا کہ الفاظِ تشہد کو بطور انشاء یوں پڑھا جائے کہ آدمی محسوس کرے کہ وہ

يُحَيِّي اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلٰى نَفْسِهٖ وَلَا يَقْصُدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ عَنْهُ ﷺ (۱)

(اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیہ عرض کر رہا ہے اور حضور پر سلام اور نمازی اپنی ذات پر اور اس سے واقعہ معراج سے حکایت وخبر کا قصد نہ کیا جائے)

غزالی زمان کی گفتگو:

اس مسئلہ پر غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی (ت، ۱۴۰۶) کی علمی وتحقیقی گفتگو کا مطالعہ کیجیے۔ لکھتے ہیں

مخالفین کہتے ہیں کہ نماز میں جو ہم 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کہتے ہیں اس میں حضور ﷺ کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج میں حضور ﷺ کو مخاطب فرما کر 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' فرمایا تھا ہم اس سلام وخطاب کی حکایت کرتے ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفین کا سلامِ تشہد کو واقعہ معراج کی حکایت قرار دینا مخالفین کے اپنے اصول ومسلمات کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ علی الاطلاق کسی ایسی روایت کو نہیں مانتے جس کی سند موجود نہ ہو بخلاف ہمارے کہ ہم ابوابِ فضائل ومناقب میں ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی سند ہمارے سامنے نہ ہو مگر علماء محدثین یا فقہائے معتبرین ودیگر علمائے معتمد علیہم نے انھیں قبول کیا ہو۔

روایت کی سند ہی نہیں:

جس روایت کے پیش نظر، یہ کہا جاتا ہے کہ سلام تشہد واقعۂ معراج کی حکایت ہے اس کی کوئی سند نہیں اگر ہے تو پیش کیجیے آپ کے مولوی انور شاہ صاحب ''عرف

(۱) اوجز المسالک، ۱: ۲۶۵

شذی'' میں صفحہ ۱۳۹ پر اس روایت کے متعلق کہتے ہیں

وَلٰكِنْ لَمْ اَجِدْ سَنَدَ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ

(یعنی اس روایت کی سند میں نے نہیں پائی)

اب بتائیے بے سند روایت پر آپ کے مسلمات کی روشنی میں اس حکایت کا حکم کیسے قائم ہوگا؟

ارشاد نبوی ﷺ پڑھیے:

علاوہ ازیں بخاری شریف میں حدیث تشہد کے آخر میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک مخالفین کے اعتراض کا قلع قمع کر رہا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں

فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (۱)

(جب تم (یہ الفاظ سلام) کہہ لیتے ہو تو وہ زمین و آسماں میں اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو پہنچ جاتے ہیں)

ظاہر ہے کہ نقل و حکایت کی تقدیر پر سلام پہنچنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔ سلام پہنچنا اسی صورت میں مقصود ہے جب کہ اپنی طرف سے انشاء سلام کی نیت ہو

تحقیقی و اصولی بات:

کلام کو مختصر کرنے کے لیے ہم ایک تحقیقی بات تحریر کرتے ہیں ۔امید ہے ناظرین کرام اسے بغور ملاحظہ فرما کر حق و باطل میں امتیاز فرمائیں گے

اور وہ یہ ہے کہ جن عبارات میں سلام تشہد کا علی سبیل الحکایت ہونا وارد ہے ،وہاں مجرد حکایت مراد نہیں بلکہ حکایت علی طریق الانشاء مراد ہے یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں نبی کریم ﷺ کو 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے ساتھ مخاطب فرمایا تھا لہذا نمازی کو بھی چاہیے کہ حرم حبیب میں حبیب کو حاضر پا کر واقعہ معراج کے مطابق بہ نیت انشاء سلام نبی کریم ﷺ کو 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے ساتھ

(۱) البخاری، ۱، ۵۱۱

مخاطب کرے نہ یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت ہو اور نمازی خود اپنی جانب سے حضور ﷺ پر انشاء سلام کی نیت نہ کرے۔معاذ اللہ ایسا کہنا تمام محدثین وفقہاء بلکہ ساری اُمتِ مسلمہ کے خلاف چل کر سبیل مومنین سے اعراض کرنا اور جہنم کیطرف جانا ہے ہمارے حضرات اہل سنت مقلدین کو تو ایک طرف رکھیے، غیر مقلدوں سے پوچھیے تو وہ بھی مجرد حکایت کے قائل نہیں دیکھیے عون المعبود میں ''السلام علیك ایها النبی'' کے تحت مرقوم ہے۔

فَإِنْ قِيلَ كَيْفَ شُرِعَ هٰذَا اللَّفْظُ وَهُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَعَ كَوْنِهِ مَنْهِيًّا عَنْهُ فِي الصَّلٰوةِ فَالْجَوَابُ أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَصَائِصِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

(یعنی اگر کہا جائے کہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کیسے مشروع ہوا حالانکہ وہ خطاب بشر ہے اور خطاب بشر نماز میں جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہے)

دیکھیے اگر یہاں مجرد حکایت ہوتی تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ محض بطریق حکایت تو'' یا آدم، یا نوح، یا ابراھیم، یا موسیٰ'' حتی کہ یا ہامان بھی قرآن مجید میں وارد ہے اور وہ الفاظ قرأت قرآن کے اثنا میں نمازوں میں پڑھے جاتے ہیں اور ان کا پڑھنا مفسد صلوٰۃ نہیں۔

پھر حضور ﷺ کی خصوصیت کا قول کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کے نزدیک بھی سلام تشہد میں خطاب اور انشاء کا ہونا ضروری ہے مجرد حکایت کا قول قطعاً باطل اور مردود ہے

علیٰ ھذا القیاس علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی مضمون کو مختصر الفاظ میں ادا کیا ہے۔علامہ موصوف حضور سید عالم ﷺ کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں

وَمِنْهَا أَنَّ الْمُصَلِّيَ يُخَاطِبُهُ بِقَوْلِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَلَا يُخَاطِبُ غَيْرَهُ (۲)

(۱) عون المعبود، ۱، ۳۶۵

(۲) مواھب اللدنیہ، ۱، ۴۴۴

(یعنی نبی کریم ﷺ کی خصوصیت سے یہ امر بھی ہے کہ نمازی اپنے قول 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کے ساتھ حضور ﷺ کو خطاب کرتا ہے اور حضور ﷺ کے غیر کو خطاب نہیں کرسکتا)

فقہاءِ اُمت کے اقوال

محدثین کے بعد فقہاء کی طرف آیئے اور ان کی عبارات جلیلہ کو دیکھئے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ مجرد حکایت کا قول مردود ہے یا نہیں؟

۱۔ درمختار میں ہے:

(وَیُقْصَدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ) مَعَانِیْهَا مُرَادَةً لَّهٗ عَلٰی وَجْهِ (الْاِنْشَاءِ) كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللهَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَائِهٖ (لَا الْاِخْبَارِ) عَنْ ذٰلِكَ ذَكَرَهٗ فِی الْمُجْتَبٰی وَ ظَاهِرُهٗ اَنَّ ضَمِیْرَ عَلَیْنَا لِلْحَاضِرِیْنَ لَا حِكَایَةَ سَلَامِ اللهِ تَعَالٰی (۱)

(نمازی الفاظ تشہد سے ان معنی کا قصد کرے جو اس کی مراد ہیں اور یہ قصد علی وجہ الانشاء ہو، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کررہا ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر اور خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کررہا ہے اخبار اور حکایتِ سلام کی نیت ہرگز نہ کرے، اس کو "مجتبیٰ" میں ذکر کیا اور اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ "علینا" کی ضمیر تمام حاضرین کے لیے ہے، سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جائے، اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو)

۲۔ علامہ شامی اس کے تحت فرماتے ہیں:

(قَوْلُهٗ لَا الْاِخْبَارِ عَنْ ذٰلِكَ) اَیْ لَا یَقْصُدُ الْاَخْبَارَ وَالْحِكَایَةَ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ مِنْهُ ﷺ وَعَنِ اللهِ سُبْحَانَهٗ وَمِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ (۲)

(۱) درمختار۔۱، ۴۷۶
(۲) شامی۔۱، ۴۷۶

(مصنف کے قول (لَا الْاِخْبَار عَنْ ذٰلِكَ) کے معنیٰ یہ ہیں کہ نمازی تشہد میں اس واقعہ کی نقل وحکایت کا ارادہ نہ کرے جو معراج میں آپ ﷺ اور اللہ تعالیٰ سبحانہ اور فرشتوں سے واقع ہوا تھا)

صاحب درمختار اور علامہ شامی دونوں نے مجرد حکایت واخبار کے قول کو رد فرما کر انشاء سلام کے قصد کو متعین فرمادیا

۳۔ عالمگیری میں ہے:

وَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ یُّقْصَدَ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِیْهَا الَّتِیْ وُضِعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهٖ كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللهَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَاءِ اللهِ تَعَالٰی كَذَا فِی الزَّاهِدِیْ (۱)

(نمازی کے لیے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشاء مراد لینا اور ان کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی کریم ﷺ اور اپنی ذات واولیاء کرام پر سلام عرض کررہا ہے

۴۔ الدر المنتقی فی شرح الملتقی جلد اول ص ۱۰۰ پر ہے)

خِلَافًا لِمَا قَالَهٗ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ حِكَایَةُ سَلَامِ اللهِ لَا اِبْتِدَاءُ سَلَامٍ مِنَ الْمُصَلِّیْ

(یعنی نمازی کی یہ نیت "انشاء سلام" اس قول کے خلاف ضروری ہونی چاہیے جو بعض لوگوں نے کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہو نمازی اپنی طرف سے ابتداً سلام کی نیت نہ کرے)

ان تمام عبارات سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" میں صرف حکایت معراج کا قصد کرنا جائز نہیں بلکہ انشاء سلام اور خطاب کی نیت بھی ضروری ہے۔

۵۔ آخر میں دیوبندیوں کے ایک مقتدا کی عبارت نقل کر کے آخری حجت تمام کرتا

(۱) عالمگیری جلد۱، ۷۳

ہوں ناظرین کرام بغور ملاحظہ فرمائیں

اوجز المسالک جلد ۱ ص ۲۴۵ پر ہے

وَعَلٰی ھٰذَا التَّوْجِیْهِ فَالْکَافُ اِبْقَاءٌ لِّلْحِکَایَةِ عَلٰی اَصْلِهَا وَلٰکِنْ یَّنْبَغِیْ اَنْ یُّقْصَدَ بِکَلَامِهٖ ھٰذَا الْاِنْشَاءُ لَا مُجَرَّدُ الْحِکَایَةِ قَالَ الشَّامِیُّ وَ یَقْصُدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَھُّدِ مَعَانِیَهَا مُرَادَةً لَهٗ عَلٰی وَجْهِ الْاِنْشَاءِ کَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللّٰهَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ ﷺ وَ عَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَائِهٖ وَلَا یَقْصُدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِکَایَةَ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ عَنْهُ ﷺ اِنْتَهٰی فَعُلِمَ بِھٰذَا اَنَّ لِلْمَشَائِخِ فِیْ تَوْجِیْهِ الْخِطَابِ ثَلٰثَةُ اَقْوَالٍ مُجَرَّدِ الْاِتِّبَاعِ وَ کَوْنِ الْحَبِیْبِ فِیْ حَرِیْمِ الْحَبِیْبِ وَحِکَایَةِ مَا فِی الْمِعْرَاجِ عَلٰی طَرِیْقِ الْاِنْشَاءِ (۱)

(اس توجیہ پر ''کافِ خطاب'' حکایت کو اس کی اصل پر باقی رکھنے کے لیے ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت نمازی ان الفاظ سے انشاء سلام کا قصد کرے مجرد حکایت کا ارادہ ہر گز نہ ہو۔ علامہ شامی نے کہا کہ نمازی الفاظِ تشہد سے ان کے مرادی معنے کا انشاء کے طریقہ پر قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی کریم ﷺ اور اپنی ذات اور اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے اور اس واقعہ کی نقل و حکایت کا بالکل ارادہ نہ کرے جو حضو ﷺ سے معراج میں واقع ہوا تھا)

اس قول سے معلوم ہوا کہ خطاب کی توجیہ میں مشائخ کے تین قول ہیں۔ مجرد اتباع ،اور حبیب کا حریم حبیب میں حاضر ہونا اور انشاء کے طریق پر واقعۂ معراج کی حکایت کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ !اس عبارت سے ہمارے لکھے ہوئے مسائل بالکل واضح ہو گئے۔ سلام تشہد میں حکایت علی طریقِ الانشاء بھی ثابت ہو گیا اور توجیہ الخطاب میں فَاِذَا

(۱) اوجز المسالک جلد ۱، ۲۶۵

اَلْحَبِیْبُ فِیْ حَرِیْمِ الْحَبِیْبِ بھی مذکور ہو گیا۔ اگر مخالفین اس بیان کو عقل و انصاف کی روشنی میں پڑھیں تو انہیں ہمارے مسلک کی حقانیت میں ذرا برابر شبہ نہیں رہ سکتا

اس تمام بحث کے آخر میں اتنی بات اور عرض کر دوں کہ جب دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ نمازی کا التحیات میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کہنا اس امر پر مبنی ہے کہ دربار خداوندی میں نبی کریم ﷺ حاضر ہیں تو یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ کوئی مقام اور کوئی وقت حضور ﷺ سے خالی نہیں۔ بلکہ دن میں، رات میں، مشرق و مغرب میں، سفر و حضر میں، زمین کے کسی گوشے پر، پہاڑ کی چوٹی پر یا ریت کے ٹیلے پر، سمندر میں، ہوائی جہاز میں، جہاں کہیں اس نے نماز کی نیت باندھی فوراً دربار خداوندی میں حاضر ہو گیا اور جب وہ حریم ذات میں پہنچا تو حبیب کی حریم میں حبیب کو حاضر پایا یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضور ﷺ حاضر ملے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ کسی سے دور نہیں البتہ ہم لوگ حضور ﷺ سے اس لیے دور ہو سکتے ہیں کہ ہم اس دربار میں حاضر نہیں ہوتے

رہا یہ امر کہ ہر نمازی کو حضور ﷺ نماز میں نظر نہیں آتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری نظر کا قصور ہے۔ جن اہل بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے یہ نور عطا فرمایا ہے وہ دیکھتے ہیں ہمیں لازم ہے کہ اگر خود دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو دیکھنے والے کی بات مان لیں۔ کعبہ کو بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے مگر نماز کی نیت باندھے وقت ہر کوئی شخص کہتا ہے ''میرا منہ کعبہ شریف کی طرف'' یہ کہنا اس لیے ہے کہ کعبہ دیکھنے والوں کے قول کو تسلیم کر لیا ورنہ ہمیں بغیر دیکھے کہاں معلوم کہ کعبہ کونسی طرف ہے؟ پس اگر حضور ﷺ کے حق میں بھی عارفین کا قول تسلیم کر لیا جائے تو کونسی قباحت ہے؟

اس کے ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بحکم قرآن وحدیث نمازی پر حضور ﷺ کی اجابت فرض ہے اور حضور ﷺ سے بحالتِ نماز بولنا بھی مفسدِ صلوٰۃ نہیں حالانکہ حضور ﷺ کے علاوہ ہر شخص سے بحالت نماز بات کرنا مفسدِ صلوٰۃ ہے بلکہ اگر یوں کہہ دیا جائے کہ نماز میں حضور ﷺ سے بات کرنا واجب ہے تب بھی کوئی قباحت لازم نہیں آتی کیونکہ تشہد واجب ہے اور اسی تشہد میں ہی ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا

النَّبِیُّ ’’ بھی ہے اور ظاہر ہے کہ خطاب کے ساتھ انشاء سلام یقیناً کلام ہے تو نماز میں حضور ﷺ سے سلام وکلام کا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہونا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حضور ﷺ حرمِ حبیب میں ضرور حاضر ہیں کیونکہ غیر سے کلام کرنا اسی لیے مفسدِ صلوٰۃ ہے کہ جب غیر سے کلام کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے دربار سے اعراض ہوگا

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ دربار خداوندی سے الگ نہیں ورنہ ان کو مخاطب کرنے سے بھی حریمِ الٰہی سے اعراض ہوتا اور نماز فاسد ہو جاتی لیکن ایسا نہیں ہوتا ثابت ہوا کہ مشائخ کا حرمِ حبیب میں حبیب کو حاضر ماننا عینِ حق وصواب ہے اور جن لوگوں نے اپنی بے بصری کی بنا پر اس کا انکار کیا ہے وہ نماز کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں (۱)

---

(۱) حیات النبی، ۶۱ تا ۶۸

فصل:

تعلق والے سلام کا جواب پاتے

اسی لیے اہل علم نے یہ بھی تصریح کی کہ متعدد اہل معرفت حالت تشہد میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرتے تو رسول اللہ ﷺ اس کا جواب عنایت فرماتے اور اپنے کانوں سے سنتے ہیں اس بارے میں امام یوسف نبھانی (ت۔ ۱۳۵۰) کا اقتباس کس قدر قابل توجہ ہے۔

وَيُؤَيِّدُ سِمَاعَ النَّبِيِّ ﷺ سَلَامَ مَنْ يُّسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ بَعِيْدٍ وَ قَرِيْبٍ مَشْرُوْعِيَّةُ السَّلَامِ عَلَيْهِ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ فِي الصَّلَاةِ بِصِيْغَةِ الْخِطَابِ، اِذْ يَقُوْلُ الْمُصَلِّيْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ، فَلَوْلَمْ يَكُنْ ﷺ حَيًّا يَسْمَعُ جَمِيْعَ الْمُصَلِّيْنَ اَيْنَمَا كَانُوْا بِاِسْمَاعِ اللهِ لَهٗ ذٰلِكَ لَمَا كَانَ لِهٰذَا الْخِطَابِ مَعْنًى، بَلْ كَانَ صُدُوْرُهٗ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ اَشْبَهَ بِكَلَامِ الْمَجَانِيْنَ مِنْهُ بِكَلَامِ الْعُقَلَاءِ، فَاِنَّكَ اِذَا سَمِعْتَ مُتَكَلِّمًا يُخَاطِبُ اِنْسَانًا مَيِّتًا مِنْ عُصُوْرٍ كَثِيْرَةٍ اَوْحَيًّا وَ لٰكِنَّهٗ فِيْ بِلَادٍ بَعِيْدَةٍ تَظُنُّ اَنَّ ذٰلِكَ الْمُتَكَلِّمَ قَدِ اخْتَلَطَ عَقْلُهٗ حَتّٰى خَاطَبَ مِنْ ذِكْرٍ بِخِطَابِ الْحَاضِرِ مَعَهٗ، فَاِذَنْ لَمْ تَشْرَعْ لَنَا مُخَاطَبَةُ

النَّبِیِّ ﷺ فِی الصَّلَاۃِ بِھٰذَا الْخِطَابِ اِلَّا وَ ھُوَ یَسْمَعُھَا فِیْ حَیَاتِہٖ وَ بَعْدَ مَمَاتِہٖ ﷺ حَتّٰی اَنَّ بَعْضَ الْاَوْلِیَاءِ سَمِعُوْا عَلٰی سَبِیْلِ الْکَرَامَۃِ رَدَّہُ السَّلَامَ عَلَیْھِمْ عِنْدَ قَوْلِھِمْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ وَلَا اِسْتِحَالَۃَ فِیْ ذٰلِکَ، لِاَنَّ الَّذِیْ اَطْلَعَہٗ عَلَی الْغَیْبِ وَاَسْمَعَہٗ کَلَامَ مَنْ یُّخَاطِبُ مِنْ بَعِیْدٍ وَ قَرِیْبٍ ھُوَ اللہُ تَعَالٰی وَلَا فَرْقَ عِنْدَہٗ تَعَالٰی بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ فِیْ حَیَاتِہٖ وَ بَعْدَ مَمَاتِہٖ ﷺ، فَقَدْ صَحَّ اَنَّہٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ ﷺ لَا سِیَّمَا وَ غَلَبَۃُ الْحُکْمِ ھُنَاکَ الرُّوْحُہُ النَّیِّرَۃُ الطَّاھِرَۃُ الْمُقْتَبِسُ مِنْ نُوْرِھَا الْاَعْظَمِ جَمِیْعُ اَنْوَارِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَھِیَ لَا یَحْجُبُھَا شَیْءٌ مِّنَ الْاَکْوَانِ مَھْمَا تَبَاعَدَتِ الْاَمْکِنَۃُ وَ تَقَادَمَتِ الْاَزْمَانُ، وَلِذٰلِکَ یَسْمَعُ الْخِطَابَ مِنْ جَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَیَرُدُّ عَلٰی مَنْ اَرَادَ اللہُ کَرَامَتَہٗ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ الْعَارِفِیْنَ، مَھْمَا شَطَّ الْمَزَارُ وَ تَبَاعَدَتِ الدِّیَارُ (۱)

(رسول اللہ ﷺ پر تشہد میں بصیغۂ خطاب سلام بھیجنا اور ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ'' عرض کرنا اور شریعت مطہرہ کا اس کو حالت حیات و وصال میں مشروع قرار دینا اور قرب و بعد ہر دو حالت میں اس کو جائز ماننا ہمارے اس دعویٰ کی واضح دلیل ہے اور پہلی دلیل کی بین تائید و تصدیق کہ آپ بعید و قریب سے درود و سلام بھیجنے والے ہر شخص کا درود سلام سنتے ہیں۔ ورنہ اس خطاب کا کوئی معنی نہ ہوگا بلکہ نمازیوں سے اس کا صادر ہونا مجنون اور پاگل لوگوں کے کلام کے

(۱) شواہد الحق ۲۱۱

مشابہ ہوگا کیونکہ جو شخص بھی عرصہ دراز سے فوت شدہ شخص کو پکارے یا زندہ بھی ہو لیکن دور دراز علاقے میں موجود ہو تو لوگ اس پکارنے والے کو مخبوط الحواس اور پاگل و مجنون ہی خیال کریں گے تو شریعت مطہرہ میں زبان رسالت مآب ﷺ پر ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝﴾ کی شان کے مالک ہونے کے باوجود ایسی تعلیم و ارشاد کا جاری ہونا کیوں کر تصور کیا جاسکتا ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اس نداء و خطاب کا شرعاً جواز صرف اور صرف اسی صورت پر مبنی ہے کہ سرور کونین علیہ السلام اُمت کے سلام و درود کو قریب و بعید سے حالت حیات ظاہرہ اور برزخیہ میں سنتے ہیں بلکہ بعض اولیاء کرام نے بطور کرامت اپنے سلام ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ'' کا جواب بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے براہ راست سنا اور اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں ہے کیونکہ آپ کو غیب پر مطلع فرمانے والا اور قریب و بعید کا کلام سنانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس پر آپ کی دونوں حالتیں یکساں ہیں جبکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپ مزار اقدس میں زندہ ہیں علی الخصوص عالم برزخ میں آپ کے روح انور، نفس اطہر اور شمس حقیقت کے احکام و اثرات بدنی احکام پر غالب ہیں اور اس کے انوار تجلیات سے ہی دنیا اور آخرت کی چیزیں روشن اور مستنیر و مستفیض ہیں لہٰذا حقیقت محمدیہ اور آپ کے روح قدسیہ پر کائنات کی کوئی چیز محجوب و مستور نہیں رہ سکتی خواہ مکان کے لحاظ سے دور ہو یا زماں کے لحاظ سے سابق و مقدم ہو اس لیے آپ سب کا کلام سنتے بھی ہیں (اور سب کو جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں) اور جن کی عزت و کرامت کا اللہ تعالیٰ کو اظہار مطلوب ہوتا ہے ان کو بارگاہ نبوت کا سلام سناتا بھی ہے خواہ مزار پر انوار ان سے دور ہی ہو اور ان کے مساکن و دیار اس دربار گہر بار سے دور ہوں)

کچھ بزرگوں کے نام:

ہم یہاں کچھ ایسے خوش بخت بزرگوں میں سے کچھ کے اسماء گرامی کا تذکرہ کیے دیتے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کا مقدس جواب بھی سننا نصیب ہوتا۔

۱۔ امام عبدالوہاب شعرانی (ت، ۹۷۳) امام ابوالعباس المرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے تلامذہ سے پوچھا:

اَفِیْکُمْ اَحَدٌ اِذَا سَلَّمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ صَلَاتِہٖ سَمِعَ رَدَّہُ السَّلَامَ عَلَیْہِ بِاُذُنِہٖ

(کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو نماز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے اور وہ حضور ﷺ کا جواب اپنے کانوں سے سنے)

عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں تو فرمایا!

تَبْکُوْنَ عَلٰی قُلُوْبٍ مَحْجُوْبَۃٍ عَنِ اللّٰہِ وَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

(تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنے محجوب دلوں پر رونا چاہیے)

پھر فرمایا کہ میں دن رات رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف پاتا ہوں اگر زیارت نہ ہو تو اپنے کو فقراء میں شامل وشمار نہ کروں (۱)

۲۔ امام سید الشلی، عارف باللہ امام علی بن علوی بن عیسیٰ علوی (ت، ۵۲۷) کے بارے میں "المشرع الروی فی مناقب السادات بنی علوی" میں لکھتے ہیں کہ امام موصوف رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف پاتے اور آپ ﷺ سے مشکل مسائل میں رہنمائی لیتے۔

وَکَانَ اِذَا قَالَ فِی التَّشَهُّدِ اَوْ غَیْرِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یَسْمَعُ الْمُصْطَفٰی ﷺ وَیَقُوْلُ لَهٗ عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا شَیْخُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(اور جب یہ تشہد میں اور اس کے علاوہ آپ ﷺ کو یوں سلام عرض

(۱) سعادۃ الدارین، ۱۵۷

کرتے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو رسول اللہ ﷺ سماعت فرماتے اور سلام کے جواب سے نوازتے ہوئے فرماتے وَ عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا شَیْخُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ)

جواب سنے بغیر نہ گزرتے:

یہاں تک لکھا کہ بسا اوقات بار بار سلام عرض کرتے رہتے، عرض کیا گیا

لِمَ تُکَرِّرُہٗ فَقَالَ حَتّٰی اَسْمَعَ جَوَابَ النَّبِیِّ ﷺ (۱)

(آپ السلام علیک میں تکرار کیوں کرتے ہیں تو فرمایا تاکہ میں نبی اکرم ﷺ سے سلام کا جواب پا اور سن سکوں)

(۱) سعادۃ الدارین، ۱۵۶

فصل:

السَّلامُ عَلَيكُم خطاب ونِدا

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ 'السلام علیك' محض دعا ہے اس میں خطاب وندا کا پہلو موجود ہی نہیں ہم یہاں اشکار کیے دیتے ہیں کہ جس طرح السلام علیکم دعا کے ساتھ ساتھ خطاب وندا بھی ہے اس طرح السلام علیک میں بھی دونوں پہلو موجود ہیں مثلاً رسالتمآب ﷺ نے اُمت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو اہل قبور کو ان الفاظ سے سلام کہو

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ

(اے اہل ایمان بستی والو! تم پر سلام ہو۔ اے اہل قبور تم پر سلام ہو)

اس سے اہل علم نے ثابت کیا کہ اہل قبور برزخ میں زندہ ہوتے ہیں اور وہ اپنے زائرین کو پہچانتے، ان کا سلام سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں ورنہ ان سے الفاظِ خطاب سے سلام کہنے کا کوئی جواز ہی نہ تھا بلکہ یہ الفاظ فقط مذاق ٹھہرتے کیونکہ یہ معدوم و جماد سے خطاب قرار پاتا۔ حافظ ابن قیم (ت،۷۵۱) نے اس سلام پر اُمت کا تواتر نقل کرتے ہوئے لکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اُمتیوں کو یہ طریقہ بتایا کہ جب تم اہل قبور کو سلام کرو تو ان سے اس طرح سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے

هٰذَا خِطَابٌ لِمَنْ يَسْمَعُ وَيَعْقِلُ وَ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَكَانَ هٰذَا الْخِطَابُ بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَ الْجَمَادِ

وَالسَّلَفُ يَجْمَعُوْنَ عَلٰى هٰذَا (۱)

(اور یہ خطاب ان سے ہے جو سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خطاب معدوم اور جماد سے ہوتا حالانکہ سلف کا اس پر اجماع ہے)

اس پر شیخ سرفراز گکھڑوی نے جو لکھا وہ بھی سامنے لے آتے ہیں وہ سماعِ موتی پر دوسری دلیل دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (ت، ۵۷ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَا حِقُوْنَ (۲)

(جناب رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے (مُردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا) سلام ہو تم پر اے مومنوں کی بستی میں رہنے والو اور بلاشبہ ہم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں)

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ الْحَدِيْثَ (۳)

(آنحضرت ﷺ صحابہ کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان میں جائیں (تو ان الفاظ سے انہیں سلام کہا کریں)

اور تعلیم کے الفاظ کے بغیر نفس سلام کہنے کی ان کی روایت نسائی ج ا ص ۲۲۲، سنن الکبریٰ ۴ ص ۷۹ اور مشکوٰۃ ج ا ص ۱۵۴ میں موجود ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعاً مروی ہے (ترمذی ج ا ص ۵۲۱، وقال حسن غریب ومسند احمد ومشکوٰۃ ج ا، ص ۱۲۵) اور اسی مضمون کی روایت حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن الخصاصیہ (المتوفی ھ) سے بھی مروی ہے (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰ وقال رواتہ

---

(۱) کتاب الروح۔ ۴

(۲) (مسلم ج ا، ص ۱۲۶، ابوداود ج ۲، ص ۱۰۵ وسنن الکبریٰ ۴ ص ۷۸ ومسند ج ۲ ص ۳۰۰) ۳۰۰ ومشکوٰۃ ج ۱۰۵۹)

(۳) (مسلم ا ص ۳۱۴، ابن ماجہ ج ا ص ۱۱۲، سنن الکبریٰ ج ۴ ص ۷۹، ومسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳، وابن ابی شیبہ ۴ ص ۱۳۸ طبع ملتان وشرح السنۃ للبغوی ج ۵ ص ۴۸۶)

ثقات) اور اسی مضمون کی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مجمع بن حارثہؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۶۰) ان کی سندیں اگرچہ کمزور ہیں مگر اصولِ حدیث کی رو سے پہلی صحیح روایات کی تائید، اِن سے ہو سکتی ہے۔

ان الفاظ اور اس انداز سے مُردوں کو سلام کہنے کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ خطاب کے اہل ہیں اور سلام کہنے والوں کا سلام سنتے ہیں اسی لیے تو آنحضرت ﷺ نے خود بھی مردوں کو سلام کہا اور اُمت کو اس کی تعلیم بھی دی کہ وہ بھی جب قبرستان میں جائیں تو اس طرح ان کو سلام کیا کریں۔ اور حافظ ابن حجرؒ وَالسُّنَّةُ اَنْ يَّقُوْلَ الزَّائِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ الخ (تلخیص الحبیر ص ۱۳۷) نے اس طرح سلام کہنے کو سنت سے تعبیر کیا ہے

حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ

وَثَبَتَ عَنْهُ ﷺ لِاُمَّتِهٖ اِذَا سَلَّمُوْا عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ اَنْ يُّسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ سَلَامَ مَنْ يُّخَاطِبُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ الْمُسَلِّمُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَهٰذَا خِطَابٌ لِمَنْ يَّسْمَعُ وَيَعْقِلُ وَ لَوْ لَا هٰذَا الْخِطَابُ لَكَانُوْا بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَالْجَمَادِ وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰى هٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاٰثَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ الْحَيِّ لَهٗ وَيَسْتَبْشِرُ بِهٖ (۱)

(آنحضرت ﷺ سے اُمت کے لیے یہ حکم ثابت ہے کہ وہ جب اہلِ قبور کو سلام کرے تو اس طرح سلام کرے جس طرح مخاطب سے سلام کیا جاتا ہے سو تو سلام کہنے والا کہے اے مومنوں کی بستی میں رہنے والو تم پر سلام ہو اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا اور جانتا ہے اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو اس میں وہ ایسے ہوتے جیسے معدوم و جماد اور سلف وصالحینؒ کا اس پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ،

(۱) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۳۸

مردہ کی زیارت کے لیے آتا ہے اور اسے سلام کہتا ہے تو اس کی آواز سے مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کی آمد سے وہ خوشی محسوس کرتا ہے)

اس کے بعد انہوں نے اپنے اس دعوے کے اثبات کے لیے کئی روایات اور آثار نقل کیے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ

وَقَدْ شُرِعَ السَّلَامُ عَلَى الْمَوْتٰى وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَشْعُرْ وَلَا يَعْلَمُ بِالْمُسَلِّمِ مُحَالٌ (۱)

(بے شک مردوں پر سلام کہنا مشروع ہے، جو سلام کہنے والے کا نہ تو شعور رکھتا ہو اور نہ علم محال ہے)

اور اس بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں کہ

فَهٰذَا السَّلَامُ وَالْخِطَابُ وَالنِّدَاءُ لِمَوْجُوْدٍ يَّسْمَعُ وَيُخَاطَبُ وَيَعْقِلُ وَيَرُدُّ وَاِنْ لَّمْ يَسْمَعِ الْمُسَلِّمُ الرَّدَّ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ (۲)

(پس یہ سلام وخطاب اور نداء اس موجود کو ہے جو سنتا ہے اور اس سے خطاب کیا جا سکتا ہے اور جو سمجھتا ہے اور سلام کا جواب دے سکتا ہے اگرچہ سلام کہنے والا میت کے جواب کو نہیں سنتا اور اللہ تعالیٰ ہی خوب اور بہتر جانتا ہے)

ان صحیح احادیث اور سلف صالحینؒ کے اجماع واتفاق کے پیش نظر حافظ ابن کثیرؒ کا یہ بیان اور تشریح خالص حق ہے اور شرعی طور پر اس میں ذرہ بھر بھی افراط وتفریط نہیں ہے

ابن کثیر کی یہ عبارت الحاقی ہے؟

مؤلف ندائے حق نے ص ۱۹۲ وص ۲۹۲ میں بلاوجہ اس پر خاصا زور صرف کیا ہے کہ ابن کثیرؒ کی یہ عبارت الحاقی ہے کیونکہ یہ عبارت ابن کثیر جیسے محقق کی نہیں ہے جو مفضی الی الشرک ہے بلکہ یار لوگوں کا الحاق ہے تفسیر ابن کثیرؒ ص ۴۴۵ کے حاشیہ پر کسی خدا کے بندے نے صاف لکھ دیا ہے کہ مِنْ هٰهُنَا اِلَى الْاٰيَةِ التَّالِيَةِ

(۱) ج ۳، ص ۴۳۴

(۲) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۴

زِيَادَةٌ مِنَ النُّسْخَةِ الْمَكِّيَّةِ وَهُوَ غَيْرُ مَوْجُوْدٍ فِي النُّسْخَةِ الْاَمِيْرِيَّةِ

الله اس لکھنے والے کے درجے بلند کرے جس نے ابن کثیرؒ کے سر سے الزام اتارا۔صاحب تسکین الصدور پر تعجب ہے کہ وہ حاشیہ کی اس عبارت سے اغماض کرتے ہیں اس محشیؒ کی عبارت سے ہمیں اپنے شیخ مولانا حسین علیؒ کے قول کی تصدیق ہوجاتی ہے جوآپ نے اپنی خودنوشت تفسیر بے نظیر میں تحریر فرمایا ہے ہر نبی کو خداوند کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ خالص اللہ کو پکارو اور کتابوں میں بھی یہی حکم بھیجا۔باغیوں نے خلاف کیا اور لکھ دیا جن کو ان کا لکھا مل گیا ان کو شک پڑ گیا لیکن علماء ثقات نے بیان فرمادیا کہ یہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے ان کے بیان کرنے کے بعد جھگڑا غیر مقبول ہے وہ عذاب سے نہیں بچ سکتے اب جو شخص خلاف قرآن کے لکھا ہوا دکھا دیوے اس کو کہو یہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اگر جس کی طرف وہ نسبت کرتے ہیں وہ مقبول الٰہی ہے کہہ دو اس کی طرف کسی باغی نے نسبت کی ہے اگر آیت الٰہی کے مقابلے میں صحیح حدیث لائیں کہ مطلب اس حدیث کا آیت کے مخالف ہو تو کہہ دو کہ ہم ظاہر معنی والی آیت کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔اس کا معنی علماء کرام بیان کریں گے اگر تاویل صحیح معلوم ہو سکے تو بیان کرے نہیں تو علماء کرام کے بیان پر حوالہ کرے (۱)

الجواب:

ابن کثیر یہ عبارت لکھنے میں متفرد نہیں۔ابھی انشاء اللہ العزیز حافظ ابن قیمؒ کا حوالہ بھی آرہا ہے تفسیر ابن کثیر طبع کرنے والوں کے پیش نظر طباعت کے وقت غالباً دو نسخے تھے ایک مکیہ اور دوسرا امیریہ۔امیریہ کے نسخہ سے کاتب کی غلطی سے یہ عبارت چھوٹ گئی ہوگی۔اور ایسا ہوتا رہتا ہے اس لیے مکیہ کے نسخے سے اس عبارت کو نقل کردیا جو ابن کثیر ہی کی ہے اور اس کے الحاقی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔راقم اثیم کے پیش نظر تفسیر ابن کثیرؒ کے دو نسخے ہیں ایک وہ جس کے حاشیہ پر معالم التنزیل ہے جو مطبع المنار مصر میں طبع ہوئی اور دوسرا وہ نسخہ ہے جو معالم التنزیل کے بغیر ہے جو مطبع دار احیاء

(۱) تفسیر بے نظیر، ۸۴، ۹۴ (محصلہ ندائے حق)

الکتب العربیہ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاءہٗ نے طبع کرایا ہے ان دونوں نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے اور ان نسخوں میں مکیہ کے نسخہ پر ہی اعتماد کیا گیا ہے مؤلف مذکورہ کا یہ جواب نری دفع الوقتی ہے اور اس پر ان کا ضمیر بھی ضرور ان کو ملامت کرتا ہوگا (بشرطیکہ اجیر خاص بن کر ضمیر کہیں گروی نہ رکھ چکے ہوں) یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سلام علی القبور نہ تو شرک ہے اور نہ مفضی الی شرک ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی قبور پر سلام کہا اور اُمت کو اس کی تعلیم بھی دی' جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہو چکا ہے اور تفسیر ابن کثیرؒ کی اس مفصل عبارت میں (جو مکتبہ امیریہ میں چھوٹ گئی ہے) بھی احادیث اور آثار پر ہی بنیاد رکھی گئی ہے جہاں نہ قیاس کا دخل ہے اور نہ کسی بناوٹ وتصنع کا، اور نہ یہ قرآن کریم کے خلاف ہے اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت ﷺ ہرگز سلام علی القبور نہ کہتے اور نہ اس کی اُمت کو تعلیم دیتے۔حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل بجا ہے مگر مؤلف مذکور نرے مجذوب ہیں۔انہوں نے اس غیر متعلق حوالہ کو یہاں جوڑ دیا ہے قرآن کریم اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے خلاف جو کچھ کسی نے لکھا ہوگا وہ ضرور باغیوں نے لکھا ہوگا۔مگر نہ تو اہلِ قبور کو سلام کہنا، ان کو ممنوع طریقے سے پکارنا ہے اور نہ یہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے بلکہ یہ اس کے عین مطابق اور اس کی تعمیل ہے۔اس کے الحاقی ہونے کا وہم بھی نہیں ہوسکتا۔مؤلف مذکور نے جس کتاب کا حوالہ اپنے مزاج مبارک اور اپنی فہم کے خلاف دیکھا ہے۔بے موقع اور بے محل اور بلا ضرورت حضرت مرحوم کے اس حوالہ کو اکسیر اور امرت دھارا سمجھ کر استعمال کیا ہے

حافظ ابن قیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں کہ

وَقَدْ شَرَعَ النَّبِيُّ ﷺ لِاُمَّتِهٖ اِذَا سَلَّمُوْا عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ اَنْ يُّسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ سَلَامَ مَنْ يُّخَاطِبُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَهٰذَا خِطَابٌ لِمَنْ يَّسْمَعُ وَيَعْقِلُ وَ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَكَانَ هٰذَا

الْخِطَابُ بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَ الْجَمَادِ وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰى هٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ زِيَارَةَ الْحَيِّ لَهٗ وَيَسْتَبْشِرُ بِهٖ (۱)

(تحقیق سے آنحضرت ﷺ نے اپنے اُمتیوں کے لیے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو ان سے ایسے انداز سے سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے اور یہ خطاب ان سے ۔ہے جو سنتے اور سمجھتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خطاب معدوم اور جماد سے ہوتا حالانکہ سلف صالحینؒ کا اسی پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مردہ اس زندہ کو (آواز سے) پہچانتا ہے جو اس کی زیارت کے لیے آتا ہے اور مردہ کو اس سے خوشی بھی ہوتی ہے۔)

حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن قیمؒ اپنے دور میں موحدین کے سربراہ تھے اور جس چیز کے بارے میں ان بزرگوں کا ادنیٰ سا وہم بھی ہو جاتا کہ یہ شرک یا ذریعہ شرک ہے اس کا صاف اور صریح الفاظ میں' جاندار الفاظ میں بے باک قلم سے بلا خوف لومۃ لائم رد کر دیتے تھے اور اس میں کسی مصلحت یا خطرہ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ان موحدین حضرات کا یہ اقرار ہی نہیں بلکہ واضح عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت کرنا کہ سماع موتی حق ہے اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک شرعی دلائل کے پیش نظر اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے

امام ابو عمر بن عبد البرؒ احادیث السلام علی قبور کو ثابتہ متواترہ کہتے ہیں اور حافظ ابن قیمؒ بھی ان کے اس قول کی تائید کرتے ہیں (۲)

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

سَمَاعُ الْمَيِّتِ لِلْاَصْوَاتِ مِنَ السَّلَامِ وَالْقِرَاءَةِ حَقٌّ (۳)

---

(۱) کتاب الروح ص ۴ طبع حیدر آباد دکن
(۲) ملاحظہ ہو کتاب الروح ص ۱۲۴
(۳) اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۸۱ طبع مصر

(مردے کا سلام و قرأت کی آوازوں کو سننا حق ہے)

حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ

فَاِنَّ سَائِرَ الْاَمْوَاتِ اَيْضًا يَسْمَعُوْنَ السَّلَامَ وَالْكَلَامَ (۱)

(بے شک تمام مردے بھی سلام و کلام سنتے ہیں) (یعنی یہ سماع صرف حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہی کی خصوصیت نہیں ہے)

علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الیمانیؒ (المتوفی، ۱۱۸۲ھ) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ ۔کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

وَفِيْهِ اَنَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ بِالْمَارِّ بِهِمْ وَ سَلَامِهٖ عَلَيْهِمْ وَ اِلَّا لَكَانَ اِضَاعَةً الخ (۲)

(اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کے پاس سے گزرنے والوں اور ان کو سلام کہنے والوں کو مردے (ان کی آواز سے) پہچانتے ہیں۔ورنہ انہیں سلام کہنا ایک بے ہودہ حرکت ہوتی)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (المتوفی، ۱۳۶۳ھ) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهُمْ يَعْرِفُوْنَ الزَّائِرَ وَ يُدْرِكُوْنَ كَلَامَهٗ وَسَلَامَهٗ (۳)

اس میں اشارہ ہے کہ مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور اس کے کلام و سلام کا ادراک و شعور رکھتے ہیں

ہماری گذارش:

جب تمام اہل علم تسلیم کرتے ہیں کہ السلام علیکم کے الفاظ خطاب ہیں اور یہ

---

(۱) مرقات ج ۲ ص ۲۱۰
(۲) سبل السلام ج ۲ ص ۱۵۷ طبع مصر
(۳) فتح الملہم ج ۱ ص ۳۱۴ (سماع الموتی، ۱۵۲ تا ۱۶۱)

مخاطب ہو کر ہی کہیں جا رہے ہوتے ہیں اور یہ دعا کے ساتھ ساتھ سلام بھی ہے اور اہلِ قبور انہیں سن رہے ہوتے ہیں اگر معاملہ یوں نہ ہو تو یہ الفاظ بے کار اور مذاق بن جائیں گے تو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ''میں خطاب ماننے میں کیوں جھجک محسوس کی جاتی ہے حالانکہ یہ اس ذاتِ اقدس سے خطاب ونداء ہے جس کی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے ان تمام کو یہ سماعتیں نصیب ہوتیں ہیں

بڑے افسوس کی بات ہے کہ باقی ہر جگہ ایسے الفاظ کو خطاب اور سلام پر ہی محمول کیا جائے لیکن ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کو محض خبر یا محض دعا قرار دینا اور اسے خطاب وسلام بھی تسلیم نہ کیا جائے یہ کہاں کا انصاف ودیانتداری ہے؟

لہٰذا جو الفاظ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں تعلیم دیئے ہیں انہیں اُن کی روح کے ساتھ ماننا اور پڑھنا ہی ایمان کا تقاضا ہے تو جیسے السلام علیکم اہل قبور کو خطاب وسلام ہے اس سے کہیں بڑھ کر ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے کلمات خطاب وسلام ہیں

ہر جگہ اور ہر حال میں سلام خطاب:

مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ ہم قریب سے سننے کے قائل ہیں ہم دور سے سننا نہیں مانتے تو ہم عرض کرتے ہیں اگر دور سے سننا اور مخاطب کرنا غلط تھا تو اس کی تعلیم اللہ ورسول نے کیوں دی؟

جیسے دیگر اموات کو قریب جاکر ہی سلامِ خطاب کی تعلیم ہے ایسے ہی رسالتمآب ﷺ کے بارے میں بھی تعلیم ہوتی کہ قریب والے السلام علیک کہیں اور دور والے ایسے الفاظ سے سلام نہ کہیں، حالانکہ آپ ﷺ پر سلام، الفاظ خطاب میں ہر نمازی پر لازم کیا خواہ وہ قریب ہو یا دور، خواہ آپ کی ظاہری حیات ہو یا بعد از وصال، کسی حالت میں بھی کوئی فرق نہیں کیا تا کہ واضح ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ ہر حال میں اُمتیوں کا سلام سن سکتے ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

اسی بات کو عظیم محدث امام محمد عابد سندھی (ت، ۱۲۵۷) نے ان الفاظ میں آشکار کیا

ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' سے استدلال وتائید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فَاِنَّ اَیّ حَرْفُ النِّدَاءِ عَلٰی اَنَّ فِيْهِ مُخَاطَبَةُ الْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ وَ يُسْتَفَادُ مِنْهُ اَنَّهٗ لَا يُقْتَصَرُ فِیْ جَوَازِهٖ عَلٰی اِشْتِرَاطِ قُرْبَةٍ مِّنَ الْمَيِّتِ بَلِ الْقُرْبُ وَالْبُعْدُ سَوَاٰنِ فِیْ هٰذَا الْحُكْمِ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُصَلِّیْ كَانَ مَامُوْرًا بِهٰذَا الْقَوْلِ فِیْ تَشَهُّدِهٖ اَيْنَ كَانَ (۱)

(لفظ ای حرف نداء ہے، اس میں فوت کے بعد میت سے خطاب ہے اور اس سے یہ بھی سامنے آرہا ہے کہ خطاب ونداء کے جواز کے لیے میت کے قریب ہونا ضروری نہیں بلکہ اس میں قریب وبعید دونوں کا حکم یکساں ہی ہے اس لیے کہ نمازی کو ہر جگہ یہی الفاظ پڑھنے کا حکم ہے خواہ وہ کہیں ہو)

انہوں نے ہی رد روح کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھا

اِنَّهٗ خِطَابٌ عَلٰی قَدْرِ فَهْمِ الْمُخَاطَبِيْنَ اَنَّهٗ لَابُدَّ مِنْ رَدِّ الرُّوْحِ لِيَسْمَعَ حِكَايَتَهٗ فَكَاَنَّهٗ قَالَ اَسْمَعُهٗ تَمَامَ السِّمَاعِ وَاُجِيْبُهٗ تَمَامَ الْاِجَابَةِ (۲)

(یہ مخاطبین کے فہم وشعور کے مطابق ارشاد ہے کہ روح ایسی ضروری ہے تاکہ سلام کو سنا جاسکے گویا فرمایا میں کامل طور پر سلام سنتا ہوں اور کامل طور پر اس کا جواب دیتا ہوں)

---

(۱) التوسل واحکامہ، ۵۶

(۲) التوسل واحکامہ، ۹۳

فصل:

ایک اہم مُغالطہ کا جواب

بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ یہ اسی طرح کا معاملہ ہے جیسے دنیا میں رسول اللہ ﷺ قریب سے خود سن لیتے اور دور کی بات آپ ﷺ کی خدمت میں دوسرے ذرائع سے پہنچائی جاتی۔

ڈاکٹر خالد محمود نے یہی بات ان الفاظ میں لکھی ہے

حضور جب دنیا میں تھے تو بھی عام حالت یہ تھی کہ قریب والے کی بات سنیں اور دور کی بات سے اطلاع پائیں وفات کے بعد جب قوتِ سامعہ اسی ظاہری انداز پر ہے تو ظاہر ہے کہ قبر مبارک میں آپ قریب سے سنیں گے اور دور والے کا درود وسلام آپ کو پہنچایا جائے۔ (۱)

حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے کیونکہ قرآن وسنت نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو ایسے قوی حواس دیے ہیں کہ اگر وہ دور کی بات کو از خود سننا چاہیں تو وہ سن سکتے ہیں ان کے حواس کو دوسرے لوگوں کے حواس کی طرح ہرگز نہ سمجھا جائے ان میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر طاقت وقوت عطا کر رکھی ہے کہ کوئی دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اس حوالہ سے قرآن مجید کے یہ واقعات نہایت ہی قابل مطالعہ ہیں

ا۔ میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو پا رہا ہوں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا

(۱) مقام حیات، ۵۵۱

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا﴾ (۱)

(یہ میری قمیص لے جاؤ اسے میرے والدِ گرامی کے چہرے پر ڈالو تو ان کی بینائی لوٹ آئے گی)

جب قافلہ قمیص لے کر مصر سے چلا، تو ملکِ شام میں تشریف فرما حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے خاندان کو جمع کر کے فرمایا

﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴾ (۲)

(کہا بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ بہک گیا ہے)

۲۔ نبی علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز وگفتگو سن لی:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلے، راستہ میں چیونٹیوں کا علاقہ تھا، ان کی سربراہ نے انہیں حکم دیا تم فی الفور اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ کہیں تم کچلی نہ جاؤ، جب اس نے چیونٹیوں سے یہ بات کی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی گفتگو سنی

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾ (۳)

(تو وہ چیونٹیوں کی بات سن کر مسکرا دیے)

۳۔ بلقیس کے تخت کا لانا:

اسی سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک اُمتی کی طاقت وقوت بھی بیان کی ہے کہ ملکہ بلقیس کی آمد کے موقعہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اُمتیوں اور درباریوں سے فرمایا، بلقیس کی آمد سے پہلے اس کے تخت کا یہاں لایا جانا ضروری ہے۔

﴿اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا﴾ (۴)

(۱) یوسف: ۹۳
(۲) یوسف۔ ۹۴
(۳) النمل۔ ۱۹
(۴) النمل، ۳۸

(تم میں سے اس کا تخت کون یہاں لائے گا)

ایک جن نے عرض کیا، میں لے آتا ہوں، فرمایا کتنا وقت لگاؤ گے؟ عرض کیا

﴿ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ ﴾ (۱)

(میں لاتا ہوں آپ کے قیام سے پہلے)

فرمایا نہیں اس سے پہلے چاہیے، غور کیجیے، اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر طاقت دی ہے کیونکہ اگر ایسی طاقت ہی کسی کے پاس نہیں تو اللہ کے نبی کا یہ مطالبہ اور حکم دینا کہ جلدی چاہیے کیسے ممکن تھا تو اس پر ایک آدمی اٹھا جس کے پاس کتاب کا علم تھا عرض کرنے لگا

﴿ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ ؕ ﴾ (۲)

(میں اسے لاتا ہوں آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت سامنے پایا تو پکار اٹھے

﴿ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ ﴾ (۳)

(یہ میرے رب کا فضل ہے)

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کے ایک اُمتی کی عظمت وشان بیان کی تاکہ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ جن کی اُمت میں اسقدر عظیم قوتوں کے مالک لوگ موجود ہیں تو ان انبیاء علیہم السلام کی عظمت وشان کس قدر بلند ہوگی؟

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج ہم ان قرآنی تعلیمات سے بے بہرہ ہوکر تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اللہ والوں کی شانوں کا انکار کرتے ہوئے انہیں خصوصاً سیدالانبیاء کو دور سے سننے والا ہی نہیں مان رہے۔

حبیب خدا ﷺ کی شان اقدس

اس حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان اقدس ہے

اِنِّیۡ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ

---

(۱) النمل، ۳۹
(۲) النمل، ۴۰
(۳) النمل، ۴۰

(میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ پاتے)

یہ بھی فرمایا

اِنِّیۡ اَسۡمَعُ مَا لَا تَسۡمَعُوۡنَ

(میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے) (۱)

کہاں تک دیکھتے وسنتے ہیں

آپ ﷺ کہاں تک دیکھتے وسنتے ہیں اس کی حد بندی ہمارے مطالعہ میں نہیں اور اگر کسی کے مطالعہ میں ہے تو وہ ہمیں ضرور آگاہ کرے ہاں اس کی وسعت کے حوالہ سے کچھ ارشادات قرآن وسنت میں موجود ہیں

آسمانی آواز کا سننا

آسمان، زمین سے نوری پانچ سوسال کے فاصلہ پر ہے اس میں جو آواز پیدا ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ اسے سن لیتے ہیں، جب آپ ﷺ نے فرمایا میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے تو ساتھ ہی فرمایا

اِنِّیۡ اَسۡمَعُ اَطِیۡطَ السَّمَآءِ (۲)

(میں آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں)

یعنی آپ ﷺ نے اپنے سننے کی وسعت کی نشاندہی بھی خود فرمادی

علماء کا استدلال

جب حضرت راجز رضی اللہ عنہ کی مدد کا معاملہ سامنے آیا کہ انہوں نے مکۃ المکرمہ میں آپ ﷺ سے مدد مانگی اور فریادرسی کا عرض کیا تو آپ ﷺ نے شہر مدنیہ میں ان کی آواز وفریاد سن کران کی حاجت روائی کی

تو اس پر اہل علم نے یہی لکھا کہ یہ بات کسی اچنبے کی نہیں کیونکہ آپ تو آسمان کی آواز سن لیتے ہیں مثلاً امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) کے الفاظ ہیں

---

(۱) سنن ترمذی
(۲) سنن ابن ماجہ، ۹۰۳

لَا بُعْدَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَدْ رَوٰى اَبُوْ نُعَيْمٍ مَرْفُوْعًا اِنِّيْ لَاَسْمَعُ اَطِيْطَ السَّمَاءِ (۱)

(اس میں کوئی بُعد واعتراض نہیں کیونکہ امام ابونعیم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان عالی نقل کیا کہ میں آسمانوں کی آواز سن لیتا ہوں)

امام جلال الدین سیوطی (ت،۹۱۱) نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کائنات کے کسی گوشہ میں سلام عرض کرنے والے کا سلام خود سنتے ہیں اور اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں اس پر دلیل دیتے ہوئے جو کچھ لکھا وہ انہی کے الفاظ میں پڑھ لیجیے، لکھتے ہیں

شیخ فاکہانی کے جواب سے ایک یہ جواب سامنے آتا ہے کہ

تَكُوْنُ الرُّوْحُ كِنَايَةً عَنِ السَّمْعِ وَيَكُوْنُ الْمُرَادُ اَنَّ اللّٰهَ يَرُدُّ عَلَيْهِ سَمْعَهُ الْخَارِقَ لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ الْمُسَلِّمَ وَ اِنْ بَعُدَ قُطْرُهُ، وَ يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اِحْتِيَاجٍ اِلٰى وَاسِطَةِ مُبَلِّغٍ، وَ لَيْسَ الْمُرَادُ سَمْعَهُ الْمُعْتَادَ ـ وَقَدْ كَانَ لَهٗ ﷺ فِي الدُّنْيَا حَالَةٌ يَّسْمَعُ فِيْهَا سَمْعًا خَارِقًا لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ كَانَ يَسْمَعُ اَطِيْطَ السَّمَاءِ كَمَا بَيَّنْتُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ الْمُعْجِزَاتِ وَهٰذَا قَدْ يَنْفَكُّ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَيَعُوْدُ، لَا مَانِعَ مِنْهُ، وَحَالَتُهٗ ﷺ فِي الْبَرْزَخِ كَحَالَتِهٖ فِي الدُّنْيَا سَوَاءٌ (۲)

(روح کا لوٹانا یہ ہے کہ آپ ﷺ درود وسلام سنتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر بطور خرق عادت سماعت لوٹاتا ہے کہ آپ سلام کہنے والے کا سلام سنتے ہیں اگرچہ وہ کتنا ہی دور ہو اور پہنچانے والے کے واسطہ کے بغیر اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں اور یہاں بطور عادت سننا مراد نہیں جس طرح آپ دنیا میں خلاف عادت سن لیتے مثلاً آپ ﷺ آسمانی چرچراہٹ سنا کرتے جس کا تفصیلی ذکر ہم نے کتاب المعجزات

(۱) زرقانی علی المواہب (۲) انباء الاذکیاء، ۸۵

میں کیا ہے اور یہ حالت بعض اوقات جدا ہو سکتی ہے اور پھر لوٹ سکتی ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں اور آپ ﷺ کی برزخ میں شان وحالت دنیا کی حالت کی طرح ہے)

بصارت نبوی ﷺ کا مقام

اسی طرح آپ ﷺ کی بصارت کا مقام احادیث میں یوں آیا ہے کہ میں ساری کائنات کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ کرتا ہوں

روایت کے الفاظ ہیں

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذَا (۱)

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا میرے سامنے کر دی ہے میں اسے اور قیامت تک ہونے والے معاملات کو اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں)

اسی طرح آپ ﷺ کے دیگر حواس کی قوتوں کا ذکر احادیث میں موجود ہے

قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی قوتیں

بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ آشکار کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قوتیں، اللہ تعالیٰ کی قوت کا مظہر ہیں، اس لیے فرمایا

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ (۲)

(وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے)

دوسرے مقام پر فرمایا

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (۳)

(اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی)

جب قرآن وسنت اس سے مالا مال ہیں کہ رسالتمآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دور سے سننے اور دیکھنے کی قوت فرما رکھی ہے تو ہمیں دل وجان سے اسے تسلیم کر لینا چاہیے

(۱) کتاب الفتن، ۱، ۲ (۲) الفتح، ۱۰ (۳) الانفال، ۱۷

فصل:

کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے الفاظ تشہد بدل دیئے تھے

(ایک اہم مغالطہ کا جواب)

جواز یارسول اللہ ﷺ، کے مخالفین یہ بھی مغالطہ دیتے ہیں کہ تمہارا الفاظ تشہد، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ، سے استدلال درست نہیں کیونکہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان الفاظ میں تبدیلی کردی تھی اب وہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے بجائے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ، پڑھا کرتے تھے، ان کا یہ معمول بتا رہا ہے کہ اب یارسول اللہ کہنا جائز نہیں تبدیلی پر یہ حوالہ جات ملاحظہ کر لیجیے

امام بخاری نے کتاب الاستیذان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیثِ تشہد نقل کی جس کے آخر میں ہے ہم 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ، پڑھا کرتے

وَهُوَ بَيْنَ ظَهْرَانِيْنَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ

(جبکہ آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے جب وصال ہو گیا تو ہم السلام (بقول راوی) علی النبی کہا کرتے)

امام ابوعوانہ، السراج، جوزقی، ابونعیم اصبہانی، بیہقی اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ

(جب وصال ہو گیا تو ہم السلام علی النبی پڑھا کرتے)

انہی روایات کے پیش نظر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا

هٰذَا مَا يَقْتَضِي الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ زَمَانِهٖ ﷺ فَيُقَالُ

بِلَفْظِ الْخِطَابِ وَلَا بَعْدَهٗ فَيُقَالُ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ(۱)

(ان کا تقاضا مغایرت ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں السلام علیک اور بعد از وصال غیبت کے الفاظ پڑھا کرتے تھے)

شیخ سرفراز خاں صفدر نے یہی استدلال ان الفاظ میں ذکر کیا

لیکن اس کا کیا کریں کہ یہی اکابر حضراتِ صحابہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بجائے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے بجائے ' اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللهِ ' پڑھتے بھی تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے

۱۔ (صحیح بخاری، ج۲، ص۹۲۶) وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی تو ہم التحیات میں السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے (۲)

شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی یہی بات تحریر کی ہے ان کی عبارات کتاب میں موجود ہیں۔

ہماری گزارشات

اس اعتراض واشکال کے سلسلہ میں ہماری چند گذارشات ہیں

۱۔ بطور انشاء پڑھنے کا ثبوت

اگر اس تبدیلی کو تسلیم کرلیا جائے تو کم از کم آپ لوگوں کو یہ تو مان لینا چاہیے کہ نماز میں کلمات ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' بطور حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء ہیں کیونکہ اگر یہ کلمات بطور حکایت تھے تو صحابہ کو ان میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آتی، ان کا وصال نبوی ﷺ کے بعد انھیں تبدیل کرنا اور ان کی جگہ خطاب کے بجائے غیبت کے الفاظ ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' لانا بتا رہا ہے کہ وہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے کلمات رسول اللہ ﷺ کو بطور خطاب عرض کیا کرتے ہاں وصال کے بعد الفاظ چھوڑے کہ اب مخاطبہ دشوار ہے

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵

(۲) آنکھوں کی ٹھنڈک، ۱۷۳

یہی بات مولانا محمد انواراللہ فاروقی (ت،۱۳۳۵) نے لکھی ہے

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس سلام کو بطور انشاء کہا کرتے تھے اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے لفظِ خطاب وندا کو بدل دیا اور السلام علی النبی کہنا شروع کر دیا کیونکہ اگر یہ سلام بطور حکایت ہوتا تو بدلنے کی کچھ ضرورت نہ تھی پس یہ ثابت ہوا کہ یہ سلام انشاء ہے نہ کہ حکایت (۱)

۲۔ دور والے صحابہ کا معاملہ

پیچھے روایاتِ تشہد میں واضح طور پر آچکا ہے کہ تمام صحابہ خواہ وہ قریب ہوتے یا دور، آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ہی پڑھا کرتے یعنی دور رہنے والے صحابہ بھی وہی الفاظ پڑھا کرتے جو قریبی پڑھتے اور وہ 'السلام عليك ايها النبى' ہیں تو صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں ہی الفاظ بدل لیتے حالانکہ انھوں نے نہیں بدلے۔

اب اگر مان لیا جائے کہ صحابہ نے وصال کے بعد یہ الفاظ بدل دیئے تو اس پر اعتراض وارد ہوگا کہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں دور ہوتے ہوئے تو ان الفاظ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ سے سلام عرض کرتے حالانکہ ان کے یہی الفاظ تھے جیسے ان روایات میں صراحت ہے۔

یا وہ وصال کے بعد بھی انہی الفاظ سے سلام جاری رکھیں کیونکہ اب بھی وہ حالت ظاہری حیات کی طرح دور ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ اب بھی زندہ بلکہ پہلے سے بھی بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔

۱۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

يَلْزَمُهُمْ اَحَدُ اَمْرَيْنِ اِمَّا اَنَّهُمْ فِيْ بُعْدِ هِمْ عَنْهُ فِيْ حَيَاتِهٖ ﷺ بِنَحْوِ سَفَرٍ كَانُوْا لَا يُخَاطِبُوْنَهٗ فَيُنَافِيْ عُمُوْمَ قَوْلِهٖ كَانُوْا فِيْ حَيَاتِهٖ يَقُوْلُوْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ اِمَّا اَنَّهُمْ يُخَاطِبُوْنَهٗ فَهُوَ فِيْ حَيَاتِهٖ كَمَا حَالَ

(۱) انوار احمدی، ۲۰۲

بُعْدِ هِمْ عَنْهُ ﷺ فِيْ حَيَاتِهٖ اِذْ هُوَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ يُصَلِّيْ (۱)

(ان پر ان دو امور میں سے ایک لازم آئے گا کہ جب صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں درود پڑھتے مثلاً سفر میں تو وہ آپ کو خطاب کے الفاظ سے سلام نہ کرتے تو یہ اس قول کے عموم کے منافی ہیں کہ وہ ظاہری حیات میں السلام علیک ہی کہتے تھے اور خطاب کیا کرتے تو حالت وصال میں آپ ﷺ اس طرح ہیں جیسے وہ ان سے حالتِ حیات میں دور تھے کیونکہ آپ مزارِ انور میں زندہ اور نماز ادا فرماتے ہیں)

یعنی اگر بُعد اور دوری کا مسئلہ ہے تو چاہیے تھا ظاہری حیات میں مکۃ المکرمہ، جدہ اور دیگر شہروں اور حالتِ سفر میں مسلمان اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ سے سلام نہ عرض کیا کرتے بلکہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہتے حالانکہ تمام مسلمان واصحاب انہی کلمات سے سلام کہتے جن سے آج مسلمان کہہ رہے ہیں اگر سبب یہی ہوتا تو دور والے صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں الفاظ بدل لیتے حالانکہ انھوں نے نہیں بدلے۔

۳۔ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم ایسی جسارت کر سکتے ہیں؟

اس بارے میں تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ نماز میں کلمات تشہد، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تعلیم فرمودہ ہیں جب انھوں نے السلام علیک کی تعلیم دی ہے تو پھر کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجتہاد سے اس میں کوئی تبدیلی لا سکتے ہیں؟ صحابہ کے بارے میں ایسی بات سوچنا بھی درست نہیں بلکہ ایسا کہنے والا ان پر ظلم وزیادتی کرے گا وہ تو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے اختلاف کرنے والوں سے تاحیات گفتگو منقطع کر دیتے چہ جائیکہ وہ آپ ﷺ کی دی ہوئی تعلیم میں تبدیلی کر لیں امام ابن بلقینی نے کیا خوب بات فرمائی۔

وَ كَيْفَ تَسْقُطُ الصَّحَابَةُ صِيْغَةً عَلَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمُجَرَّدِ الرَّأْيِ وَالْاِجْتِهَادِ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ يُّظَنَّ بِهِمْ ذٰلِكَ (۲)

(۱) الدر المنضود، ۸۴

(۲) اللفظ المکرم، ۲۵۳

(صحابہ کرام ان الفاظ کو اپنے اجتہاد اور رائے سے کیسے ترک کر سکتے ہیں جن کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہو معاذ اللہ ایسا ان کے بارے میں گمان بھی نہیں کیا جا سکتا)

یعنی صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کے الفاظ و کلمات میں تبدیلی کا تصور بھی نہیں کر سکتے

الفاظ صحابہ رضی اللہ عنھم کی توجیہہ

امام ابن بلقینی نے الفاظ صحابہ 'فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ' کی خوبصورت توجیہ بھی کی کہ اس سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے الفاظ وخطاب ختم کر دیئے تھے بلکہ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم نے بعد از وصال بھی انہی الفاظ سلام کو جاری رکھا جن کی تعلیم ظاہری حیات میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دی تھی ان کے الفاظ ہیں۔

هٰذَا الَّذِیْ ذَکَرَهٗ لَیْسَ بِظَاهِرٍ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا یَتَعَیَّنُ مِنَ اللَّفْظِ اِسْقَاطُ الْخِطَابِ بَلْ مَعْنَاهُ الَّذِیْ یَظْهَرُ اَنَّ الْخِطَابَ مُسْتَمِرٌّ بَعْدَ قَبْضِهٖ ﷺ لِاَنَّهٗ حَیٌّ ﷺ فَالْمَعْنٰی ذَکَرْنَا صِیْغَةَ السَّلَامِ الَّتِیْ عَلَّمْنَاهَا فِیْ حَیَاتِهٖ لِئَلَّا یَظُنَّ ظَانٌّ اَنَّ ذٰلِكَ قَدِ انْقَطَعَ بِقَبْضِهٖ ﷺ (۱)

(جو روایات آئی ہیں ان میں تصریح نہیں اس لئے کہ ان کے الفاظ سے خطاب کا ترک ہی متعین نہیں ہوتا بلکہ ان سے یہ معنیٰ ظاہر ہو رہا ہے کہ وصال کے بعد بھی الفاظِ سلام بصورتِ خطاب ہی جاری رہے کیونکہ آپ ﷺ زندہ ہیں تو ان کا معنی یہ ہے کہ ہم انہی الفاظ سے سلام کہتے جو آپ ﷺ نے ظاہری حیات میں سکھائے تھے تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ وصال کے بعد سلام ختم ہو گیا ہے)

اگرچہ اس توجیہ پر امام قطب الدین خیضری (ت، ۸۹۴) نے اعتراض اٹھایا

(۱) اللفظ المکرم، ۳۵۲

ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ کے موافق نہیں کیونکہ وہ حیات ظاہری اور وصال میں فرق کر رہے ہیں لہٰذا اسے ایک ہی قرار نہیں دیا جا سکتا

لیکن امام خیضری کی گفتگو دیگر کتب کے الفاظ کی بنا پر ہو سکتی ہے اگر الفاظِ بخاری (جو اصح ہے) کو سامنے رکھا جائے تو امام ابن بلقینی کی گفتگو ہی قابل توجہ ہے اس کی تفصیل دوسرے مقام پر آ گئی ہے

۴۔ بعض یا تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم

کیا یہ تبدیلی بعض صحابہ نے کی یا تمام نے کی؟ اگر تمام نے کر دی تھی تو ہم یہ بات تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر تمام نے نہیں کی بلکہ بعض نے کی اور اسے دیگر نے قبول نہیں کیا بلکہ اپنی اپنی خلافت کے دوران خلفاء راشدین نے وہی کلمات تشہد سکھائے جو آج ہم پڑھتے ہیں مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف فرما کر جس تشہد کی مسلمانوں کو تعلیم دی اس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کے کلمات ہیں۔ اس اجتماع میں ہزارہا صحابہ موجود تھے کسی نے بھی اس میں اختلاف نہ کیا،

۱۔ امام قطب الدین خیضری (ت، ۸۹۴) امام ابن بلقینی کے حوالہ سے تشہد عمر رضی اللہ عنہ کی ترجیح پہ دلیل دیتے ہیں۔

اِنَّ عُمَرَ کَانَ یُعَلِّمُهُ النَّاسَ عَلَی الْمِنْبَرِ بَیْنَ ظَهْرَانِ الصَّحَابَةِ الَّذِیْنَ مِنْهُمْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ وَلَمْ یُسْمَعْ مِنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ نَکِیْرٌ فَصَارَ اِجْمَاعٌ عَلَی التَّرْجِیْحِ (۱)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن صحابہ کی موجودگی میں منبر پر جلوہ افروز ہو کر لوگوں کو تشہد کی تعلیم دی ان میں حضرت ابن مسعود بھی تھے تو کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا تو ترجیح پر اجماع ہو گیا)

۲۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری (ت، ۱۳۴۶) نے شرح سنن ابوداؤد میں لکھا

اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کے کلمات بعض صحابہ کی رائے اور اجتہاد تھا لہٰذا ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے سکھائے الفاظ ہی اولیٰ و افضل ہیں اس پر یہ دلیل بھی دی کہ"

(۱) اللفظ المکرم، ۲۵۳

وَقَدْ كَانَتِ الصَّحَابَةُ فِيْ زَمَانِهٖ ﷺ يَغِيْبُوْنَ فِيْ اَسْفَارِهِمْ فِي الْغَزَوَاتِ وَغَيْرِهَا وَلَا يَتَشَهَّدُوْنَ اِلَّا بِمَا تَعَلَّمُوْا لَفْظَ التَّشَهُّدِ بِالْخِطَابِ مِنْ رَّسُوْلِ ﷺ وَعَلٰى هٰذَا الَّذِيْ قَالُوْا بَعْدَ وَفَاتِهٖ ﷺ كَانَ يَلْزَمُ اَنْ يَّقُوْلُوْا فِيْهَا فِي التَّشَهُّدِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ فَلَمَّا لَمْ يَقُوْلُوْا ذٰلِكَ فِي الْغَيْبَةِ عَنْهُ ﷺ كَيْفَ يَجُوْزُ اَنْ يُّبَدِّلُوْا بَعْدَهٗ لَفْظَهٗ ﷺ الْخِطَابَ بِالْغَيْبَةِ (۱)

(صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں دور وغائب ہوتے مثلاً غزوات وغیرہ کے لئے سفر میں ہوتے تو وہ وہی کلماتِ تشہد بصورتِ خطاب السلام علیک پڑھتے جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھائے اگر بعد از وصال تبدیلی مان لی جائے تو لازم تھا کہ وہ اس حالت میں السلام علی النبی پڑھتے جب آپ سے حالت غیبت و دوری میں انھوں نے ایسا نہیں کیا تو اب کیسے ممکن ہے کہ صحابہ بعد از وصال الفاظِ خطاب کو الفاظِ غیبت سے بدل دیں؟)

۳۔ یہی بات بعینہ شیخ زکریا سہارنپوری (ت، ۱۴۰۲) نے ان الفاظ میں لکھی

اگر چہ روایات میں الفاظِ تشہد بصورت خطاب ہی ہیں البتہ بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر سے یہ منقول ہے کہ وہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد الفاظ غائب 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' کہا کرتے

لٰكِنَّ جُمْهُوْرَ الصَّحَابَةِ وَسَائِرَ الْفُقَهَاءِ مُتَظَافِرُوْنَ عَلَى التَّشَهُّدِ بِصِيْغَةِ الْخِطَابِ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا فِيْ حَيَاتِهٖ وَوَفَاتِهٖ ﷺ لِمَا اَنَّهٗ ثَبَتَ عَنْهُ ﷺ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَعَلَّمَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ هٰكَذَا بِدُوْنِ التَّفْرِيْقِ بَيْنَ الْحَاضِرِ مِنْهُمْ وَ الْغَائِبِ مَعَ اَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يَغِيْبُوْنَ عَنْهُ ﷺ فِي السَّرَايَا وَالْاَسْفَارِ وَلَا

(۱) بذل المجہود، ۲، ۱۱۷

يُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْحُضُوْرِ وَالْغَيْبَةِ (۱)

(لیکن جمہور صحابہ اور تمام فقہاء اُمت کلماتِ تشہد السلام علیک پر متفق ہیں اور وہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات اور وصال میں فرق نہیں مانتے کیونکہ آپ ﷺ سے یہی الفاظ ثابت اور ان کی ہی آپ نے تعلیم دی اور اس میں غائب اور حاضر کی کوئی تفریق نہیں کی حالانکہ صحابہ کرام آپ ﷺ سے دور غزوات اور سفروں میں ہوا کرتے لیکن وہ سامنے موجود اور دوری میں کوئی فرق نہیں کیا کرتے)

یعنی وہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' ہی پڑھا کرتے تھے

۴۔ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) انہی کلمات پر مشتمل تشہد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خلفاء اربعہ نے اپنے اپنے دور میں اس تشہد کی تعلیم دی لہذا ہمیں بھی اس کو اختیار کرنا چاہیے نہ کہ کسی دوسرے کو، رہا خطاب کا معاملہ تو یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ نماز کے اندر آپ ﷺ سے مخاطب ہونا جائز ہے البتہ کسی دوسرے کے لئے ایسا جائز نہیں بلکہ ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ان کے الفاظ ہیں:

اِذْ اَجْمَعَ الْاَرْبَعَةُ عَلٰى اَنَّ الْمُصَلِّيْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَاَنَّ هٰذَا مِنْ خُصُوْصِيَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذْ لَوْ خَاطَبَ مُصَلٍّ اَحَدًا غَيْرَهٗ وَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ بَطَلَتْ صَلٰوتُهٗ (۲)

(خلفائے راشدین کا اتفاق ہے کہ نمازی 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پڑھے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ اگر نمازی آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور سے مخاطب ہو کر السلام علیک کہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی)

(۱) اوجز المسالک، ۱، ۳۶۲
(۲) شرح شفاء، ۲، ۱۱۹

بعض نے بھی تبدیلی نہیں کی

یہاں یہ بات نہایت ہی اہم اور قابل توجہ ہے کہ اگر بعض نے ان الفاظ میں تبدیلی کر دی تھی تو انھوں نے ایسے مواقع پر اپنے اختلاف کا اظہار کیوں نہ کیا، پہلے آپ پڑھ چکے کہ ان اجتماعات میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما موجود تھے اور انھوں نے کہیں بھی اختلاف کا اظہار نہیں کیا جس سے یہ واضح اور آشکار ہو جاتا ہے کہ بعض نے بھی ہرگز کوئی تبدیلی نہیں کی، وہ بھی ہمیشہ انہی کلمات 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے ساتھ سلام عرض کرتے

امام ابن بلقینی نے اس تبدیلی کا انکار کرتے ہوئے خوب لکھا

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب تشہد کی تعلیم دی تو اس وقت حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما موجود تھے

وَلَمْ يُسْمَعْ مِنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ نَكِيْرٌ فَصَارَ اِجْمَاعٌ عَلَى التَّرْجِيْحِ فَتَقَرَّرَ بِذٰلِكَ اَنَّ هٰذَا لَا يَصِحُّ عَنِ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ كَيْفَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ خِلَافَتِهٖ يُعَلِّمُ النَّاسَ ذٰلِكَ عَلَى الْمِنْبَرِ بَعْدَ وَفَاةِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَوْ قُدِّرَ مُخَالِفٌ لَمْ يَقْدَحْ ذٰلِكَ فِي الْاِجْمَاعِ (۱)

(اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اعتراض نہ اٹھایا تو اب السلام علیک پر اجماع ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ یہ تبدیلی کسی سے بھی ثابت نہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق کے وصال کے بعد منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو تعلیمِ تشہد دی آپ کے اس کے عمل کے بعد کسی کا اختلاف بالفرض مان بھی لیا جائے تو اجماع میں فرق نہیں)

الغرض ایسی کوئی تبدیلی صحابہ سے ثابت نہیں وہ تمام نماز میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پڑھا کرتے

(۱) اللفظ المکرم، ۳۵۲

امام محمد عابد سندھی (ت، ۱۲۵۷) نے اس بات کو اس طرح لکھا

لَا شَكَّ اَنَّ الشَّارِعَ ﷺ عَلَّمَ لَفْظَ التَّشَهُّدِ وَقَدِ اشْتَمَلَ عَلَى الْخِطَابِ وَلَمْ يَقُلْ لَهُمْ اِنَّهُمْ يُخَالِفُوْنَ بِذٰلِكَ اللَّفْظِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مَعَ اَنَّ الْمُوْجِبَ فِي الْاِتْيَانِ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ كَانَ مَوْجُوْدًا فِيْ زَمَانِهٖ ﷺ لِغَيْبَتِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْاَسْفَارِ وَالْمَغَازِيْ وَالسَّرَايَا وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اَنَّهٗ كَانَ تَشَهُّدَ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ فِيْ تِلْكَ الْحَالَاتِ (۱)

(بلاشبہ شارع علیہ السلام نے الفاظ تشہد سکھائے اور وہ خطاب پر ہی مشتمل ہیں اور صحابہ سے یہ نہیں فرمایا کہ میرے وصال کے بعد ان الفاظ کو بدل لینا حالانکہ الفاظِ غائب لانے کا سبب آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں موجود تھا کیونکہ صحابہ سرایا، مغازی اور اسفار کی وجہ سے آپ ﷺ سے دور ہوتے لیکن کسی ایک سے بھی یہ منقول نہیں کہ انھوں نے ایسے مواقع پر الفاظ غائب پڑھے ہوں۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کو تعلیمِ تشہد

جن روایات میں تبدیلی کا ذکر ہے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہیں حالانکہ انھوں نے بھی اپنے تلامذہ تابعین کو جو تشہد سکھایا وہ وہی ہے جس کی تعلیم خود انھیں رسول ﷺ نے دی، آئمہ اُمت نے حدیث مسلسل بیان کی جس میں ہے کہ حضرت علقمہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا

اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَكَانَ يَاْخُذُ عَلَيْنَا بِالْوَاوِ وَ الْاَلِفِ وَاللَّامِ (۲)

(۱) المواہب اللطیفۃ شرح مسند ابی حنیفۃ، ۲۹۴
(۲) فتح القدیر، ۱، ۳۲۳

(رسول اللہ ﷺ نے مجھے پکڑ کر تشہد کی تعلیم دی جیسے سورۃ القران کی مجھے تعلیم دی اور حضرت ہم پر تشہد کے واو، الف اور لام تک کی حفاظت کا اہتمام کرتے)

محقق شیخ عبدالرزاق غالب مہدی نے اس کے تحت لکھا

وَهٰذَا يُسَمّٰى مِنَ الْعُلَمَاءِ الْحَدِيْثِ الْمُسَلْسَلُ وَ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (۱)

(علماء ایسی روایات کو حدیث مسلسل کہتے ہیں اور اس کی سند ہر حال میں حسن کا درجہ رکھتی ہے)

یعنی حضرت عبداللہ اپنے تلامذہ کو وہی تشہد سکھاتے جو رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا اور اس میں کوئی حرفی تبدیلی بھی برداشت نہ کرتے

دو تائیدات

اس پر ہمیں دو اور تائیدات بھی ملتی ہیں

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گفتگو

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ تشہد سکھایا اور کلمات پڑھے جن میں ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ' کے کلمات تھے حضرت ابنِ عباس نے کہا جب رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات تھی ہم ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ' کہا کرتے تھے؟

اس کے جواب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هٰكَذَا عَلَّمَنَا وَهٰكَذَا نُعَلِّمُ

(رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کی تعلیم یونہی دی ہے اور ہم اسے اسی طرح سکھایا کرتے ہیں)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس پر لکھتے ہیں

فَظَاهِرٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَهٗ بَحْثًا وَاَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ

(۱) فتح القدیر، ۱، ۳۲۳

لَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِ (۱)

(ظاہر بات یہی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بطور اعتراض یہ بات کہی مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرف توجہ ہی نہ دی)

اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں تبدیلی ہوتی تو حضرت ابن عباس کی بات کا رد نہ کرتے بلکہ اس کی تائید کرتے لیکن دیکھا انھوں نے ان کی تردید کی جو واضح کر رہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں بھی کوئی تبدیلی نہیں

۲۔ احناف کا موقف

علمائے احناف نے متعدد دلائل کی بنا پر تشہدِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہی لیا ہے وہ دیگر تشہد ابن عباس اور تشہدِ علی رضی اللہ عنھم کو نہیں لیتے، آپ کسی بھی کتاب کا مطالعہ کرلیں احناف نے تشہدِ ابن مسعود کے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان میں ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ' کے الفاظ ہی ہیں وہاں السلام علی النبی کہیں نظر نہیں آئے گا۔

اگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے الفاظِ تشہد میں تبدیلی کی ہوتی تو علماء احناف ان سے ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ' کے الفاظ کم از کم نقل نہ کرتے کیونکہ یہ تو سراپا جھوٹ بنتا ہے کہ وہ ' اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ' کا درس دیں مگر تمام آئمہ ان سے السلام علیک کے کلمات ہی نقل کریں۔

جب تعلیم ' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ ' کی ہی دیتے ہیں اور ان سے تمام اُمت نے بھی یہی نقل کیا ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ دوسری رائے شاذ ہے اسے ہرگز قبول نہ کیا جائے۔

شیخ محمد عوامہ مدنی نے حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے اس کا خلاصہ یوں ذکر کرتے ہیں:

اِنَّ هٰذَا الْقَوْلَ مِنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاِنْ صَحَّ اِسْنَادًا لٰكِنْ لَا يُعْمَلُ بِهٖ لِشُذُوْذِهٖ وَمُخَالَفَتِهٖ مَا رَوَاهُ عَامَّةُ اَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَلِمُخَالَفَتِهٖ مَا رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ مَعَ

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵۰

هٰذَا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا فَمَا هُوَ الرَّأْیُ لَهٗ دُوْنَ سَائِرِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ وَمِنْ رِوَایَةِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ دُوْنَ سَائِرِ الصَّحَابَةِ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ (۱)

(حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول اگرچہ سنداً صحیح ہے مگر اس پر عمل نہیں کیونکہ یہ شاذ ہے اور اس کے مخالف ہے جو ابن مسعود کے اکثر تلامذہ سے مروی ہے اور یہ اس کے بھی مخالف ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر تمام صحابہ سے مروی ہے صرف یہ ان کی رائے ہے نہ کہ دیگر صحابہ کی اور یہ ان کے ایک شاگرد سے مروی ہے نہ کہ ان کے دیگر خاص اور تمام شاگردوں سے)

یہی بات امام محمد عابد سندھی (ت، ۱۲۵۷) نے یوں تحریر کی ہے کہ تمام روایاتِ تشہد اس پر شاہد وعادل ہیں کہ الفاظِ تشہد شارع کی طرف سے مقرر ہیں اور صحابہ کرام نے بھی انہی کو اپنایا

وَلَمْ یَجْعَلُوْهُ مَخْصُوْصًا بِزَمَانٍ دُوْنَ زَمَانٍ فَغَایَةُ مَا یُفْهَمُ مِنْ فِعْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فِیْمَا اَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ وَغَیْرُهٗ وَ فِیْ فِعْلِ الصَّحَابَةِ الَّذِیْنَ حَکٰی عَنْهُمْ عَطَاءٌ اَنْ یَّکُوْنَ اِجْتِهَادًا مِّنْهُمْ لَا اَنَّهٗ بِتَوْقِیْفٍ مِّنَ الشَّارِعِ ﷺ (۲)

(اور صحابہ نے ان الفاظ کو کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا زیادہ سے زیادہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جسے بخاری، وغیرہ نے نقل کیا اور کچھ صحابہ سے حضرت عطاء نے نقل کیا تو یہ ان کا اجتہاد ہے نہ کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے)

(۱) حاشیۃ القول البدیع، ۱۶۴

(۲) المواہب اللطیفہ، ۱، ۲۹۴

شاذ ہونے کی وجہ

پیچھے آچکا ہے کہ صحابہ نے الفاظِ تشہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی اگر روایات میں کچھ ایسا آیا ہے تو یہ مسلمہ حقائق کے مخالف اور شاذ ہے کیونکہ

۱۔ یہ دیگر تمام صحابہ بلکہ خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت الفاظِ تشہد کے خلاف ہے کیونکہ اوپر آچکا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت تشہد میں السلام علیک کے ہی کلمات ہیں

۲۔ شارع علیہ السلام کی مخالفت

اور دوسری وجہ یہ کہ یہ شارع علیہ السلام کی تعلیم کے مخالف ہے اور کسی کے اجتہاد اور رائے کی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا حیثیت ہوسکتی ہے اگر یہ ثابت بھی ہے تو ایسا اجتہاد ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صریح تعلیم کے منافی اور مخالف ہے لہذا اسے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

امام محمد عابد سندھی کہتے ہیں اسے قبول نہ کرنے پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک اہم دلیل یہ ہے۔

مَعَ اَنَّهٗ لَا مَجَالَ لِاِجْتِهَادٍ فِیْ مُقَابَلَةِ مَا عَیَّنَهُ الشَّارِعُ ﷺ (۱)

(اس کے مقابل کسی کا اجتہاد کیسے چل سکتا ہے جس کا تعین خود رسول ﷺ نے کردیا ہے)

اس لئے پیچھے ہم نے عرض کردیا تھا کہ صحابہ کے بارے میں ہم ایسا تصور نہیں کرسکتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں تبدیلی کریں ان کے بارے میں اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو یہ اس کے اپنے ذہن کی غلطی ہے نہ کہ صحابہ کی

تو اگر روایات میں کوئی ایسی بات ملتی ہے تو اس کو شاذ ہی مانا جائے گا اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور تمام اہلِ علم نے تحقیق کرکے واضح کردیا ہے کہ ایسی کسی تبدیلی کا

(۱) المواہب اللطیفہ، ۱، ۲۹۴

کوئی ثبوت نہیں اور یہ شاذ رائے ہے اس وجہ سے تمام اُمت نے اسے قبول نہیں کیا لہذا اب کسی کا یہ لکھنا کہ صحابہ نے اس میں تبدیلی کر دی تھی دھوکہ دہی کے مترادف ہے
بعض لوگوں نے اسے سنجیدگی سے نہ لیا اور ایسے جملے لکھے کہ جن سے محسوس ہوا کہ واقعتاً بعض صحابہ نے ان کلمات کو تبدیل کر دیا تھا حالانکہ معاملہ یوں نہیں

صحیح صورت حال کیا ہے؟

بعض صحابہ کرام سے جو روایات ملتی ہیں ان کے بارے میں اہل علم نے یہ لکھا کہ ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ انہوں نے 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کے کلمات بدل کے خطاب کی جگہ الفاظِ غائب لے آئے تھے بلکہ ان روایات میں ان کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ہم نے وصالِ نبی کے بعد اس طرح سلام عرض کرنا جاری رکھا جس طرح آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں عرض کیا کرتے تھے تا کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ وصال کے بعد سلامِ خطاب ختم ہی ہو گیا ہے

۱۔ خطاب ہی جاری رہا

امام تقی الدین سبکی نے لکھا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو تو پھر وصال کے بعد آپ ﷺ پر بموقعہ "سلام" خطاب لازم نہیں ہوگا

امام ابن بلقینی اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ روایات میں جو آیا ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں صحابہ 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' اور وصال کے بعد السلام علی النبی پڑھتے تھے اس سے یہ کہاں لازم آرہا ہے کہ انہوں نے خطاب بدل دیا تھا بلکہ اس سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ وہ وصال کے بعد آپ ﷺ کو زندہ مانتے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ پر سلام جاری رکھا تو اس سے خطاب کی تبدیلی آشکار نہیں، ان کے الفاظ ہیں۔

هٰذَا الَّذِیْ ذَکَرَهٗ لَیْسَ بِظَاهِرٍ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا یَتَعَیَّنُ مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ اِسْقَاطُ الْخِطَابِ بَلْ مَعْنَاهُ الَّذِیْ یَظْهَرُ اَنَّ الْخِطَابَ مُسْتَمِرٌّ بَعْدَ قَبْضِهٖ ﷺ لِاَنَّهٗ حَیٌّ ﷺ

فَالْمَعْنٰی ذَکَرْنَا صِیْغَةَ السَّلَامِ الَّتِیْ عَلَّمْنَاهَا فِیْ حَیَاتِهٖ لِئَلَّا یَظُنَّ ظَانٌّ اَنَّ ذٰلِكَ قَدِ انْقَطَعَ بِقَبْضِهٖ ﷺ (۱)

(تبدیلی پر ان کا استدلال ان روایات سے ظاہر نہیں اس لیے کہ ان الفاظ سے ترکِ خطاب متعین نہیں بلکہ اس کا معنی ظاہر یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بھی الفاظ خطاب جاری رہے کیونکہ آپ ﷺ زندہ ہیں تو روایات کا معنی یہ ہے کہ ہم نے وہی سلام جاری رکھا جو ظاہری حیات میں ہم نے سیکھا تھا تا کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ آپ کے وصال کے بعد سلام کا انقطاع ہو گیا ہے)

۲۔ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) بخاری کے الفاظ 'قُلْنَا اَلسَّلَامُ یعنی عَلَی النَّبِیِّ' پر لکھتے ہیں کہ یہاں بالکل واضح ہے کہ 'علی النبی' کے الفاظ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ نہیں بلکہ یہ فہم راوی ہے

فَقَوْلُهٗ قُلْنَا اَلسَّلَامُ یَحْتَمِلُ اَنَّهٗ اَرَادَ بِهٖ اِسْتَمْرَرْنَا بِهٖ عَلٰی مَا کُنَّا عَلَیْهِ فِیْ حَیَاتِهٖ ﷺ (۲)

(ان کے الفاظ "ہم سلام کہتے" میں یہ احتمال ہے کہ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ہم نے وہی سلام جاری رکھا جو آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں تھا)

۳۔ مولانا انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی قول نقل کر کے لکھتے ہیں

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بعد وفات شریف کے بھی صحابہ کرام التحیات میں حضور ﷺ پر وہی سلام عرض کیا کرتے تھے جو سابق سے معین تھا یعنی 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' تا کہ خدشہ حاضرین کا نداوغیرہ کے باب میں بنظر فعل صحابہ دفع ہو جائے اور یہ بات مطابق واقع کے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فعل ایسا ہی تھا کَمَا مَرَّ اٰنِفًا

(۱) اللفظ المکرم، ۳۵۲
(۲) المرقاۃ، ۲۔۶۳۱

اس توجیہ پر ''الف لام السلام'' میں عہد کا ہو گا پس مطلب یہ ہوا کہ جب انتقال فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہا ہم نے التحیات میں وہی سلام جو اوپر مذکور ہے

اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ فَلَمَّا قُبِضَ کے جواب میں السلام پر اکتفا کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس سلام کی خبر مخاطب کو دینا منظور ہے اور اگر خطاب بدلنے کا اخبار (خبر دینا) منظور ہوتا تو پھر صرف سلام پر اکتفا نہ کرتے بلکہ غیبت کی تصریح کر دیتے

اور اگر لفظ السلام کو مقولہ قلنا کا بنائیے تو لازم آتا ہے کہ یہ صرف السلام کہتے ہوں بغیر ذکر نبی کے جو ظاہر البطلان ہے

پھر ہم نے مزید توضیح و تعیین کے لیے سلام کی تفسیر کی باعتبار مُسَلَّمٌ عَلَيْهِ (جن پر سلام ہے) کے حَيْثُ قَالَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ يعني عَلَى النَّبِي اس لئے کہ التحیات میں مسلم علیہ (جن پر سلام) تین ہیں پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعد وفات شریف کے ترک نہیں کیا ہم نے سلام کو بلکہ کہا ہم نے وہ سلام یعنی جو نبی ﷺ پر بلفظ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کہا کرتے تھے(۱)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے تائید

بلکہ اس کی تائید خود ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی سے ملتی ہے جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کلمات تشہد، 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کی تعلیم دی تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پڑھا کرتے مقصد یہ تھا کہ اب ہمیں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس طریقہ والفاظ کی خود رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی اور ہم بھی آگے یہی سکھاتے ہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے لکھا کہ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا

(۱) انوار احمدی، ۲۱۶

اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُمُ التَّشَهُّدَ فَذَكَرَهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّمَا كُنَّا نَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا كَانَ حَيًّا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ هٰكَذَا عَلِّمْنَا وَهٰكَذَا نُعَلِّمُ

(نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہی تشہد سکھایا پھر پڑھ کر بتایا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے ہم 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' آپ کی ظاہری حیات میں پڑھتے تھے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے یہی آپ ﷺ سے سیکھا ہے اور اسے ہی سکھاتے ہیں)

اس پر ابن حجر لکھتے ہیں

فَظَاهِرُهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَهُ بَحْثًا وَاَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ لَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِ (۱)

(ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بطورِ اعتراض وسوال کہی مگر ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف توجہ بھی نہ دی)

اس گفتگو سے بھی آشکار ہو رہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد از وصال نبوی الفاظ خطاب سے ہی سلام عرض کیا کرتے تھے اور 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' سے مراد یہی سلام ہے بلکہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ظاہری حیات اور وصال کی بات کی تو اسے بجائے قبول کرنے کے رد کر دیا اور کہا ان کلمات ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ نے دی ہے ہم اسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں

الغرض حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ جواب کس قدر واضح کر رہا ہے کہ وہ وصال کے بعد بھی الفاظِ خطاب ہی پڑھا کرتے تو اس سے 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' کے کلمات کی وضاحت ہو جاتی ہے

ایک اعتراض کا ازالہ

یہاں مخالفین یہ اعتراض اٹھا سکتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے اس مقام پر لکھا ہے کہ روایت ابو معمر (روایت بخاری) روایت ابو عبید اللہ (روایت سنن سعید بن منصور)

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵۰

سے اصح ہے بلکہ دوسری روایت ضعیف ہے لہٰذا روایت بخاری، فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ، کو ترجیح ہے

جواب:

ہم روایت بخاری کو اصح اور اس کی ترجیح تسلیم کرتے ہیں اس سے ہمیں ہرگز انکار نہیں اور دوسری روایت ضعیف ہے ہم اس ضعیف کی وجہ سے اصح روایت کو ترک نہیں کر رہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں تعارض وتخالف ہی نہیں بلکہ روایت بخاری میں دومعانی کا احتمال ہے

۱۔ ہم نے وہی سلام والفاظ جاری رکھے جو ظاہری حیات میں تھے

۲۔ ہم بعد از وصال الفاظِ غائب سے سلام عرض کیا کرتے تھے

جب دیگر قرائن سے پہلا احتمال متعین ہے کہ اس سے خطاب کے الفاظ سے سلام جاری رکھنا مراد ہے

تو کیا ضعیف حدیث، اصح روایت بخاری کے دومعانی میں سے کسی ایک کو متعین کرنے کا کام نہیں دے سکتی؟

اگر روایت صحیح وقوی ہے تو اسناد میں ہے نہ کہ وہ احتمال (الفاظِ غائب سے سلام) میں صحیح وقوی ہے جب اِس میں دومعانی کا احتمال موجود ہے اور روایت ضعیف سے ایک احتمال متعین ہو رہا ہے کہ ہم الفاظِ خطاب سے ہی سلام عرض کیا کرتے تھے

یہی گفتگو مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) نے ان الفاظ میں کی ہے

اگرچہ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ روایت ابو معمر کی (جس میں قولِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ ہے) اصح ہے اور روایت مناظرہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم ضعیف ہے۔

مقصود اس سے یہ ہے کہ معارضہ کی وجہ سے روایت ابی معمر کو جو بخاری میں ہے ترجیح حاصل ہو گئی مگر اس وجہ سے کہ اس کی معارض (مخالف) نہیں بلکہ معاقد (معاون) ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ضعف اس میں کچھ مضر ونقصان دہ نہیں بلکہ احد احتمالین (دو میں

سے ایک احتمال) کی ترجیح جو دوسرے قرائن سے ہو چکی ہے اس کی تائید کے لیے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ قطعاً موضوع (بناوٹی) نہیں جو بالکل بے کار کہی جائے غایۃ مافی الباب (زیادہ سے زیادہ) یہ ہے کہ روایت ایک احتمال کے معارض (مخالف) ہے پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معارضہ ضعیف کا صحیح کے ساتھ ہو کیونکہ اگر صحیح وقوی ہے تو اسناد ہے نہ وہ احتمال (۱)

دواحتمالات کا تذکرہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اصح روایت بخاری کے الفاظ یہ ہیں

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ جب وصال ہو گیا تو ہم السلام کہتے

آئمہ اُمت نے واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ اس میں ان دومعانی کا احتمال ہے

۱۔ ہم نے انہی الفاظِ خطاب میں سلام عرض کرنا جاری رکھا

۲۔ ہم نے الفاظِ خطاب ترک کر دیئے

حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) رقمطراز ہیں

فَقَوْلُهُ سَلَامٌ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ اِسْتَمْرَرْنَا عَلٰى مَا كُنَّا عَلَيْهِ فِيْ حَيَاتِهٖ وَ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ اَعْرَضْنَا عَنِ الْخِطَابِ (۲)

(حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ "السلام" میں اس معنی کا احتمال ہے کہ ہم نے اس پر عمل ہمیشگی سے کیا جو آپ کی حیات مبارکہ میں کرتے تھے اور اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ ہم نے خطاب سے اعراض کر لیا)

۲۔ یہی الفاظ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے نقل کیے ہیں)

فَقَوْلُهُ قُلْنَا سَلَامٌ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ بِهٖ اِسْتَمْرَرْنَا بِهٖ عَلٰى مَا كُنَّا عَلَيْهِ فِيْ حَيَاتِهٖ وَ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ اَعْرَضْنَا عَنِ الْخِطَابِ (۳)

---

(۱) انوار احمدی، ۶۱۲

(۲) الفتوحات الربانیہ، ۲، ۳۱۲

(۳) المرقاۃ، ۲، ۱۳۶

(ان کا قول ''ہم سلام کہتے'' میں احتمال ہے کہ اس سلام کو ہم نے جاری رکھا جو ظاہری حیات میں کہا کرتے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہم نے الفاظِ خطاب سے اعراض کرلیا تھا)

۳۔ شارح بخاری امام ابن بلقینی (ت، ۔۔۔) نے یہی بات یوں بیان کی۔ کہ ان الفاظ کا صرف ایک ہی معنی متعین نہیں کہ انہوں نے الفاظِ خطاب سے اعراض کرلیا بلکہ ان میں دونوں احتمال ہیں۔ امام سبکی نے کہا تھا کہ اگر اِن روایات کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے تو پھر معنی یہ ہوگا کہ وصال کے بعد الفاظِ خطاب لازم وواجب نہیں رہے، ان کا رد کرتے ہوئے کہا

هٰذَا الَّذِیْ ذَکَرَہٗ لَیْسَ بِظَاهِرٍ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا یَتَعَیَّنُ مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ اِسْقَاطُ الْخِطَابِ (۱)

(ان کا استدلال ظاہر نہیں اس لیے کہ روایت کے الفاظ میں ترکِ خطاب متعین نہیں)

تو یہ دلیل ہی نہیں بن سکتا

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مخالفین کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ ، سے استدلال ہی درست نہیں کیونکہ اس میں جب دو احتمال موجود ہیں تو اب اس کو دلیل بنانا ہی درست نہ ہوگا یہی بات اہل علم نے تحریر کی ہے

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے حافظ ابن حجر مکی کے حوالے سے لکھا

وَاِذَا احْتَمَلَ اللَّفْظُ لَمْ یَبْقَ فِیْهِ دَلَالَةٌ (۲)

(جب الفاظ میں دوسرے معنی کا احتمال ہے تو اب دلالت باقی نہ رہی)

اعتراض

بعض کتب احادیث مثلاً مسند ابوعوانہ میں 'اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ' کے الفاظ

(۱) اللفظ الکرم، ۳۵۳
(۲) المرقاۃ، ۲، ۶۳۱

ہیں جو واضح کر رہے ہیں کہ الفاظ خطاب بدل دیے تھے اور اس میں ایک ہی احتمال ہے نہ کہ دو۔ ہاں بخاری کی روایت میں فقط السلام ہے مگر اس کے ساتھ یعنی عَلَی النَّبِیِّ کا اضافہ موجود ہے تو آپ کیسے کہتے ہیں اس میں دو احتمال ہیں؟

جواب:

محدثین فرماتے ہیں کہ بخاری کے الفاظ سب سے اصح ہیں اور اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ صرف ''اَلسَّلَامُ ''، ہیں، عَلَی النَّبِیِّ ، فہم راوی ہے یعنی یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ نہیں۔

حافظ ابنِ حجر مکی (ت، ۹۷۴) اس معاملہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

وَقَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کُنَّا نَقُوْلُ فِیْ حَیَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ فَلَمَّا قُبِضَ ﷺ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَذٰلِكَ لِاَنَّ هٰذَا لَفْظُ اَبِیْ عَوَانَةَ وَ رِوَایَةُ الْبُخَارِیْ اَلْاَصَحُّ مِنْهَا بَیَّنَتْ اَنَّ ذٰلِكَ لَیْسَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَلْ مِنْ فَهْمِ الرَّاوِیْ عَنْهُ (۱)

(حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہ ہم آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' پڑھتے تھے جب وصال ہوا تو ہم کہتے السلام علی رسول اللہ ﷺ اور یہ ابوعوانہ کے الفاظ ہیں لیکن روایت بخاری اس سے اصح ہے جو بتا رہی ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہی نہیں بلکہ یہ کسی راوی کا فہم ہے)

یہی بات حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے انہی کے حوالہ سے یوں لکھی ہے

وَاَمَّا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کُنَّا نَقُوْلُ فِیْ حَیَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ رِوَایَةُ اَبِیْ عَوَانَةَ وَرِوَایَةُ الْبُخَارِیْ اَلْاَصَحُّ مِنْهَا بَیَّنَتْ اَنَّ ذٰلِكَ لَیْسَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ

(۱) الفتوحات الربانیہ، ۲۔۳۲۱

مَسْعُوْدٍ بَلْ مِنْ فَهْمِ الرَّاوِیْ مِنْهُ (۱)

(رہا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہ ہم آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں یہ کہا کرتے ہیں یہ ابوعوانہ کی روایت میں ہے لیکن روایت بخاری جو اس سے اصح ہے وہ بتا رہی ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہی نہیں بلکہ کسی راوی کا فہم وتشریح ہے)

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کے ثبوت پر دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

اس سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہ التحیات ہے اب رہی یہ بات کہ ابوعوانہ اور ابونعیم اور بیہقی اور ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے قولِ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر لفظ 'یعنی' کے روایت کیا ہے اس طور پر

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ

جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا تو ہم السلام علی النبی پڑھا کرتے

تو جائز ہے کہ کوئی راوی لفظ 'یعنی' کو بھول گیا ہو یا زائدہ سمجھ کر ترک کر دیا ہو کیونکہ روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک درست ہے

آگے چل کر لکھتے ہیں

اور یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہی روایت بخاری شریف میں موجود ہے تو ضروری ہے کہ فضیلت بخاری کی ملحوظ رہے اور سوائے اس کے قاعدہ مسلمہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے

كَمَا قَالَ النَّوَوِیُّ فِیْ مُقَدِّمَةِ مُسْلِمٍ زِیَادَاتُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ مُطْلَقًا عِنْدَ الْجَمَاهِیْرِ مِنْ اَهْلِ الْحَدِیْثِ وَالْفِقْهِ وَالْاُصُوْلِ

(جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں فرمایا کہ ثقہ کی طرف سے حدیث میں اضافات مطلقاً جمہور محدثین، فقہاء اور اصولین کے نزدیک مقبول ہیں)

(۱) المرقاۃ، ۲، ۳۲۱

اس اعتبار سے بھی لفظ 'یعنی' معتبر ہوا اور اگر تسلیم کیا جائے کہ لفظ 'یعنی' غلط ہے جب بھی کچھ نقصان نہیں کیونکہ وجوہات مذکورہ بالا سے جب الف ولام السلام کا عہد ہی ٹھہرا علی النبی مع متعلق صفت اس کی ہو جائے گا اور مطلب اس عبارت کا یہ ہوگا کہ بعد انتقال کے، کہا ہم نے وہی سلام جو نبی ﷺ پر ہے

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ تاویل ہے مفہومِ ظاہر عبارت یہ ہے کہ جملہ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ "مقولہ" قلنا کا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ تاویل کچھ نئی بات نہیں جس سے استبعاد ہو ظاہر ہے کہ جب نصوص آپس میں معارض ہوتی ہیں تو حتی الامکان کسی ایک میں تاویل کی جاتی ہے اور یہاں بھی یہی ہوا اس لئے کہ اگر یہ مؤول ظاہر پر چھوڑا جائے تو کئی قباحتیں لازم آتی ہیں

ایک بلا دلیل نسخ عموم اوقات کا جو باحادیث صحیحہ ثابت ہے

دوسری ترجیح اجتہاد کی مقابلہ میں نص کے جو جائز نہیں

كَمَا قَالَ الشَّیْخُ عَابِدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الْمَوَاهِبِ اللَّطِیْفَةِ وَلَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِیْ مُقَابَلَةِ مَا عَیَّنَهُ الشَّارِعُ ﷺ اَیْ فِی التَّشَهُّدِ

(حضرت شیخ عابد رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لطیفہ میں فرمایا کہ حضرت شارع علیہ السلام نے جو الفاظ تشہد میں مقرر کیے ان کے بالمقابل اجتہاد کی گنجائش نہیں)

تیسرا تناقض اس لیے کہ خود ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلاف اس کے مروی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا (۱)

اسے کیا کہا جائے؟

سرفراز خان صفدر دیوبندی، صحابہ کی تبدیلی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

لیکن اس کو کیا کریں کہ یہی اکابر حضراتِ صحابہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بجائے 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

(۱) انوار احمدی، ۲۱۹_۲۲۰

پڑھتے بھی تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے

۱۔ صحیح بخاری جلد صفحہ ۹۲۶) وغیرہ میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے تھے آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی تو ہم التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِي پڑھا کرتے تھے (۱)

شیخ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی کے الفاظ ہیں

بخاری میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تا حیات فخر عالم ﷺ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِي 'التحیات میں پڑھتے تھے اور بعد وفات آپ کے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِي پڑھنے لگے تھے۔ (۲)

ان لوگوں کا اپنے مدعیٰ پر بخاری کا حوالہ یوں دینا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہم اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھا کرتے تھے سوائے مغالطہ کے کچھ نہیں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ ان کے الفاظ بخاری میں السلام ہیں نہ کہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ہاں السلام کے بعد جو الفاظ ہیں وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نہیں بلکہ وہ کسی اور راوی کے ہیں

الفاظ بخاری ملاحظہ کر لیجئے

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ (۳)

جب وصال ہوگیا تو ہم السلام کہتے یعنی علی النبی

اس میں کہاں ہے کہ ہم السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے اس میں تو ان کے الفاظ فقط السلام تک ہیں جس کا معنی محدثین وشارحین نے یہی کیا کہ وہ السلام کہہ کر بتا رہے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ پر وہی سلام جاری رکھا جو ظاہری حیات میں پڑھا کرتے تھے

امام ابن بلقینی نے انہی الفاظ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا کہ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ نے الفاظ بدل دیے تھے بلکہ وہ تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے بعد از وصال بھی انہی الفاظ سے سلام جاری رکھا جن کی تعلیم ظاہری حیات میں

(۱) آنکھوں کی ٹھنڈک، ۱۷۳
(۲) براھین قاطعہ، ۲۸
(۳) البخاری، کتاب الاستیذان

رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔

وَذٰلِكَ اَنَّهُ لَا يَتَعَيَّنُ مِنْ هٰذَا اِسْقَاطُ الْخِطَابِ بَلْ مَعْنَاهُ الَّذِيْ ظَهَرَ اَنَّ الْخِطَابَ مُسْتَمِرٌّ بَعْدَ قَبْضِهٖ ﷺ لِاَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ فَالْمَعْنٰى ذَكَرْنَا صِيْغَةَ السَّلَامِ الَّتِيْ عَلَّمَنَا هَا فِيْ حَيَاتِهٖ لِئَلَّا يَظُنَّ ظَانٌّ اَنَّ ذٰلِكَ قَدِ انْقَطَعَ بِقَبْضِهٖ ﷺ (۱)

(ان الفاظ سے الفاظِ خطاب کا چھوڑنا متعین نہیں ہوتا بلکہ اس کا واضح و ظاہر معنی یہ ہے کہ بعد از وصال بھی ہم نے سلام جاری رکھا کیونکہ آپ ﷺ زندہ ہیں تو معنی یہ ہے کہ ہم نے انہی الفاظ سے سلام جاری رکھا جن کی ہمیں تعلیم دی گئی تھی تا کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ وصال کے بعد سلسلہ سلام ختم ہوگیا ہے)

موافقت پیدا کرنا لازم

اصول یہ ہے کہ روایات میں بظاہر تعارض ہو تو جہاں تک ہو سکے ان میں موافقت پیدا کرنا ضروری ہے ہاں اگر موافقت ممکن ہی نہ ہو تو پھر ترجیح کا معاملہ آتا ہے۔

تمام بحث کو دیانتداری کیساتھ سامنے رکھ کر دیکھیں تو ان روایات میں تطبیق وموافقت ہوسکتی ہے اور وہ یوں کہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ سے ان کی مراد وہی سلام ہے جس کی انہیں رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی تھی خصوصا الفاظ بخاری کا تو تقاضا بھی یہی بنتا ہے کہ اس سے مراد سابق معین سلام ہی ہے جو بالفاظ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' ہے۔

اس کی تائید

اس کی تائید اس روایت سے ہو رہی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب الفاظِ تشہد 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کی تعلیم دی تو حضرت ابنِ عباس رضی

(۱) اللفظ المکرم، ۳۵۲

اللہ عنہما نے بطور سوال پوچھا

إِنَّمَا كُنَّا نَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ إِذَا كَانَ حَيًّا

(ہم آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں کہا کرتے ، السلام علیک)

یعنی کیا اب ہمیں اسے ترک کر دینا چاہیے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

هٰكَذَا عَلَّمْنَاهُ وَ هٰكَذَا نُعَلِّمُ (۱)

(اس طرح (السلام علیك) ہمیں سکھایا گیا ہے اور اس طرح ہم سکھاتے ہیں۔)

یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے سکھائے کلمات کبھی چھوڑ نہیں سکتے لہٰذا ہمیں انہی کلمات کو جاری رکھنا ہے

تو جب موافقت ہو سکتی ہے تو پھر اسی راہ کو اپناتے ہوئے کہا جائے کہ صحابہ نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

دیگر روایات کا جواب

مخالفین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ جن جن روایات سے استدلال کیا ہے ان کا جواب بھی محدثین کرام نے دیا ہے مثلاً شیخ سرفراز صفدر نے (السنن الکبریٰ جلد ۲، ۱۴۳) کے حوالہ سے لکھا حضرت قاسم بن محمد، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے التحیات میں السلام علی النبی پڑھا (۲)

جواب:

۱۔ یہ الفاظ اجماع صحابہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ ہیں لہٰذا ان پر عمل نہیں کیا جائے گا

۲۔ اس روایت کو امام مالک نے مؤطا میں قاسم بن محمد سے نقل کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کلماتِ تشہد یوں پڑھے

'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' (۳)

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵ (۲) آنکھوں کی ٹھنڈک، ۱۷۳
(۳) المؤطا، ۱، ۱۹

(اے نبی آپ پر سلام ہو)

امام مالک کا جو مقام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں لهذا ان کے مقابل مخالف راویوں کی روایت قبول نہیں کی جائے گی

۳۔ خود امام ابو بکر الحسین البیہقی (ت، ۴۵۸ھ) نے بھی حضرت قاسم بن محمد سے صحیح سند کے ساتھ جو نقل کیا وہ بھی 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' ہی ہے (۱)

سینوں کا مرض

اسی معاملہ پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ محمد عوامہ مدنی حفظہ اللہ تعالیٰ ایک اہم بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں

ثُمَّ إِنِّي أَقُولُ - مَا بَالُ الشُّذَاذِ يَأْتُونَ بِالرِّوَايَةِ عَنِ السَّيِّدَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا الَّتِي فِيهَا (اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ) مِنْ غَرَائِبِ الْكُتُبِ (مُسْنَد) السِّرَاجِ، وَ (فَوَائِدِ) أَبِي طَاهِرِ الْمُخَلِّصِ - وَلَا يَأْتُونَ بِرِوَايَتِهَا الَّتِي فِيهَا (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ) مِنَ الْكُتُبِ الْمَشْهُوْرَةِ الْمَعْرُوفَةِ الْمَأْلُوفَةِ (الْمُوَطَّا) أَلَيْسَ هٰذَا الْمَرَضُ فِي قُلُوبِهِمْ؟ عَافَانَا اللهُ مِنْهُ (۲)

(میں ان سے کہتا ہوں یہ شاذ قول کرنے والے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ والی روایت غیر معروف کتب مثلاً مسند سراج اور فوائد ابو طاہر المخلص سے لاتے ہیں لیکن ان کی 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' والی روایت ذکر نہیں کرتے جو معروف مشہور کتب مثلاً مؤطا میں ذکر ہے یہ کہیں ان کے دلوں میں مرض کی وجہ سے تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ عطا فرمائے)

(۱) معرفة السنن والاثار، ۲، ۳۵
(۲) حاشية المصنف، ۳، ۳۹

اثر عطاء کا جواب

حضرت عطاء تابعی سے ایک اثر ملتا ہے کہ صحابہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پڑھا کرتے لیکن بعد از وصال نبوی، اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، پڑھتے (۱)

اس کے جواب میں شیخ محمد عوامہ لکھتے ہیں

ایک تو حضرت عطاء کی مراسیل مسلمہ طور پر ضعیف ہیں

اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے جو حضرت عطاء ہی نہیں کوئی بھی نہیں کہہ سکتا، ان کے الفاظ ہیں

فَالشِّقُّ الْاَوَّلُ مِنْهُ مِنْ مَّرَاسِيْلِ عَطَاءٍ، كَمَا هُوَ وَاضِحٌ، مَرَاسِيْلُهٗ ضَعِيْفَةٌ كَمَا هُوَ مَعْلُوْمٌ وَ شِقُّهُ الثَّانِيْ : فِيْهِ اِخْبَارٌ عَنْ اَمْرٍ لَا يَسْتَطِيْعُهٗ عَطَاءٌ وَ لَا غَيْرُ لَا عَنِ الصَّحَابَةِ جَمِيْعِهِمْ وَ لَا عَنْ مَشَاهِيْرِهِمْ (۲)

(اول صورت یہ ہے کہ یہ واضح طور پر مراسیل عطاء میں سے ہے اور ان کی مراسیل کا ضعیف ہونا مسلم ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں ایسی بات کا بیان ہے کہ جو نہ حضرت عطاء کہہ سکتے ہیں نہ ان کے علاوہ کوئی کہہ سکتا اور یہ تمام صحابہ سے ثابت نہیں اور نہ ان کے مشاہیر سے ثابت ہے)

علامہ محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) اس کے جواب میں رقمطراز ہیں

اب رہا قول عطاء کا جس کو فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ صحابہ بعد وفات شریف کے 'اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ'' کہا کرتے تھے

سو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل اور تعلیم احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ کسی نے خطاب و نداء کو ترک نہیں کیا مگر بات یہ ہے کہ عطاء رحمہ اللہ

(۱) مصنف عبدالرزاق، ۳،۷۵
(۲) حاشیۃ المصنف، ۳۔۳۳

نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ظاہر قول کا مطلب یہاں بیان کر دیا جو روایت ابی عوانہ سے مروی ہے ورنہ کسی اور صحابی سے اس قسم کی روایت مروی نہیں (۱) (انوار احمدی، ۲۰۲)

یہ روایت شاذ ہے

یہ روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس روایت کو محدثین وفقہاء کرام نے شاذ ومنکر قرار دیتے ہوئے قبول نہیں کیا اگرچہ دوران گفتگو کچھ حوالہ جات آچکے ہیں لیکن کچھ تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں

۱۔ امام ابوجعفر طحاوی احمد طحاوی حنفی (ت، ۳۲۱) نے اس روایت پر یوں اشکال وارد کیا

هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ لِاَنَّهٗ يُوْجِبُ اَنْ يَّتَشَهَّدَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَا عَامَّةُ النَّاسِ يَتَشَهَّدُوْنَ بِخِلَافِهٖ

(یہ روایت منکر ہے کیونکہ یہ وصال نبوی ﷺ کے بعد ایسا تشہد لازم کر رہی ہے جو کہ تمام لوگوں کے تشہد کے مخالف ہے)

اس کے جواب میں رقمطراز ہیں

فَكَانَ جَوَابُنَا لَهٗ فِيْ ذَالِكَ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَعَوْنِهٖ اِنَّا قَدْ اَنْكَرْنَا مِنْ ذَالِكَ مِثْلَ الَّذِيْ اَنْكَرَهٗ (۱)

(اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بھی تمہاری طرح اس روایت کو منکر ہی مانتے ہیں)

۲۔ شیخ حسن علی سقاف اس کے بارے میں رقمطراز ہیں

فَهِيَ رِوَايَةٌ شَاذَّةٌ لِاَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِبَاقِي الرِّوَايَاتِ عَنْ سَيِّدِنَا ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَلِاَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ (۲)

(یہ روایت شاذ ہے کیونکہ یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باقی

(۱) شرح مشکل الآثار، ۲۔۱۰۳
(۲) صحیح صفۃ صلاۃ النبی، ۲۰۰

روایات کے مخالف ہے اور یہ اجماعِ صحابہ کے بھی مخالف ہے)

۳۔ شیخ محمد عوامہ مدنی کے الفاظ ہیں

إِنَّ هٰذَا الْقَوْلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَإِنْ صَحَّ إِسْنَادًا لٰكِنْ لَّا يُعْمَلُ بِهٖ لِشُذُوْذِهٖ وَمُخَالَفَةِ مَا رَوَاهُ عَامَّةُ أَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَ لِمُخَالَفَتِهٖ مَا رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَمِيْعًا (۱)

(یہ قول اگرچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیونکہ یہ شاذ ہے اور مخالف ہے ان روایات کے جنہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام تلامذہ نے روایت کیا اور یہ مخالف ہے ان کے جنہیں ابن مسعود کے علاوہ تمام صحابہ نے روایت کیا)

السلام علیک پر تمام روایات کا متفق ہونا

کم مطالعہ لوگ تو کلمات میں تبدیلی کی بات کرتے ہیں حالانکہ ائمۂ اُمت نے یہ تصریح کی ہے کہ کلماتِ تشہد، 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' کے بارے میں تمام روایات متفق ہیں، کسی ایک روایت میں بھی ان کے علاوہ کلمات نہیں، جس روایت میں تشہد کا ذکر آیا ہے اس میں سلام کے لیے یہی کلمات ہیں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، ہاں صلاۃ کے "الفاظ" روایات میں مختلف و متعدد ہیں یعنی ان میں کمی بیشی موجود ہے مگر الفاظِ سلام ایک ہی ہیں۔

حافظ احمد ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) اس مسئلہ پر لکھتے ہیں

کہ کسی جگہ حضور ﷺ نے اپنا نام لیا مثلاً 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، کسی جگہ اپنی شان کا ذکر کیا مثلاً بعض روایات میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ وَ رَسُوْلِكَ 'اس کی وجہ کیا ہے، فرماتے ہیں۔

اَلْحَاصِلُ أَنَّ شُهُوْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَفَاوَتُ فَتَارَةً يُؤْثِرُ مَقَامَ التَّوَاضُعِ وَهُوَ الْأَكْثَرُ فِيْ

(۱) حاشیۃ القول البدیع، ۱۶۴

رِوَايَاتٍ وَتَارَةً يُؤْثِرُ بَيَانَ مَا هُوَ الْوَاقِعُ مُبَالَغَةً فِيْ نُصْحِ الْأُمَّةِ وَإِرْشَادِهِمْ إِلٰى أَوْلٰى وَالْأَكْمَلِ وَقَدْ يَجِبُ هٰذَا كَمَا فِي السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ، فِي التَّشَهُّدِ فَإِنَّهٗ لَا يُجْزِئُ غَيْرُ هٰذَا اللَّفْظِ اِقْتِصَارًا عَلَى الْوَارِدِ لِتَطَابُقِ جَمِيْعِ رِوَايَاتِ التَّشَهُّدِ عَلَيْهِ بِخِلَافِ رِوَايَاتِ تَعْلِيْمِ كَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا اِخْتَلَفَتْ كَمَا مَرَّ (۱)

(حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا شہود مختلف ہے کبھی اس میں تقاضا مقام تواضع کا ہے اور روایات میں اکثر اسی کا ظہور ہے اور کبھی تقاضا واقع کا بیان ہوتا ہے تا کہ اُمت کی لیے اولی واکمل کی رہنمائی و تعلیم میں مبالغہ کا حصول ہو اور کبھی یہ لازم ہوتا ہے جیسے تشہد میں السلام علیک ایھا النبی پڑھنا کیونکہ منقول پر ہی اکتفا کرتے ہوئے ان الفاظ کے علاوہ ادائیگی وکفایت نہ ہوگی اس لیے کہ تمام روایاتِ تشہد ان الفاظ پر متفق ہیں بخلاف ان الفاظ کے جن میں آپ ﷺ درود کی تعلیم دیتے رہے ان کے الفاظ روایات میں مختلف ہیں جیسے تفصیل کتاب میں گزری)

عظیم محدث شیخ عبد اللہ صدیق غماری اس مسئلہ کی خوب تحقیق کے بعد لکھتے ہیں

إِنَّ أَلْفَاظَ التَّشَهُّدِ الْمَرْفُوْعَةِ ثَبَتَتْ جَمِيْعُهَا بِلَفْظِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ (۲)

(رسول اللہ ﷺ سے جو الفاظِ تشہد ثابت ہیں ان تمام میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' ہی ہے)

ائمہ اُمت ان الفاظ پر روایات کو متفق قرار دیتے ہوئے ان الفاظ کا پڑھنا لازم قرار دے رہے ہیں اور ہم ان کو ماننے کے لئے تیار نہیں

امام طحاوی حنفی (ت، ۳۲۱) کی فیصلہ کن گفتگو

امام ابوجعفر احمد طحاوی حنفی (ت، ۳۲۱) کا اُمت مسلمہ کے ہاں جو مقام ہے وہ

(۱) الدر المنضود، ۱۱۱

(۲) کتاب الرؤیا، ۱۴۳

کسی سے اوجھل نہیں اس مسئلہ پہ انھوں نے شرح معانی الاثار اور مشکل الاثار میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور لکھا کہ یہ الفاظ غائب تمام اُمت کے الفاظِ تشہد کے مخالف ہیں

شرح معانی الاثار میں بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الصَّلَاةِ كَيْفَ هُوَ ؟ کے تحت صفحہ ۳۳۹ تا ۳۴۶ پر یہی ثابت کیا کہ متعدد صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے الفاظ ہی ثابت ہیں (شرح معانی الاثار، ۱، ۳۳۹)

شرح مشکل الاثار میں عنوان ہی یہی قائم کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کے حوالہ سے اشکال ہے کہ وہ وصال نبوی کے بعد 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' پڑھا کرتے تھے

اس پر اشکال

اس روایت پر اشکال یہ وارد ہوتا ہے

هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ لِاَنَّهٗ يُوْجِبُ اَنْ يَتَشَهَّدَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَا عَامَّةُ النَّاسِ يَتَشَهَّدُوْنَ بِخِلَافِهٖ لِاَنَّهُمْ يَتَشَهَّدُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فِيْ تَشَهُّدِهِمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ كَمَا كَانُوْا يَتَشَهَّدُوْنَ فِيْ حَيَاتِهٖ

(یہ حدیث منکر ہے کیونکہ اس سے لازم آرہا ہے کہ وصال نبوی ﷺ کے بعد ایسا تشہد پڑھا جائے جو تمام مسلمانوں کے تشہد کے مخالف ہے کیونکہ تمام اپنے تشہد میں وصال نبوی کے بعد بھی السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہی پڑھتے ہیں جیسے وہ آپ کی ظاہری حیات میں پڑھا کرتے تھے)

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھا

فَكَانَ جَوَابُنَا لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَعَوْنِهٖ: اِنَّا قَدْ اَنْكَرْنَا مِنْ ذٰلِكَ مِثْلَ الَّذِيْ اَنْكَرَهٗ

(اس کا جواب اللہ تعالٰی کی توفیق و مدد سے یہ ہے کہ ہم بھی سائل کی طرح اسے منکر مانتے ہیں)

کس نے اختلاف کیا؟

اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہ ان الفاظ کا اختلاف کہاں سے سامنے آیا، لکھتے ہیں۔

فَقَالَ فَمِنْ اَيْنَ جَاءَ هٰذَا الْخِلَافُ لِلنَّاسِ عَلَيْهِ اٰمِنْ قِبَلِ اَبِيْ مَعْمَرٍ ؛ فَهُوَ رَجُلٌ جَلِيْلُ الْمِقْدَارِ، مَقْبُوْلُ الرِّوَايَةِ اَوْمِمَّنْ دُوْنَهٗ مِنْ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ ؟ فَكَانَ جَوَابُنَا لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَعَوْنِهٖ: اِنَّا قَدْ كَشَفْنَا عَنْ ذٰلِكَ، فَوَجَدْنَاهُ مِمَّنْ دُوْنَهٗ مِنْ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ

(رہا یہ سوال کہ مسلمانوں سے اختلاف کس نے کیا؟ کیا ابو معمر نے کیا جو جلیل القدر اور مقبول راوی ہیں یا ان سے نیچے اس حدیث کے کسی راوی نے کیا؟ تو اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد سے ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم پر یہ بات آشکارا ہو چکی ہے کہ یہ اختلاف ان سے نیچے راوی حدیث سے ہوا نہ کہ ابو معمر سے)

اس کے بعد تین روایات ذکر کیں جن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تشہد مذکور ہے مگر یہ اضافہ ان میں موجود نہیں تو پھر لکھتے ہیں اس پر یہ دلیل ہے

كَمَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسَى الْعَبَسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ اَبَا مَعْمَرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ذَكَرَ التَّشَهُّدَ الَّذِيْ فِي الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ، قَالَ: فَلَمَّا قُبِضَ قَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ـ فَدَلَّ مَا ذَكَرْنَا اَنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ الْمُخَالَفَةَ لِلنَّاسِ عَلَيْهِ كَانَتْ مِمَّنْ دُوْنَ اَبِيْ مَعْمَرٍ: قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَمِمَّا يَدْفَعُ فِيْ

هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ يَكُوْنَ مُسْتَعْمَلًا وَيُوْجِبَ التَّمَسُّكَ
بِمَا النَّاسُ عَلَيْهِ فِيْ صَلَاتِهِمْ مِنْ تَشَهُّدِهِمُ الَّذِيْ
يَتَشَهَّدُوْنَ بِهٖ فِيْمَا اَنَّ اَبَا عِيْسٰى مُوْسَى بْنَ عِيْسٰى
الْكُوْفِيَّ قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ
الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ
مُخَيْمِرَةَ: فَانْتَفٰى اَنْ تَكُوْنَ الزِّيَادَةُ الَّتِيْ فِي الْحَدِيْثِ
الْاَوَّلِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَثَبَتَ اِنَّمَا عَنْ مُجَاهِدٍ ۔ وَمِمَّا
يَدُلُّ عَلٰى فَسَادِ ذٰلِكَ وَجُوْبِ الْاٰخِيْرِ بِغَيْرِهٖ مِمَّا
النَّاسُ عَلَيْهِ فِيْ صَلَوَاتِهِمْ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَاَبَا مُوْسٰى
الْاَشْعَرِيَّ وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ وَغَيْرَهُمْ مِنْ اَصْحَابِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ رَوَوُا التَّشَهُّدَ عَنْ رَسُوْلِ
اللّٰهِ ﷺ بِغَيْرِ خِلَافِهٖ لِمَا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ مِنْهُ فِيْ
حَيَاتِهٖ وَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَقَدْ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ فِيْ بَابِهٖ مِنْ
كِتَابِنَا فِيْ (شَرْحِ مَعَانِي الْاٰثَارِ) وَمِمَّا وَكَذٰلِكَ
اَيْضًا اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ كَانَ
بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَّمَ النَّاسَ التَّشَهُّدَ كَذٰلِكَ ۔

(کہ حضرت مجاہد (جو ابومعمر کے شاگرد ہیں) نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے حالانکہ خود حضرت ابومعمر یہ اضافہ نقل نہیں کرتے تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مخالف یہ اضافہ حضرت ابومعمر کے کسی شاگرد سے ہوا ہے نہ کہ ابومعمر سے، میں ابوجعفر طحاوی کہتا ہوں اس اضافہ والی روایت پر عمل سے جو احادیث روکتی ہیں اور اس تشہد کا پڑھنا لازم کرتیں ہیں جو تمام مسلمان اپنے تشہد میں پڑھتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں ابوعیسی موسی بن عیسی کوفی کہتے ہیں ہمیں حسین بن علی جعفی، ان سے حسن بن حران سے قاسم بن مخیمرہ نے بیان کیا کہ

حضرت علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر تشہد سکھایا اور وہ یہی تشہد ہے جو ہم تک احادیث میں پہنچا ہے اور اس میں اضافہ نہیں جو مسلمانوں کے تشہد کے مخالف ہے تو جو حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اضافہ نقل ہوا اس کی نفی ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ اضافہ مجاہد سے منقول ہے اس اضافہ کے فساد و بطلان اور لوگوں کی نماز میں تشہد کے لزوم پر یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت ابن عمر، ابوموسیٰ اشعری، جابر بن عبداللہ اور دیگر صحابہ نے بلا اختلاف رسول اللہ ﷺ سے وہی تشہد روایت کیا ہے جسے مسلمان آپ کی ظاہری حیات میں اور بعد از وصال پڑھتے ہیں جس کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب شرح معانی الاثار میں اور اس کے متعلقہ باب میں کر دیا ہے ہماری اس بات کو اس سے بھی تقویت وتاکید ملتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد جس تشہد کی تعلیم دی اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں منبر پر بیٹھ کر تشہد کی تعلیم دی اور اس میں السلام علیک ایھا النبی کے الفاظ ہی موجود ہیں)

اپنی سند کے ساتھ روایات کا تذکرہ کیا پھر سوال کیا

فَقَالَ قَائِلٌ : وَكَيْفَ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ النَّبِيُّ ﷺ
يُخَاطِبُ بَعْدَ حَيَاتِهٖ ؟ فَكَانَ جَوَابُنَا لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ
بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَعَوْنِهٖ : اَنَّ اَبَا عُبَيْدٍ ذَكَرَ عَنْ
اِبْنِ عُيَيْنَةَ اَنَّ مِمَّا اَجَلَّ اللّٰهُ بِهٖ رَسُوْلَهٗ ﷺ اَنْ
يُسَلَّمَ عَلَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ كَمَا كَانَ يُسَلَّمُ عَلَيْهِ فِيْ
حَيَاتِهٖ فَكَانَ هٰذَا حَسَنًا وَ قَدِ اسْتَخْرَجَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
فِيْ مَعْنًى حَسَنًا

(کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات کی طرح بعد از وصال خطاب کیسے جائز ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا

ہم یہ جواب دیں گے کہ امام ابوعبیدہ نے حضرت سفیان بن عیینہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یہ درجہ وعزت دی ہے کہ آپ ﷺ پر وصال کے بعد بھی اسی طرح سلام عرض کیا جائے گا جیسے آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں سلام عرض کیا جاتا تھا یہ بات خوب ہے بعض اہل علم نے اس کا استنباط بھی رسول اللہ سے یوں کیا اور یہ نہایت ہی خوب صورت ہے کہ رسالتماب قبرستان تشریف لے جاتے تو اہل قبور کو یوں سلام فرماتے)

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ

اس عملِ پاک پر سند کے ساتھ دو روایات ذکر کر کے فرماتے ہیں

فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ سَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ الْمَقْبَرَةِ وَهُمْ مَوْتٰى كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَاِذَا جَازَ ذٰلِكَ فِیْ اَهْلِ الْمَقْبَرَةِ كَانَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَزُ وَهٰذَا مَعْنًى حَسَنٌ وَاللّٰهَ نَسْاَلُهُ التَّوْفِيْقَ (۱)

(کہ یہ حدیث نشان دہی کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اہل قبرستان (مردوں) کو اس طرح سلام فرماتے جس طرح انہیں دنیاوی زندگی میں فرمایا کرتے جب یہ صورت اہل قبرستان کے لیے جائز ہے تو رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور یہ دلیل نہایت ہی خوبصورت ہے اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق کا سوال ہے)

تبدیلی چند دنوں کے لیے

ہمارے علم میں یہ بات بھی رہنی چاہیے کہ اگر کوئی تبدیلی بعض روایات میں ملتی ہے تو یہ تبدیلی دائمی نہ تھی بلکہ چند دنوں کے لیے تھی کیونکہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ تابعین کا بیان موجود ہے کہ انھوں نے ہمیں اسی تشہد کی تعلیم دی جس میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ' کے کلمات ہیں اگر تبدیلی دائمی ہوتی تو پھر

(۱) شرح مشکل الآثار، ۴، ۱۰۲ تا ۱۰۸

آپ رضی اللہ عنہ اس کے بعد کسی کو بھی 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ' کی تعلیم نہ دیتے بلکہ السلام علی النبی پڑھنے کی تلقین کرتے۔

پھر یہ بھی سامنے آچکا ہے کہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ' پر صحابہ کا اجماع ہے خلفاء راشدین ہزار ہا صحابہ کے سامنے انہی کلمات کی تعلیم دیتے

تو ماننا پڑے گا کہ اگر بالفرض کسی نے ان کلمات میں تبدیلی کی تو وہ چند دنوں کے لیے تھی نہ کہ دائمی

اب تک یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ صحابہ نے تبدیلی نہیں کی اگر کی تو بعض نے کی اور وہ بھی چند دن کی نہ کہ ہمیشہ کے لیے کی

تبدیلی میں مصلحت کیا تھی؟

اب یہ بات قابل توجہ ہے کہ چند دن تبدیلی میں مصلحت کیا تھی؟

تو وہ آئمہ اُمت نے واضح طور پر بیان کر دی ہے کہ سرور عالم ﷺ کے وصال کا صدمہ ان پر اس قدر ہوا کہ ان پر جہان و کائنات تاریک ہوگئی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے جس دن سرور عالم شہر مدینہ تشریف لائے اس سے بڑھ کر روشن دن میں نے کبھی نہیں دیکھا، مدینہ طیبہ کی ہر شے روشن ہوگئی اور جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا اس دن سے بڑھ کر تاریک دن نہیں دیکھا، شہر مدینہ تمام کا تمام تاریک ہوگیا اور اندھیرا اس قدر تھا۔

وَكَانَ اَحَدُنَا يَبْسُطُ يَدَهٗ فَلَا يُبْصِرُ (۱)

(حتیٰ کہ اگر ہم ہاتھ پھیلاتے تو وہ نظر نہ آتا)

چند کیفیات

بعض صحابہ بہرے ہوگئے، بعض گونگے، بعض بے حرکت ہوگئے بعض نے تاحیات مسکرانا چھوڑ دیا، جب آپ کی سواری غم برداشت نہ کر سکی اور اپنے آپ کو کنویں میں ڈال کر ختم کر لیا تو صحابہ کی کیفیات کا عالم کیا ہوگا؟

(۱) سبل الهدی، ۱۲، ۲۷۵

گم سم ہو گئے

بعض صحابہ کے بارے میں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد ساری زندگی گم سم ہو کر رہ گئے مثلاً حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے

فَاَضْنیٰ حَتّٰی مَاتَ کَمَدًا (۱)

(وصال نبوی کے بعد اس طرح گم سم ہوئے کہ اس حالت فراق میں فوت ہو گئے)

حضرت بلال نے اذان دینا چھوڑ دی

کسے معلوم نہیں کہ وصال نبی کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھنا ترک کر دی حالانکہ وہ اذان کی برکات وثواب کا علم رکھتے تھے، جب بھی ان سے اذان کا کہا جاتا تو کہتے اب میرے لیے اذان کہنا میری برداشت سے باہر ہے، ایک دفعہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ارشاد پر اذان شروع کی تو اسے مکمل نہ کر سکے، ان کیساتھ تمام اہل مدینہ اس قدر روئے کہ ہر طرف کہرام مچ گیا (۲)

میری آنکھیں واپس لے لے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے، کہ بیٹے نے آ کر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے سن کر ہاتھ اٹھا دیے اور یہ دعا کی

اَللّٰھُمَّ اذْھَبْ بَصَرِیْ لَا اَرٰی بَعْدَ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدٍ ﷺ اَحَدًا فَکَفَّ بَصَرِیْ (۳)

(اے اللہ میری آنکھیں لے لے تا کہ میں اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی کو نہ دیکھ سکوں تو ان کی آنکھیں اسی وقت ختم کر دی گئیں اور وہ نابینا ہو گئے)

---

(۱) سبل الہدیٰ، ۲، ۲۷۴

(۲) الصلات والبشر، ۱۸۷

(۳) المواہب اللدنیہ، ۲، ۹۴

چند دنوں کے لیے وجہ تبدیلی یہ ہے:

تو اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ وہ ہجر وفراق اور شدت وغم کی وجہ سے الفاظ و خطاب سے سلام عرض نہ کرتے کہیں ان کے سینے پھٹ نہ جائیں، یہ وجہ نہ تھی کہ اب خطاب جائز نہیں رہا یا آپ ﷺ زندہ نہیں اور سنتے دیکھتے نہیں کیونکہ اگر وجہ یہ ہوتی تو پھر اس تبدیلی پر قائم رہتے حالانکہ ایسا ثابت ہی نہیں

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵ھ) مذکورہ حکمتِ تبدیلی اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں

اب یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ بعد وفات شریف کے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا خطاب وندا کو بدلنا ثابت ہو تو سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سرور کائنات ﷺ تشریف فرمائے عالم ابدی ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے مسند خلافت الٰہی کو وجود عنصری سے آنحضرت ﷺ کے خالی پایا عالم آنکھوں میں تاریک ہو گیا۔ غم والم کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعضوں سے دیوانوں کی حرکات صادر ہونے لگیں بات بات پر یاد اشفاق ومراحم مربیانہ ایک مصیبت بر پا کیے دیتے تھے باوجودیکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے ثوابوں سے خوب واقف تھے اور اسی کام پر مامور تھے مگر اس صدمہ نے ان کو اس فضیلت عظمیٰ سے باز رکھا کیونکہ جب نام مبارک زبان پر آجاتا تو نقشہ حضوری کا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا پھر اس حالتِ جان کا بیان کیا ہو سکے کہ جس کی وجہ سے ایسی فضیلتِ عظمیٰ کی طرف مبادرت نہیں کر سکتے تھے

آگے چل کر لکھا

واقع میں اس مصیبت کی کوئی انتہا نہیں سواری مبارک کے جانور پر اس صدمہ کا وہ اثر ہوا کہ متحمل نہ ہو سکا آخر خودکشی کی چنانچہ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے جب جانور کا یہ حال ہو تو ان جانباز ان خستہ جگر کا کیا حال ہوا ہوگا جن کو محبت آنحضرت ﷺ کی تمام عالم اور جان سے زیادہ تر تھی؟ مگر ہر آسودہ حال کو اس حالت کی کیا خبر؟ اس کو تو وہی لوگ جانیں جو ذوق محبت سے واقف اور فراق کے صدمے اٹھا چکے ہوں

الحاصل:

کمال غم والم کے سبب سے اوائل میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خطاب کو ترک کر دیا پھر جب وہ حالت بسبب اِمتداد زمانہ کے فرو ہو گئی بحسب تعلیم آنحضرت ﷺ کے پھر اسی طور پر بصیغہ خطاب و ندا پڑھنا شروع کیا چنانچہ صحابہ و تابعین کا عمل اسی پر رہا اور آج تک وہی جاری ہے اثبات اس دعویٰ کا کئی وجوہ سے ہوسکتا ہے۔(۱)

یہ ان کا اجتہاد ہے

تمام آئمہ اُمت نے یہ تصریح کردی ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو بھی جائے تو یہ زیادہ سے زیادہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فقط اجتہاد ہے اور اسے کسی نے بھی تعلیم وفرمان نبوی ﷺ قرار نہیں دیا

البتہ شیخ ناصر الدین البانی (ت، ۱۴۲۰) نے لکھا

لَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ بِتَوْقِيْفٍ عَنْهُ ﷺ وَيُؤَيِّدُهٗ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَذٰلِكَ كَانَتْ تُعَلِّمُ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ، اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ رَوَاهُ السَّرَّاجُ فِي مُسْنَدِهٖ جلد۹، ۱۱۲ وَالْمُخَلِّصُ فِي الْفَوَائِدِ (ج۱۱:۱۱۵۴) بِسَنَدَيْنِ صَحِيْحَيْنِ عَنْهَا (۲)

(یہ تبدیلی یقیناً حکم نبوی ﷺ کی بنا پر ہوئی اور اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں ہوتی ہے کہ وہ تشہد نماز میں 'السلام علی النبی' سکھایا کرتیں اسے السراج نے مسند میں مخلص نے فوائد میں دو صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا)

سراسر زیادتی وظلم

البانی کا یہ کہنا کہ یہ تبدیلی رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ہوئی سراسر زیادتی اور ظلم ہے

(۱) انوار احمدی، ۲۰۴۔۲۰۲

(۲) صفۃ صلاۃ النبی، ۱۷۳

۱۔ کیونکہ تمام اُمت نے اسے صحابی کا اجتہاد قرار دیا ہے اور صحابی کا اجتہادی قول حکماً بھی مرفوع نہیں ہوتا ہاں ان کا غیر اجتہادی قول مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے

۲۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ایسا حکم نبوی سے ہوا تو پھر صحابہ کرام کا اس کے خلاف اجماع کیسے ہوگیا؟ گویا ایسی بات کہنا اس بات کا اعلان ہے کہ تمام صحابہ نے حکم نبوی کی مخالفت کی حالانکہ ایسی بات کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا اگر حکم نبوی موجود ہوتا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کو اس سے ضرور مطلع کرتے تو ممکن ہی نہیں کہ صحابہ اسے تسلیم نہ کرتے تو 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پر اجماع بتا رہا ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ صحابی کا اجتہاد ہے

تصریحات ملاحظہ کیجئے

اس مقام پر آئمہ اُمت کی چند تصریحات بھی ملاحظہ کرلیجئے تا کہ معاملہ میں کوئی خفا نہ رہے۔

۱۔ امام محمد عابد سندھی حنفی (ت، ۱۲۵۷) 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پر اجماع کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

فَغَايَةُ مَا يُفْهَمُ مِنْ فِعْلِ ابْنِ مُسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْمَا اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهٗ وَفِيْ فِعْلِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ حَكٰى عَنْهُمْ عَطَاءٌ اَنْ يَكُوْنَ اِجْتِهَادًا مِنْهُمْ لَا اَنَّهٗ بِتَوْقِيْفٍ مِنَ الشَّارِعِ ﷺ (۱)

(زیادہ سے زیادہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جسے امام بخاری وغیرہ نے نقل کیا اور دیگر صحابہ سے جو حضرت عطاء نے نقل کیا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہے نہ کہ انھیں یہ حکم نبوی ﷺ تھا)

نوٹ:

اس کتاب کا مخطوط جامعہ مجددیہ کراچی کی لائبریری میں موجود ہے ادارہ کے

(۱) المواہب اللطیفہ، ۱، ۲۹۴

سربراہ مفتی محمد جان نعیمی زید مجدہ نے ہمیں اس کی کاپی مہیا کی ، اللہ تعالیٰ ہمیں اور انھیں اپنی مزید خصوصی رحمتوں سے نوازے ۔ امین

۲۔ علماء دیو بند میں سے ہر ایک نے تصریح کی ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا، شیخ رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ من وعن سوال وجواب کی صورت میں ملاحظہ کیجئے

سوال:

بعد وفات رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنھم نے تشہد میں صیغہء خطاب 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ' کے بجائے 'السلام علی النبی' صیغہ غائب سے بدل لیا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے اور صیغہء غائب فتح الباری وعینی وغیرہ شراحِ حدیث اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنھم نے صیغہ تعلیم خطاب کو بدل دیا اور پسند نہ کیا تو معلوم ہوا کہ خطاب غائب کو نا جائز ہے یا اولیٰ نہیں ہر حال صلوۃ وسلام میں یا تشہد میں خطاب کا نہ کہنا افضل ہے جیسا کہ صحابہ کا معمول تھا یا نہیں جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر نہیں ہے تو وجہ کیا ہے (مرسلہ محمد نبی صاحب مراد آبادی)

جواب:

اگر کسی کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کہے اور جن کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی یہ حرج نہیں
کسی مصلحت کو یہ کیا ہو گا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے دیکھو کہ حیاتِ فخر عالم ﷺ میں بھی لوگ دور دور اپنے بیوت میں اور مکہ اور بلادِ بعید میں خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جیسا وہاں خطاب درست تھا اب کیا وجہ ہے جو حرام ہو علم غیب نہ وہاں تھا نہ یہاں بلکہ

آپ کو ملائکہ پہنچاتے تھے اور اب بھی لہذا صیغہ کو خطاب سے بدلنا کوئی ضروری نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہ کی ضروری نہیں ورنہ خود آپ علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے کہ بعد میرے انتقال خطاب مت کرنا بہر حال صیغہ خطاب رکھنا اولیٰ ہے کہ اصل تعلیم اس طرح ہے اور مراد بعض صحابہ کی کسی مصلحت کی وجہ سے تھی یا اجتہاد تھا یا استحساناً تھا نہ وجوباً اس واسطے جملہ فقہاء آئمہ اربعہ کے متمذہب سب اس صیغہ کو نقل فرماتے ہیں اور تبدیلی صیغہ کی ضرورت نہیں لکھتے۔ فقط واللہ اعلم (رشید احمد عفی عنہ) (۱)

۳۔ مولانا انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اپنے اجتہاد سے لفظِ خطاب وندا کو بدل دیا اور ' اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ ' کہنا شروع کیا کیونکہ اگر یہ ''سلام'' بطور حکایت ہوتا تو بدلنے کی ضرورت نہ تھی پس ثابت ہوا کہ یہ سلام انشاء ہے نہ کہ حکایت (۲)

امام بخاریؒ کا عمل

یہاں یہ بات بھی سامنے رہنی چاہیے کہ امام بخاری اس روایت کو کتاب الاستیذان کے باب مصافحہ میں لائے ہیں اسے انھوں نے کتاب التشہد میں ذکر نہیں کیا جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول معمول بہ نہیں ہے اور امام بخاری ترکِ خطاب کو پسند نہیں کرتے تو امام بخاری کا عمل بھی ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے
شیخ ناصر الدین البانی (ت، ۱۴۲۰) نے بخاری کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں اس میں اضافہ بتا رہا ہے کہ صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ پڑھا کرتے جب وصال ہو گیا تو انھوں نے خطاب ترک کر کے الفاظ غیبت شروع کر دیے تو اب وہ السلام علی النبی پڑھتے (۳)

(۱) فتاوی رشیدیہ کامل، ۸۹
(۲) انوار احمدی، ۲۰۲
(۳) صفۃ صلاۃ النبی، ۱۷۴

اس پر عظیم محقق شیخ محمد عوامہ مدنی حفظہ اللہ نے جو گرفت کی وہ نہایت ہی قابل مطالعہ ہے ہم ان کی من وعن عبارت مع ترجمہ ذکر کیے دیتے ہیں پہلے وہ ان کا استدلال لاتے ہیں۔

هٰذِهِ الرِّوَايَةُ تُفِيْدُ اَنَّهٗ يَنْبَغِيْ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يَّقُوْلَ فِيْ تَشَهُّدِ فِي الصَّلَاةِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ دُوْنَ كَافِ الْخِطَابِ وَتَمَسَّكَ بِهٰذَا صَاحِبُ صَلَاةِ النَّبِيِّ وَفِيْ هٰذَا نَظَرٌ وَبَيَانُهٗ: اَنَّ الْبُخَارِيَّ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاضِعَ مِنْ (صَحِيْحِهٖ) مِنْهَا ثَلَاثَةٌ فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِالصَّلَاةِ (٨٣١،٨٥٣،٢٠٢) وَاِثْنَانِ فِي الْاِسْتِيْذَانِ (٦٢٣٠،٥٦٢٦) وَوَاحِدٌ فِي الدَّعَوَاتِ (٦٣٢٨)، وَوَاحِدٌ فِي التَّوْحِيْدِ (٧٣٨١) وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ رَوَاهَا الْبُخَارِيُّ مِنْ طَرِيْقِ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَخْبَرَةَ فِي الْمَوْضِعِ الثَّانِيْ مِنْ كِتَابِ الْاِسْتِيْذَانِ فَقَطْ، فِيْ بَابِ الْمُصَافَحَةِ، لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: كَفِّيْ فِيْ كَفَّيْهِ فَكَوْنُ الْبُخَارِيِّ لَمْ يُوْرِدْهَا فِيْ مَحَلِّهَا الْمُنَاسِبِ فِيْ اَبْوَابِ التَّشَهُّدِ لِيَتِمَّ الْعَمَلُ بِهٰذِهِ الرِّوَايَةِ: اِشَارَةٌ مِّنْهُ اِلٰى عَدَمِ اِخْتِيَارِهٖ لَهَا، وَلَوْ اَرَادَ ذٰلِكَ لَاَوْرَدَهَا تَحْتَ بَابِ: التَّشَهُّدِ فِي الْاٰخِرَةِ مَعَ اَنَّهٗ لَمْ يُوْرِدْ تَحْتَهٗ اِلَّا اللَّفْظَ الْمَعْهُوْدَ عِنْدَ خَاصَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ

(یہ روایت بتا رہی ہے کہ نمازی کو چاہیے کہ وہ نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھے نہ کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مصنف صَلَاةِ النَّبِيِّ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے لیکن یہ محل نظر واعتراض ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح میں سات مقامات پر ذکر کیا یہ تین مقامات نماز کے متعلق ہیں ۸۳۱، ۸۳۵، ۱۲۰۲، دو مقامات استیذان

میں ہیں ۶۲۳۰، ۶۲۲۵، ایک دعوات میں ۶۳۲۸، اور ایک توحید میں ۷۳۸۱، ہے یہ اضافہ امام بخاری نے ابو معمر عبد اللہ بن سخبرہ سے فقط کتاب الاستیذان کے دوسرے مقام پر باب المصافحہ میں کیا ہے کیونکہ اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں میرا ہاتھ، رسول اللہ ﷺ کے دونوں مقدس ہاتھوں میں تھا تو امام بخاری کا اسے ابواب تشہد میں نقل نہ کرنا تا کہ اس پر عمل ہوتا بتا رہا ہے کہ اس پر عمل ان کا مختار نہیں اگر ان کا یہ قول مختار ہوتا تو وہ اسے باب التشهد فى الاخرة میں ذکر کر دیتے حالانکہ انھوں نے اس کے ہوتے ہوئے وہاں وہی الفاظِ تشہد نقل کیے جو خواص وعوام مسلمان پڑھا کرتے ہیں)

اس کے بعد امام بخاری کے ایک ضابطہ کی نشاندہی کرتے ہوتے لکھا

حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) نے امام بخاری کے اس ضابطہ کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے

قَدْ يَكُوْنُ الْحَدِيْثُ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَيُعَارِضُهٗ عِنْدَهٗ مَا هُوَ اَوْلٰى بِالْعَمَلِ بِهٖ مِنْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ فَلَا يُخْرِجُ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ فِيْ بَابِهٖ وَيُخْرِجُهٗ فِيْ آخَرَ اَخْفٰى لِيُنَبِّهَ عَلٰى اَنَّهٗ صَحِيْحٌ اِلَّا اَنَّ مَا دَلَّ ظَاهِرُهٗ عَلَيْهِ غَيْرُ مَعْمُوْلٍ بِهٖ عِنْدَهٗ (۱)

(کبھی حدیث امام بخاری کے شرائط پر ہوتی ہے لیکن دوسری حدیث عمل کے لئے اولیٰ ہونے کی وجہ سے اس کے مخالف ہے تو امام بخاری اسے باب کے تحت نہیں لاتے بلکہ کسی اور جگہ ذکر کر دیتے ہیں تا کہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ یہ روایت صحیح ہے مگر جو اس سے ظاہر ہو رہا ہے اس پر اُمت کا عمل نہیں)

---

(۱) فتح الباری، ۶، ۴۹۷

شیخ محمد عوامہ مدنی کی قیمتی گفتگو

اس مسئلہ پر اس مقام پر شیخ محمد عوامہ مدنی نے قیمتی گفتگو کی ہے وہ بھی نقل کیے دیتے ہیں تاکہ معاملہ مزید آشکار ہو جائے لکھتے ہیں

ثُمَّ اِنَّ الْحَدِیْثَ رُوِیَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ دُوْنَ هٰذِهِ الزِّیَادَةِ مِنْ طَرِیْقِ تَلَامِذِهِمْ مِنْهُمْ اَجَلُّ مِنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ وَاَلْصَقُ بِابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهُمْ اَبُوْ وَائِلٍ شَقِیْقُ بْنُ سَلَمَةَ وَعَلْقَمَةُ بْنُ قَیْسٍ وَالْاَسْوَدُ بْنُ یَزِیْدَ وَهُمْ وَارِثُوْ عُلُوْمِ ابْنِ مُسْعُوْدٍ وَاَبُو الْاَحْوَصِ الْجُشَمِیُّ وَلَیْسَ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ هٰذِهِ الزِّیَادَةُ وَالرِّوَایَاتُ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ مُتَعَدِّدَةُ الطُّرُقِ فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَغَیْرِهِمَا وَاَمَامَكَ رِوَایَةُ عَلْقَمَةَ، .وَفِیْهَا تَعْلِیْمُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَهُ التَّشَهُّدَ بِالْاَخْذِ بِالْیَدِ بِكَافِ الْخِطَابِ، وَكَانَ هٰذَا بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِیِّ ﷺ بِیَقِیْنٍ كَمَا اَنَّ الرِّوَایَةَ الْاٰتِیَةَ بِرَقْمٍ (۳۰۱۲) عَنْ عَلْقَمَةَ وَتَعْلِیْمُهُ التَّشَهُّدَ لِلْاَعْرَابِیِّ تَاْتِیْكَ بِلَفْظِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَقَدْ رَوَی ابْنُ سَعْدٍ (۶-۸۹) بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنِ الْاَسْوَدِ ابْنِ یَزِیْدَ قَالَ، رَأَیْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ یُعَلِّمُ عَلْقَمَةَ التَّشَهُّدَ كَمَا یُعَلِّمُهُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَیَأْتِیْ بَعْدَهَا (۳۰۱۳) اَلرِّوَایَةُ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ، وَهُوَ مَعْرُوْفٌ بِوِرَاثَةِ عُلُوْمِ ابْنِ مُسْعُوْدٍ، فَاَیْنَ هٰؤُلَاءِ مِنْ زِیَادَةِ اَبِیْ مَعْمَرٍ ؟ وَاَیْنَ زِیَادَةُ اَبِیْ مَعْمَرٍ مِنْ رِّوَایَاتِ هٰؤُلَاءِ ؟ وَلِتَنْظُرِ الرِّوَایَاتِ فِی الْبَابِ الَّذِیْ اَفْرَدَهُ الطَّبْرَانِیُّ ۱۰ (۹۹۴۲،۹۸۸۳)

لِرِوَایَاتِ هٰذَا الْحَدِیْثِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهِیَ سِتُّوْنَ رِوَایَةً، وَلِبَعْضِهَا عِدَّةُ طُرُقٍ وَفَوْقَ هٰذَا، فَالشَّیْخَانِ الْجَلِیْلَانِ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَّمَا النَّاسَ التَّشَهُّدَ عَلَی الْمِنْبَرِ بِلَفْظِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ، كَمَا سَتَرَاهُ (۳۰۰۸،۳۰۰۹) وَكَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ، بَلْ یَوْمَ صَنِیْعِ اَبِیْ بَكْرٍ ذٰلِكَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فِی الْمَدِیْنَةِ لَمْ یَخْرُجْ مِنْهَا اِلَی الْكُوْفَةِ وَ ذَكَرَ ذَاكَ الشَّاذُ فِیْ كِتَابِهِ الْمُشَارِ اِلَیْهِ تَعْلِیْمَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلنَّاسِ التَّشَهُّدَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَ فِیْهِ (اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ) وَقَالَ فِی التَّعْلِیْقِ رَوَاهُ (مَالِكٌ وَالْبَیْهَقِیُّ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ، وَالْحَدِیْثُ وَاِنْ كَانَ مَوْقُوْفًا فَهُوَ فِیْ حُكْمِ الْمَرْفُوْعِ ـ ـ ـ) ثُمَّ اِنَّكَ تَرَی فِیْمَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ مِنْ رِّوَایَاتِ الْبَابِ اَلرِّوَایَةُ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی، وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَجَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ كَذٰلِكَ جَاءَ تِ الرِّوَایَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَیْرِ عِنْدَ الطَّحَاوِیْ فِیْ (شَرْحِ مَعَانِی الْاٰثَارِ ۱،۲۶۱) فَمَا بَعْدَهَا وَلَسْتُ بِصَدَدِ تَتَبُّعِ الرِّوَایَاتِ فِیْ ذٰلِكَ اِنَّمَا اَذْكُرُ هٰذَا لِاَقُوْلَ ـ اَنَّ لِمِثْلِ هٰذَا الْكَثْرَةِ الْكَاثِرَةِ حُكْمَ الطَّحَاوِیُّ فِیْ (شَرْحِ مُشْكِلِ اٰثَارٍ ۹-۴۰۹ فَمَا بَعْدَهَا عَلٰی هٰذِهِ الزِّیَادَةِ بِالنَّكَارَةِ وَالصِّحَّةُ الْاِسْنَادِیَّةُ وَالنَّكَارَةُ قَدْ یَجْتَمِعَانِ كَمَا هُوَ مَعْلُوْمٌ (۱)

(پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اس اضافہ کے بغیر ان

(۱) حاشیۃ مُصَنَّف اِبنِ اَبِی شَیْبَۃ، ۳:۳۱ تا ۳۳

کے تلامذہ سے مروی ہے جو معمر سے کہیں اعلی اور ابن مسعود سے زیادہ مستفیض ہونے والے ہیں اور وہ حضرت ابو وائل بن سلمہ، علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید ہیں اور علوم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے وارث یہی لوگ ہیں اور ابو الاحوص الجشمی تو ان میں سے کسی نے بھی یہ اضافہ روایت نہیں کیا حضرت ابو وائل سے بخاری و مسلم اور دیگر کتب میں متعدد اسناد سے روایات موجود ہیں قارئین ابن ابی شیبہ میں تمھارے سامنے حضرت علقمہ کی روایت ہے جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کہ تشہد کی تعلیم دی اور اس میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ '' کے الفاظ ہیں اور یہ تعلیم قطعی ویقینی طور پر وصال نبوی کے بعد ہی ہے اس طرح مصنف ابن ابی شیبہ کی آئندہ روایت ۳۰۱۲ حضرت علقمہ کے بارے میں ہے کہ انھوں نے اعرابی کو تشہد سکھایا تو اس میں الفاظ السلام عليك ايها النبی کے ہی ہیں، امام ابن سعد (۶،۸۹) نے سند صحیح کے ساتھ اسود بن یزید سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت علقمہ کو تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے دیکھا جیسے وہ قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں اس کے بعد روایت ۳۰۱۳ حضرت ابراہیم نخعی سے ہے اور یہ علوم ابن مسعود کے وارث ہونے میں معروف ہیں یہ لوگ اضافہ ابو معمر کیوں نقل نہیں کرتے؟ پھر ان کے مقابلہ میں ابو معمر کہاں ٹھہر سکتے ہیں؟ ہمیں ان روایات کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے جنھیں امام طبرانی نے جلد ۱۰ حدیث ۹۸۸۳ تا ۹۹۴۲ حضرت ابن مسعود سے روایت کیں ہیں اور ان کی تعداد ساٹھ ہے اور ان میں سے بعض کی متعدد اسناد ہیں اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ شیخین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنھما نے منبر پر بیٹھ کر جو تشہد مسلمانوں کو سکھایا اس میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ '' ہی ہے جیسے روایت ۳۰۰۸، ۳۰۰۹، میں ملاحظہ کر لیجئے اور یہ تمام وصال نبوی کے بعد ہے بلکہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ عمل کیا تو اس وقت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ شہر مدینہ میں ہی تھے اور کوفہ تشریف نہیں لے گئے تھے اس شاذ قول والے (البانی) نے اپنی مذکور کتاب صفۃ صلاۃ النبی میں خود کر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر جو مسلمانوں کو تشہد سکھایا اس میں الفاظ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ '' ہی تھے اس کے حاشیہ میں لکھا، اسے امام مالک اور امام بیہقی نے سند صحیح سے نقل کیا۔ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکمِ مرفوع میں ہے پھر ان روایات کو ملاحظ کیجئے جو امام ابن ابی شیبہ نے اس مسئلہ پر حضرت ابو موسی، ابو سعید اور اور جابر رضی اللہ عنھم سے نقل کیا اسی طرح امام طحاوی نے شرح معانی الاثار ۱، ۲۳۹ اور اس کے بعد حضرت ابن عباس، ابن عمر اور ابن الزبیر سے روایات نقل کیں ہیں ہمارا مقصد یہاں ان تمام روایات کو جمع کرنا نہیں یہ اس لئے ذکر کیا تا کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ اس قدر کثیر روایات کی وجہ سے امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار ۹، ۴۰۹، میں اس اضافہ کو منکر قرار دیا اور بعض اوقات سنداً روایت کا صحیح ہونا اور منکر ہونا جمع ہو سکتے ہیں جو معروف ہے یہ حکم اور بات ہے اور بخاری و مسلم پر حملہ آور ہونا اور ان پر دیگر کی روایات کو صحیح قرار دینا اور بات ہے)

عظیم محدث شیخ عبد اللہ صدیق غماری کی گفتگو

عالم اسلام کے عظیم محدث شیخ عبد اللہ الصدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) نے اس پر 'كِتَابُ الرُّؤْيَا فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ' میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے ہم اس کا ترجمہ یہاں کیے دیتے ہیں

تشہد کے بارے میں متعدد احادیث ہیں ان میں سے سب سے اصح حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے جسے امام بخاری اور مسلم نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں تعلیم دی اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ

الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھتیجے حضرت قاسم کو انہی الفاظ میں تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا رسول ﷺ کا یہی تشہد ہے، اسے امام بیہقی نے سند صحیح سے نقل کیا صحیح مسلم میں حدیث ابنِ عباس اسی طرح مؤطا اور سنن بیہقی میں صحیح سند کے ساتھ حدیث ابوموسیٰ اور حدیث عمر رضی اللہ عنھم ہے یہ اگرچہ موقوف ہے مگر حکم مرفوع میں ہے اس پر یہ تنبیہ لازم ہے کہ

اِنَّ اَلْفَاظَ التَّشَهُّدِ الْمَرْفُوْعَةِ ثَبَتَتْ جَمِيْعُهَا بِلَفْظِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

(رسول اللہ ﷺ سے جو الفاظ تشہد ثابت ہیں ان تمام میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' ہی ہے)

ہاں لفظِ سلام بعض میں معرفہ اور بعض میں نکرہ ہے

شوافع نے اسی سے اخذ کیا کہ تشہد میں بصورتِ خطاب رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کرنا لازم وفرض ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں اس حدیث کی روایت کے بعد ہے جب آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے جب وصال ہوا تو ہم کہتے اَلسَّلَامُ يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ

حافظ لکھتے ہیں بخاری میں اسی طرح ہے ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں، سراج، جوزقی، ابونعیم اصبہانی اور بیہقی نے متعدد طرق سے امام بخاری کے شیخ ابونعیم سے یہ الفاظ نقل کیے جب وصال ہوگیا تو اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھتے یہاں لفظ ''یعنی'' حذف نہیں ہے اس طرح امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابونعیم سے نقل کیا، امام سبکی نے شرح المنہاج میں فقط شیخ ابوعوانہ سے یہ روایت ذکر کر کے کہا اگر یہ بات صحابہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے تو اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر سلام میں خطاب واجب نہیں تو اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

میں (ابن حجر) کہتا ہوں یہ بلاشبہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے اس کے لئے یہ قوی تائید موجود ہے امام عبد الرزاق کہتے ہیں ابن جریج سے عطاء نے بیان کیا

جب سرور عالم ﷺ ظاہری حیات میں تھے تو صحابہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' پڑھا کرتے جب وصال فرمایا تو وہ 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' پڑھتے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (1)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے موافقین صحابہ کے قول کا تقاضا وہی ہے جو امام سبکی نے کہا کہ خطاب سلام میں لازم وواجب نہیں جس طرح شوافع لازم کہتے ہیں تو اگر نمازی اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھے تو اس کی نماز درست ہے۔

اس کے باوجود امام سبکی اور حافظ ابن حجر نے خطاب کے افضل ہونے کا انکار ہرگز نہیں کیا کیونکہ یہ حدیث ابن مسعود، ابن عباس، ابوعوانہ، ابن عمر، عائشہ، ابوسعید خدری، جابرابن زید اور دیگر سے مروی احادیث میں رسالتماب ﷺ سے سلام بصورتِ خطاب ہی ثابت ہے اسے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ابومعمر، ابووائل، ابوالاحوص اواسود وغیرھم نے یوں ہی نقل کیا۔

تو یہ تواتر سے ثابت ہوا اس پر رسول اللہ ﷺ نے وصال تک عمل فرمایا تو یہ سنتِ قولی اور فعلی ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ اس طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے تم نماز ادا کرتے دیکھتے ہو تو یہ خطاب کے لزوم ووجوب پر دال ہے جس طرح شوافع نے کہا ہے تو ان کی دلیل نہایت ہی اعلیٰ وقوی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا الفاظِ غیب کی طرف جانا اگر بحکم نبی اکرم مانا جائے تو یہ فقط لزوم کے خلاف قرینہ ہوگا لیکن یہ کہ اس کی وجہ سے خطاب ترک کردیا جائے قواعد اصولیہ اس کے مخالف ہیں۔

اگر کوئی معاصر (البانی) فعل حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس خطاب کو منسوخ کہتا ہے اور یہ دعوٰی اس سے بعید بھی نہیں تو ہم جواباً یہ کہیں گے کہ یہ دعوی نسخ باطل ہے اگر ہم بطور مناظرہ مان لیں تو خطاب بلاشبہ مستحب ضرور ہوگا اس لئے کہ جب لزوم منسوخ ہوجاتا ہے تو استحباب باقی رہ جاتا ہے مثلاً ہر نماز کے لیے نیا وضو منسوخ ہے مگر مستحب ہے قیام لیل کا وجوب منسوخ ہے مگر مستحب، یوم عاشورہ کے روزہ کا وجوب منسوخ مگر رکھنا مستحب ہے اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

(1) فتح الباری، ۲۔۲۵

بعض معاصرین (البانی وغیرہ) نے لکھا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول "قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ" کا معنیٰ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کہا کرتے جب وصال ہوا تو انہوں نے اسے ترک کر کے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" پڑھنا شروع کر دیا اور یہ یقیناً بحکم نبی ﷺ ہی ہوا۔

اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لائے کہ وہ لوگوں کو نماز کا جو تشہد سکھاتیں اس میں اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ہی تھا اسے سراج نے مسند، مخلص نے فوائد میں صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے (۱)

دعوی توقیف باطل ہے

یہ کہنا کہ یہ تبدیلی رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہی ہوئی ہے باطل و مردود ہے ہاں یہ تبدیلی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے موافقین کا اجتہاد تھا، اس پر دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں، فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ، یہ نص کی طرح ہیں کہ یہ ان کی اپنی رائے تھی اس لیے انہوں نے وصال کا ذکر کر کے بتایا کہ اس کے لئے الفاظ غائب مناسب ہیں اگر ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم ہوتا تو وہ یوں کہتے فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا بِاَمْرِهٖ اَوْ بِاِشَارَتِهٖ اَوْ بِاِرْشَادٍ مِّنْهُ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ

(جب آپ کا وصال ہوا تو ہم نے آپ کے حکم یا اشارہ یا رہنمائی کی وجہ سے السلام علی النبی پڑھنا شروع کر دیا)

جب انہوں نے یوں نہیں کہا اور خود بیان بھی کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تشہد کی تعلیم دی کہ اُن کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تھا جو قطعی طور پر شاہد ہے کہ یہ فقط ان کا اجتہاد ہے۔

---

(۱) صفۃ صلاۃ النبی، ۱۷۳

دوسری دلیل

تشہد کا تعلق نماز سے ہے جو اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ صحابہ تشہد کی تعلیم ایک دوسرے کو قرآنی سورت کی طرح دیتے اگر ان کے پاس بعد از وصال الفاظِ سلام میں تبدیلی کا حکم رسالتمآب ﷺ سے ہوتا تو وہ ضرور الفاظِ تشہد ہمارے لیے نقل کرتے کیونکہ یہ تبدیلی تشہد کی تکمیل کے لیے قید ہے اور صحابہ جانتے ہیں کہ مقید کو قید کے بغیر ذکر کرنا ناجائز ہے۔

تیسری دلیل

مؤطا اور دیگر کتبِ حدیث میں اسانیدِ صحیح کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عبد القاری سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر لوگوں کو جو تشہد سکھایا اس کے الفاظ یہ تھے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّكِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

انہوں نے مہاجرین و انصار کے سامنے یہ الفاظ تشہد سکھائے اگر خطاب سے غائب کی طرف سلام کے الفاظ کی تبدیلی کا حکم رسالتمآب ﷺ نے دیا ہوتا تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیونکر مخفی رہتا چلو اگر یہ ان کے علم میں نہ تھا تو دیگر علم والے صحابہ انہیں آگاہ کرتے۔

اسی کی مثل امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان منبر پر جلوہ افروز ہو کر تشہد کی یوں تعلیم دیا کرتے جیسے اساتذہ بچوں کو دیتے ہیں اور انہوں نے بھی وہی تشہد سکھایا جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اس کی سند میں زید العمی ہے جو متروک راوی ہے۔

چوتھی دلیل

امام طبرانی نے سند صحیح سے امام شعبی سے نقل کیا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ' کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا'، (ہمارے رب کا ہم پر سلام ہو) حالانکہ یہ جملہ رسالتمآب سے یوں ثابت نہیں لیکن یہ حضرت ابن مسعود کا بطور اجتہاد اضافہ ہے تو اس طرح سلام خطاب کو غائب کے ساتھ بدلنا یہ بھی ان کا اجتہاد ہی ہے۔

پانچویں دلیل

امام ابو عاصم کہتے ہیں مجھے امام ابن اجریج نے بتایا، میں سن رہا تھا حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے تشہد کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے تشہد ابنِ عباس کا تذکرہ کیا پھر کہا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی منبر پر یہی سکھاتے ہوئے سنا اور میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس کو بھی حضرت ابنِ زبیر کی مثل ہی پڑھتے ہوئے سنا میں نے پوچھا حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عباس کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں تو حضرت عطاء نے کہا نہیں۔

اسے امام طحاوی نے نقل کیا یہ اثر و روایت مصنف عبد الرزاق میں غائب کے الفاظ سے ہے لیکن روایت طحاوی راجح ہے کیونکہ حضرت عطاء نے تشہد ابن عباس کا حوالہ دیا اور اس میں سلام الفاظِ خطاب کے ساتھ ہی ہے۔

چھٹی دلیل

رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں تمام مسلمان خواہ مکہ میں مقیم تھے یا یمن اور اطراف جزیرہ، عرب میں وہ نماز کے تشہد میں رسول اللہ ﷺ پر سلام الفاظِ خطاب سے عرض کیا کرتے اور یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے انھیں الفاظ کی تبدیلی کا حکم دیا ہو حالانکہ یہ آپ ﷺ سے دور اور غائب تھے۔

ساتویں دلیل

رسالتمآب ﷺ کا وصال الفاظِ خطاب کو غائب میں بدلنے کا تقاضا نہیں کرتا

کیونکہ ہمارا سلام آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے خواہ ہم جہاں بھی ہوں امام احمد اور نسائی نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِيْ السَّلَامَ

(اللہ تعالیٰ نے زمین پہ کچھ ملائکہ مقرر فرمائے ہیں جو دورہ کرتے رہتے ہیں اور وہ مجھ تک میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں)

امام ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت حسن بن علی علیہما السلام سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا

حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ

(تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے)

اس کی سند امام منذری کے مطابق حسن ہے

الفاظ نبوی ﷺ سے کیوں بھاگتے ہو؟

ہم اپنے معاصر (البانی) کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ تم لوگوں کو ہر جگہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک الفاظ اختیار کرنے کا کہتے ہو

فَمَا بَالُنَا نَرَاهُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ يَحِيْدُ مِنَ اللَّفْظِ النَّبَوِيِّ الْمُتَوَاتِرِ الْمُتَوَارِثِ بَيْنَ الْاُمَّةِ جِيْلًا بَعْدَ جِيْلٍ ثُمَّ يَخْتَارُ لَفْظًا يَزْعَمُ اَنَّهُ عَنْ تَوْقِيْفٍ ؟ (۱)

(کیا وجہ اس مسئلہ میں وہ ان الفاظ نبوی سے بھاگ رہا ہے جو اُمت کے ہر دور و طبقہ میں تواتر سے چلے آرہے ہیں اور ان الفاظ کو وہ لے رہا ہے یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ تبدیلی توقیفی (حضور ﷺ کی طرف سے) ہے۔

شیخ حسن علی سقاف کی گفتگو

شیخ البانی نے "صِفَةُ صَلَاةِ النَّبِيِّ" میں یہ ظلم و زیادتی کی کہ حضرت ابن

---

(۱) کتاب الرؤیا، ۱۴۳ تا ۱۴۷

مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ تبدیلی حکم نبوی ﷺ پہ کی تھی۔ اس پر شیخ حسن علی سقاف نے اپنی کتاب ''صحیح صفة الصلاة النبی ﷺ'' میں جو گفتگو کی ہے اس مقام پر اس کا تذکرہ و مطالعہ خوب مفید رہے گا۔ علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جو تشہد منقول ہے اس کا نماز میں پڑھ لینا کافی ہے خواہ وہ تشہد ابن عباس ہو یا تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہم

وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَقُوْلَ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ بَدَلَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِاَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ عَلٰى فَرْضِ ثُبُوْتِهٖ عَنْهُ لَا يُنْسِخُ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِيْ عِلْمِ الْاُصُوْلِ

(لیکن 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کی جگہ السلام علی النبی پڑھنا جائز نہیں کیونکہ بالفرض اگر قول صحابی ثابت بھی ہو تو یہ فرمان نبوی کو منسوخ نہیں کرسکتا جیسے علم اصول میں مسلمہ ضابطہ ہے)

اس پر حاشیہ میں انہوں نے یہ تفصیل بھی لکھی ہے

وَاَمَّا مَا جَاءَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ سَيِّدِنَا ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَغَيْرِهٖ۔ مِنْ اَنَّهٗ غَيَّرَ لَفْظَةَ (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ) بِقَوْلِهٖ (اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ۔ ۔ ۔) فَهِيَ رِوَايَةٌ شَاذَّةٌ، لِاَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِبَاقِي الرِّوَايَاتِ عَنْ سَيِّدِنَا ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ لِاَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ، حَيْثُ عَلَّمَ سَيِّدُنَا عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّاسَ فِيْ خِلَافَتِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ التَّشَهُّدَ بِصِيْغَةِ (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ) بِحُضُوْرِ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ اَحَدٌ كَمَا تَجِدُ ذٰلِكَ فِي الْمُوَطَّا (١،٩٠) وَالرِّسَالَةِ لِلْاِمَامِ الشَّافِعِيِّ ص(١:٢٦٨) وَالْبَيْهَقِيِّ (٢،١٤٢) وَقَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ فِيْ (نَصْبِ الرَّايَةِ ۔ ١،٤٢١، ٤٢٢) وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَهُوَ

كَذٰلِكَ قَالَ الْحَافِظُ فِي (الْفَتْحِ،٢،٣١٦) وَقَدِ اخْتَارَ مَالِكٌ وَاَصْحَابُهٗ تَشَهُّدَ عُمَرَ لِكَوْنِهٖ عَلَّمَهُ لِلنَّاسِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَلَمْ يُنْكِرُوْهُ فَيَكُوْنُ اِجْمَاعًا (١)

(سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر سے جو منقول ہے کہ انہوں نے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کو 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' سے بدل لیا یہ شاذ روایت ہے کیونکہ یہ خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے باقی مروی روایات کے مخالف ہے اور پھر اجماع صحابہ کے بھی مخالف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں منبر پر جلوہ افروز ہو کر صحابہ و تابعین کی موجودگی میں جس تشہد کی تعلیم دی اس میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے الفاظ ہیں اور اس پر کسی نے بھی اعتراض نہ اٹھایا یہ موطاء امام مالک (۱۔۹۰) رسالہ امام شافعی (۲۶۸) اور بیہقی (۲،۱۴۲) میں موجود ہے حافظ زیلعی نے نصب الرایہ (۱،۴۲۱۔۴۲۲) پر لکھا اس کی سند صحیح ہے اور حقیقت بھی یہی ہے حافظ نے الفتح (۲،۳۱۶) میں لکھا امام مالک اور اس کے تلامذہ نے تشہد عمر کو مختار کہا کیونکہ یہ انہوں نے منبر پر بیٹھ کر سکھایا اور اس پر کسی نے اعترض نہ کیا اور اس پر اجماع ہو گیا)

---

(۱) صحیح صفة صلاة النبی، ۲۰۰

فصل:

السّلام علیکَ اور شاہد و ناظر

جب ثابت ہوگیا کہ رسالتمآب ﷺ روحانی وعلمی طور پر نمازیوں کے ساتھ ہوتے ہیں اسی لیے وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوکر عرض کرتے ہیں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' (اے نبی! آپ پر سلام ہو) تو اب یہ کہنا کہ اس سے حاضر وناظر کا ثبوت نہیں ہوتا حالانکہ ایسی بات کہنا سوائے جہالت کے کچھ نہیں، اگر آپ ﷺ کسی طرح بھی موجود نہیں تو اس طرح کے الفاظ کہنا سوائے مذاق کے کچھ نہیں ہوگا

پھر یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ مخالفین جب اِن الفاظ میں تبدیلی کی بات کرتے ہیں تو وہاں اُن کی دلیل یہی ہے کہ صحابہ نے تبدیلی اس لیے کی کہ لوگوں کو ان الفاظ سے حاضر وناظر کا وہم پیدا نہ ہو۔

متعدد مقامات پر شیخ سرفراز صفدر وغیرہ نے یہی بات تحریر کی ہے آیئے کچھ مقامات سامنے لاتے ہیں۔

ا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تبدیلی ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ'' کے تحت کہتے ہیں

تبرید النواظر میں یہ بات کہی گئی تھی کہ لفظ یا اور حرفِ خطاب (ک) حاضر وناظر کو نہیں چاہتا اصل میں معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے السلام علیک کے خطاب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا تھا اور وہی الفاظ بدستور چلے آتے ہیں اور اُمت ان کو صرف حکایت ہی کے طور پر بلکہ انشاء، اور اپنی طرف سے دعا کے طور پر عرض کرتی ہے اور انہی الفاظ کو برقرار رکھنا اولی ہے بعض صحابہ کرام نے بروایت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ،

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کی بجائے آپ کی وفات کے بعد 'اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ' کہنا شروع کردیا تھا جس کی وجہ بظاہر یہ ہوسکتی ہے کہ حاضر وناظر کا وہم پیدا نہ ہو اور اس کے لیے بخاری، ابوعوانہ اور سنن الکبریٰ کی روایتیں با حوالہ عرض کی گئی ہیں (تفریح الخاطر، ۳۳۲)

۲۔ آگے چل کر لکھتے ہیں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' ہم یہ بات علی الرأس والعین تسلیم کرتے ہیں اور تشہدِ ابن مسعود (السلام علیک ایہا النبی) پر ہی ہم اور ہمارے بزرگ عامل ہیں تبرید النواظر میں صرف یہ بات عرض کی گئی ہے کہ جن حضرات صحابہ کرام وغیرہم نے صیغۂ خطاب ترک کیا بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ صیغہ خطاب سے حاضر وناظر کا شبہ پیدا نہ ہو اور لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور ہمارا یہ استدلال اپنی جگہ قائم اور صحیح ہے اور موصوف کا جواب اس کے رد میں بالکل ناکافی اور ناتمام ہے۔ (۱)

۳۔ بلکہ تبرید النواظر میں صحابہ سے تبدیلی پر حوالہ جات دینے کے بعد لکھا

آپ غور فرمایئے اگر حضرات صحابہ کرام کا اور خصوصاً ان بزرگوں کا جن سے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کے الفاظ سے ''التحیات'' منقول ہے یہ عقیدہ ہوتا کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ ہمارے اندر موجود اور حاضر ہیں تو ان کو ضمیرِ خطاب چھوڑنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی تھی؟ بلکہ انہوں نے اُمت کی رہنمائی فرمائی کہ اگر اُمت ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ'' کو اس عقیدہ سے پڑھے کہ ہم بطور حکایت پڑھتے ہیں یا حکایت بطور دعا انشاء ہے اور یہی صحیح ہے اور فرشتے ہمارے صلوۃ وسلام کو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچادیتے ہیں تو پھر خطاب ہوجاتا ہے (۲)

اگر تبدیلی مان لیں

ہم نے تفصیل سے عرض کیا کہ اولاً تو تبدیلی ہوئی نہیں اگر ہوئی بھی تھی تو چند دنوں کے لیے بعض صحابہ نے کی اور اس تبدیلی کو تمام اُمت نے شاذ اور اجماع صحابہ واُمت کے خلاف قرار دیتے ہوئے 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' پڑھنے کی تلقین کی جسے

---

(۱) تفریح الخاطر، ۳۳۳

(۲) تبرید النواظر، ۱۷۴

مولانا کا تضاد اور داؤ

اب نشر الطیب کی عبارت ملاحظ کیجیے اور دیکھیے دونوں عبارات میں کس قدر تضاد ہے۔حدیث حضرت عثمان بن حنیف 'یَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّھْتُ بِكَ' کی صحت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا واقعہ نقل کر کے فائدہ کے طور پر لکھتے ہیں

اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃً بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے اور نداء کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے دو وجہ سے ایک تو متبادر قصہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں نداء غائب لازم نہیں آتی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے ندا القصد تبلیغ ملائکہ اُن کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اِس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں اس لیے ان کو منع کیا جاتا ہے (۱)

یہاں انہوں نے یہ باتیں کہی ہیں

۱۔ ''یا محمد'' سے ندا غائب جائز نہیں

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے والے نے مسجدِ نبوی میں جا کر یا محمد کہا اور یہ نداء غائب نہیں

۳۔ سلف کا یا محمد کہنا جائز ہے کیونکہ وہ ملائکہ کا پہچانا مراد لیتے ہیں

غور کیجیے

پہلے خود ہی لکھا ہے

کہ 'یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِكَ' میں کوئی دلیلِ بلاغ موجود ہی نہیں کیونکہ یہ معاملہ درود و سلام کا نہیں

پھر لکھا

کہ پہلے لوگ اسے بطور حکایت و خبر ہی پڑھا کرتے تھے

(۱) نشر الطیب، ۲۷۷

یہاں ہے کہ وہ بمقصد تبلیغ ملائکہ پڑھا کرتے تھے۔

جب خود ہی لکھا کہ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِكَ میں دلیلِ بلاغ موجود ہی نہیں تو پھر سلف کے بارے میں ایسی بات کہنا کہاں کا انصاف ہے؟

پھر اس میں گڈمڈ کر دی کہ اسلاف اسے بطور حکایت پڑھتے تھے یا بطور انشاء، کسی جگہ ایک بات لکھ دی اور کسی جگہ دوسری، مسلمان کہاں جائیں؟

مسجد نبوی ﷺ میں جانا

پھر یہ لکھنا کہ کوئی مسجدِ نبوی ﷺ میں جا کر ایسی دعا کرے تو وہاں یہ کلمات 'یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِكَ' پڑھنا جائز ہے لیکن دوسرے مقام پر جائز نہیں بلکہ شرک ہے تو اس تفریق پر کوئی شہادت ہے ہرگز نہیں پہلے ہم نے واضح کر دیا کہ تمام ائمۂ اُمت نے ہر جگہ ان کلمات کے پڑھنے اور ان سے استفادہ کی تعلیم و تلقین کی ہے کسی سے بھی ایسی تفریق منقول نہیں، اگر مخالفین کے مطالعہ میں ایسی کوئی چیز ہے تو ضرور سامنے لائیں اور اگر نہیں ہے تو پھر اُمت سے دھوکہ نہ کیا جائے بلکہ اسے اپنے صحیح راستے پر ہی گامزن رہنے دیا جائے

تعلیم دینے والی کونسی ہستی ہے؟

اور یہ خیال ہمیں کیوں نہیں آتا کہ 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' اور ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِكَ'' سکھانے والی کونسی ذاتِ اقدس ہے اگر اس میں کوئی شرک کا وہم و شبہ ہوتا تو وہ اُسی وقت فرما دیتی کہ یہ میری ظاہری حیات میں بلکہ فقط میرے سامنے ہی ایسا کہنا جائز ہے جو آدمی مجھ سے دور ہو یا میرے وصال کے بعد پڑھے تو ایسے کلمات ہرگز نہ پڑھے۔

جب آپ ﷺ نے تا قیامت اُمت کو ان کلمات کی تعلیم و اجازت دی اور انھیں برکات و فیوض کا ذریعہ بنانے کا کہا تو اس کے بعد کسی کے قول کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی بلکہ ایسا کہنے والا گمراہ ہی ہوسکتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے تصحیح کی

یہاں ایک عبارت کا ذکر کیے دیتے ہیں جو ان مخالفین کے خوشہ چینوں کی ہے پروفیسر زاہد حسین مرزا، میر پوری، 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پر لکھتا ہے

ان تمام روایات میں یہ بات آئی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ تشہد میں السلام علی النبی کہا کرتے تھے یہ تبدیلی اس لیے کی گئی کہ آئندہ آنے والی نسلیں کہیں یہ عقیدہ نہ اپنا لیں کہ نبی اکرم ﷺ حاضر و ناظر ہیں لیکن آپ ﷺ کی زندگی میں پڑھا اور سکھایا جانے والا تشہد عالمِ اسلام میں اس قدر پھیلا کہ صحابہ کرام کی طرف سے کی جانے والی تصحیح کے باوجود بدستور پڑھا جاتا رہا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے البتہ صحابہ کرام کی طرف سے جس خدشے کا اظہار کیا گیا تھا وہ بھی درست ہوا آج بھی تشہد کو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر بطورِ دلیل پیش کیا جاتا ہے (۱)

کیا یہ کہنا درست ہے کہ تمام صحابہ نے تبدیلی کر دی تھی؟

کیا رسول اللہ ﷺ کے مقرر الفاظ میں صحابہ تبدیلی کر سکتے ہیں؟

کیا صحابہ کی طرف تصحیحِ الفاظِ رسول کی نسبت جائز ہے؟

جب یہ ساری کی ساری باتیں غلط اور لایعنی ہیں تو ہم کیوں نہیں کامل طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر اعتماد کرتے کہ انہوں نے جو کچھ ہمیں سکھا دیا ہے اسے اس کی روح کے ساتھ دل و جان کے ساتھ مان لیں اگر ان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سننے، دیکھنے اور جاننے کی قوت دی ہے تو ہمیں تسلیم کرنے میں کیا جھجک و پریشانی ہے؟

---

(۱) مقام نبوت، ۷۷

فصل:

مزید دو اہم باتیں

پیچھے آپ نے پڑھ لیا کہ شیخ اشرف علی تھانوی نے خود خلافتِ عثمانی کے دور کا واقعہ نقل کر کے توسل کے ثبوت پہ استدلال کیا

کہ یہ روایت بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ سے توسل بعد از وصال بھی جائز ہے

پھر یہ بھی مانا کہ اسلاف اس وظیفہ کو اس ارادہ سے پڑھا کرتے کہ ملائکہ آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دیتے ہیں

لیکن ایک مقام پر انہوں نے اس سے متضاد بات لکھتے ہوئے کہا

کہ اس حکم میں عموم ہی نہیں بلکہ یہ اس صحابی سے ہی مخصوص ہے، آیئے وہ سوال وجواب کی صورت میں پڑھیے

سوال

قریب قریب اس کے وہ شبہ ہے جو تشہد میں وقتِ پڑھنے، فقرہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' الخ اکثر اوقات دل میں پڑھا جاتا ہے، تفصیل اس کی یہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم (گروہ صحابہ) حالت حیات آنحضرت ﷺ میں بوقت تشہد ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' الخ کہا کرتے تھے اور جب سے آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا یوں کہنے لگے، اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الخ تو اب یہ کلمہ تشہد میں کیوں بحال رکھا گیا، حالانکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اکثر فتاوٰی میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ہی کے پیرو ہوا کرتے تھے فقط،

الجواب:

یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا اور حضور ﷺ سے تعلیم تشہد کی بصیغۂ خطاب بلا تخصیص منصوص ہے نص کے سامنے اجتہاد کو چھوڑ دیا جائے گا، بخلاف تعلیم اس دعا کے اعمٰی کو کہ اس وقت میں وہ حاضر تھا اس دعا کے پڑھنے کو فرمایا تھا، تو تعلیم میں تعمیم ثابت نہیں، اور تشہد تو نماز میں پڑھنے کو سکھلایا گیا تھا اور آپ خود جانتے تھے کہ سب نمازی قریب نہیں ہوں گے اور جو قریب بھی ہیں وہ سماع نہ کریں گے فافترقا۔(۱)

نہایت قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر یہ اس صحابی سے مخصوص تھا تو وہ اور اُن کی اولاد لوگوں کو زندگی بھر اس دعا کی تعلیم کیوں دیتے رہے؟

حضرت عثمان اوران کی اولاد کا لوگوں کو اس دعا کی تعلیم دینا

بعد از وصال نبوی اس دعا کی تعلیم صرف حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ نے ہی نہیں دی بلکہ ان کی اولاد بھی لوگوں کو اس دعا کی تعلیم دیتی رہی اور یاد رہے کہ وہ صرف شہر مدینہ میں ہی نہیں رہے بلکہ وہ خلفاء راشدین کے دور میں عراق و بصرہ کے گورنر رہے۔ آیئے امام احمد خفاجی (ت،۱۰۶۹) کی اس روایت پر گفتگو کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(وَرَوَى النِّسَائِيُّ) وَالتِّرْمَذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَصَحَّحُوْهُ (عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ) وَلَهٗ صُحْبَةٌ وَرِوَايَةٌ وَرَوٰى عَنْهُ اَحْمَدُ وَاَصْحَابُ السُّنَنِ وَهُوَ مِنَ الْاَشْرَافِ وَلِيَ سَوَادِ الْعِرَاقِ وَالْبَصْرَةِ وَعَاشَ اِلٰى زَمَنِ مَعَاوِيَةَ وَسَنُقَرِّرُ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَرِيْبًا اِلَّا اَنَّ الْبُرْهَانَ قَالَ كَانَ يَنْبَغِيْ لِلْقَاضِيْ اَنْ يَذْكُرَ سَنَدَهٗ لِيُعْلَمَ اَنَّهٗ صَحَابِيٌّ لِئَلَّا يُتَوَهَّمَ اَنَّ النِّسَائِيَّ سَمِعَ مِنْهُ وَمِثْلُهٗ سَهْلٌ (اَنَّ اَعْمٰى) لَمْ يَذْكُرُوْا اِسْمَهٗ (قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ اُدْعُ اللهَ اَنْ يَكْشِفَ عَنْ بَصَرِيْ) اَلْمَعْنٰى

(۱) امداد الفتاوی،۵،۴۰۱

اَنْ يَدْعُوَ لَهٗ بِاَنْ يَصِحَّ بَصَرُهٗ وَيُزِيْلَ اللهُ عَنْهُ الْعَمٰى فَعَبَّرَ عَنْهُ بِالْكَشْفِ وَهُوَ اِزَالَةُ الْغِطَاءِ فَاَمَّا اَنْ يَكُوْنَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةٌ وَجِلْدَةٌ رَقِيْقَةٌ طَلَبَ اِزَالَتَهَا اَوْشَبَّهَ عَدَمَ الرُّؤْيَةِ بِحِجَابٍ حَائِلٍ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُبْصَرَاتِ وَالرُّؤْيَةَ بِاِزَالَتِهٖ فَفِيْهِ اِسْتِعَارَةٌ (فَقَالَ) لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اٰمِرًا لَّهٗ (اِنْطَلِقْ) اَيْ قُمْ مَجْلِسَكَ هٰذَا (فَتَوَضَّأْ) اَمَرَ بِالْوُضُوْءِ (ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ) نَافِلَةً وَتُسَمّٰى صَلَاةُ الْحَاجَةِ وَمِنْهُ اَخَذَ اَنَّ كُلَّ مَنْ هَمَّهٗ اَمْرٌ يَنْبَغِيْ لَهٗ وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يُّصَلِّيَ قَبْلَ الدُّعَاءِ تَقَرُّبًا اِلَى اللهِ (ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ) اَيْ يَا اَللهُ وَالْكَلَامُ عَلَيْهَا مَشْهُوْرٌ ذَكَرْنَاهُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَحَلِّ (اِنِّيْ اَسْاَلُكَ) وَاَطْلُبُ مِنْكَ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ (وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ) اَصْلُ مَعْنَى التَّوَجُّهِ الْمُقَابَلَةُ بِالْوَجْهِ فَاُرِيْدَ الْاِخْلَاصُ فِي الْقِصَّةِ لِلدُّعَاءِ وَالتَّوَسُّلِ (بِنَبِيِّكَ) وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ بِنَبِيِّيْ بِالْاِضَافَةِ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ (مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ) بَدَلٌ مِنْ نَبِيِّكَ اَوْ عَطْفُ بَيَانٍ وَقَدْ تَقَدَّمَ مَعْنَاهُ ثُمَّ الْتَفَتَ مِنْ خِطَابِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰى اِلٰى خِطَابِ نَبِيِّهٖ ﷺ لِاَنَّهٗ وَاسِطَةٌ فِيْ كُلِّ مَا يَصِلُ مِنَ الْاِحْسَانِ وَالْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ (يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ) اَيْ اَتَوَسَّلُ بِكَ فِيْمَا طَلَبْتُهٗ مِنَ اللهِ وَهُوَ (اَنْ يَكْشِفَ عَنْ بَصَرِيْ) حِجَابَهُ الْمَانِعَ لَهٗ عَنِ الرُّؤْيَةِ وَفِيْهِ مُقَدَّرٌ اَيْ فَدَعَا فَاَبْصَرَ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مُسْنَدٌ صَحِيْحٌ اَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَغَيْرُهُمَا

(اس حدیث کو امام نسائی، ترمذی وحاکم اور بیہقی نے نقل کر کے صحیح کہا کہ

حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ جو صحابی اور راویِ احادیث ہیں اُن سے امام احمد اور اصحابِ سنن نے روایت کیا ہے اور یہ اشراف میں سے ہیں یہ عراق اور بصرہ کے گورنر رہے حضرت معاویہ کے دور تک زندہ رہے اس حدیث کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے البتہ امام برہان حلبی نے لکھا قاضی عیاض کے لئے یہ مناسب تھا کہ وہ اس کی سند ذکر کر دیتے تا کہ ان کا صحابی ہونا واضح ہو جاتا اور یہ وہم نہ ہوتا کہ امام نسائی نے براہِ راست اُن سے حدیث لی ہے اسی کی مثل حضرت سہل کا معاملہ ہے (ایک نابینا نے) ان کا نام محدثین نے ذکر نہیں کیا (عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے) معنی یہ ہے کہ میرے لئے صحتِ بینائی کی دعا کیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے نابینا پن دور کر دے لفظِ کشف سے مراد آنکھوں سے پردہ کا ازالہ ہے ان کی آنکھوں پر باریک جھلی آ گئی تھی اس کے ازالہ کا مطالبہ کیا یا ایسا پردہ حائل تھا کہ دیکھنا ناممکن تھا تو اس کے ازالہ کی طلب کی، رسول اللہ نے اسے حکم دیا اٹھو اور جاؤ وضو کرو پھر دو رکعتیں نوافل ادا کرو، اسے نماز حاجت کہا جاتا ہے، اس میں یہ تعلیم ہے کہ جسے مشکل پیش آئے وہ یہ نماز ادا کرے اور دعا سے پہلے نماز ادا کرنا مستحب ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو (پھر یہ دعا کرو اے اللہ) اللھم پر گفتگو معروف ہے اور کئی مقامات پر ہم نے اس پر تفصیلا لکھا ہے (میں آپ سے مانگتا ہوں) یعنی میں آپ سے اپنی حاجت مانگتا ہوں توجہ کا اصل معنی چہرہ سامنے کرنا ہے یہاں مراد دعا و توسل ہے (تیرے نبی کے ساتھ) بعض نسخوں میں یاءِ متکلم کے ساتھ بنبیی ہے (محمد نبی رحمت) یہ نبیک سے بدل یا عطف بیان ہے اور اس کا معنی گزر چکا ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کے بعد اس کے نبی کی طرف متوجہ ہوئے جو ہر احسان اور فیضِ الٰہی کا واسطہ و وسیلہ ہیں (یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ) یعنی میں آپ کے وسیلہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ (وہ میری بینائی کھول دے) یعنی دیکھنے سے پردہ کو دور فرما دے تو انہوں

نے جب یہ دعا کی تو ان کی بینائی لوٹ آئی یہ حدیث صحیح ہے اسے امام ترمذی، حاکم اور دیگر محدثین نے روایت کیا)

اس کے بعد لکھتے ہیں

وَكَانَ ابْنُ حُنَيْفٍ وَ بَنُوْهُ يُعَلِّمُوْنَهُ النَّاسَ وَقَدْ حُكِيَ فِيْهِ حَكَايَاتٌ فِيْهَا اِجَابَةُ دُعَاءِ مَنْ دَعَا بِهٖ مِنْ غَيْرِ تَأَخُّرٍ وَ قَدْ اَخْرَجَهُ الْبُرْهَانُ الْحَلَبِيُّ مِنْ طُرُقٍ مُتَعَدَّدَةٍ فَلَمْ يَبْقَ فِيْهِ شُبْهَةٌ فَاحْفَظْهُ (اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ) اَيْ اَقْبِلْ شَفَاعَتَهُ (فِيَّ) وَهُوَ يَحْتَمِلُ اَنْ يُّرِيْدَ شَفَاعَتَهُ ﷺ فِيْهِ فِي الدُّنْيَا بِرَدِّ بَصَرِهٖ اَوْ شَفَاعَتَهُ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ اَوْ مَا يَشْمَلُهُمَا وَهٰذَا اَوْلٰى وَمِنْهُ عُلِمَ اِسْتِحْبَابُ الدُّعَاءِ عَقْبَ الصَّلٰوةِ (۱)

(حضرت ابن حُنیف اور ان کی اولاد لوگوں کو اس دعا کی تعلیم دیا کرتے اور اس میں بہت سے واقعات و حکایات منقول ہیں کہ لوگوں نے یہ دعا کی تو فی الفور ان کی دعا قبول ہوئی اسے امام برہان حلبی نے متعدد اسناد سے نقل کیا تو کوئی شبہ باقی نہیں رہا (اے اللہ ان کی شفاعت قبول فرما) یعنی ان کی شفاعت قبول فرما (میرے حق میں) اس میں احتمال ہے کہ دنیا میں شفاعت بصورت بصارت لوٹانے کا معاملہ ہے یا اخروی شفاعت مراد ہے یا یہ دونوں شفاعتوں کو شامل ہے اور یہی اولیٰ ہے اس سے نماز کے بعد دعا کا مستحب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے)

یہی بات شیخ احمد زینی دحلان (ت،) نے تحریر کی ہے

وَكَانَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ وَ بَنُوْهُ يُعَلِّمُوْنَهُ لِلنَّاسِ فَيَدْعُوْنَ بِهٖ عِنْدَ تَعَسُّرِ قَضَاءِ الْحَاجَاتِ فَتُقْضٰى وَقَدْ اَخْرَجَهُ الْبُرْهَانُ الْحَلَبِيُّ مِنْ طُرُقٍ مُتَعَدِّدَةٍ قَالَ الشِّهَابُ الْخَفَاجِيُّ فِيْ شَرْحِ الشِّفَاءِ فَلَمْ يَبْقَ

(۱) نسیم الریاض ۳، ۷۴، ۷۵

فِيهِ شُبْهَةٌ فَاحْفَظْهُ (۱)

(حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد لوگوں کو یہ دعا سکھاتے اور وہ اپنی مشکلات میں اسے پڑھتے تو ان کی حاجات پوری ہو جاتیں، امام برہان حلبی نے اسے متعدد اسناد سے ذکر کیا امام شہاب خفاجی شرح شفاء میں کہتے ہیں اس کے بعد اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا پس اس دعا کو یاد کرو)

صحابی رضی اللہ عنہ کے حالات

اس حدیث کے راوی صحابیِ رسول ﷺ کے حالات زندگی کے بارے میں ہے کہ ان کا نام ونسب یوں ہے عثمان بن حُنیف (تصغیر کے ساتھ) بن واہب بن حکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعۃ بن عمرو بن جیش بن عوف بن عمرو بن عوف من مالک بن اوس انصاری اوسی، ان کی کنیت ابوعمرو اور بعض نے کہا کہ ابوعبداللہ ہے امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے لیکن یہ بیان کرنے میں وہ تنہا ہیں البتہ جمہور کے نزدیک وہ پہلی لڑائی احد میں شریک ہوئے ہاں ان کے بھائی سہل بن حُنیف بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے تھے اس میں کسی کا اختلاف نہیں، امام عسکری کہتے ہیں کہ عثمان اُحد اور بعد کی لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ ان کے بھتیجے حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عمارہ بن خزیمہ بن ثابت، نوفل بن مساحق اور ہانی بن معاویہ الصرفی نے ان سے روایت کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو زمین کی پیائش اور لوگوں پر جزیہ اور خراج لگانے کے لیے عراق کا والی بنا کر بھیجا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو بصرہ کا گورنر بنایا پھر جب حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بصرہ آئے تو انہوں نے ان کو واپس کر دیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور واقعہ جمل رونما ہوا۔

امام ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ علماء نے آثار واخبار میں ذکر کیا ہے کہ حضرت

(۱) سیرت دحلانیہ، ۱۷۱

عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ سرزمینِ عراق کی طرف کسے بھیجا جائے تو تمام نے اجماعاً کہا کہ حضرت عثمان بن حُنیف کو بھیجا جائے اور کہا کہ اگر آپ اس سے بھی اہم کام پر بھیجیں تو وہ صاحب نظر، صاحبِ عقل، صاحبِ معرفت وتجربہ ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلدی سے ان کو عراق کی زمین ماپنے کے لیے عراق کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہوں نے زمین کے ہر جریب پر جسے پانی پہنچتا ہو خواہ وہ آباد ہو یا غیر آباد ایک درہم اور ایک بوری گندم کی مقرر کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے سرزمین کوفہ کا ٹیکس ایک کڑور سے زیادہ تک پہنچ چکا تھا اور جب حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کا لشکر بصرہ پہنچا تو اس سے حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ کے فضل میں اور اضافہ ہوا الخ حضرت معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں کوفہ میں ان کی وفات ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن (۱)

ان کے حالات سے آگاہی کے بعد کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس دعا کے پڑھنے والے پر وہ یہ پابندی لگاتے تھے کہ وہ مسجد نبوی اور رسول اللہ ﷺ کے قریب جا کر یہ دعا کرے، وہ تو بصرہ وعراق میں اس دعا کی تعلیم دیتے رہے جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ کائنات کے ہر گوشہ میں یہ دعا پڑھی جاسکتی ہے جیسے ہر نماز میں رسول اللہ ﷺ کو ہر جگہ مخاطب کر کے سلام عرض کرتا ہے اسی طرح وہ اپنے آقا ﷺ کو ہر جگہ فریاد رسی کے لیے پکار بھی سکتا ہے اور اسے مسجدِ نبوی تک مخصوص کرنا سراسر زیادتی اور من مانی ہے۔

(۱) مصباح الزجاجۃ فی فوائد صلاۃ الحاجۃ، ۶۳

پانچواں باب:

رسول اللہ کا اُمت کو ایک اور تحفہ

یَاعِبَادَ اللهِ اَعِیْنُوْنِیْ

(اے اللہ کے بندو میری مدد کرو)

قرآن وسنت نے یہاں ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگو خود ساختہ بتوں سے مت مانگو، وہاں اس نے ہمیں اس تعلیم سے بھی بہرہ ور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے بھی مدد مانگ سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کرم نوازیوں سے مالا مال کیا ہوتا ہے یہ اس کی صفات کا مظہر ہوتے ہیں ان کی توانیاں دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ ان کی توانیوں اور طاقتوں میں تصرف خود باری تعالیٰ فرماتا ہے زبان ان کی ہوتی ہے مگر اس پر بولتا خدا ہے ان کے ہاتھوں کو وہ اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے جس کی تفصیل پچھلی فصل میں آچکی ہے

تو انہیں خود ساختہ بتوں پر قیاس مت کرو یہ حسبِ درجہ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کی زبان وحرکت تقدیرِ الٰہی بن جاتی ہے

اللہ کے بندوں میری مدد کرو

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو یہ تعلیم دی کہ دوران سفر سواری گم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگ لیا کریں

۱۔ امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً فِي الْاَرْضِ سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُوْنَ مَا يَسْقُطُ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ فَاِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ فِيْ رِجْلِهِ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْنِيْ عِبَادَ اللهِ (۱)

(۱) مسند بزار، حدیث: ۳۱۲۸

(زمین پر اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھتے ہیں جب تم میں سے کسی کو جنگل و بیابان میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یوں ندا کر کے مدد مانگے کہ اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو)

امام نورالدین علی ہیثمی (ت،۸۰۷) اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں

رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ (۱)

(اسے امام بزار نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں)

عظیم محدث شیخ عبداللہ غماری (ت، ۱۴۱۳) نے یہ الفاظ لکھے ہیں

اِسْنَادُهُ جَيِّدٌ (۲)

(اس کی سند جید وعمدہ ہے)

۲۔ حافظ ابن السنی ابوبکر احمد بن محمد (ت، ۳۶۴) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ بِاَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَاعِبَادَ اللهِ احْبِسُوْهُ فَاِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي الْاَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ (۳)

(جب تم میں سے کسی کی سواری بیابان میں بھاگ جائے تو وہ یوں پکارے اے اللہ کے بندوں اسے روک لو کیونکہ زمین پر روکنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں)

امام نورالدین ہیثمی (ت، ۸۰۷) اس کے تحت لکھتے ہیں

اسے امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے نقل کیا ہے اس کے راویوں میں سے "معروف بن حسان" ضعیف راوی ہیں (۴)

۳۔ امام طبرانی (ت، ۳۶۰) نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ

(۱) مجمع الزوائد، ۴۔۱۷۱
(۲) الرد المحکم، ۱۴
(۳) عمل الیوم واللیلۃ، ۱۶۲
(۴) مجمع الزوائد، ۱۰، ۱۸۸

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ عَوْنًا وَ هُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ

(جب تم میں سے کوئی کسی چیز کو گم کردے یا مدد چاہے حالانکہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی مددگار نہ ہو تو وہ یوں تین دفعہ پکارے، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اس لیے کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے)

امام ہیثمی نے اس پر یہ نوٹ دیا ہے کہ

رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرِجَالُهُ وُثِّقُوا عَلَى ضُعْفٍ فِي بَعْضِهِمْ إِلَّا أَنَّ زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ لَمْ يُدْرِكْ عُتْبَةَ (۱)

(اسے امام طبرانی نے روایت کیا اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیتے ہوئے بعض کو ضعیف کہا ہے مگر زید بن علی کی عتبہ سے ملاقات ثابت نہیں)

۴۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (ت،۲۳۵) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فَضْلًا سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُونَ مَا سَقَطَ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ فَإِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُنَادِ أَعِينُونِي عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ اللهُ (۲)

(بلاشبہ اللہ تعالی نے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ کچھ فرشتوں کو مقرر فرمایا جو درختوں کے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں پریشانی بنے تو وہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو تم پر اللہ رحم فرمائے)

(۱) مجمع الزوائد، ۱۰، ۱۸۸

(۲) المصنف، حدیث: ۳۰۳۳۹

عباد اللہ سے کون مراد ہیں؟

اوپر آپ نے دیکھا کہ بعض روایات میں ملائکہ کا ذکر ہے اور بعض میں عباد اللہ کے الفاظ ہیں اس لیے اہل علم نے تصریح کی ہے کہ یہاں ملائکہ، مسلمان جنات اور رجال غیب، ابدال و اولیاء مراد ہیں

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) يَا عِبَادَ اللهِ کے تحت لکھتے ہیں

اَلْمُرَادُ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَوِ الْمُسْلِمُونَ مِنَ الْجِنِّ أَوْ رِجَالُ الْغَيْبِ الْمُسَمُّونَ بِالْأَبْدَالِ (۱)

(عباد سے مراد فرشتے یا جنات مسلمان یا اس سے رجال غیب مراد ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے)

یاد رہے ایسے مواقع پر لفظ 'او' شک کے لئے نہیں ہوتا بلکہ وہ یہ بتاتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ضرور ہے یعنی منع خلو کے لئے ہے

۲۔ شیخ محمد علی شوکانی (ت، ۱۱۲۵) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے تحت لکھا

قَالَ فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَ فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِمَنْ لَا يَرَاهُمُ الْإِنْسَانُ مِنْ عِبَادِ اللهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَصَالِحِ الْجِنِّ وَلَيْسَ فِي ذٰلِكَ بَأْسٌ (۲)

(مجمع الزوائد میں ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں اور اس حدیث سے ایسے لوگوں سے مدد مانگنا جائز بتایا جنہیں انسان دیکھ نہیں پاتا مثلاً اللہ کے بندے، فرشتے، نیک جن اور اس مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں)

۳۔ نواب قطب الدین خان دہلوی (ت،) نے فائدہ حدیث میں لکھا

ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے کوئی خاص انسان، رجال غیب یعنی

(۱) الحرز الثمین شرح حصن الحصین، ۳۲۲

(۲) تحفۃ الذاکرین، ۱۵۵

ابدال یا ملائکہ یا پھر نیک جنات ہیں (۱)

روایات مبارکہ اور ائمہ اُمت کا معمول

ان تمام آیاتِ مبارکہ میں اُمت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پکارتے ہوئے مدد مانگو تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے تمہاری مشکلات کا ازالہ فرمائے اس لیے تمام ائمہِ اُمت نے بیان کیا کہ ہم نے اس تعلیم پر عمل کیا تو ہماری مشکلات حل ہوگئیں۔

چند کی تصریحات ملاحظہ کر لیجیے

۱۔ امام سلیمان بن احمد طبرانی (ت، ۳۲۰) حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کر کے لکھتے ہیں

وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ (۲)

(اور یہ بات نہایت ہی مجرب ہے)

امام طبرانی کے ان الفاظ کے تحت مولانا عاشق الٰہی دیوبندی نے کہا کہ اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ جب کبھی حیرانی کے موقعہ پر کسی نے اس طرح کی آواز لگائی تو اللہ کا کوئی بندہ ضرور ظاہر ہوگیا (۳)

۲۔ عظیم محدث امام محی الدین نووی (ت، ۶۷۶) انہی روایات کے تحت فرماتے ہیں

حُكِيَ لِي لِبَعْضِ شُيُوخِنَا الْكِبَارِ فِي الْعِلْمِ أَنَّهُ انْفَلَتَتْ لَهُ دَابَّةٌ أَظُنُّهَا بَغْلَةً وَ كَانَ يَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَهُ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فِي الْحَالِ

(مجھے نامور اور علمی شخصیت استاذِ گرامی نے بتایا کہ ان کی سواری خچر گم ہو گئی اور انہیں یہ حدیث یاد تھی تو میں نے جب پکارا تو اسی وقت میری سواری اللہ تعالیٰ نے واپس فرمادی)

(۱) ظفر جلیل شرح حصن، ۹، ۱۴۹ مطبوعہ لاہور
(۲) المعجم الکبیر، ۱۷، ۱۱۸
(۳) شرح حصن حصین، ۳۴۵

اس کے بعد اپنا واقعہ لکھتے ہیں

وَكُنْتُ أَنَا مَرَّةً مَعَ جَمَاعَةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهَا بَهِيمَةٌ وَعَجَزُوا عَنْهَا ۔ ۔ ۔ فَقُلْتُهُ فَوَقَفَتْ فِي الْحَالِ بِغَيْرِ سَبَبٍ سِوَى هٰذَا الْكَلَامِ (۱)

(خود میں ایک دفعہ جماعت کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ ہمارا جانور گم ہو گیا اور قافلہ والے تلاش کر کے تھک گئے تو میں نے اللہ کے بندوں سے مدد چاہی تو فی الفور جانور مل گیا اور اس کے ملنے کا سبب فقط یہی وظیفہ وعمل تھا)

شیخ عبداللہ غماری (ت، ۱۰۱۴) نے لکھا امام نووی نے شرح المھذب میں اپنے مذکور شیخ کا نام امام ابو محمد بن ابی الیسر تحریر کیا ہے (۲)

۳۔ حضرت ملا علی قاری (ت، ۴۱۰۱) مشائخ کے حوالہ سے لکھتے ہیں

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الثِّقَاتِ هٰذَا الْحَدِيثُ حَسَنٌ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْمُسَافِرُونَ وَرُوِيَ عَنِ الْمَشَائِخِ أَنَّهُ مُجَرَّبٌ قَرَنَ بِهِ النُّجْحُ ذَكَرَهُ مِيرَكُ (۳)

(بعض ثقہ اہل علم فرماتے ہیں یہ روایت حسن ہے اہلِ سفر اس کے محتاج ہوتے ہیں بزرگوں سے منقول ہے کہ اس کا تجربہ بھی ہوا ہے کہ اس سے کامیابی ملی اسے محدث میرک نے ذکر کیا)

ان احادیث کی تشریح کرتے ہوئے نواب قطب الدین دھلوی (ت) نے لکھا میرک شاہ نے بعض علماء ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور محتاج ہیں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ میں اور نزدیک ہے ساتھ اس کے فتح مقصود پر کذا ذکر الفخر والعلی (۴)

(۱) الاذکار، ۲۵۷
(۲) الرد المحکم المتین، ۴۲
(۳) الحرز الثمین، ۳۲۲
(۴) ظفر جلیل شرح حصن حصین، ۲۰۲ مطبوعہ ۱۲۵۴

عبارت کیوں بدل دی؟

یادر ہے نواب صاحب کی مذکورہ عبارت ہمارے نسخوں میں نہیں ہے بلکہ اسے بعد کے لوگوں نے بدل دیا ہے جو کسی مسلمان کو زیب ہی نہیں دیتا اگر مصنف سے کسی بات سے اختلاف ہے تو حاشیہ میں اس کے خلاف نوٹ مع دلیل دیا جا سکتا ہے لیکن اس کی عبارت کو ہی بدل دینا سوائے خیانت کے کچھ نہیں ہم نے یہ عبارت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ت، ۱۳۶۷) کی کتاب ''اطیب البیان'' سے لی ہے اگلی کہانی ان کی زبان سے ہی پڑھ لیجیے، لکھتے ہیں

ظفر جلیل کی یہ عبارت میں نے اس قدیم اصلی نسخہ سے لی ہے جس کو قطب الدین خان صاحب مصنف نے سن ۱۲۵۴ میں عبد الغفور شاہجہاں آبادی کے مطبع میں چھپوایا ہے، وہابیہ کی خیانت اور شرمناک چالاکی اور قابل مذمت فریب یہ ہے کہ اس کے بعد کے نسخوں میں سے انہوں نے میرک شاہ کی عبارت بالکل اڑا دی ہے جس میں حدیث کو حسن بتایا ہے اور اس پر مشائخ کا تجربہ نقل کیا تھا اور بجائے اس کے ایک جعلی عبارت جس کا اصل کتاب میں نام و نشان نہیں اپنی طرف سے بڑھا دی اس میں اس حدیث کو ضعیف بھی کہا اور یہ بھی کہا کہ عباد اللہ سے ملائکہ مراد ہیں۔

خدا نے عقل ماردی

اور نادانوں کو یہ نہ سوجھا کہ ابھی چند سطر اوپر اسی ظفر جلیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ مراد بندوں، سے رجال الغیب ہیں یعنی ابدال، ملائکہ یا مسلمان جنات پھر چار سطر بعد اس کے خلاف کیسے لکھ دیں قطع و برید کی بات ہی تھی تو اس عبارت کو بھی نکال دیا ہوتا مگر خدا نے عقل ماردی اور جھوٹے کا پردہ فاش کرنے کے لیے یہ عبارت رہ گئی (۱)

اصل عبارت کی تائید اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ نواب صاحب نے ملا علی قاری کی عبارت کا ترجمہ کیا تھا اور اس میں واضح طور پر دونوں چیزیں موجود ہیں کہ میرک شاہ نے نقل کیا ہے اور علماء ثقات کے ہاں یہ حدیث حسن ہے (۲)

(۱) اطیب البیان، ۲۱۴ (۲) الحرز الثمین، ۲۲۳

۴۔نواب صدیق حسن بھوپالی (ت، ۱۳۰۷) کا عمل و تجربہ

نواب صدیق حسن بھوپالی (ت، ۱۳۰۷) نے خود اپنا تجربہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے میں ایک مرتبہ ہندوستان کے شہر مرزا پور سے جبل پور کی طرف سفر کر رہا تھا

فَوَقَعَ الْمَرْكَبُ الَّذِىْ كُنْتُ عَلَيْهِ فِي الْجَدْوَلِ وَ الْجَدْوَلُ فِيْ طُغْيَانٍ وَ كِدْتُ اَغْرَقُ مَعَ الْمَرْكَبِ

(میری سواری ندی میں گر گئی حالانکہ اس وقت ندی میں طغیانی تھی قریب تھا کہ میں سواری سمیت غرق ہو جاتا)

مجھے یہ حدیث یاد تھی میں نے اس کے مطابق 'یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ' کہا

فَوَقَعَ الْمَرْكَبُ فِي الْحَالِ عَلٰى حِجَارَةٍ عَظِيْمَةٍ كَانَتْ فِيْ ذٰلِكَ الْجَدْوَلِ بَعْدَ اِنْسَالٍ عَلٰى مَوْجِ الْمَاءِ وَنَجَوْتُ مِنَ الْغَرَقِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (۱)

(تو میری سواری اسی وقت چٹان پر رک گئی جو پانی کی موجوں میں بہہ کر آئی تھی اور میں غرق ہونے سے بچ گیا اللہ ہی کے لیے حمد ہے)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا عمل

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (ت، ۱۳۱۷) کے بارے میں شیخ اشرف علی تھانوی (ت، ۱۳۶۲) رقمطراز ہیں

ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو یہ کہہ کر پھر میں نے نماز نفل شروع کر دی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا (۲)

(۱) نزل الابرار، ۳۳۵
(۲) امداد المشتاق، ۱۲۷

مرید کی مدد

تھانوی صاحب نے حاجی صاحب کا یہ ملفوظ بھی نقل کیا ہے

خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا اگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ (حاجی صاحب) سے ملتجی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور اگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا (۱)

اپنے اپنے بزرگوں کو پکارتے رہے

آج تو جہالت اور مطالعہ کی کمی لے ڈوبی ہے ورنہ اگر اپنے اپنے اکابر کی سوانح کا مطالعہ ہی کر لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ سارے ہی اپنے اپنے بزرگوں کے نام لے کر انہیں مدد کے لیے پکارتے رہے ہیں، چند کا عمل ملاحظہ کر لیجیے

۱۔ نواب وحید الزماں حیدر آبادی (ت ۱۳۳۸) نے نواب صدیق حسن بھوپالی کے حوالہ سے لکھا

قَالَ السَّیِّدُ فِیْ بَعْضِ تَوَالِیْفِهٖ قِبْلَه دِیْن مَدَدے کَعْبَهِ اِیْمَان مَدَدے اِبْنُ قَیِّم مَدَدے قَاضِیْ شَوْکَان مَدَدے (۲)

(سید صدیق حسن خاں نے اپنی بعض کتب میں یوں مدد مانگی ہے دین کے قبلہ مدد کرو، ایمان کے کعبہ مدد کرو ابن قیم مدد کرو قاضی شوکانی مدد کرو)

یہی عبارت مولوی حسین علی (ت) نے نقل کر کے لکھا

چنانچہ درھندی گویند شالا مدد ہووے پیر جیلانی (۳)

جیسے پنجابی زبان میں لوگ کہتے ہیں شالا مدد ہووے پیر جیلانی

۲۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی (ت:۱۳۳۹) اپنے بزرگ رشید احمد گنگوہی کی وفات کے بعد ان کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا اعلان ان الفاظ میں کرتے ہیں

(۱) امداد المشتاق، ۱۳۰

(۲) ہدیۃ المہدی، ۲۳

(۳) بلغۃ الحیران ۳۶۴

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

۳۔ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی اپنے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی بارگاہ میں یوں فریاد و التجا کرتے ہیں

يَا مُرْشِدِیْ يَا مُوْلَائِیْ يَا مُفْزِعِیْ
يَا مَلْجَائِیْ فِیْ مَبْدَئِیْ وَ مَعَادِیْ
يَا سَيِّدِیْ لِلّٰهِ شَيْئًا لِلّٰهِ اَنَّهٗ
اَنْتُمْ لِیَ الْمَجْدُ اَنِّیْ جَارِیْ

(اے میرے مرشد، میری پناہ گاہ، پریشانیوں میں میرے سہارا، دنیا آخرت میں میری پناہ گاہ اے میرے آقا خدا کے لیے کچھ عطا کر دو آپ سخی ہو اور میں منگتا و سائل ہوں)(۱)

(۱) کرامات امدادیہ، ۳

فصل:

روایت پر اعتراضات کا جواب

اس حدیث کے بارے میں محدث کبیر شیخ محمود ممدوح نے اپنی کتاب رفع المنارہ میں جو گفتگو کی ہے جس کا ترجمہ مولانا محمد اکرام اللہ زاہد نے کیا ہم اسے نقل کیے دیتے ہیں۔

إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللهِ احْبِسُوا عَلَيَّ فَإِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ عَلَيْكُمْ

(جب تم میں سے کسی کا جانور جنگل میں گم ہو جائے تو وہ یوں پکارے يَا عِبَادَ اللهِ احْبِسُوا عَلَيَّ (اے اللہ کے بندو! مجھے وہ لوٹا دو) تو یقینا زمین میں اللہ کا بندہ موجود ہوتا ہے جو جلد ہی تمہیں لوٹا دے گا۔)

بیان سند

طبرانی نے المعجم الکبیر (۱۰، ۲۶۷) میں کہا

ہم سے ابراھیم بن نائلة الاصبھانی ہم سے حسن بن عمر بن شقیق نے ہم سے معروف بن حسان السمرقندی نے، سعید بن ابی عروبة سے، قتادة سے عبداللہ بن بریدة سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ ۔۔۔ الخ"

اس کو ابو یعلیٰ نے المسند: ۹، ۱۷۷ میں، اور ابن السنی نے (عمل الیوم واللیلة، ۱۶۲) میں اسی طریق سے روایت کیا اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد، ۱۰، ۱۳۲) میں اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور طبرانی کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا: "سند میں ابن بریدة اور

ابن مسعود کے درمیان انقطاع ہے"

اس کے ساتھ حدیث کے کئی اور طرق ہیں جو حدیث کو تقویت دیتے ہیں اور اس کو ضعف سے ایسے درجہ حسن کی طرف منتقل کرتے ہیں جو مقبول اور معمول بہ ہے۔

۱۔ طبرانی نے (المعجم الکبیر ۱۷، ۱۱۷) میں ابن عبدالرحمٰن بن شریک کے طریق سے نقل کرتے ہوئے کہا:

حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَبِيِّ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا، وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيسٌ فَلْيَقُلْ: يَا عِبَادَ اللهِ أَعِينُونِي أَغِيثُونِي، فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ

(مجھ سے میرے باپ نے عبداللہ بن عیسیٰ سے ان سے زید بن علی نے ان سے عتبہ بن غزوان نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی کوئی چیز گم کر بیٹھے یا مدد لینے کا ارادہ کرے جب کہ وہ ایسی جگہ پر ہے جہاں اس کا کوئی غم خوار نہیں تو یوں کہے "يَا عِبَادَ اللهِ أَعِينُونِي أَغِيثُونِي" اے اللہ کے بندوں مدد کرو اور میری فریاد سنو یقینا اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے اور یہ عمل مجرب ہے)

میں کہتا ہوں اس کی سند میں ضعف اور انقطاع ہے، حافظ ہیثمی نے (۱) کہا، اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کے رجال کی توثیق کی مگر بعض میں ضعف ہے اس کے علاوہ زید بن علی نے عتبہ کو بھی نہیں پایا

حافظ ابن حجر نے اس کے اعلال میں فقط انقطاع پر اکتفاء کیا اور تخریج الاذکار میں کہا، اس کو طبرانی نے منقطع سند کے ساتھ عتبہ بن غزوان سے مرفوع نقل کیا

۲۔ ابن ابی شیبة نے (مصنف ۱۰، ۴۲۴: ۴۲۵) میں نقل کیا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن اسحاق نے ابان بن صالح سے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

(۱) مجمع الزوائد ۱۰، ۱۳۲

إِذَا نَفَرَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ أَوْ بَعِيرُهُ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ لَا يَرَى بِهَا أَحَدًا فَلْيَقُلْ أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللهِ فَإِنَّهُ سَيُعَانُ

(جب تم میں سے کسی کا جانور یا اونٹ ایسے جنگل میں بھاگ گیا کہ وہ وہاں کسی کو نہیں دیکھتا تو یوں کہے اے اللہ کے بندوں! میری مدد کرو تو یقینا جلد ہی اس کی مدد کی جائے گی)

میں کہتا ہوں، یہ مرسل ہے اگر محمد ابن اسحاق کا عنعنہ (عن سے روایت کرنا) نہ ہوتا تو حدیث حسن الاسناد ہوتی۔

ایک شبہ کا ازالہ

البانی نے مذکورہ حدیث کو (الضعیفۃ ۲، ۱۰۹) اعضال سے معلل کیا یعنی اس کو معضل کہا حالانکہ یہ صریح غلطی ہے کیونکہ ابان بن صالح چھوٹی عمر کے تابعین میں سے ہیں واللہ اعلم الصواب

۳۔ البزار نے اپنی مسند میں نقل کیا (کشف الاستار، ۴، ۳۳، ۳۴)

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ ثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ "إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُونَ مَا يَسْقُطُ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ فَإِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ أَعِينُونِي عِبَادَ اللهِ

(بے شک زمین میں حفظۃ فرشتوں کے علاوہ بھی اللہ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو بھی لکھ لیتے ہیں تو جب تم میں سے کسی کو جنگل میں کوئی مصیبت آن گھیرے تو یوں پکارے "أَعِينُونِي عِبَادَ اللهِ" (اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو)

حافظ ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۱۰: ۱۳۲) میں کہا اس کو بزار نے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تخریج الاذکار (شرح ابن علان ۵، ۱۵۱) میں "حَسَنُ الْإِسْنَادِ غَرِيبٌ جِدًّا" کہا، حافظ کا اس کی تحسین پر اکتفا کرنے کا سبب یہ ہے کہ اسامۃ بن زید لیثی اس سند میں موجود ہیں جس میں اختلاف ہے اور امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں بن عباس سے بھی اس کو نقل کیا ہے لیکن وہ موقوف ہے جو کہ جعفر بن عون کے طریق سے ہے کہ ہم سے اسامۃ بن زید نے ابان بن صالح سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباس سے اس کو بیان کیا ہے۔

البانی کی غلطی اور اس کا محاسبہ

البانی نے (الضعیفۃ ۲، ۱۱۲) میں ابن عباس کے مرفوع طریق کو اس موقوف کے سبب معلل کیا اور کہا: جعفر بن عون، حاتم بن اسماعیل سے زیادہ ثقہ ہے اور مخالفت کے سبب حدیث میرے نزدیک معلول ہے اور راجح اس کا موقوف ہونا ہی ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ قاعدہ غلط ہے جس کی وضاحت دو امور میں کی جاتی ہے۔

دو امور کا تذکرہ

۱۔ علم حدیث میں یہ اصول مقرر ہے کہ جب مرفوع اور موقوف میں تعارض ہو تو حکم مرفوع کے لیے ہوتا ہے۔ امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم، ۱۔۳۲ میں کہا جب موقوف اور بعض مرفوع، یا وہ اسے کبھی موصول مرفوع اور کبھی مرسل یا موقوف روایت کریں تو صحیح وہی ہے جو محققین محدثین نے فقہاء اور اصحاب اصول نے کہا اور خطیب بغدادی نے بھی اس قاعدہ کو صحیح جانا۔

إِنَّ الْحُكْمَ لِمَنْ وَصَلَهُ أَوْ رَفَعَهُ سَوَاءٌ كَانَ الْمُخَالِفُ لَهُ مِثْلَهُ أَوْ أَكْثَرَ وَ أَحْفَظَ لِأَنَّهُ زِيَادَةُ ثِقَةٍ وَ هِيَ مَقْبُولَةٌ

(حکم اسی کے لیے ہے جس میں اس کو موصول یا مرفوع روایت کیا ہے

چاہے اس کا مخالف اس کی مثل یا اکثر اور احفظ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ ثقہ کا اضافہ ہے جو مقبول ہے)

اور ابن عبدالھادی نے التنقیح (۱، ۳۵۰) طبع مصر" میں اسی کی تصریح کی ہے۔

۲۔ حاتم بن اسماعیل حدیث کو مرفوع روایت کرنے میں منفرد نہیں، بلکہ محمد بن اسحاق اس کے موافق ہے۔ جس کی مرفوع روایت کی ہوئی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث پر بطور شاہد گزر چکی ہے۔

اس مقام پر یوں کہنا ہی مناسب ہوگا کہ ابان بن صالح کبھی حدیث کو مرفوع روایت کرتے ہیں اور کبھی رفع کا ذکر نہیں کرتے۔ اس طرح کی اکثر مثالیں ملتی ہیں۔

وَاللهُ اَعْلَمُ

البانی کا مرفوع طریق کو موقوف کے سبب معلل قرار دینا ایک رائیگاں کوشش ہے اور کوئی ایسی علت قابل سماعت نہیں جس سے وہ رفع حدیث اور اس کے حکم سے بری ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ قواعد حدیث کی مخالفت ہی کیوں نہ ہو جائے (فَاللّٰھُمَّ غُفْرَانَكَ)

حاصل کلام

مذکورہ بیان سے واضح ہوگیا کہ حدیث جید مقبول ہے اور خصوصاً تیسری حدیث جو بطور شاہد پیش کی گئی ہے "وہ بہر صورت حسن الاسناد لذاتہ" ہے

(واللہ اعلم بالصواب)

فائدہ

جب حدیث سند ضعیف سے وارد ہو تو وہ اس وقت مقبول ہو جاتی ہے جب اُمت اسے قبول کر لے اور وہ صحیح اور حسن سے عام ہوتی ہے اور جب اس پر بعض ائمہ کا عمل بھی ہو تو ان کے عمل سے حدیث کو تقویت ملتی ہے (جیسا کہ ہماری پیش کردہ مذکورہ حدیث) حافظ بیہقی نے (السنن الکبریٰ ۳، ۵۲) میں صلوٰۃ التسبیح والی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا: کہ "عبداللہ بن مبارک اس کو پڑھا کرتے تھے اور صالحین ایک دوسرے

سے اس کو سیکھا کرتے تھے۔ تو اس وجہ سے حدیث مرفوع کی تقویت ہوئی۔"

اور بیہقی کے شیخ امام حاکم نے بھی (المستدرک ۱، ۳۲۰) میں اسی طرح کہا اور اس حدیث پر آئمہ اُمت نے عمل بھی کیا ہے اور اپنا اپنا تجربہ بھی ذکر کیا مثلاً

۱۔ "المسائل"، "شعب الایمان" از حافظ بیہقی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن امام احمد نے کہا کہ میں نے اپنے والد محترم کو فرماتے ہوئے سنا

حَجَجْتُ خَمْسَ حِجَجٍ مِنْهَا ثِنْتَيْنِ رَاكِبًا، وَ ثَلَاثَةٌ مَاشِيًا اَوْ ثِنْتَيْنِ مَاشِيًا وَ ثَلَاثَةٌ رَاكِبًا فَضَلَلْتُ الطَّرِيْقَ فِيْ حَجَّةٍ وَ كُنْتُ مَاشِيًا وَ جَعَلْتُ اَقُوْلُ يَاعِبَادَ اللهِ دَلُّوْنَا عَلَى الطَّرِيْقِ، فَلَمْ اَزَلْ اَقُوْلُ ذَالِكَ حَتّٰى وَقَعْتُ عَلَى الطَّرِيْقِ اَوْ كَمَا قَالَ اَبِيْ

(میں نے پانچ حج کیے جن میں سے دو سواری پر اور تین پیادہ، یا دو پیادہ اور تین سواری پر، ایک پیادہ حج پر راستہ بھول گیا، تو میں یوں پکارنے لگا! اے اللہ کے بندو! ہمیں راستہ بتاؤ، تو میں یہی کہتا رہا یہاں تک کہ مجھے راستہ مل گیا)

۲۔ امام ابوقاسم طبرانی نے (المعجم الکبیر ۱۷، ۱۱۷) میں حدیث نقل کرنے کے بعد کہا "وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ" (یہ مجرب ہے)

۳۔ امام نووی نے (الاذکار، ص ۳۳۱) میں حدیث نقل کرنے کے بعد کہا کہ مجھ سے ایک بڑے علامہ شیخ نے بیان کیا کہ اس کا خچر گم ہوگیا اور وہ اس حدیث کو جانتے تھے تو انہوں نے وہی (حدیث والے الفاظ) کہے تو اللہ نے اسی وقت ان کو ملا دیا اور میں ایک مرتبہ جماعت کے ہمراہ تھا تو ایک چارپایہ گم ہوگیا اور لوگ اس کی تلاش سے عاجز آ گئے تو میں نے وہی (حدیث والے الفاظ) پڑھے تو چارپایہ مل گیا۔ حالانکہ ان الفاظ کے علاوہ کچھ بھی نہیں کہا تھا"

فائدہ

حاصل کلام یہ ہے کہ تحقیق کرنے والے کے لیے اس حدیث کی تقویت میں دو

صورتیں ہیں۔

۱۔ اس کی تقویت شواہد سے ہو تو بلاشبہ یہ حدیث حسن ہو گی

۲۔ اُمت کے عمل سے اس کی تقویت ہو

اور دونوں صورتیں ایک دوسرے سے قوی ہیں (واللہ اعلم بالصواب)(۱)

شیخ سرفراز صفدر نے اس روایت کے جواب میں گلدستہ توحید میں جو اعتراضات اٹھائے ہیں وہ یہ ہیں

جواب اول

یہ روایت ایک سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی سند میں معروف بن حسان ہے علامہ ہیثمی لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے ابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث اور ابو حاتم کہتے ہیں مجہول ہے دوسری سند حضرت عتبہ بن غزوان تک پہنچتی ہے جو کہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں اس سند میں حسب تصریح علامہ ھیثمی **علی ضعف فی بعضھم** بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں اور دوسری خرابی یہ ہے کہ یزید بن علی راوی کی حضرت عتبہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور نہ اس نے ان کو دیکھا ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے لہٰذا یہ روایت حضرات محدثین کی اصطلاح میں منقطع ہے۔ جو ضعیف ہوتی ہے۔

جواب دوم

اگر ضعیف ہونے کے ساتھ اس حدیث کے الفاظ پر طائرانہ نگاہ بھی ڈالی جائے تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے حاضر ہوتے ہیں (تا) تو اس روایت سے مافوق الاسباب مدد طلب کرنا ثابت نہ ہوا بلکہ وہاں جو فرشتے موجود ہوتے ہیں ان سے مدد طلب کی گئی ہے۔

ہم ان کا جواب علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ کی زبانی دے رہے ہیں فرماتے ہیں۔

جب یہ روایت تین صحابیوں سے اور متعدد سندوں سے مروی ہے اور ان میں

(۱) احادیث وسیلہ پر اعتراضات کا علمی محاکمہ، ۲۱۴ تا ۲۲۲

سے بعض اسنادات کے رجال ثقہ ہیں تو نفس مضمون کی توثیق کے بعد چوں و چرا کی گنجائش ختم ہو گئی اور کسی حدیث کے متن کے لحاظ سے صحت وقوت اس کی تمام تر اسنادات اور تمام تر راویوں کی توثیق پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ تعدد طرق سے اس کا ضعف دور ہو جاتا ہے جبکہ یہ سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ جب بعض صحیح اور قابل وثوق ہوں اور اکابرین اس حدیث کے حسن ہونے کی تصریح بھی کریں۔

بددیانتی کا مظاہرہ

علامہ سرفراز صاحب نے علامہ ہیثمی کی عبارت میں قطع و برید کر کے علمی خیانت کا بدترین مظاہرہ کیا ہے، انہوں نے کہا

رِجَالُهُ وُثِّقُوْا عَلٰى ضُعْفٍ فِيْ بَعْضِهِمْ

(اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے البتہ بعض میں ضعف ہے)

مگر علامہ صاحب نے اپنے مطلب کے مخالف الفاظ پر قینچی چلا دی، یعنی رِجَالُهُ وُثِّقُوْا کو کاٹ دیا اور علی ضعف کا ترجمہ راوی ضعیف اور کمزور کر دیا۔ اگر یہ ترجمہ صحیح ہے تو توثیق رجال کا مطلب کیا ہوا۔

معلوم ہوا کہ راویوں کا وہ ضعف اس روایت میں ضعف کا موجب نہیں تھا اور نہ ان کو ناقابل اعتماد بناتا تھا اس لیے توثیق کر دی اور جب رجال کی توثیق ثابت ہو گئی تو انقطاع مضر نہیں رہے گا اور اگر یہ روایت موقوف صحابی ہوتی تو بھی حجت ہوتی چہ جائیکہ اس کو نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں

فَمِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ مَوْقُوْفَ الصَّحَابَةِ حُجَّةٌ عِنْدَنَا وَ كَذَا الْحَدِيْثُ الْمُنْقَطِعُ اِذَا صَحَّ سَنَدُهٗ (۱)

(یہ بات معلوم ویقینی ہے کہ صحابہ کی موقوف روایت اور حدیث بھی ہمارے نزدیک حجت ہے اور ایسے ہی منقطع حدیث بھی جب کہ اس کی سند صحیح ہو)

(۱) موضوعات، ۳۹

نیز راویوں کے متعلق سب ائمہ جرح وتعدیل کا اتفاق تو تقریباً ناممکن سا امر ہے شاید چند ہی خوش نصیب ایسے راوی ہوں کہ ان کو سبھی ائمہ موثوق اور قابل اعتماد قرار دیں ورنہ کوئی دجال کہتا ہے تو دوسرا اس کی توثیق کر دیتا ہے اور کسی کو ایک صاحب ضعیف اور ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں تو دوسرا اس کو قوی اور معتمد علیہ قرار دیتے ہیں لہٰذا کسی بھی راوی کو ایک دو شخصیات کے قول سے مجروح قرار دے کر اس کی روایت کو ناقابل استدلال قرار دے ڈالنا بھی کوئی اچھی سوچ کا مظاہرہ نہیں ہے اور آج کل کے محققین نے کچھ ایسے ہی نئے لطائف بنا ڈالے ہیں ایک روایت اپنے مسلک کے خلاف ہوئی تو اس میں کیڑے نکالنے کے لیے جن حضرات نے کسی راوی کی تضعیف کی اس کا قول نقل کر کے اس روایت کو ناقابل اعتبار بنا ڈالا اور جب کوئی روایت اپنے مدعا کے موافق ہوئی تو اسی راوی کے متعلق جن حضرات نے توثیق کی ہوتی ہے وہاں ان کے اقوال نقل کر کے اس روایت اور حدیث کو صحیح اور قوی السند اور حجت ثابت کر دیا جاتا ہے اور خود علامہ سرفراز نے اسی کرتب کا مظاہرہ کئی جگہ کیا ہے کبھی غیر مقلدین کی پیش کردہ روایات میں اور کبھی اپنے حسینی المشرب پیر بھائیوں یعنی نیلوی اور عنایتی گروپ کے پیش کردہ روایات میں جیسے کہ ان کی کتب کے مطالعہ سے ظاہر ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے مروی قول یا محمد ﷺ کی تضعیف کے لیے کہا کہ اس کی تیسری سند میں زہیر عن ابی اسحق ہے اور محدثین نے تصریح کی ہے کہ زہیر کی ابواسحاق سے جو روایت بھی ہو ضعیف ہوگی۔(۱)

لیکن اسی زہیر کی ابواسحاق سے روایت کو ازالۃ الریب ص ۱۷۲ پر ذہبی اور حاکم کے حوالے سے صحیح قرار دے دیا

لہٰذا بہتر صورت یہی ہے کہ علماء اعلام اور محدثین عظام یا مجتہدین کرام اور سلف صالحین کے کسی روایت پر اعتماد اور اس سے استدلال واستناد کے بعد یا معنوی طور پر کتاب وسنت سے تائید وتصدیق کے بعد یا تعدد طرق کے ثبوت کے بعد ایسی جرح اور قدح سے گریز کیا جائے یا کم از کم کچھ حضرات اپنے اسلاف کی تحقیق سے مطمئن ہیں اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان روایات کے مطابق عقیدہ وعمل اپنا لیں تو انہیں مغرور سمجھنا

(۱) گلدستہ توحید، ۱۴۱

چاہیے اور نہ ان کو اپنے تکفیری فتووں کا نشانہ بنانا چاہیے۔

علامہ سرفراز کا جواب

طائرانہ نظر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جنگل اور ویرانوں میں خدائے تعالیٰ کے کچھ بندے حاضر ہوتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کی روایت کے مطابق وہ فرشتے ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی رکاوٹ پیش ہو تو یہ کہا کرو" اللہ کے بندو مدد کرو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ملائکہ سے مدد طلب کرنا درست ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی کام پر مامور کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ (فالمدبرات امرا) کے تحت متعدد اکابرین کے حوالے سے عرض کیا جا چکا ہے کہ کاملین اولیاء کرام بھی اس ملاء اعلیٰ میں شامل ہو کر کارکنان قضا وقدر بن جاتے ہیں لہٰذا ملائکہ اور ان میں استمداد و استعانت کے جواز اور عدم جواز کے لحاظ سے فرق کرنا قطعاً درست نہیں ہے جبکہ ملائکہ غیر اللہ ہی ہوتے ہیں جیسے کہ اولیاء کرام اور انبیاء کرام علیھم السلام، اور اللہ تعالیٰ بھی حاضر و ناظر اور علی کل شئی قدیر لیکن پھر بھی ملائکہ مدبرین سے استمداد جائز ہے تو ان مقبولان بارگاہ سے بھی استمداد جائز اور درست ہوگئی۔ وہ کون سا دین و مذہب ہے جس میں رسل وانبیاء علیھم السلام اور اولیاء علیھم الرضوان تو غیر اللہ ہیں مگر ملائکہ غیر اللہ نہیں؟

رہا فوق الاسباب کے تحت الاسباب کا فرق تو اس کی لغویت قبل ازیں واضح کی جا چکی ہے جب ظاہری اسباب کے تحت وہ لوگ اپنے جانور کو قابو کرنے میں ناکام رہیں تو ظاہری اسباب کے بغیر اس کو روک دیا جانا فوق الاسباب العادیہ امداد ہی ہے۔ نیز جنگل اور ویرانہ کے لیے پتہ نہیں علامہ صاحب نے کیا حد بندی کر رکھی ہے کہ اس کے ہر گوشہ اور ہر حصہ پر اس حادثہ سے دوچار ہونے والے ان رجال غیب کے قریب ہی ہوں گے اور بُعد مسافت کا شائبہ بھی وہاں پر نہیں ہو سکے گا ہر جگہ سے ندا و پکار سمجھی جائے گی۔ یہ سراسر ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا ہے اور قبل ازیں متعدد بار اور متعدد حوالہ جات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ نورانی اور روحانی شخصیات کے لیے دوری اور نزدیکی اور قرب و بُعد کا امتیاز مٹ جاتا ہے علامہ ابن حجر ہیثمی مکی فتاویٰ حدیثیہ میں نبی مکرم ﷺ کی بیداری میں زیارت کے جواز اور درستگی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثُمَّ رَأَيْتُ ابْنَ الْعَرَبِيِّ صَرَّحَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ أَنَّهُ لَا يَمْتَنِعُ رُؤْيَةُ ذَاتِ النَّبِيِّ ﷺ بِرُوْحِهٖ وَ جَسَدِهٖ لِأَنَّهُ وَ سَائِرَ الْأَنْبِيَاءِ أَحْيَاءٌ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ أَرْوَاحُهُمْ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا وَ أُذِنَ لَهُمْ فِي الْخُرُوْجِ مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَ التَّصَرُّفِ فِي الْمَلَكُوْتِ الْعُلْوِيِّ وَالسُّفْلِيِّ وَلَا مَانِعَ مِنْ أَنْ يَرَاهُ كَثِيْرُوْنَ فِيْ وَقْتٍ وَاحِدٍ لِأَنَّهُ كَالشَّمْسِ وَإِذَا كَانَ الْقُطْبُ يَمْلَأُ الْكَوْنَ كَمَا قَالَ التَّاجُ ابْنُ عَطَاءِ اللهِ فَمَا بَالُكَ بِالنَّبِيِّ ﷺ (۱)

(پھر میں نے ابن العربی کو دیکھا کہ انہوں نے بھی اس کی تصریح کی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ کی ذات اقدس کا دیدار روح اور جسم سمیت ممتنع نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد پھر ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اور انہیں قبروں سے باہر آنے اور عالم بالا اور عالم اسفل میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ بہت سے لوگ آپ ﷺ کا ایک ہی وقت میں مشاہدہ کریں کیونکہ آپ ﷺ سورج کی مانند ہیں اور جب قطب پورے جہاں کو بھر سکتا ہے جیسے کے تاج ابن عطاء اللہ نے فرمایا ہے تو نبی اکرم ﷺ کا کیا مرتبہ و مقام ہوگا یعنی یقینا آپ ﷺ کا مقام انتہائی ارفع واعلیٰ ہوگا)

الغرض تمام جہاں کی مسافتیں محبوبان خداوند تعالیٰ کے سامنے سمٹ سکڑ جاتی ہیں اور کوئی دوسری مسافت ان کو دیکھنے، سننے اور دستِ تعاون دراز کرنے میں مانع نہیں ہو سکتیں اور وہ ملائکہ کے احکام کے ہی حامل ہوتے ہیں اور انہیں جیسے نورانی وجود اور نورانی قوائے لطیفہ کے مالک ہوتے ہیں لہٰذا یہ فرق کرنا سراسر دھاندلی اور سینہ زوری ہے نیز

(۱) فتاویٰ حدیثیہ، ۲۵۶

ظاہر ہے کہ جتنی ہم جنس کو اپنے ہم جنس سے محبت ہو سکتی ہے اتنی دوسروں کو نہیں ہو سکتی۔ تو جب اولیاء کرام کا ملاء اعلیٰ میں شامل ہونا بھی ثابت ہے اور ان میں زیادہ ہمدردی اور خیر خواہی بھی موجود ہے تو ان کی امداد واعانت کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ (۱)

(۱) گلشن توحید ورسالت، ۲:۴۷۹، ۴۸۶

چھٹا باب

لَبَّيْكَ - نُصِرْتَ

میں تمہاری مدد کے لیے پہنچا ہوں

رسول اللہ ﷺ کا مدد کرنا

احادیث وسیرت میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ ایک صحابی نے مکۃ المکرمہ سے رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ ومدد چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے شہر مدینہ میں ان کی آواز سنی اور فریاد رسی فرمائی۔

ہوا یوں کہ قبیلہ بنو بکر اور قبیلہ بنو خزاعہ کی آپس میں پرانی لڑائی تھی، جب قریشِ مکہ نے مسلمانوں سے مقام حدیبیہ پر دس سال کے لیے صلح کا معاہدہ کیا تو اس معاہدہ میں بنو بکر نے قریش کا ساتھ اور بنو خزاعہ نے مسلمانوں کا ساتھ دیا یعنی بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے ابھی معاہدے کو دو سال ہی گزرے تھے کہ بنو بکر نے پرانی دشمنی کی وجہ سے قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کرنے کا سوچا اور قریش نے انہیں درپردہ ہر ممکن امداد کا یقین دلایا، بنو خزاعہ کو ان دونوں کی اس سازش کا وہم وخیال بھی نہ تھا اچانک رات کو بنو بکر نے پوری تیاری کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور اس میں قریش بھی بھیس بدل کر شریک ہوئے بہت سارے لوگ قتل ہوئے حتی کہ کچھ نے حرم کعبہ میں پناہ لی مگر انہوں نے حرم میں بھی ان کو قتل کر دیا چونکہ یہ قبیلہ بنو خزاعہ مسلمانوں کا حلیف تھا اس لیے اس قبیلہ کے چالیس آدمی رسول اللہ ﷺ کو اپنی کہانی سنانے اور امداد کے لیے شہر مدینہ روانہ ہوئے ان کے سربراہ حضرت عمرو بن سالم تھے جو نامور شاعر بھی تھے اس لیے لوگ انہیں راجز کے نام سے یاد کرتے، اگلی کہانی ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے سنیے۔

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَاتَ عِنْدَهَا لَيْلَتَهَا، فَقَامَ

يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِيْ مُتَوَضَّئِهِ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ - ثَلَاثًا - نُصِرْتَ نُصِرْتَ - ثَلَاثًا - فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ فِيْ مُتَوَضَّئِكَ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ - ثَلَاثًا - نُصِرْتَ، نُصِرْتَ - ثَلَاثًا - كَأَنَّكَ تَكَلَّمُ إِنْسَانًا - وَ هَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ؟ فَقَالَ هٰذَا رَاجِزُ بَنِيْ كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِيْ، وَيَزْعَمُ أَنَّ قُرَيْشًا أَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِيْ بَكْرٍ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَمَرَ عَائِشَةَ أَنْ تُجَهِّزَهُ - وَلَا تُعْلِمُ أَحَدًا قَالَتْ: فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ: يَا بُنَيَّةَ مَا هٰذَا الْجِهَازُ؟ فَقَالَتْ: وَاللهِ مَا أَدْرِيْ - فَقَالَ: وَاللهِ مَا هٰذَا زَمَانُ غَزْوِ بَنِي الْأَصْفَرِ فَأَيْنَ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللهِ قَالَتْ وَاللهِ لَا عِلْمَ لِيْ - قَالَتْ: فَأَقَمْنَا ثَلَاثًا ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ بِالنَّاسِ فَسَمِعْتُ الرَّاجِزَ يَنْشُدُهُ: (1)

(رسول اللہ ﷺ کا رات میرے ہاں قیام تھا۔ آپ ﷺ اٹھے نماز کے لیے وضو کیا میں نے وضو خانہ میں فرماتے ہوئے سنا میں پہنچا، میں پہنچا، میں پہنچا، تمہاری مدد کے لیے، تمہاری مدد کے لیے، تمہاری مدد کے لیے جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا تین تین دفعہ یہ کلمات فرماتے ہوئے سنا۔ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی گویا آپ کسی آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے کیا آپ کے ساتھ کوئی تھا؟ فرمایا یہ بنو کعب کا راجز ہے جس نے پکارا اور کہہ رہا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) کہ پھر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے (اور وضو کے بعد) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیاری کا

(1) المعجم الصغير، ۲، ۱۶۸

حکم دیتے ہوئے نصیحت کی کہ کسی کو بتانا نہیں۔

(حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے) کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہا آئے اور تیاری کے حوالہ سے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم تیاری کی وجہ میں نہیں جانتی۔ کہنے لگے اللہ کی قسم ان دنوں رومیوں کے حملے کا کوئی خطرہ نہیں۔ کیا معلوم رسول اللہ ﷺ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم میرے علم میں نہیں۔ راویہ حدیث حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (رسول اللہ ﷺ کے فرمان لبیک، نصرت نصرت) کے تین دن بعد آپ ﷺ نے نماز فجر لوگوں کو پڑھائی تو میں نے راجز کو یہ استغاثہ کہتے ہوئے سنا

حدیث اور امام زرقانی کی تشریح

اس مبارک روایت کو تقریباً تمام اہلِ سیرت نے ذکر کیا ہے، شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) اسے معروف کتاب المواهب اللدنیہ میں بھی لائے، اس کی تشریح امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) نے جن الفاظ میں کی وہ من وعن حاضر ہے، اسے خوب توجہ سے پڑھیے تاکہ اگلی عبارت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ جب وضوخانے میں آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا میں تمہاری مدد کو پہنچا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ کس کے ساتھ ہم کلام تھے کوئی آدمی آپ کے ساتھ تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هٰذَا رَاجِزٌ بِجِيْمٍ وَ زَاىٍ قَائِلُ الرَّاجِزِ نَوْعٌ مِنَ الشِّعْرِ مَعْرُوْفٌ وَصَحَّفَ مَنْ قَالَ رَاجِلٌ (بَنِىْ كَعْبٍ) بَطْنٍ مِنْ خُزَاعَةَ (يَسْتَصْرِخُنِىْ) يَسْتَغِيْثُ بِىْ (وَ يَزْعَمُ اَنَّ قُرَيْشًا اَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِىْ بَكْرٍ) فَفِىْ اِخْبَارِهٖ بِهٖ قَبْلَ قُدُوْمِهٖ عَلَمٌ مِنْ اَعْلَامِ النُّبُوَّةِ بَاهِرٌ فَاَمَّا اَنَّهٗ اَعْلَمَ بِذٰلِكَ بِالْوَحْىِ وَ عَلِمَ مَا يُصَوِّرُ الرَّاجِزُ اَوْ يُكَلِّمُهٗ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَاَجَابَهٗ بِذٰلِكَ اَوْ اَنَّهٗ كَانَ يَرْتَجِزُ

فِىْ سَفَرِهٖ وَاَسْمَعَهُ اللّٰهُ كَلَامَهٗ قَبْلَ قُدُوْمِهٖ بِثَلَاثٍ وَلَا بُعْدَ فِىْ ذٰلِكَ فَقَدْ رَوٰى اَبُوْ نُعَيْمٍ مَرْفُوْعًا اِنِّىْ لَاَسْمَعُ اَطِيْطَ السَّمَاءِ وَمَا تُلَامُ اِنْ تَئِطَّ (اَلْحَدِيْثَ) قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ (ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) بَعْدَ قُدُوْمِهِ الْوَفْدِ (وَلَا تَعْلَمَ اَحَدًا) (قَالَتْ) مَيْمُوْنَةُ رَاوِيَةُ الْحَدِيْثِ (فَدَخَلَ عَلَيْهَا اَىْ عَلٰى عَائِشَةَ (اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ يَا بُنَيَّةَ مَا هٰذَا الْجِهَازُ) (فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِىْ فَقَالَ) اَبُوْبَكْرٍ (وَاللّٰهِ مَا هٰذَا زَمَانُ غَزْوِ بَنِى الْاَصْفَرِ)

(رجز شعر کی ایک قسم کا نام ہے یہ لفظ راجز ہے نہ کہ راجل ایسا پڑھنے والے نے غلطی کی ہے بنوکعب، بنوخزاعہ کی ایک شاخ ہے اس نے مجھے پکارا یعنی اس نے مجھ سے مدد طلب کی اور کہا قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی امداد کی ہے تو رسول اللہ ﷺ کا اس وفد کی آمد سے پہلے ان کی خبر واطلاع دینا، علاماتِ نبوت میں سے بڑی واضح نشانی ہے راجز نے جو کچھ اپنے ذہن میں سوچا اور تصور کیا اسے وحی کے ذریعے آپ ﷺ نے جان لیا یا انہوں نے اپنے دوستوں سے گفتگو کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول کر کے فرمایا تمہاری مدد کو پہنچا، اس نے یہ سارا کچھ دوران سفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آمد سے تین دن پہلے آپ ﷺ کو سنوا دیا اور اس میں کوئی بُعد و پریشانی نہیں کیونکہ امام ابونعیم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ میں آسمانوں کی چرچراہٹ سنتا ہوں اور ان کے چرچرانے پر کوئی ملامت نہیں

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں وفد آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نکلے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیاری کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ کسی کو مت بتاؤ۔ راویہ حدیث حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور تیاری کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگیں اللہ کی قسم میں نہیں جانتی)

چند فوائد

امام زرقانی کی گفتگو سے چند فوائد سامنے آتے ہیں

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے وضوخانہ میں فرمایا میں تمہاری امداد کے لیے حاضر ہوں

۲۔ اس وقت وہاں کوئی موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ ﷺ کس سے گفتگو فرما رہے تھے کیا کوئی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔

۳۔ آپ ﷺ نے آمدِ وفد سے تین دن پہلے یہ الفاظ مبارکہ فرمائے، میں تمہاری مدد کے لیے حاضر ہوں

۴۔ فَاَقَمْنَا ثَلَاثًا، یہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں نہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ امام زرقانی کے الفاظ قَالَتْ مَیْمُوْنَۃُ کَمَا ھُوَ رِوَایَۃُ الطَّبْرَانِیْ (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا جیسے طبرانی کی روایت ہے) اسے نہایت ہی آشکار کر رہے ہیں

۵۔ فَاَقَمْنَا ثَلَاثًا، کی تشریح میں لکھا ہے بَعْدَ قَوْلِہٖ ﷺ لِیْ ھٰذَا رَاجِزُ بْنُ کَعْبٍ (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا کہ یہ راجز بن کعب ہے) اس ارشاد عالی کے تین دن بعد ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے نمازِ فجر پڑھائی تو پھر میں نے اشعار سنے

لہذا مخالفین کا یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ جب آپ ﷺ نے وضوخانے میں فرمایا میں مدد کو پہنچا اس وقت حضرت راجز وہاں موجود تھے کیونکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا واضح کر رہی ہیں کہ اس وقت کوئی موجود نہ تھا البتہ تین دن کے بعد وفد آیا اور پھر حضرت راجز نے اشعار پڑھے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی (ت، ۹۴۲) امام طبرانی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں

قَالَتْ مَیْمُوْنَۃُ فَاَقَمْنَا ثَلَاثًا ثُمَّ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

الصُّبْحَ بِالنَّاسِ سَمِعْتُ الرَّاجِزَ یَنْشُدُ(۱)

(حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ تین دن بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھائی تو میں نے راجز کو اشعار پڑھتے سنا)

اس وفد کی آمد، ملاقات کی تفصیل میں طبرانی، بزار، ابن ابی شیبہ اور بیہقی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں، وفد نے آکر سارا واقعہ بیان کیا

وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ بَیْنَ اَظْھُرِ النَّاسِ وَرَاْسُ خُزَاعَۃَ عَمْرُو بْنُ سَالِمٍ فَلَمَّا فَرَغُوْا مِنْ قِصَّتِھِمْ قَامَ عَمْرُو بْنُ سَالِمٍ فَقَالَ (۱) (ایضا، ۲۰۲)

(رسول اللہ ﷺ مسجد میں صحابہ کے اندر تشریف فرما تھے اس وفد کے سربراہ عمرو بن سالم (راجز) تھے جب واقعہ سنانے سے فارغ ہوئے تو عمرو بن سالم نے کھڑے ہو کر اشعار کہے)

اسی واقعہ اور فریاد رسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (ت، ۱۳۵۰) نے لکھا:

وَ قَدْ وَرَدَ مِنْ مُعْجِزَاتِہٖ ﷺ السِّمَاعُ عَنِ الْبَعِیْدِ کَسِمَاعِہٖ صَوْتَ مَنِ اسْتَغَاثَ بِہٖ مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ حِیْنَمَا حَارَبَتْھُمْ قُرَیْشٌ فِیْ مَکَّۃَ فَسَمِعَہٗ ﷺ فِی الْمَدِیْنَۃِ وَقَالَ لَہٗ: ''لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ'' وَ تَجَھَّزَ لِنُصْرَتِھِمْ فَکَانَ الْفَتْحُ الْاَعْظَمُ فَتْحَ مَکَّۃَ الْمُشَرَّفَۃِ (۲)

(دور سے سن لینا آپ ﷺ کے معجزات و کمالات سے ہے جیسے آپ ﷺ نے اپنے حلیف بنوکنانہ کی مدد کی جب ان پر قریش حملہ آور ہوئے انہوں نے مکہ سے فریاد رسی چاہی میں مدد کے لیے حاضر ہوں اور یہی مکہ معظمہ کی فتح اعظم کا سبب بنا)

امام العصر علامہ محمد اشرف سیالوی نے اس روایت کے تحت جو گفتگو کی ہے اسے

(۱) سبل الہدیٰ، ۵، ۲۰۲

(۲) شواہد الحق: ۲۱۱

پڑھیے اور پلے باندھ لیجیے

اقول

اگر حضرت عمر بن سالم خزاعی رضی اللہ عنہ نے صرف دل میں خیال کیا تھا اور آپ کو معلوم بھی ہو گیا اور آپ ﷺ نے لبیک اور نصرت فرمانا شروع کر دیا تو اس سے مدعا اولویت کے طور پر ثابت ہو جائے گا کہ فریادی ابھی فریاد کرتا ہی نہیں صرف دل میں خیال باندھتا ہے اور ارادہ کرتا ہے مگر اس رحمتِ مجسم ﷺ کو فوراً پتہ بھی چل جاتا ہے اور اغاثہ و فریاد رسی پر آمادہ اور کمر بستہ بھی ہو جاتے ہیں یا صرف اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں صلاح و مشورہ کرتا ہے اور پروگرام بناتا ہے مگر ادھر سے اجابت پہلے ہی پائی جاتی ہے تو بالفعل فریاد اور استغاثہ پر بطریقِ اولیٰ فریاد رسی اور حاجت روائی اور مشکل کشائی پائی جائے گی اور اگر تیسری صورت پائی گئی تو اس کی دلالت مدعی پر واضح ہے اور علامہ زرقانی نے حدیث مرفوع نقل کر کے دور سے سن سکنے کا استبعاد دور کر دیا کہ جو ہستی پاک آسمان جتنی دوری سے سن سکتے ہیں وہ مکہ مکرمہ کی دوری یا تین دن کی مسافت سے کیوں نہیں سن سکتے جب کہ صرف پہلے آسمان کی نچلی سطح کی مسافت زمین سے پانچ سو سال کی راہ ہے اور اوپر والا کنارہ ہزار سالہ راہ ہے اور اگر ساتویں آسمان کی چیخ سنی تھی تو سات ہزار سالہ مسافت سے سن لی تو اس قدر دور سے سن سکنے والے نورانی کانوں کے لیے زمینی مسافتوں کی کیا حیثیت ہے جبکہ زمین کا محیط صرف چوبیس ہزار میل ہے اور مدینہ منورہ سے شرق اور غرب میں منتہائے ارض تک صرف بارہ بارہ ہزار میل کی مسافت ہے بلکہ کرۂ ارض کے اُفق حقیقی کی مسافت مشرق اور مغرب میں صرف چھ چھ ہزار میل ہے اگر اوپر والے حصہ کا اعتبار کریں اور اگر نچلہ حصہ ارضی بھی ساتھ شامل کریں تو مدینہ منورہ سے نیچے دوسری سمت تک کا قطر تقریباً ساڑھے سات ہزار میل بنے گا اور زمین کے سبع سمندروں کے دو حصے بارہ بارہ ہزار میل تک کی مسافت کے ہوں گے

سوال

عمر بن سالم خزاعی صرف نبی کریم ﷺ کا حلیف تھا مسلمان اور صحابی نہیں

تھا لہذا اس کی فریاد و زاری اور استغاثہ و استمداد سے اس کا جواز اور مشروع ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے؟

الجواب

اولاً یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے کہ عمر بن سالم صحابی تھے، رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ علامہ زرقانی فرماتے ہیں "عَمْرُو بْنُ سَالِمِ الْخُزَاعِي رحمہ اللہ تعالی اَحَدُ بَنِي كَعْبِ الصَّحَابِيُ"

نیز فرماتے ہیں: ابن کلبی، ابو عبیدہ اور طبرانی نے ذکر کیا ہے

إِنَّهُ أَحَدُ مَنْ عَمِلَ الْأَلْوِيَةَ خُزَاعَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ (۱)

(یعنی وہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے دن خزاعہ کے پرچم تیار کیے)

اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ ص ۵۳۷ ج ۲ پر ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا

قَدْ طَعَنَ السُّهَيْلِيُّ فِي صُحْبَةِ هٰذَا الرَّاجِزِ وَقَالَ قَوْلُهُ، ثُمَّ اَسْلَمْنَا اَرَادَ اَسْلَمُوْا مِنْ اَسْلَمَ لَا مِنَ الْاِسْلَامِ لِاَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا اَسْلَمُوْا بَعْدُ وَرَدَّ بِقَوْلِهِ وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَسُجَّدًا وَوَقَعَ فِي رِوَايَةِ ابْنِ اسْحٰقَ هُمْ قَتَلُوْنَا بِالصَّعِيْدِ هُجَّدًا نَتْلُوا الْقُرْاٰنَ رُكَّعًا وَسُجَّدًا وَ تَاَوَّلَهُ بَعْضُهُمْ بِاَنَّ مُرَادَهُ بِقَوْلِهِ رُكَّعًا وَسُجَّدًا اَنَّهُمْ حُلَفَاءُ الَّذِيْنَ يَرْكَعُوْنَ وَيَسْجُدُوْنَ وَلَا يَخْفٰى بُعْدُهُ (۲)

(یعنی سہیلی نے اس رجز خوان اور فریادی اور مستغیث کے صحابی ہونے پر طعن و تشنیع کی ہے اور کہا کہ اس کے قول اَسْلَمْنَا سے مراد اسلام لانا نہیں بلکہ مصالحت و مسالمت والا معنی مراد ہے کیونکہ وہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے مگر یہ قول مردود ہے عمرو بن سالم کے اس قول سے کہ

---

(۱) الزرقانی، ۲۔ ۲۹۰

(۲) وکذا فی الزرقانی شرح المواہب ص ۲۹۲ ج ۲

انہوں نے ہمیں قتل کیا حالتِ رکوع اور سجود میں اور ابنِ اسحٰق کی روایت میں ہے کہ انہوں نے ہمیں چٹیل میدان میں قتل کیا درآنحالیکہ ہم تہجد پڑھتے تھے قرآن تلاوت کر رہے تھے اور رکوع سجود کر رہے تھے اور بعض نے اس قول کی یہ تاویل کی ہے کہ رکعاً وسجداً سے مراد یہ ہے کہ ہم ان کے حلیف ہیں جو رکوع وسجود کرتے ہیں اور اس تاویل کا بعید از صواب ہونا کسی پر مخفی نہیں ہے)

ثانیاً

جو رحیم وکریم اور لجپال اور مجسمۂ وفا غیر مسلم حلیفوں کے استغاثہ اور فریاد وزاری پر ان کی امداد واعانت فرماویں اور ان کے پہنچنے سے پہلے اور حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے سے تین دن قبل صرف اپنے گھروں میں خیال کرنے پر یا صلاح ومشورہ کرنے پر لبیک لبیک کہہ رہے ہوں اور امداد ونصرت کا سامان کر رہے ہوں تو وہ مخلص غلاموں کو کیونکر نظر انداز فرماویں گے۔

فریاد جو اُمتی کرے حال زار کی
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

ثالثاً

فریادی کون ہے کون نہیں ہے غرض اس سے نہیں بلکہ غرض اس سے ہے کہ فریاد رس بھی کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ فریاد سنتے ہیں یا نہیں؟ تو اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ فریادیوں کی فریاد سنتے ہیں اور امداد واعانت فرماتے ہیں

اب ان لوگوں کی بدبختی دیکھنی چاہیے کہ اُمتی ہو کر اپنے نبی سے مدد مانگنے کو تیار نہیں جبکہ بقول معترض کے کافر مدد طلب کر بھی رہے ہیں اور بوجہ حلیف ہونے کے مدعا حاصل بھی کر رہے ہیں تو کم از کم اُمتیوں کو اپنے نبی کے مقام سے اتنا بے خبر نہیں ہونا چاہیے تھا کہ وہ کافروں سے بھی پیچھے رہ جائیں اور ان کے برابر بھی مقام نبوت ورسالت کی معرفت اور پہچان نہ رکھیں اور نہ اس کریم ورحیم نبی کے رحم وکرم سے نا اُمید اور مایوس

ہونا چاہیے تھا جن کی امداد واعانت سے کافر بھی محض حلیف ہونے کی بنا پر نا اُمید اور مایوس نہیں تھے بلکہ اُمتیوں کو یقین ہونا چاہیے تھا کہ جو رحمتِ مجسم ﷺ حلیف ہونے کا اس قدر پاس کرتے ہیں وہ توحید ورسالت کے اقرار اور قرآن وسنت پر عمل کے عہد وپیمان والوں کو اور غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے والوں کو کیونکر محروم التفات فرماویں گے کیونکہ مومنین کے لیے تو وہ خصوصی رحمت ورأفت فرمانے والے ہیں۔

کما قال تعالیٰ:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (۱)

(آپ اہل ایمان پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں)(۲)

---

(۱) سورۃ التوبہ آیت:۱۲۸

(۲) گلشن توحید ورسالت، ۴۵۰ تا ۴۵۵

ساتواں باب:

دور سے خود سننے پر احادیث

جیسے احادیث مبارکہ میں یہ آتا ہے کہ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام فرشتے بارگاہ نبوی میں پہنچاتے ہیں اسی طرح احادیث میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کائنات میں کوئی بھی سلام عرض کرے تو میں اسے سن کر اس کا جواب عنایت کرتا ہوں

۱۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ (۱)

(جس نے بھی مجھ پر درود پڑھا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب عنایت کرتا ہوں)

اس ارشاد نبوی میں عموم ہے کوئی قید نہیں کہ وہ روضہ اقدس کے پاس ہو بلکہ سلام عرض کرنے والا کہیں بھی ہو آپ ﷺ اس کا سلام سن کر جواب عنایت فرماتے ہیں۔

حدیث کا صحیح وحسن ہونا

اس حدیث مبارکہ کو ائمہ محدثین نے حسن وصحیح قرار دیا ہے، بعض نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے جبکہ بعض نے اس کو حسن کہا ہے، چند تصریحات ملاحظ کر لیجیے

۱۔ شیخ ابن قیم (ت،۷۵۱) نے روایت نقل کر کے لکھا

وَرَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ یَزِیْدَ الْمَقْبُرِیِّ وَقَدْ صَحَّ اِسْنَادُ ھٰذَا الْحَدِیْثِ (۲)

(۱) سنن ابوداؤد
(۲) جلاء الافہام، ۳۳

(اسے امام ابوداؤد نے محمد بن عوف از عبداللہ بن یزید مقبری سے نقل کیا اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے)

۲۔ امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) کے الفاظ ہیں

وَقَدْ رَوٰی اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ (۱)

(اسے امام ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

۳۔ امام نووی (ت، ۶۷۶) نے اسے ان الفاظ میں صحیح قرار دیا ہے

رَوَیْنَا فِیْہِ اَیْضًا بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ (۲)

(اس بارے میں سند صحیح کے ساتھ روایت موجود ہے)

۴۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) اس کی سند کو حسن قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ وَسَنَدُھَا حَسَنٌ (۳)

(جو بھی مجھ پر درود پڑھے اللہ تعالیٰ مجھ پر روح لوٹاتا ہے حتی کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں اور اس کی سند حسن ہے)

۵۔ امام ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) اس کے راویوں کا تعارف اور ان کی ثقاہت بیان کر کے لکھتے ہیں

وَالْحَدِیْثُ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَاَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ وَسَنَدُھَا حَسَنٌ (۴)

(یہ حدیث امام ابوداود، امام احمد اور بیہقی نے نقل کی ہے اور اس کی سند حسن ہے)

۶۔ امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) اس روایت کا ذکر کر کے فرماتے ہیں، اسے امام احمد نے مسند میں نقل کیا ہے اور اسے

رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ یَزِیْدَ الْمَقْبُرِیِّ وَرَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ

(۱) زرقانی علی المواہب، ۱۲، ۲۰۲
(۲) الاذکار، ۱۴۴
(۳) الدر المنضود، ۱۲۱
(۴) شرح شفاء، ۲، ۱۴۲

وَعَبَّاسُ اَلتَّرْقُفِيُّ وَمِنْ طَرِيقِهِ اَبُو الْيَمَنِ ابْنُ عَسَاكِرَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ بَلْ صَحَّحَهُ النَّوَوِيُّ فِي الْاَذْكَارِ وَغَيْرِهِ وَفِيهِ نَظْرٌ (۱)

(اسے امام ابو داؤد نے محمد بن عوف از عبداللہ بن یزید المقبری سے روایت کیا اور اسے امام طبرانی نے بیہقی اور عباس ترقفی نے نقل کیا اسی طریق سے امام ابو الیمن بن عساکر نے سندِ حسن سے بلکہ اسے امام نووی نے اذکار وغیرہ میں صحیح کہا لیکن اس میں نظر ہے یعنی یہ حسن ہے)

اعتراض کا جواب

بعض لوگوں نے یہاں یہ اعتراض کیا ہے کہ ابنِ تیمیہ نے کہا کہ حضرت یزید بن عبداللہ بن قسیط کی ملاقات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ہوئی تو ان سے سماع محل نظر ہے، شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ

سَأَلْتُ شَيْخَنَا عَنْ سِمَاعِ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ مِنْ اَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ مَا كَانَ اَدْرَكَهُ وَهُوَ ضَعِيفٌ فَفِي سِمَاعِهِ عِنْدِي نَظْرٌ (۲)

(میں نے اپنے استاذ ابن تیمیہ سے یزید بن عبداللہ کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا اور یہ ضعیف ہیں تو ان کے سماع میں نظر ہے)

اس کے جواب میں اہلِ علم نے خوب لکھا اور واضح کیا کہ یہ ابن تیمیہ کی زیادتی اور اس کے مطالعہ کی کمی ہے ورنہ ان کے حالات میں موجود ہے کہ یزید بن عبداللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں

شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) ابن قیم کی یہی بات نقل کر کے لکھتے ہیں

ہم نے تو تہذیب التہذیب اور دیگر کتب میں صراحتاً لکھا دیکھا ہے کہ ان کے اساتذہ میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اسماء گرامی مذکور ہیں

(۱) مسالک الحنفاء، ۲۰۴
(۲) جلاء الافہام، ۳۳

مثلاً تہذیب دیکھیے

اِنَّ عَبْدَ اللهِ رَوٰى عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ عُمَرَ وَغَيْرِهِمْ (۱)

(عبداللہ نے حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمر اور دیگر صحابہ سے روایت لی ہے)

ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے لکھا، یہ امام مالک اور لیث کے استاذ ہیں

وَثَّقَهُ النِّسَائِيُّ وَاَخْرَجَ لَهُ الْاَئِمَّةُ السِّتَّةُ (۲)

(انہیں امام نسائی نے ثقہ قرار دیا اور ائمہ ستہ (چھ) نے ان سے روایت نقل کی ہے)

امام ابن عبدالبر مالکی (ت، ۴۶۳) ان کے بارے میں فرماتے ہیں

وَيَزِيْدُ قَدِ احْتَجَّ بِهِ مَالِكٌ فِي الْمَوَاضِعِ مِنَ الْمُوَطَّا وَثِقَةٌ مِنَ الثِّقَاتِ (۳)

(یزید سے امام مالک نے مؤطا کے متعدد مقامات پر احتجاج کیا اور یہ ثقہ ہیں)

امام ابن سعد (ت ۲۳۰) ان کے بارے میں لکھتے ہیں

كَانَ ثِقَةً وَكَثِيْرَ الْحَدِيْثِ (۴)

(یہ ثقہ اور کثیر احادیث کے راوی ہیں)

امام احمد خفاجی (ت، ۱۰۶۹) نے ان کا تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے

اَللَّيْثِيُّ التَّابِعِيُّ الثِّقَةُ تُوُفِّيَ سَنَةَ اِثْنَيْنِ وَعِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ وَاَخْرَجَ لَهُ السِّتَّةُ (۵)

(یہ لیثی، تابعی اور ثقہ ہیں ان کا وصال ۱۲۲ھ میں ہوا اور ان سے ائمہ ستہ (چھ) نے حدیث روایت کی ہیں)

کوئی کہیں سے بھی سلام عرض کرے رسول اللہ ﷺ خود سنتے ہیں

اس صحیح روایت کے تحت تمام شارحین نے یہ تصریح و اعلان کیا ہے کہ کائنات میں کہیں سے بھی کوئی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرے آپ ﷺ

(۱) تہذیب التہذیب، ۴، ۴۲۰
(۲) شرح الشفاء، ۲، ۱۴۲
(۳) تہذیب ۴، ۴۲۰
(۴) مسالک الحنفاء، ۲۰۵
(۵) نسیم الریاض، ۵، ۷۸

اسے خود سنتے ہیں اور اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں، اگر کسی نے اسے مزارِ عالی کے قرب کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوشش کی تو اس کا واضح الفاظ میں رد کیا اور لکھا کہ اسے عموم پر ہی رکھنا لازم ہے اس کے مخصوص ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور اگر کوئی ہے تو اسے سامنے لایا جائے۔

حدیث میں عموم

پہلے اس پر ائمہ اُمت کی تصریحات ملاحظہ کیجیے

کہ اس حدیث میں یہ عموم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام کرنے والا کہیں بھی ہو آپ ﷺ اُس کا سلام خود سن کر جواب عنایت فرماتے ہیں۔

۱۔ امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کے عموم کو ان الفاظ میں آشکار کرتے ہیں

وَقَدْ رَوٰی اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ (مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ) فِیْ اَیِّ مَحَلٍّ کَانَ (۱)

(امام ابو داؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانِ نبوی روایت کیا کہ (جو بھی مجھ پر سلام کہے) یعنی خواہ وہ کسی بھی مقام پر ہو)

ان کے الفاظ "فِیْ اَیِّ مَحَلٍّ کَانَ" (سلام عرض کرنے والا کائنات میں کہیں بھی ہو) نہایت ہی واضح، اہم اور قابل توجہ وستائش ہیں۔

۲۔ حضرت ملا علی قاری حنفی (ت، ۱۰۱۴) فرماتے ہیں یہ حدیث ہر جگہ اور ہر زمانہ کو شامل ہے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا تعلق عالم پست و بالا تمام سے یکساں ہے۔ ان کے الفاظ پڑھیے۔

وَ ظَاهِرُهُ الْاِطْلَاقُ الشَّامِلُ لِکُلِّ زَمَانٍ وَ مَکَانٍ وَ مَنْ خَصَّ الرَّدَّ بِوَقْتِ الزِّیَارَةِ فَعَلَیْهِ الْبَیَانُ وَالْمَعْنٰی اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ یَرُدُّ رُوْحَهُ الشَّرِیْفَ عَنْ اِسْتِغْرَاقِهِ الْمُنِیْفِ لِیَرُدَّ عَلٰی مُسَلِّمِهٖ جَبْرًا لِّلْخَاطِرِ

(۱) زرقانی علی المواهب، ۱۲، ۲۰۲

الضَّعِیْفِ فَاِنَّ الْمُعْتَمَدَ الْمُعْتَقَدَ اَنَّهٗ ﷺ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ کَسَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ فِیْ قُبُوْرِهِمْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَاِنَّ لِاَرْوَاحِهِمْ تَعَلُّقًا بِالْعَالَمِ الْعُلْوِیِّ وَالسُّفْلِیِّ کَمَا کَانُوْا فِی الْحَالِ الدُّنْیَوِیِّ فَهُمْ بِحَسْبِ الْقَلْبِ عَرْشِیُّوْنَ وَبِاِعْتِبَارِ الْقَالِبِ فَرْشِیُّوْنَ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِاَحْوَالِ اَرْبَابِ الْکَمَالِ هٰذَا (۱)

(حدیث کے ظاہر میں اطلاق ہے جو تمام اوقات اور مقامات کو شامل ہے جنہوں نے جوابِ سلام کو زیارت کے ساتھ مخصوص کیا ہے ان پر دلیل لانا ضروری ہے معنی حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روحِ مبارک کو مبارک استغراق سے متوجہ کرتا ہے تا کہ آپ ﷺ محب کے دل کی تسکین کے لیے اس کے سلام کا جواب عنایت فرمائیں اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ قبر انور میں دیگر انبیاء کی طرح اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کی مقدس ارواح کا عالم بالا اور عالم پست سے تعلق ہے جیسے حالتِ دنیاوی میں تھا وہ قلب کے اعتبار سے عرشی اور قالب وجسم کے اعتبار سے فرشی ہوتے ہیں ان اصحابِ کمال کے حالات سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہیں)

سلام کرنے والے کے احوال سے آگاہی

۱۔ اس کے ساتھ ہی امام انطاکی سے رَدِّ روح کا معنی ان الفاظ میں لکھا

قَالَ الْاِنْطَاکِیُّ یُمْکِنُ اَنْ یُّقَالَ رَدُّ الرُّوْحِ کِنَایَةٌ عَنْ اِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِیَّاهُ فَاِنَّ فُلَانًا صَلّٰی عَلَیْكَ اَوْ عَنْ عِلْمِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِاَحْوَالِ الْمُسَلِّمِ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ (۲)

(امام انطاکی کہتے ہیں کہ روح لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس سے مطلع فرماتا ہے کہ فلاں آپ پر سلام کہہ رہا ہے یا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کے درمیان، آپ ﷺ پر سلام کہنے والے

(۱) شرح الشفاء، ۲، ۱۴۲ (۲) شرح الشفاء ۲، ۱۴۲

کے احوال سے آگاہ ہوتے ہیں۔)

۲۔ لفظ روح کا یہی مفہوم شارحِ بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) کے الفاظ میں پڑھیے۔

اَلرُّوحُ كِنَايَةٌ عَنِ السَّمَاعِ وَ يَكُونُ الْمُرَادُ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى يَرُدُّ عَلَيْهِ سَمْعَهُ الْخَارِقَ لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ الْمُسَلِّمَ عَلَيْهِ وَاِنْ بَعُدَ قُطْرُهٗ وَيَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اِحْتِيَاجٍ اِلٰى وَاسِطَةٍ يَبْلُغُ وَلَيْسَ الْمُرَادُ سَمْعَهُ الْمُعْتَادَ وَقَدْ كَانَ لَهٗ ﷺ فِي الدُّنْيَا حَالَةٌ يَسْمَعُ فِيهَا سَمْعًا خَارِقًا لِّلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ اَطِيطَ السَّمَاءِ كَمَا ثَبَتَ فِي الْحَدِيْثِ وَهٰذَا قَدْ يَنْفَكُّ فِي بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَيَعُودُ لَا مَانِعَ مِنْهُ وَحَالَتُهٗ فِي الْبَرْزَخِ وَفِي الدُّنْيَا سَوَاءٌ (۱)

(روح سے مراد آپ ﷺ کا سلام سننا ہے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر خلاف عادت سننا لوٹاتا ہے کہ آپ ﷺ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں خواہ وہ کتنی دور ہوا اور پہنچانے والے واسطہ کے بغیر سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں اور عادی سننا مراد نہیں رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھی ایسی شان حاصل تھی کہ آپ ﷺ خلافِ عادت دور سے سنتے تھے حتی کہ آسمان کی چرچراہٹ کی آواز سن لیتے جیسے کہ احادیث سے ثابت ہے اور بعض اوقات یہ جدا ہوتا ہے اور پھر لوٹ آتا ہے اور اس میں کوئی ممانعت نہیں اور آپ ﷺ کی حالت برزخی اور حالت دنیا یکساں ہیں)

۳۔ توجہ خاص مراد ہے

موصوف بزرگ المواهب اللدنية میں لکھتے ہیں کچھ "عقیدۂ بیمار، کم فہم"

(۱) مسالک الحنفاء الی مشارع الصلاة علی المصطفی، ۲۰۸

لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی حیات دائمی ہے تو پھر ردِ روح کا کیا معنی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ عِبَارَةٌ عَنْ اِقْبَالٍ خَاصٍّ وَالْتِفَاتٍ رُوحَانِيٍّ يَحْصُلُ مِنَ الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ اِلٰى عَالَمِ الدُّنْيَا وَقَوَالِبِ الْاَجْسَادِ التُّرَابِيَّةِ وَتَنَزُّلٍ اِلٰى دَائِرَةِ الْبَشَرِيَّةِ حَتّٰى يَحْصُلَ عِنْدَ ذٰلِكَ رَدُّ السَّلَامِ وَهٰذَا الْاِقْبَالُ يَكُونُ عَامًّا شَامِلًا حَتّٰى لَوْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ فِي كُلِّ لَمْحَةٍ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفِ اَلْفٍ اَوْسَعَهُمْ ذٰلِكَ الْاِقْبَالُ النَّبَوِيُّ وَالْاِلْتِفَاتُ الرُّوحَانِيُّ وَلَقَدْ رَأَيْتُ مِنْ ذٰلِكَ مَا لَا اَسْتَطِيعُ اَنْ اُخْبِرَ عَنْهُ وَلَقَدْ اَحْسَنَ مَنْ سُئِلَ كَيْفَ يَرُدُّ النَّبِيُّ عَلٰى مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ مِنْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا فِي اٰنٍ وَاحِدٍ فَاَنْشَدَ قَوْلَ اَبِي الطَّيِّبِ كَالشَّمْسِ فِي وَسَطِ السَّمَاءِ وَ نُورُهَا يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَمَغَارِبًا (۱)

(اس سے وہ خصوصی توجہ اور التفات روحانی مراد ہیں جو آپ ﷺ عالم دنیا اجسام وقوالب اور دائرۂ بشری کی طرف فرماتے ہیں تاکہ سلام کا جواب دیا جائے اور یہ توجہ عام اور تمام کو شامل ہے حتی کہ اگر بیک وقت ایک لمحہ میں کروڑ ہا لوگ درود پڑھیں تو آپ ﷺ کی یہ روحانی توجہ ان سے وسیع اور احاطہ کرنے والی ہوگی مجھے یہ منظر دیکھنا نصیب ہوا مگر اسے بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اس عالم نے کیا ہی خوبصورت جواب دیا جس سے پوچھا گیا کہ آنِ واحد میں مشرق ومغرب کے سلام کہنے والوں کا جواب رسول ﷺ کیسے دیتے ہیں تو اس نے ابوطیب متنبی کا یہ شعر پڑھا کہ وہ سورج کی طرح آسمان کے درمیان چمک رہا ہے اور وہ مشارق ومغارب کو روشن کر رہا ہے)

(۱) زرقانی علی المواهب ۱۲، ۲۰۶

۴۔ امام تقی الدین سبکی (ت ۷۵۶) نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے کہ یہاں مقصود آپ ﷺ کی روحانی توجہ کو سلام کہنے والے کی طرف مبذول کرنا ہے۔
تاکہ آپ ﷺ سلام کا ادراک وعلم پا کر اس کا جواب دے سکیں۔
ان کے الفاظ ہیں

أَنْ يَكُوْنَ رُوْحُهُ الشَّرِيْفَةُ مُشْتَغِلَةً بِشُهُوْدِ الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَةِ وَالْمَلَأِ الْأَعْلٰى مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ فَإِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ أَقْبَلَتْ رُوْحُهُ الشَّرِيْفَةُ عَلٰى هٰذَا الْعَالَمِ فَيُدْرِكُ سَلَامَ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَيَرُدُّ عَلَيْهِ (۱)

(آپ ﷺ کی روح مبارکہ بارگاہ الٰہی اور ملاء اعلیٰ کی طرف اس کائنات سے مستغرق ومشغول ہوتی ہے جب کوئی آپ ﷺ کو سلام عرض کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ کی روح طیبہ اس جہان کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو آپ سلام کہنے والے کے سلام کا ادراک وعلم پا کر اس کے سلام کا جواب عنایت کرتے ہیں)

۵۔ آخر میں ابن تیمیہ کے شاگرد شیخ محمد بن عبدالہادی (ت: ۷۴۴) نے اس حدیث کے عموم کے بارے میں جو لکھا وہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ لکھتے ہیں۔

الفاظ حدیث مبارکہ کا تقاضا عموم ہی ہے یہ قریب وبعید دونوں کو شامل ہیں الفاظ حدیث ''مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ'' کا مفہوم یوں واضح کیا کہ ممکن ہے اس کا معنی پاس سے سلام عرض کرنا ہو جیسے ایک جماعت ائمہ نے سمجھا۔

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ مَعْنَاهُ عَلَى الْعُمُوْمِ وَأَنَّهُ لَا فَرْقَ فِيْ ذٰلِكَ بَيْنَ الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَهٰذَا هُوَ ظَاهِرُ الْحَدِيْثِ (۲)

(اور ممکن ہے اس کے معنی میں عموم ہو اور اس حوالہ سے قریب وبعید میں کوئی فرق نہ ہوگا اور ظاہر حدیث اس مفہوم کا تقاضا کرتا ہے)

(۱) شفاء السقام، ۵۱
(۲) الصارم المنکی۔ ۱۹۷

مولانا عبدالحئی لکھنوی کی تحقیق

عظیم محقق علامہ عبدالحئی لکھنوی (ت ۱۳۰۴) ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس حدیث کے تحت بعید اور دور سے سلام عرض کرنے والے تو آتے ہیں مگر قریب والے نہیں آتے۔

أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ ظَاهِرَ حَدِيْثِ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ رُوْحِيْ عَامٌّ يَشْتَمِلُ الْمُسَلِّمَ عِنْدَ الْقَبْرِ وَغَيْرِهِ كَمَا أَقَرَّبِهِ فِيْ مَوْضِعٍ آخَرَ عَلٰى مَا مَرَّ نَقْلُهُ

(کیا مخالف کے علم میں نہیں ''مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ رُوْحِيْ'' میں عموم ہے اور یہ ہر سلام عرض کرنے والے کو شامل ہے خواہ وہ قریب ہو یا بعید جیسے خود مخالف نے اقرار کیا اور اوپر گزر چکا ہے)

ہاں کچھ اہل علم نے اس حدیث سے زیارت قبر انور پر استدلال ضرور کیا

أَمَّا حَمْلُهُ عَلَى الْمُسَلِّمِ مِنْ بَعِيْدٍ وَعَدَمِ دُخُوْلِ الْمُسَلِّمِ الزَّائِرِ فِيْهِ هٰذَا لَمْ يَقُلْ بِهِ أَحَدٌ فِيْمَا عَلِمْنَاهُ فَقَوْلُهُ أَمَّا لِعَدَمِ دُخُوْلِهِ مَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ وَهَلْ يَقُوْلُ عَاقِلٌ بِأَنَّ الْحَدِيْثَ مَعَ إِطْلَاقِهِ لَا يَدْخُلُ فِيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَفْرَادِ مَدْلُوْلِهِ مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ عَلٰى خُرُوْجِهِ (۱)

(لیکن اسے صرف دور والے پر محمول کرنا اور قریب قبر انور آ کر سلام و زیارت کرنے والے کو اس کے تحت داخل نہ کرنے کا کوئی بھی نہیں کہتا لہٰذا مخالف کا کہنا کہ زائر قریبی اس میں داخل ہی نہیں مردود ہے کیا کوئی صاحب عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ حدیث مطلق ہے اور اس کے کچھ افراد اس کے مفہوم میں داخل نہیں جبکہ اس کے خروج پر کوئی دلیل بھی نہیں)

اس سے یہ مغالطہ بھی دور ہو جاتا ہے کہ زیارت روضہ نبوی کا کوئی مقام نہیں کیونکہ اس حدیث کے تحت دونوں طرح کے لوگ شامل ہیں البتہ زیارت پانے والے کو مزید ثمرات وبرکات نصیب ہوتے ہیں۔

(۱) السعی المشکور: ۴۵۱

فصل:

مخالفین کا بھی سُننے پر دلیل بنانا

آپ پڑھ چکے ہیں کہ اُمت کی اکثریت کا مختار موقف یہی ہے کہ آپ ﷺ ہر سلام کہنے والے کا سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ دور سے درود سنتے نہیں ہاں ہر ایک کا جواب عنایت کرتے ہیں انہوں نے بھی آپ ﷺ کے قریب سے سننے پر جو دلائل دیئے ہیں ان میں یہ حدیث مذکور بھی شامل ہے۔

سوال و جواب پڑھیے:

پہلے ڈاکٹر خالد محمود کا سوال و جواب پڑھیے پھر اپنی بات کرتے ہیں

آپ ﷺ کے قریب سے سننے پر حدیث لائے اور پھر لکھا

سوال:

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی قوتِ سامعہ اتنی تیز تھی کہ منوں مٹی کا فاصلہ اسے روک نہیں سکتا؟

جواب:

ہاں جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف فرما تھے تو کیا آپ نے منوں مٹی کے فاصلہ سے ان مُردوں کی آوازیں نہ سنیں جن کو عذاب ہو رہا تھا اور کیا یہ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود نہیں ہیں؟ (۱)

(۱) مقام حیات، ۵۳۲

ہماری گزارش:

جیسے منوں مٹی کے نیچے سے مردوں کا عذاب دیکھنا اور سننا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اسی طرح سات آسمانوں کے اُوپر جنت و دوزخ کا دیکھنا و سننا بھی احادیث احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے جیسے اُوپر گزرا بلکہ جب آپ ﷺ کے دور سے سننے کی بات آئی تو اہلِ علم نے یہی احادیث پیش کیں کہ آپ ﷺ آسمانوں کے اُوپر تک دیکھ سکتے اور سن سکتے ہیں تو دور سے درود سننے میں کوئی بُعد و مضائقہ نہیں۔

سوال:

کیا کسی اور حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ کہے گئے سلام کو سنتے ہیں۔

جواب:

ہاں حضور ﷺ نے فرمایا

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ

(جو مجھ پر سلام پڑھے اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کرتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں)

رَدَّ اللّٰهُ رُوْحِیْ کی بحث پہلے آچکی ہے اس حدیث میں حضور ﷺ کا قریب سے صلاۃ وسلام سننا خود ثابت ہے (۱)

اہلِ حدیث فاضل کا استدلال

رسول اللہ ﷺ کے درود شریف سننے پر اہل حدیث شیخ عبدالجبار غزنوی کا استدلال بھی اس حدیث سے ہے

بے شک حقیقتاً رسول اللہ ﷺ اس جہان میں حاضر اور زندہ نہیں مگر حکماً ہیں (کیونکہ یہاں سے وہاں ہمارا سلام سنتے ہیں) ابوداؤد اور بیہقی روایت کرتے ہیں

مَا مِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ فَاَرُدَّ

(۱) مقام حیات، ۵۳۳

عَلَيْهِ السَّلَامَ

(جب کوئی شخص مجھ کو سلام کہتا ہے اس وقت اللہ جل شانہ میری روح مجھ پر لوٹاتا ہے اور میں اس کو جواب میں سلام کہتا ہوں)

پس جب کہ ہمارا سلام آپ کو پہنچ جاتا ہے اور آپ ہم کو جواب دیتے ہیں تو یہ خطاب غیر محل نہ ہوا (۱)

درود و سلام سننے پر امام احمد کا استدلال

امام احمد بن حنبل (ت، ۲۴۱ھ) نے رسول اللہ ﷺ کے درود و سلام سننے پر اسی حدیث سے استدلال کیا، اس کی تفصیل ڈاکٹر خالد محمود کی زبانی سنیئے

حضرت امام احمد بن حنبلؒ (ت، ۲۴۱ھ) امام بخاری اور امام مسلم کے جلیل القدر استاذ اور خود امام مجتہد ہیں، آپ سے پوچھا گیا اگر کوئی حضور ﷺ کے روضہ پر سلام عرض کرے تو کیا آپ ﷺ سنتے ہیں؟ اس وقت آپ کے پاس یہی روایت مستحضر تھی کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر متوجہ کر دیتے ہیں

حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں

وَالْإِمَامُ أَحْمَدُ أَعْلَمُ النَّاسِ فِي زَمَانِهِ لَمَّا سُئِلَ مِنْ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِمَا يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فِي ذٰلِكَ مِنَ الْحَدِيْثِ إِلَّا حَدِيْثَ مَا مِنْ رَجُلٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتّٰى أَرُدَّ السَّلَامَ (۲)

(امام احمد اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے جب آپ سے یہ بات پوچھی گئی تو آپ کے پاس اس وقت سوائے اس حدیث کے اور کوئی روایت نہ تھی جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ وہ یہ کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح ادھر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دوں) (۳)

(۱) اثبات الالہام والبیعۃ، ۲۳۶ (۲) فتاوی ابن تیمیہ، ۲۷: ۲۲۶
(۳) مقام حیات، ۴۵۹

دیوبندی علماء فیصل آباد کا فتویٰ

دیوبندی علماء فیصل آباد، درود و سلام سننے کے بارے میں ایک سوال ہوا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا

جو کوئی حضور ﷺ کو آپ کی قبر مبارک کے پاس سلام عرض کرتا ہے آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں اور خود اس کا جواب دیتے ہیں (صحیح حدیث ہے ''مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ'')

ابوداؤد ص ۲۷۹، ۲، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷ (۱۰۸۲۷) اکابر اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے (۱)

ہماری گزارشات

۱۔ جب ہر کوئی اس روایت کو درود و سلام سننے اور اس کا جواب دینے پر محمول کر رہا ہے تو اسے صرف جواب تک ہی محدود کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

۲۔ اس حدیث سے مخالفین نے رسول اللہ ﷺ کا سلام سننا خود مان لیا ہے

جب اہل سنت اس سے سننے پر استدلال کرتے ہیں تو وہ کیوں انکار کرتے ہیں؟

حالانکہ اُمت کا موقف سامنے آچکا ہے کہ ردروح سے مراد آپ ﷺ کا سلام سننا مراد ہے

۳۔ اس حدیث میں قبر کے پاس درود شریف پڑھنے کے الفاظ کہاں ہیں؟

۴۔ کیا اپنی طرف سے اضافہ سراسر ظلم و زیادتی نہیں؟

(۱) مجموعہ رسائل توسل، ۱۵۲ جمع و ترتیب محمد اقبال قریشی

فصل:

قبر انور کے ساتھ خاص کرنے والوں کا رد

اس فرمان نبوی کو فقط زائرین بارگاہ کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا، ایسی بات کہنے والوں کی اہل علم نے خوب تردید کی ہے۔

امام احمد خفاجی (ت، ۱۰۶۹) اسی روایت کے تحت خاص کرنے کے خیال کی تردید کرتے ہیں:

وَ مَا قِيلَ اِنَّ رَدَّهٗ مُخْتَصٌّ بِسَلَامِ زَائِرِهٖ مَرْدُوْدٌ لِعُمُوْمِ الْحَدِيْثِ فَدَعْوَى التَّخْصِيْصِ تَحْتَاجُ لِدَلِيْلٍ (۱)

(جو کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا جواب عنایت کرنا زائرین کے ساتھ مخصوص ہے مردود ہے کیونکہ حدیث میں عموم ہے لہذا دعویٰ تخصیص پر دلیل کی ضرورت ہے)

امتیاز نہ رہا

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی تردید وہ صحیح روایت بھی کرتی ہے جس میں ہے کہ ہر مومن اپنی قبر کی زیارت کرنے والے کا سلام سن کر جواب دیتا ہے۔

فَلَوِ اخْتَصَّ رَدُّهٗ بِزَائِرِهٖ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ خُصُوْصِيَّةٌ بِهٖ لِمَا عَلِمْتَ اَنَّ غَيْرَهٗ يُشَارِكُهٗ فِيْ ذٰلِكَ

(اگر آپ ﷺ کے سلام کا جواب دینا زائرین کے ساتھ ہی مخصوص ہو تو پھر یہ آپ کا امتیاز نہیں ہوگا کیونکہ تم نے جان لیا کہ اس میں آپ کے

(۱) نسیم الریاض، ۵۔۷۹

ساتھ دیگر بھی شریک ہیں)

اس کے بعد امام ابوالیمن بن عساکر (ت، ۶۸۶) کا استدلال ذکر کیا ہے۔

وَاِذَا جَازَ رَدُّهٗ ﷺ عَلٰى مَنْ يُّصَلِّ عَلَيْهِ مِنَ الزَّائِرِيْنَ بِقَبْرِهٖ جَازَ رَدُّهٗ عَلٰى مَنْ يُّسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ جَمِيْعِ الْاٰفَاقِ مِنْ اُمَّتِهٖ عَلٰى بُعْدِ مُسَافَةٍ (۱)

(جب آپ ﷺ کا مزار اقدس کے زائرین کے سلام کا جواب دینا جائز ہے تو بُعد مسافت کے باوجود تمام کائنات کے سلام کا جواب دینا بھی جائز ہوگا)

قریب سے سننے میں امتیاز کیا ہے؟

اگر مخالفین کی یہ بات مان لی جائے کہ آپ ﷺ مزار اقدس کے قریب پڑھے جانے والے درود وسلام کو ہی خود سنتے ہیں لیکن دور سے پڑھے جانے والے درود کو خود نہیں سن سکتے تو اب یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ یہ مقام تو ہر مومن کو حاصل ہے کہ وہ اپنی قبر پر آنے والے زائر کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

مَا مِنْ اَحَدِكُمْ يَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهٗ فِي الدُّنْيَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(تم میں سے جب کوئی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے اور سلام کہے تو وہ اسے پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے)

اب اگر رسالتمآب ﷺ کا مقام بھی یہی ہو تو پھر آپ ﷺ کا دیگر سے امتیاز کیا ہوگا؟ یہی وجہ ہے جب بعض نے کہا کہ "رَدَّ اللّٰهُ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" سے فقط زائرین کے سلام کا جواب مراد ہے تو اس کا علمی رد کیا

عند قبری کے الفاظ ثابت نہیں

جو اس روایت کو زائرین کے ساتھ مخصوص مانتے اور اسے عام تسلیم نہیں کرتے

(۱) نسیم الریاض، ۵۔۸۰

ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عِنْدَ قَبْرِیْ

(جو کوئی میری قبر کے پاس سلام عرض کرتا ہے)

یہاں عند قبری (میری قبر انور کے پاس) کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ صرف زائرین کے ساتھ ہی خاص ہے انہی کا سلام سن کر آپ ﷺ اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں لیکن ان کا یہ حیلہ اس لیے کامیاب نہیں ہو سکتا کہ ائمہ محدثین نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ الفاظ ثابت ہی نہیں، آیئے چند تصریحات ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام عبدالرحمٰن سخاوی (ت، ۹۰۳) ان الفاظ کے بارے میں رقمطراز ہیں

لَمْ اَقِفْ عَلَيْهَا فِيْمَا رَأَيْتُهٗ مِنْ طُرُقِ الْحَدِيْثِ (القول البدیع، ۳۱۶)

(میں نے یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں پائے)

۲۔ امام ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) اس روایت پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں پہلے اس کے الفاظ نقل کیے۔

حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں)

پھر فرماتے ہیں

وَ سَنَدُهَا حَسَنٌ بَلْ صَحَّحَهُ النَّوَوِیُّ فِی الْاَذْكَارِ وَغَيْرِهٖ لٰكِنْ نَظَرَ غَيْرُهٗ فِيْهِ وَ زِيَادَةُ عِنْدَ قَبْرِیْ بَعْدَ عَلَیَّ قَالَ الْحَافِظُ السَّخَاوِیُّ لَمْ اَقِفْ عَلَيْهَا فِيْمَا رَاَيْتُهٗ مِنْ طُرُقِ الْحَدِيْثِ (۱)

(اس کی سند حسن ہے بلکہ امام نووی نے اذکار وغیرہ میں اسے صحیح قرار دیا لیکن بعض نے ان کے صحیح قرار دینے کو محل نظر قرار دیا اور علیؑ کے بعد عند قبری کے الفاظ کے بارے میں حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں پائے)

(۱) الدر المنضود، ۱۲۱

فصل:

محدثین کا موقف کیوں سامنے نہیں لایا؟

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَیَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں)

اس حدیث مبارک سے تمام اُمت نے اس پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کائنات کے کسی بھی گوشے سے عرض کیے گئے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں:

صرف تین حوالے ملاحظہ ہوں

۱۔ امام زرقانی اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کے عموم کو ان الفاظ میں آشکار کرتے ہیں

قَدْ رَوٰى اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ (مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَیَّ) فِیْ اَیِّ مَحَلٍّ كَانَ (۱)

(امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ارشاد نبوی ﷺ روایت کیا ہے (کہ جو بھی مجھ پر سلام کہے) خواہ وہ کہیں بھی ہو)

(۱) زرقانی علی المواہب، ۱۲، ۲۰۲

ان کے الفاظ ''فِيْ اَيِّ مَحَلٍّ كَانَ'' (سلام عرض کرنے والا کائنات میں کہیں ہو) نہایت ہی واضح، اہم اور قابل توجہ اور ستائش ہیں۔

۲۔ حضرت ملا علی قاری حنفی (ت، ۱۰۱۴) فرماتے ہیں یہ حدیث ہر جگہ اور ہر زمانہ کو شامل ہے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام ارواح مقدسہ کا تعلق عالم پست و بالا تمام سے یکساں ہے، ان کے الفاظ پڑھیے۔

وَ ظَاهِرُهُ الْاِطْلَاقُ الشَّامِلُ لِكُلِّ زَمَانٍ وَ مَكَانٍ وَ مَنْ خَصَّ الرَّدَّ بِوَقْتِ الزِّيَارَةِ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ (۱)

(ظاہر حدیث میں عموم واطلاق ہے جو تمام زمان ومکان کو شامل ہے اور جو شخص جوابِ سلام کو وقتِ زیارت کے ساتھ مخصوص کرے وہ دلیل لائے)

۱۔ امام احمد خفاجی (ت، ۱۰۶۵) اسی روایت کے تحت خاص کرنے والوں کے خیال کی تردید یوں کرتے ہیں کہ

اَمَّا قِيْلَ اِنَّ رَدَّهٗ ﷺ مُخْتَصٌّ بِسَلَامِ زَائِرِهٖ مَرْدُوْدٌ لِعُمُوْمِ الْحَدِيْثِ فَدَعْوَى التَّخْصِيْصِ تَحْتَاجُ الدَّلِيْلَ (۲)

(یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا جواب سلام زائر کے سلام سے ہی مختص ہے یہ دعویٰ محتاج دلیل ہے)

کچھ لوگوں کی سراسر زیادتی

کچھ لوگوں مثلاً سرفراز صفدر اور ڈاکٹر خالد محمود نے اپنی اپنی تصنیفات وتالیفات تسکین الصدور اور مقام حیات میں اس روایت کو قبر انور کے ساتھ مخصوص کرنے کی جو جرأت کی ہے وہ انصاف ودیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

انہوں نے اگر الفاظ ''عِنْدَ قَبْرِيْ'' کے بارے میں ابن قدامہ حنبلی اور ابن عبدالہادی کا حوالہ ذکر کیا تھا۔ تو کیا اُن کا یہ فریضہ نہیں تھا کہ اُمت کے مسلمہ محدثین کے فیصلے بھی وہاں نقل کردیتے کہ یہ الفاظ روایت کا حصہ نہیں ہیں لیکن ان دونوں نے اس

(۱) شرح الشفاء: ۲، ۱۴۲
(۲) نسیم الریاض ۵۔۷۹

مسلمہ موقف کا ذکر تک کرنا ضروری نہیں سمجھا حالانکہ اسے سامنے لانا ان کا دینی، ملی، علمی، اخلاقی بلکہ ایمانی فریضہ تھا۔

عند قبری حدیث کا حصہ نہیں

ہم ان میں سے چند تصریحات سامنے لائے دیتے ہیں کہ عند قبری حدیث کا حصہ نہیں ہے۔

۱۔ امام محمد عبدالرحمن سخاوی (۹۰۳) اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(وَقَدْ ذَكَرَ الْمُوَفِّقُ ابْنُ قُدَامَةَ فِي (الْمُغْنِي) هٰذَا الْحَدِيْثَ فَزَادَ فِيْهِ بَعْدَ قَوْلِهٖ (يُسَلِّمُ عَلَيَّ) عِنْدَ قَبْرِيْ وَ لَمْ اَقِفْ عَلَيْهَا فِيْمَا رَاَيْتُهٗ مِنْ طَرِيْقِ الْحَدِيْثِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى)(۱)

(شیخ موفق بن قدامہ نے مغنی میں اس حدیث کا ذکر کیا اور ان الفاظ کا اضافہ کیا (میری قبر کے پاس) لیکن مجھے یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں ملے اور علم حقیقی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے)

۲۔ ان لوگوں نے یہ تاثر دینے کی پوری کوشش کی کہ شیخ ابن عبدالہادی بھی ان الفاظ کو روایت کا حصہ مانتے ہیں حالانکہ انہوں نے ان کے بیان کردہ دونوں مقامات پر ان الفاظ کے حصہ ہونے کی یوں تردید کی ہے۔

وَلَيْسَ فِيْ لَفْظِ الْحَدِيْثِ الْمَعْرُوْفِ فِي السُّنَنِ وَالْمُسْنَدِ (عِنْدَ قَبْرِيْ) لٰكِنْ عَرَفُوْا اَنَّ هٰذَا هُوَ الْمُرَادُ (۲)

(سنن ومسانید کی معروف حدیث میں (عند قبری) کے الفاظ نہیں ہاں اہل علم اس سے مراد لیتے ہیں)

۳۔ انہوں نے ابن قدامہ سے روایت کے یہ الفاظ نقل کر کے لکھا

(۱) القول البدیع، ۳۱۶
(۲) الصارم المنکی: ۱۱۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: (مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَىٰ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ) هٰكَذَا رَوَاهُ فِيْ هٰذَا اللَّفْظِ لَيْسَ فِيْهِ عِنْدَ قَبْرِيْ، وَ مَا اُضِيْفَ اِلَيْهِ مِنْ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ فَهُوَ عَلٰى سَبِيْلِ التَّفْسِيْرِ مِنْهُ لَا اَنَّهُ مَذْكُوْرٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ (۱)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح لوٹاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب عنایت کرتا ہوں اس روایت کے الفاظ یہی ہیں ''عِنْدَ قَبْرِیْ'' کا اضافہ اس میں موجود نہیں ہاں یہ بطور تفسیر ہیں نہ کہ بطور حصہ روایت)

۳ شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

وَ ذَكَرَ الشَّيْخُ الْمُوَفَّقُ ابْنُ قُدَامَةَ فِي الْمُغْنِيْ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَ فِيْهِ زِيَادَةٌ بَعْدَ قَوْلِهٖ (يُسَلِّمُ عَلَيَّ) عِنْدَ قَبْرِيْ وَلَمْ اَرَهَا فِيْ شَيْءٍ مِنْ طُرُقِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ (۲)

(شیخ موفق بن قدامہ نے المغنی میں اس روایت کو ذکر کیا جس میں (یُسَلِّمُ عَلَیَّ) کے بعد عند قبری کا اضافہ ہے مگر بندہ نے کسی روایت میں یہ الفاظ نہیں دیکھے، حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے)

نہایت ہی غلط تاثر

ڈاکٹر موصوف نے ''مقام حیات'' کے صفحہ ۵۵۱ پر لکھا ہے کہ

(۱) الصارم المنکی، ۱۸۹
(۲) مسالک الحنفاء، ۲۰۵

سو حدیث 'اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ' ابن حجر مکی کے ہاں 'عِنْدَ قَبْرِیْ' سے خاص ہوگی اور اس سے ان کی ان احادیث صحیح سے تطبیق ہو جائے گی جن میں دور کے سلام کا بتوسط ملائکہ پہنچنا صریح لفظوں میں پایا جاتا ہے، ابن حجر نے اسے اسی شخص کے متعلق قرار دیا ہے جو قبر مبارک کے پاس آکر درود پڑھے۔

یہ تفصیل ہم نے اس لیے کی ہے کہ بعض دوسرے علماء نے جب طبرانی کی اس حدیث کو نقل کیا ہے تو الفاظ 'بَلَغَنِیْ صَلوٰتُهٗ' (اس کا درود مجھے پہنچتا ہے) روایت کیے ہیں معلوم ہوتا ہے بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ میں تصحیف ہوئی ہے سو اگر اسے اسی شکل میں لیا جائے تو اسے، 'عِنْدَ قَبْرِیْ' کے ساتھ خاص کرنا ہوگا اس صورت میں یہ روایت بھی امام بیہقی کے شواہد میں ذکر کی جاسکتی ہے۔ (۱)

اس عبارت میں انہوں نے حافظ ابن حجر مکی کے حوالہ سے یہ تاثر دیا ہے کہ وہ 'عِنْدَ قَبْرِیْ' کو روایت کا حصہ مانتے ہیں حالانکہ حافظ موصوف نے ابن قدامہ سے روایت کے الفاظ ذکر کر کے لکھا

فَاِنْ ثَبَتَ فَهُوَ صَرِيْحٌ فِيْ تَخْصِيْصِ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةِ بِالْمُسَلِّمِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَاِلَّا فَالْمُسَلِّمُ عِنْدَ الْقَبْرِ اِمْتَازَ بِالْمُوَاجَهَةِ بِالْخِطَابِ اِبْتِدَاءً وَ جَوَابًا (۲)

(اگر یہ الفاظ روایت ثابت ہوں تو یہ فضیلت مزار پر سلام عرض کرنے والے کے ساتھ مخصوص ہونے کی تصریح ہے اور اگر یہ ثابت نہیں تو قبر انور کے پاس سلام کہنے والے کو ابتداء وجواب میں بالمشافہ خطاب کی فضیلت حاصل ہوگی)

جس میں انہوں نے ان الفاظ کو بالفرض روایت کے الفاظ کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان الفاظ کا حدیث مبارکہ کا حصہ ہونا صحت کے ساتھ ثابت نہیں

حافظ ابن حجر مکی کا موقف

بلکہ ایک مقام پر انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں ان کا حصہ روایت ہونے

(۱) مقام حیات، ۵۵۲،۵۵۱
(۲) الجوهر المنظم: ۶۱

سے انکار کرتے ہوئے امام عسقلانی کے حوالہ سے لکھا کہ لَمْ اَقِفْ عَلَيْهَا، (میں ان سے آگاہ نہیں)

حافظ ابن حجر مکی 'الدر المنضود' میں فرماتے ہیں کہ

وَزِيَادَةُ (عِنْدَ قَبْرِیْ) بَعْدَ (عَلَیَّ) قَالَ الْحَافِظُ لَمْ اَقِفْ عَلَيْهَا فِيْمَا رَاَيْتُهُ مِنْ طُرُقِ الْحَدِيْثِ (۱)

(علی کے بعد (عِنْدَ قَبْرِیْ) کے الفاظ کے اضافہ کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ یہ کسی حدیث کا حصہ نہیں)

یہ بھی یاد رہے کہ حافظ ابن حجر حضور ﷺ کے لیے تمام کائنات کے درود وسلام سننے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس پر ان کی کتب میں متعدد تصریحات موجود ہیں مثلاً شرح مشکوٰۃ میں سرور عالم ﷺ کا زندہ جاوید ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''روح طیبہ عروج کی وجہ سے اس قدر قوی ہوئی کہ تمام حجابات ختم

فَتَرٰی جَمِيْعَ مَا تَصِلُ اِلَيْهَا مِنَ الْاُمَّةِ مِنْ صَلَاةٍ وَّ سَلَامٍ غَيْرِهِمَا كَالْمُشَاهِدِ (۲)

(تو آپ ﷺ اُمت کے صلوٰۃ وسلام اور دیگر چیزوں کو مشاہدہ کرنے والے کی طرح دیکھتے ہیں)

اسی مقام پر ابن حجر فرماتے ہیں کہ ملائکہ کی طرف سے درود شریف پہنچایا جانا مزید عزت وتکریم کے باعث ہے۔ (۳)

ذاتی خیالات کا نام دین ہرگز نہیں

ڈاکٹر موصوف نے حافظ ابن حجر کے حوالہ سے جو لکھا کہ میرے خیال میں 'عِنْدَ قَبْرِیْ' کو حدیث کا حصہ مانتے ہیں۔

حالانکہ اُوپر آچکا ہے کہ وہ ایسی بات نہیں کرتے

(۱) الدر المنضود: ۱۵۲

(۲) الفتوحات الربانیہ: ۳، ۳۱۵

(۳) الفتوحات الربانیہ: ۳، ۳۱۵

انہوں نے 'بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ' کے الفاظ کے بارے میں لکھا کہ اس میں تصحیف ہوئی ہے یہ بھی ان کی طرح، ان کے بڑوں کا خیال والہام ہی ہے۔

ان دس کتابوں کا مشاہدہ کر لیجیے جن میں یہ لفظ ''صَوْتُهٗ'' ہی موجود ہے اور 'بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ' کی روایت الگ ہے اور ''بَلَغَتْنِیْ صَلٰوتُهٗ'' کی روایت جدا ہے۔ اور یہ دونوں روایتیں ثابت کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ درود وسلام بلا واسطہ سنتے ہیں۔

یہاں ہم موصوف کی ذکر کردہ روایت اور اس کا ترجمہ وتشریح سامنے لاتے ہیں۔ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا جو بندہ خدا مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے بَلَغَنِیْ صَلٰوتُهٗ (رواہ الطبرانی) پہنچتا ہے۔

یہاں پہنچایا جانا نہیں، پہنچنا کہا ہے معلوم ہوتا ہے یہ اس شخص کے متعلق ہے جو قریب سے پڑھے، دور والے کا پہنچایا جاتا ہے نہ یہ کہ خود پہنچتا ہے۔ بعض حوالوں میں یہ روایت تصحیف کاتب سے ''بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ'' کے لفظوں میں منقول ہے اس سے بھی اس بات کی تائید ملتی ہے کہ یہ قبر مبارک کے قریب درود پڑھنے والے کے متعلق ہے۔ (۱)

کیا ان کی اس بات سے یہ واضح نہیں ہو رہا کہ آپ ﷺ کے مطلق ارشادات عالیہ کو وہ اپنے من پسند اور من گھڑت خیالات سے مقید کرتے جارہے ہیں جو قطعی طور پر کسی کو حق حاصل نہیں ہے حالانکہ تمام علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر اور مقید کو تقید کے ساتھ ہی مانا جائے۔

بات بڑی سیدھی سی ہے کہ آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام ہی نہیں اُمت کے تمام اعمال کے عینی شاہد ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ خود بھی درود شریف سنتے ہیں اور ملائکہ بھی یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں خواہ آپ ﷺ کے مزار عالی کے پاس پڑھا جائے یا کائنات کے کسی بھی گوشے میں پڑھا جائے۔ البتہ زائر کو دیگر پر فضیلت حاصل ہے

الغرض انہوں نے زیر مطالعہ حدیث سے جو کچھ سامنے لانے کی کوشش کی اس سے یوں لگتا ہے کہ ''عند قبری'' حدیث کا حصہ ہے اور انہوں نے اسے پوری اُمت کا موقف بنا کر پیش کر دیا جبکہ حقائق اس کے منافی ہیں اسے ان کی سادگی، کم علمی یا بدیانتی

(۱) مقام حیات، ۵۳۳، ۵۳۴

قرار دیا جائے یا مطالعہ کی کمی۔

عدم صحت کی طرف امام سبکی کا اشارہ

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اہل علم مثلاً امام تقی الدین سبکی (ت، ۷۵۶) وغیرہ نے اس روایت کو قبر کے ساتھ مخصوص مان کر اس سے زیارت بارگاہ نبوی پر استدلال یوں کیا ہے۔

یہ حدیث ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح ہے اور اس سے ایک جماعت ائمہ نے مسئلہ زیارت پر استدلال کیا ہے، امام ابوبکر بیہقی نے باب زیارۃ قبر النبی ﷺ کے تحت پہلی حدیث یہی نقل کی ہے، ان کا یہ اعتماد و استدلال صحیح ہے کیونکہ سلام عرض کرنے والے زائر کو سلام کا جواب رسول اللہ ﷺ سے نصیب ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا فضیلت ورتبہ ہے لہٰذا اس کے حصول کی کاوش کرنی چاہیے تاکہ آپ ﷺ کے سلام کی برکات حاصل کی جائیں۔ (۱)

ہماری گزارش

بلاشبہ بعض ائمہ نے اس روایت سے زیارت بارگاہ نبوی ﷺ پر استدلال کیا مگر انہوں نے 'عِنْدَ قَبْرِیْ' کو بالیقین حصہ روایت نہیں بنایا بلکہ تصریح کر دی کہ اگر یہ حصہ ہے تو پھر یہ تخصیص ہوگی ورنہ نہیں، اسی لیے آگے امام سبکی نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے جو سوال و جواب لکھا اس کا مطالعہ کیجئے۔

سوال

لَيْسَ فِي الْحَدِيثِ تَخْصِيصٌ بِالزَّائِرِ فَقَدْ يَكُونُ هٰذَا حَاصِلًا لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَرِيبًا كَانَ أَوْ بَعِيدًا... تَحْصِيلُ هٰذِهِ الْفَضِيلَةِ بِالسَّلَامِ مِنْ غَيْرِ زِيَارَةٍ وَالْحَدِيثُ عَامٌّ

(اس میں زائر کی تخصیص نہیں ہے یہ فضیلت تو ہر سلام والے کو حاصل ہوگی خواہ وہ قریب ہو یا دور ہو تو اب یہ فضیلت ہر سلام والے کو حاصل ہوگی اور اس میں زیارت کی شرط نہیں تو حدیث میں عموم ہے)

(۱) شفاء السقام، ۴۲

جواب:

اس کا جواب دیتے ہوئے امام ابن قدامہ سے روایت نقل کی جس میں عند قبری کے الفاظ ہیں اور پھر لکھا:

وَ هٰذِهٖ زِيَادَةٌ فَتَقْتَضَاهَا التَّخْصِيصَ فَإِنْ ثَبَتَ فَذَاكَ وَ إِنْ لَمْ يَثْبُتْ فَلَا شَكَّ أَنَّ الْقَرِيبَ مِنَ الْقَبْرِ يَحْصُلُ لَهُ ذٰلِكَ لِأَنَّهُ فِي مَنْزِلَةِ الْمُسْلِمِ بِالتَّحِيَّةِ الَّتِي يَسْتَدْعِي الرَّدَّ فِي حَالِ الْحَيَاةِ فَهُوَ بِحُضُورِهٖ عِنْدَ الْقَبْرِ قَاطِعٌ بِنَيْلِ هٰذِهِ الدَّرَجَةِ عَلٰى مُقْتَضَى الْحَدِيثِ مُتَعَرِّضٌ لِخِطَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيْهِ وَفِي الْمُوَاجَهَةِ فَضِيلَةٌ زَائِدٌ عَلَى الرَّدِّ عَلَى الْغَائِبِ (۱)

(یہ اضافہ تخصیص کا تقاضا کر رہا ہے تو اگر یہ اضافہ ثابت ہو تو تخصیص ہوگی اور اگر یہ اضافہ ثابت نہ ہو تو بلاشبہ قبر سے قریبی کو یہ فضیلت پھر بھی حاصل ضرور ہوگی کیونکہ یہ قریبی سلام تحیہ کہنے والے کی طرح ہے جس کا تقاضا جواب ہے جیسے دنیا میں سلام کا طریقہ ہے تو اب زیارت کرنے والا اس حدیث کے تقاضا کے مطابق یہ فضیلت و درجہ پائے گا اور اسے سلام کا خطاب اور بالمشافہ جواب ملے گا جو غائب کو جواب ملنے سے زائد و افضل ہے)

تو انہوں نے بھی اشارہ کر دیا کہ یہ الفاظ روایت کا حصہ نہیں

(۱) شفاء السقام، ۴۲

فصل:

درود شریف پڑھنے والے کی آواز کا سننا

احادیثِ مبارکہ میں یہاں تک بھی موجود ہے کہ جو آدمی درود شریف پڑھتا ہے اس کی آواز رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے یعنی آپ ﷺ درود شریف پڑھنے والے کی آواز کو خود سنتے ہیں۔ یہاں ہم اس روایت کو دس محدثین اور علماء کے حوالہ سے بیان کیے دیتے ہیں۔

۱۔ شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم (ت،۷۵۱) امام طبرانی سے سند کے ساتھ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ؟ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِي إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ (۱)

(جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ حاضری کا دن ہے اور ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جب بھی کوئی آدمی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے وہ کہیں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھانا حرام فرما دیا ہے)

۲۔ امام حافظ محمد بن عبداللہ بن ناصر الدین دمشقی (ت،۸۴۲) نے بھی یہی الفاظ

(۱) جلاء الافہام، ۶۳

امام طبرانی ہی کے حوالہ سے نقل کیے ہیں

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ (۱)

(کوئی آدمی جب مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے وہ جہاں بھی ہو)

۳۔ امام محمد یوسف صالحی شامی (ت،۹۴۲) نے بھی طبرانی ہی کے حوالہ سے یہی الفاظ ذکر کئے ہیں

وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِلَفْظِ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ (۲)

(امام طبرانی نے روایت ان الفاظ میں ذکر کی ہے جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو)

۴۔ امام حافظ محمد بن عبدالرحمن سخاوی (ت،۹۰۲) کے الفاظ یہ ہیں

وَأَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ بِاللَّفْظِ أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ (۱)

(امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ان الفاظ میں روایت کی کہ مجھ پر بروز جمعہ درود زیادہ پڑھا کرو کیونکہ اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خوہ وہ کہیں بھی ہو)

۵۔ شارح بخاری امام شمس الدین محمد قسطلانی (ت،۹۲۳) نے بھی یہی الفاظ امام طبرانی کے حوالہ سے نقل کیے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ مجھ پر درود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ ملائکہ کی حاضری کا دن ہوتا ہے۔

(۱) سلاۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب، ۱۸۷

(۲) سبل الھدیٰ والرشاد، ۱۲۔۳۵۸

(۳) القول البدیع، ۳۲۱

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ حَیْثُ کَانَ (۱)

(جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ جہاں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے)

۶۔ امام یوسف بن اسماعیل نبھانی (ت، ۱۳۵۰) نے بھی طبرانی کے حوالہ سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بروز جمعہ مجھ پر درود پڑھا کرو اس دن فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ حَیْثُ کَانَ (۲)

(جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ جہاں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے)

۷۔ امام احمد ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) درود وسلام پر روایات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں، طبرانی کی ایک روایت یوں ہے۔

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَبَعْدَ وَفَاتِكَ ؟ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِیْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

(نہیں کوئی آدمی مجھ پر درود پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجسامِ انبیاء کا کھانا حرام فرما دیا ہے)

بلکہ اس سے استنباط واستخراج مسئلہ یوں کیا کہ یہ روایت بتا رہی ہے کہ انبیاء علیھم السلام کے حواس، وصال کے بعد بھی ظاہری حیات کی حالت پر ہی باقی رہتے ہیں ان کے الفاظ ہیں۔

اَیْ فَسَمْعُهُمُ الْحِسِّیُّ کَبَقِیَّةِ حَوَاسِهِمِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ بَاقِیَةٌ بِحَالِهَا کَمَا کَانَتْ عَلَیْهِ قَبْلَ

(۱) مسالک الحنفاء، ۲۶۲

(۲) حجۃ اللہ علی العالمین، ۷۱۳

وَفَاتِهِمْ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ، لٰکِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَغْنَاهُمْ عَنِ الْاِحْتِیَاجِ اِلَی الْغِذَاءِ الْحِسِّیِّ کَرَامَةً لَهُمْ کَالْمَلَائِکَةِ وَاَوْلٰی (۱)

(حضرات انبیاء علیھم السلام کا حساً سننا اور ان کے دیگر ظاہری وباطنی حواس ظاہری حیات قبل از وصال کی طرح ہی کام کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انھیں ان کی عزت کی وجہ سے غذا حسی سے بے نیاز فرما دیتا ہے جیسے ملائکہ بلکہ نبی مکرم ﷺ کا مقام ان سے کہیں بڑھ کر ہے)

۸۔ انہوں نے ہی 'اَلدُّرُّ الْمَنْضُوْدُ فِی الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ، میں بھی اسے یوں ہی نقل کیا ہے امام طبرانی نے ہی ایک روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ حَیْثُ کَانَ (۲)

جو بندہ مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں ہو

۹۔ شیخ موسیٰ نے بھی سند کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بروز جمعہ مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو۔

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ حَیْثُ کَانَ (۳)

(کوئی بندہ ایسا نہیں جو مجھ پر درود پڑھے مگر یہ کہ اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے)

۱۰۔ مولانا محمد انوار اللہ فاروقی خلیفہ مجاز الحاج امداد اللہ مہاجر مکی کہتے ہیں چنانچہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کی تصریح فرمادی ہے کمافی طبرانی

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ (۴)

(جو یہ درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے)

(۱) الجوہر المنظم، ۵۰

(۲) الدر المنضود، ۱۱۷

(۳) حقیقۃ التوسل، ۵۴۰

(۴) انوار احمدی، ۹۴

فصل:

تھانوی صاحب کے اشکالات کا علمی رد

آپ پڑھ چکے کتنے جلیل القدر محدثین و آئمہ نے یہ روایت نقل کی اور کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس سے یہ استنباط اور فائدہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں اور درود سنتے ہیں، ہمارے دور کے کچھ لوگوں نے اس پر اعتراضات کیے ہیں اگرچہ وہ اس لائق نہیں کہ کوئی اہل علم انہیں قبول کرے اور ان سے متاثر ہو کر اس کا انکار کرے مگر عوام کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتا ہے اس لیے ان کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی (ت، ۱۳۶۲) سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کا جواب لکھا ہم وہ سوال و جواب من و عن نقل کر کے ان کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا علمی تجزیہ کریں گے۔

سوال و جواب، اکتیسویں حکمة جواب روایتے دالة بر سماع نبوی درود بلا واسطہ

سوال

خادم کا عقیدہ اگرچہ یہ ہے کہ درود شریف کو فرشتے آنحضرت ﷺ تک پہنچاتے ہیں اس بنا پر الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اگر پڑھا جاوے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فرشتے پہنچا دیں گے تو سماع آنحضرت ﷺ کا بلاواسطہ نہیں ہوتا مگر استاذی مولانا مولوی ۔۔۔ صاحب مدظلہ چند روز ہوئے آرہ تشریف لے گئے تھے، ایک بزرگ نے ایک کتاب ابن قیم جوزی کی جس کا نام جلاء الافہام فی الصلوۃ والسلام علی خیر الانام، ہے دیکھنے کو دی اس میں یہ حدیث موجود ہے جس کو مولانا نے نقل فرمایا ہے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ الْعَلَّافِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي

مَرْيَمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ حِلَالٍ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَ بَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَ بَعْدَ وَفَاتِي اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ

(اس حدیث میں کوئی کلام بھی نہیں کیا کہ ضعیف ہے یا موضوع، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کی آواز کو سماع فرماتے ہیں علاوہ اس کے کوئی معنی بیان فرما دیں تا کہ تردد رفع ہو یا ایسا ہی عقیدہ رکھنا چاہیے آنحضور کا کیا ارشاد ہے)

الجواب:

اس سند میں ایک راوی یحی بن ایوب بلانسب مذکور ہیں جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں سے ایک غافقی ہیں جن کے باب میں ربما اخطاء لکھا ہے یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں۔

دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں یہ بھی غیر منسوب ہیں اس نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادۃ ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ سے ہے جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔

تیسرے ایک راوی سعید بن ابی ہلال ہیں جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا وھذا کلہ من التقریب پھر کئی جگہ اس میں عنعنہ بھی ہے جس کے حکم بالاتصال کے لیے ثبوت تلاقی کی حاجت ہے یہ تو مختصر کلام ہے سند میں

باقی رہا متن سو اولاً معارض ہے دوسری احادیث صحیحہ کے ساتھ چنانچہ مشکوۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ حدیث ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ

اور یہی حدیث حصن حصین میں بحوالہ مستدرک وابن حبان میں بھی مذکور ہے اور نیز مشکوۃ میں بیہقی سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ہے۔

ثالثًا بلفظ بَلَغَنِي صَوْتُهُ محتمل تاویل ناشی عن دلیل ہے ''وَإِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ'' اور وہ دلیل جو منشاء تاویل کا ہے دوسری احادیث مذکورہ ہیں پس بضرورت جمع بین الاحادیث اس لفظ کی یہ توجیہہ ہوگی کہ اس صورت سے مراد جملہ صلوتیہ ہے کیونکہ کلام اور کلمہ قسم ہے لفظ کی اور وہ قسم ہے صوت کی پس درود شریف بھی ایک صوت ہے عام ہے بلاغ بالواسطہ و بلا واسطہ کو اور بقرینہ دوسری احادیث کے بلاغ بالواسطہ متعین ہے پس معنیٰ 'بَلَغَنِي صَوْتُهُ' کے یہ ہوں گے بَلَغَنِي صَوْتُهُ بِوَاسِطَةِ الْمَلَائِكَةِ

رابعًا اگر حدیث کے ضعف سند اور متن کے معارض و محتمل تاویل ہونے سے قطع نظر کر لیا جاوے اور کل ازمنہ وامکنہ واحوال اور جمیع مصلین میں عام لیا جاوے تب بھی اہل حق کے کسی دعویٰ مقصودہ کو مضر نہیں اور نہ ان کے غیر کے کسی دعویٰ مقصود کو مفید۔ اگر اس اجمال پر قناعت نہ ہو تو اس ضرر یا نفع کو متعین کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ جواب میں تفصیل ہوگی واللہ اعلم

بعد تحریر جواب ہذا بلا توسط فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں ہے بلکہ صلوتہ ہے کاتب کی غلطی سے کام رہ گیا ہے امید ہے کہ اگر نسخ متعددہ دیکھے جائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ کسی نسخہ میں ضرور اس طرح نکل آئے گا وَالْغَيْبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فقط ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ (۱)

یہاں انہوں نے یہ سوالات اٹھائے ہیں

۱۔ یحی بن ایوب بلانسب مذکور ہیں ممکن ہے غافقی ہو جس کے بارے میں ربما اخطاء ہے

۲۔ خالد بن زید کا معاملہ بھی یہی ہے، اس نام کے راویوں میں ایک کی عادت ارسال ہے اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔

(۱) بوادر النوادر، ۱، ۲۰۵

۳۔ تیسرا راوی سعید بن ابی ہلال ہے ابن حزم نے اسے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا ہے۔

۴۔ اس کا متن دیگر صحیح احادیث کے مخالف و معارض ہے جن میں ہے کہ ملائکہ درود پہنچاتے ہیں پھر آپ ﷺ کا فرمان ہے قبر کے پاس کا درود خود سنتا ہوں اور دور والا پہنچایا جاتا ہے۔

۵۔ دور سے نہ سننے کے بارے میں صریح احادیث ہیں۔

۶۔ یہ کتابت کی غلطی ہے یہ صوتہ نہیں بلکہ صلوتہ ہے۔

غزالی زماں کے جوابات

ان سوالات کے جوابات غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کی زبان سے سنیے تھانوی صاحب نے اس کے جواب میں سند اور متن حدیث دونوں پر کلام کیا ہے سند پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس سند میں ایک راوی یحی بن ایوب بلانسب مذکور ہیں جو کئی راویوں کا نام ہے جن میں ایک غافقی ہیں جن کے باب میں ربما اخطاء لکھا ہے یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں: انتہی (۱)

اقول

تھانوی صاحب جس سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ احتمال پیدا کر رہے ہیں اس سوال کا جواب انہوں نے بوادر النوادر کے صفحہ ۲۰۵ پر خود ارقام فرمایا ہے۔ اس میں یہ عبارت موجود ہے۔

(فَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ الْعَلَّافِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الخ)

کتب اسماء الرجال میں یحی بن ایوب العلاف اور یحی بن ایوب غافقی دونوں کو ''علاف'' اور ''غافقی'' کے الفاظ میں ممتاز کر کے الگ الگ ذکر کیا گیا ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ احتمال کہاں سے پیدا ہو گیا ہے دیکھئے تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۵

(۱) بوادر النوادر جلد اول، ۲۰۵

پر یحیٰ بن ایوب العلاف کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے۔

يَحيَى بنُ اَيُّوبَ بنِ بَادِي الْخَوْلَانِي الْعَلَّافِ رَوى عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَبدِالغَفَّارِ بنِ دَاوُدَ وَ عُمَرَ بنِ خَالِدٍ الْهَرانِي وَ يَحيَى بنُ عَبدِاللهِ بنِ بَكرٍ وَ سَعِيدِ بنِ اَبِي مَريَم ۔ قَالَ نِسَائِيُ ۔ صَالِحٌ

دیانت وانصاف کا خون

اس عبارت میں یحیٰ بن ایوب العلاف کا نسب مذکور ہے۔ اور ساتھ ہی ان کے شیوخ میں سعید بن ابی مریم کا نام بھی لکھا ہے۔ جس سے انہوں نے زیر بحث حدیث کو روایت کیا ہے اور امام نسائی کی توثیق منقول ہے اور توثیق کے سوا کسی کی کوئی جرح منقول نہیں۔ اس کے بعد اگلے ص ۱۸۶ پر یحیٰ بن ایوب الغافقی کا تذکرہ ہے۔ ان کے شیوخ میں سعید بن ابی مریم مذکور نہیں۔ ان کے متعلق بعض کا تخطیہ طویل عبارت میں بالتفصیل منقول ہے۔ تھانوی صاحب کا بلا دلیل ہی نہیں بلکہ خلاف دلیل "علاف" کے بارے میں "غافقی" کا احتمال پیدا کرنا دیانت اور انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟

آگے چل کر تھانوی صاحب نے فرمایا۔ "دوسرے ایک خالد بن زید ہیں یہ بھی غیر منسوب ہیں اس نام کے رواۃ میں سے ایک کی عادۃ ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ ہے۔ جس میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔ انتہیٰ (۱)

حدیث معنعن پر کلام

اقول۔ تھانوی صاحب کے یہ تمام احتمالات بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ ورنہ معنعن کا مطلقاً ساقط الاعتبار ہونا لازم آئے گا۔ خالد بن زید نام کے کسی راوی میں ارسال، کی عادت کا پایا جانا زیر نظر راوی کو متعین نہیں کرتا اور اگر بالفرض تعین ہو بھی جائے تو ارسال اتصال کے منافی نہیں تاوقتیکہ معنعن (بالکسر) کا مدلس ہونا ثابت نہ ہو اور راوی و مروی عنہ کی لقاء کا امکان منتفی نہ ہو جائے۔ تدریب الراوی میں ہے۔

(۱) بوادر النوادر جلد اول ص ۲۰۵

۱۔ فروع

اَحَدُهَا الْاِسْنَادُ الْمُعَنْعَنُ وَ هُوَ قَوْلُ الرَّاوِي فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ بِلَفْظِ عَنْ مِنْ غَيْرِ بَيَانِ التَّحْدِيْثِ وَ الْاِخْبَارِ وَ السَّمَاعِ (قِيلَ اِنَّهُ مُرْسَلٌ) حَتّٰى يَتَبَيَّنَ اِتِّصَالُهُ (وَالصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ وَ قَالَهُ الْجَمَاهِيْرُ مِنْ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَ الْفِقْهِ وَ الْاُصُوْلِ اَنَّهُ مُتَّصِلٌ) بِشَرْطِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ الْمُعَنْعِنُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ مُدَلِّسٌ بِشَرْطِ اِمْكَانِ لِقَاءِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا) اَيْ لِقَاءِ الْمُعَنْعِنِ مَنْ رَوٰى عَنْهُ بِلَفْظِ عَنْ فَحِيْنَئِذٍ يُحْكَمُ بِالْاِتِّصَالِ اِلَّا اَنْ يَتَبَيَّنَ خِلَافُ ذٰلِكَ اِنْتَهٰى (۱)

یہ عبارت اس مضمون میں صریح ہے کہ عنعنہ میں اگر راوی کا مروی عنہ سے امکان لقاء پایا جاتا ہے۔ اور معنعن مدلس نہ ہو تو وہ حدیث متصل مانی جائے گی۔ تاوقتیکہ اس کا خلاف ظاہر نہ ہو۔

اگر تھانوی میں ہمت تھی تو وہ کسی دوسرے طریق سے اس کا خلاف ظاہر کرتے محض کسی ہم نام راوی کی عادت ارسال کا دعویٰ اس حدیث کے ساقط الاعتبار ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

ارسال اور تدلیس کا فرق

علاوہ ازیں یہ کہ تھانوی صاحب نے ارسال کو اتصال کے منافی قرار دیا تھا مگر عبارت منقولہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ تدلیس اتصال کے منافی ہوسکتی ہے۔ محض ارسال کو اس کے منافی قرار دینا غلط ہے ممکن ہے کہ تھانوی صاحب ارسال ہی کو تدلیس سمجھتے ہوں تو واضح رہے کہ تدلیس وارسال ایک نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے تدریب الراوی صفحہ ۱۴۰

(۱) تدریب الراوی، ۱۳۲

تَدْلِیْسُ الْاِسْنَادِ بِاَنْ یَّرْوِیَ عَمَّنْ عَاصَرَہٗ زَادَ اِبْنُ صَلَاحٍ اَوْ لَقِیَہٗ مَا لَمْ یَسْمَعْہُ مِنْہُ بَلْ سَمِعَہٗ مِنْ رَجُلٍ عَنْہُ (یُوْھِمَا سَمَاعَہٗ) حَیْثُ اَوْرَدَ بِلَفْظِہٖ یُوھم الاتصال والا تقتضیہ

اور ارسال کے معنی ہیں اِنَّ الْاِرْسَالَ رِوَایَۃُ عَمَّنْ لَمْ یَسْمَعْ عَنْہُ۔ صفحہ ۱۴۰
معلوم ہوا کہ ارسال اور اسناد دونوں الگ الگ ہیں عنعنہ میں تدلیس مضر ہے۔ ارسال مضر نہیں۔

لہٰذا تھانوی صاحب کے وہ تمام احتمالات جو بلا دلیل محض ان کے ظن فاسد کی بنا پر پیدا ہوئے تھے لغو اور بے بنیاد ہو کر رہ گئے۔

اس کے بعد تھانوی صاحب نے فرمایا ’’تیسرے ایک راوی سعید بن ابی ہلال جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا۔ وَھٰذَا کُلُّہٗ مِنَ التَّقْرِیْبِ۔ پھر کئی جگہ اس میں عنعنہ ہے جس کے حکم بالاتصال کے لیے ثبوت تلاقی کی حاجت ہے۔‘‘ انتہی

اقول۔ یہ کلام ہی غلط ہے

عنعنہ کے مسائل میں تھانوی صاحب کا یہ کلام ہی غلط ہے کیونکہ حدیث معنعن کے حکم بالاتصال کے لیے ثبوت تلاقی ضروری نہیں صرف امکان تلاقی کافی ہے۔ جیسا کہ تدریب الراوی سے نقل کر چکا ہوں (وَبِشَرْطِ اِمْکَانِ لِقَاءِ بَعْضِھِمْ بَعْضًا) (۱)

توثیق نظر نہ آئی

رہے تیسرے راوی سعید بن ابی ہلال جن کی تضعیف تھانوی صاحب نے ابن حزم سے نقل کی ہے تو مجھے حیرت ہے کہ تھانوی صاحب نے تضعیف تو دیکھ لی۔ مگر توثیق انہیں نظر نہ آئی ذرا میزان الاعتدال اٹھا کر دیکھیے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔
(سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ ھِلَالٍ) ثِقَۃٌ مَعْرُوْفٌ فِی الْکُتُبِ

(۱) تدریب الراوی صفحہ ۱۳۲

السِّتَّۃِ یَرْوِیْ عَنْ نَافِعٍ وَ نُعَیْمِ الْمُجْمِرِ وَ عَنْہ سَعِیْدُ الْمَقْبُرِیْ اَحَدُ شُیُوْخِہٖ قَالَ اِبْنُ حَزْمٍ وَحْدَہٗ لَیْسَ بِالْقَوِیْ) (۱)

ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں۔ جو راوی کتب ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ) میں معروف ثقہ ہو اور اس کے بعض شیوخ بھی اس سے روایت کرتے ہوں اسے ابن حزم کی آڑ لے کر متروک قرار دے دینا تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ ابن حزم کا قول تھانوی صاحب کے نزدیک ایسا ہی معتبر ہے تو انہیں جامع ترمذی سے بھی ہاتھ اٹھا لینا چاہیے۔ کیونکہ ابن حزم نے ترمذی کو مجہول کہا ہے۔
کَمَا ذَکَرَ فِیْ مَاتَمَسُّ اِلَیْہِ الْحَاجَۃُ صفحہ ۲۵ (عَنِ التَّعْلِیْقِ الْمُمَجَّدِ نَاقِلًا عَنِ الذَّھَبِیْ

امام منذری نے سند کو جید قرار دیا

آخر میں اتنی بات عرض کروں گا۔ کہ حدیث زیر بحث کے متعلق حافظ منذری کا یہ قول کہ رَاوَہُ ابْنُ مَاجَۃَ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ، تھانوی صاحب کے تمام احتمالات واہیہ کا قلع قمع کر دیتا ہے اور اس بحث میں ان کی پوری دوسری کی مہمل اور بے کار بنا کر چھوڑ دیتا ہے۔
کیونکہ تھانوی صاحب کے کسی بھی احتمال میں ذرا بھی جان ہوتی یا ان کے تضعیف منقول میں کچھ بھی قوت پائی جاتی تو ایک عظیم وجلیل محدث اس بارے میں بسند جید کے الفاظ نہ بولتا۔
شاید کوئی کہے کہ وہ کوئی اور سند ہوگی تو میں عرض کروں گا کہ سند جید سے کسی اور سند کا مراد ہونا ہمارے لیے مزید تقویت کا موجب ہے۔
کیونکہ تعدد طرق زیادتی قوت کا موجب ہے۔ بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ سند بھی سند جید ہو۔
ناظرین کرام نے تھانوی صاحب کی تحقیق کو ہمارے کلام سے ملا کر اندازہ کر لیا ہوگا کہ ان کی تحقیق کہاں تک تحقیق کہلائے جانے کی مستحق ہے؟
آگے چل کر تھانوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔ ’’یہ تو مختصر کلام ہے سند میں باقی

(۱) میزان الاعتدال جلد اول، ۳۹۳

رہا متن'' سو اولاً معارض ہے دوسری احادیث صحیحہ کے ساتھ چنانچہ مشکوۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود یہ حدیث ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مَلٰئِكَةَ اللّٰهِ سَيَّا حِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنَ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ

اور یہی حدیث حصن حصین بحوالہ مستدرک حاکم و ابن حبان میں بھی مذکور ہے اور نیز مشکوۃ میں بیہقی سے بروایت ابوہریرہ حدیث ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ

اور نسائی کی کتاب الجمعہ میں بروایت اوس ابن اوس یہ حدیث مرفوع ہے فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ یہ سب حدیثیں صریح ہیں عدم السماع عن بعید میں اور ظاہر ہے کہ جلای الافہام ان کتب کے برابر قوۃ میں نہیں ہو سکتی لہٰذا اقوی کو ترجیح ہوگی۔ (۱)

اقول

سند میں جو کلام فرمایا تھا اس کی حقیقت واضح ہو چکی اب متن میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا حال بھی ناظرین کرام پر کھل جائے گا۔

دور سے سننے کی بحث

تھانوی صاحب کے اس کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جلاء الافہام کی حدیث بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ ان تینوں حدیثوں کے معارض ہے۔ جو تھانوی صاحب نے نقل فرمائی ہیں وجہ یہ ہے۔

کہ جلاء الافہام کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ایک درود پڑھنے والے کے درود کی آواز سن لیتے ہیں۔

ان تینوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ درود جو دور سے پڑھا جائے اسے حضور کے سامنے فرشتے پیش کرتے ہیں۔ فرشتوں کا عرض و ابلاغ عدم سماع میں صریح ہے اور سماع عدم سماع کے معارض ہے لہٰذا جلاء الافہام کی حدیث ان تینوں صحیح حدیثوں

(۱) بوادر النوادر جلد اول ص ۲۰۵

کے معارض قرار پائی یہ تینوں حدیثیں جن کتابوں میں پائی جاتی ہیں چونکہ جلاء الافہام ان کے برابر قوت میں نہیں لہٰذا ان تینوں حدیثوں کو ترجیح ہوگی جو اقویٰ ہے۔ اور جلاء الافہام کی حدیث ساقط الاعتبار ہوگی۔

ظلم صریح ہے

میں عرض کروں گا کہ نسائی دارمی کی حدیث بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

اِنَّ مَلٰئِكَةَ اللّٰهِ سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنَ عَنْ اُمَّتِي السَّلَامَ

اور اس طرح نسائی کی دوسری حدیث بروایت اوس بن اوس 'فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ' میں صرف اتنا مذکور ہے کہ

ملائکہ سیاحین فی الارض حضور ﷺ کی خدمت میں اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ اور اُمت کا درود بارگاہ رسالت میں پیش ہوتا ہے ملائکہ کے اس عرض و تبلیغ کو تھانوی صاحب کا عدم سماع میں صریح قرار دینا یقیناً ظلم صریح ہے کیونکہ سابقاً نہایت تفصیل کے ساتھ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ عرض و تبلیغ کا علم اور لاعلمی ''سماع'' یا عدم سماع سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ فیض الباری کی عبارت ناظرین کے سامنے آچکی ہے جس میں صاف موجود ہے کہ عرض صلوٰۃ علم کے منافی نہیں۔

ایک فرشتہ ساری مخلوق کی آوازیں سنتا ہے

پھر جذب القلوب اور جلاء الافہام سے ایک حدیث ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكًا يُبَلِّغُنِيْ

(جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔)

اگر تبلیغ ملائکہ عدم سمع میں صریح ہو تو اس حدیث سے لازم آئے گا کہ جو درود قبر انور پر پڑھا جاتا ہے۔ حضور ﷺ اسے بھی نہیں سنتے۔ جو بالاتفاق باطل ہے۔ جب یہ فرشتوں کا پہنچانا عدم سماع کے معنی میں نہ ہوا تو تعارض باقی نہ رہا۔ عدم تعارض کی صورت میں ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (۱)

(۱) حیات النبی، ۶۵ تا ۷۰

فصل:

سلام سننے پر آئمہ اُمت کی تصریحات

آئمہ اُمت نے رسالتمآب ﷺ کے ارشاد گرامی

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ

(جو بھی کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے مجھ پر اللہ تعالیٰ میری روح لوٹاتا ہے حتیٰ کہ میں سلام کا جواب دیتا ہوں)

کے تحت ''رَدَّ اللهُ رُوْحِیْ'' کی شرح میں یہ تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کائنات کے ہر سلام عرض کرنے والا کا خود سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

سوال: کیونکہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بوقت سلام روح مبارک کا لوٹانا بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ قبر انور میں حیات نہیں حالانکہ امت مسلمہ کا عقیدہ ہے آپ ﷺ مزار اقدس میں زندہ وحیات ہیں۔ جس پر قرآن وسنت کے دلائل شاہد ہیں۔

جواب: اس کے تقریباً پندرہ جوابات آئمہ اُمت نے دیئے ہیں ان تمام کو امام جلال الدین سیوطی (ت،۹۱۱) نے انباء الاذکیاء میں جمع کر دیا ہے۔

قوی وحسن جواب

لیکن ان میں جس جواب کو آئمہ اُمت نے مختار وحسن اور بہت ہی خوب قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ قبر انور میں دائما زندہ ہیں آپ ﷺ وہاں بارگاہ الٰہی کی طرف اس قدر مستغرق اور ڈوبے ہوتے ہیں کہ کسی دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی تو جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی توجہ اس طرف بھی مبذول کر دیتا ہے۔

تا کہ آپ ﷺ اس کے سلام کو جان سکیں اور اس کے علم وادراک کے بعد اس کا جواب عنایت فرما سکیں۔ یہ بات تمام آئمہ اُمت نے اپنے اپنے الفاظ میں ذکر کی ہے۔ چند کی تصریحات ملاحظہ کر لیجیے۔

۱۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری (ت،۱۳۴۶) نے امام ابن الملک کے حوالے سے لکھا۔

رَدُّ الرُّوْحِ کِنَایَةٌ عَنْ اِعْلَامِ اللهِ تَعَالٰی اِیَّاهُ بِاَنَّ فُلَانًا صَلّٰی عَلَیْهِ (۱)

(روح کے لوٹانے سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو یہ اطلاع دینا ہے کہ فلاح نے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھا ہے)

۲۔ حضرت ملا علی قاری (ت،۱۰۱۴) شیخ انطاکی سے ردروح کا معنیٰ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

کِنَایَةٌ عَنْ اِعْلَامِ اللهِ اِیَّاهُ اِنَّ فُلَانًا صَلّٰی عَلَیْكَ اَوْ مِنْ عِلْمِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِاَحْوَالِ الْمُسَلِّمِ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ (۲)

(روح اقدس لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مطلع فرماتا ہے کہ آپ ﷺ پر فلاں فلاں نے درود پڑھا یا اس سے مراد آپ ﷺ کا تمام لوگوں میں سلام عرض کرنے والے کے احوال سے آگاہ ہونا ہے)

۳۔ امام تقی الدین سبکی (ت،۷۵۶) نے یہی بات ان الفاظ میں ذکر کی ہے۔

یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ رَدًّا مَعْنَوِیًّا وَاَنْ یَکُوْنَ رُوْحُهُ الشَّرِیْفَةُ مُشْتَغِلَةً بِشُهُوْدِ الْحَضْرَةِ الْاِلٰهِیَّةِ وَالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ فَاِذَا سَلَّمَ عَلَیْهِ اَقْبَلَتْ رُوْحُهُ الشَّرِیْفَةُ عَلٰی هٰذَا الْعَالَمِ فَیُدْرِكُ سَلَامَ مَنْ سَلَّمَ عَلَیْهِ وَیَرُدُّ عَلَیْهِ (۳)

---

(۱) بذل المجہود، ۳:۲۰۷
(۲) شرح الشفاء، ۲۔۱۴۲
(۳) شفاء السقام، ۵۱

(ممکن ہے یہاں معنوی و روحانی طور پر لوٹانا مراد ہو اور وہ یوں کہ آپ ﷺ کی روح طیبہ اس جہاں سے جناب الٰہی اور ملاء اعلیٰ میں مشغول ہو جب کوئی سلام عرض کرے تو روح پاک اس جہاں کی طرف متوجہ ہو کر سلام کا علم و ادراک کر کے اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں)

۴۔ امام محمد عبد الرحمن سخاوی (ت، ۹۰۳) نے یہ جواب نقل کرنے سے پہلے لکھا۔

وَاَجَابَ السُّبْكِيُّ الْكَبِيْرُ بِجَوَابٍ اٰخَرَ حَسَنٍ جِدًّا فَقَالَ يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ رَدًّا مَعْنَوِيًّا وَ اَنْ تَكُوْنَ رُوْحُهُ الشَّرِيْفَةُ مُشْتَغِلَةً بِشُهُوْدِ الْحَضْرَةِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى عَنْ هٰذَا الْعَالَمِ فَاِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ اَقْبَلَتْ رُوْحُهُ الشَّرِيْفَةُ عَلٰى هٰذَا الْعَالَمِ لِيُدْرِكَ سَلَامَ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ وَ يَرُدُّ عَلَيْهِ (۱)

(علامہ سبکی نے ایک اور جواب دیا ہے جو بہت ہی عمدہ ہے وہ یہ کہ روح کے رد معنوی مراد ہے بایں طور کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک اس جہاں سے بے نیاز ہو کر درگاہ الٰہی اور ملاء اعلیٰ میں مشغول ہوتی ہے سو جب بھی کوئی آپ ﷺ پر سلام پڑھتا ہے تو آپ کی روح مبارک اس جہان کی طرح متوجہ ہوتی ہے تاکہ سلام کہنے والے کے سلام کا ادراک کر کے اس کا جواب دے سکے)

۵۔ امام ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۶) نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے۔

اِنَّهٗ يَسْتَغْرِقُ فِيْ اُمُوْرِ الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى فَاِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ رَجَعَ فَهْمُهٗ لِيُجِيْبَ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ

(آپ ﷺ امور ملاء اعلیٰ میں مصروف ہوتے ہیں جب کوئی سلام کہتا ہے تو آپ ﷺ کا فہم و توجہ لوٹ آتا ہے تاکہ سلام کہنے والے کا جواب دیں)

بلکہ یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ہر وقت لاتعداد لوگ سلام عرض کرتے ہیں تو پھر آپ کا تمام وقت جواب میں سلام گزرتا ہو گا اس کا جواب دیا یہ معاملہ عقل و

(۱) القول البدیع، ۳۹۹

حواس سے بالاتر ہے۔ (۱)

جیسے ملائکہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کو بھی پورا کر رہے ہیں مگر ان کی تسبیح و تہلیل میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس حقیقت کو امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) ان الفاظ میں آشکار کرتے ہیں۔

وَلَا رَيْبَ اَنَّ حَالَهٗ فِي الْبَرْزَخِ اَفْضَلُ وَ اَكْمَلُ مِنْ حَالِ الْمَلَائِكَةِ هٰذَا سَيِّدُنَا عِزْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقْبِضُ مِائَةَ اَلْفِ رُوْحٍ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ وَ لَا يَشْغَلُهٗ قَبْضٌ عَنْ قَبْضٍ وَ هُوَ مَعَ ذَالِكَ مَشْغُوْلٌ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مُقْبِلٌ عَلَى التَّسْبِيْحِ وَالتَّقْدِيْسِ فَنَبِيُّنَا حَيٌّ يُصَلِّيْ وَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ وَ يُشَاهِدُ لَا يَزَالُ فِيْ حَضْرَةِ اِقْتِرَابِهٖ مُتَلَذِّذًا السِّمَاعِ خِطَابِهٖ (۲)

(بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا حال و شان برزخ میں ملائکہ کی شان و حال سے کہیں افضل ہے مثلاً سیدنا عزرائیل علیہ السلام ایک ہی وقت میں ایک لاکھ آدمیوں کی ارواح قبض کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتا اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بصورت تسبیح و تہلیل بھی جاری رکھتے ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں آتا تو ہمارے نبی ﷺ زندہ ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور اپنے رب کی عبادت اور مشاہدہ کرتے ہیں اور دائما اس کا قرب اور اس کے خطاب سے لذت پاتے ہیں)

۶۔ مولانا انور شاہ کشمیری (ت، ۱۳۵۲) نے اس روایت کا ترجمہ یہی کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندوں کی طرح افعال کرتے ہیں مثلاً نماز و حج ادا کرتے ہیں اور وہ افعال سے معطل نہیں ہوتے اور عرف عام میں معطل کو مردہ کہا جاتا ہے اور اصل حیات افعال سے عبارت ہے مثلاً محاورہ ہے علم حیات اور جہالت موت ہے۔

وَ مِنْ هٰهُنَا اِنْحَلَّ حَدِيْثٌ اٰخَرُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِيْ رَدِّ رُوْحِهٖ ﷺ حِيْنَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ لَيْسَ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ يَرُدُّ

(۱) فتح الباری، ۶، ۳۷۹

(۲) زرقانی، ۱۲، ۲۰۶

رُوحَهٗ اَیْ اَنَّهٗ یُحَیِّ فِیْ قَبْرِهٖ بَلْ تُوَجِّهُهٗ مِنْ ذَالِكَ الْجَانِبِ اِلٰی هٰذَا الْجَانِبِ فَهُوَ حَیٌّ فِیْ كِلْتَا الْحَالَتَیْنِ بِمَعْنٰی اَنَّهٗ لَمْ یَطْرَأْ عَلَیْهِ التَّعَطُّلُ قَطُّ لٰكِنَّهٗ كَانَ مُسْتَهْلِكًا فِی التَّوَجُّهِ اِلٰی حُجْرَةِ الرَّبُوْبِیَّةِ فَاِذَا سَلَّمَ عَلَیْهِ رُدَّ عَلَیْهِ رُوْحُهٗ بِمَعْنٰی شُغْلِهٖ بِذَالِكَ الْجَانِبِ الَّذِیْ كَانَ مُعَطَّلًا عَنْهُ قَبْلَهٗ (۱)

(یہاں سے ایک اور حدیث کا معاملہ بھی حل ہو جاتا ہے جسے امام ابوداؤد نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر سلام کے وقت روح مبارکہ لوٹائی جاتی ہے اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ روح لوٹا کر قبر میں زندہ کیا جاتا ہے بلکہ آپ ﷺ کو ایک جانب سے دوسری جانب متوجہ کیا جاتا ہے آپ ﷺ دونوں حالتوں میں بایں طور زندہ ہیں کہ آپ ﷺ پر تعطل طاری ہوتا ہی نہیں البتہ آپ ﷺ بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ میں مستغرق ہوتے ہیں تو جب کوئی سلام کہتا ہے تو روح کو لوٹایا جاتا ہے یعنی اس جانب متوجہ کیا جاتا ہے جس جانب اس سے پہلے تعطل تھا)

۷۔ مولانا شبیر احمد عثمانی (ت، ۱۳۲۹) نے اہل علم سے جو جوابات نقل کیے ان میں پانچواں جواب یہ ہے۔

اِنَّهٗ لَیَسْتَغْرِقُ فِیْ اُمُوْرِ الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی فَاِذَا سَلَّمَ عَلَیْهِ رَجَعَ اِلَیْهِ فَهْمُهٗ لِیُجِیْبَ مَنْ سَلَّمَ عَلَیْهِ

(آپ ﷺ ملاء اعلیٰ کے امور میں مشغول ہوتے ہیں جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو آپ ﷺ کا فہم و ادراک لوٹ آتا ہے تاکہ سلام والے کا جواب عنایت فرما سکیں)

پھر اس پر اشکال وارد ہوا کہ آپ ﷺ تو ہر وقت سلام کا جواب ہی دیتے رہتے ہوں گے کیونکہ ہر وقت آپ ﷺ پر لاتعداد سلام عرض کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ کو دیگر عبادات کے لیے وقت نہیں ملتا ہوگا۔

(۱) فیض الباری، ۲:۶۵

اس کا جواب فتح الباری کے حوالہ سے دیا کہ

اِنَّ اُمُوْرَ الْاٰخِرَةِ لَا تُدْرَكُ بِالْعَقْلِ وَ اَحْوَالُ الْبَرْزَخِ اَشْبَهُ بِاَحْوَالِ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ (۱)

(آخرت کے امور کا ادراک عقل نہیں کر سکتا اور برزخ کے احوال کا معاملہ اخروی معاملات کی طرح ہے)

یاد رہے اہل علم نے تصریح کی ہے کہ ملائکہ اپنی اپنی ذمہ داری بھی پوری کرتے ہیں مگر ان کی تسبیح و تہلیل میں کبھی کمی واقع نہیں ہوتی۔

۸۔ امام جلال الدین سیوطی (ت، ۹۱۱) نے اس جواب کو قوی بلکہ اقوی قرار دیتے ہوئے لکھا

وَهُوَ قَوِیٌّ جِدًّا اَنَّهٗ لَیْسَ الْمُرَادُ بِرَدِّ الرُّوْحِ عَوْدَهَا بَعْدَ الْمُفَارَقَةِ لِلْبَدَنِ وَ اِنَّمَا النَّبِیُّ ﷺ فِی الْبَرْزَخِ مَشْغُوْلٌ بِاَحْوَالِ الْمَلَكُوْتِ مُسْتَغْرِقٌ فِیْ مُشَاهَدَةِ رَبِّهٖ كَمَا كَانَ فِی الدُّنْیَا فِیْ حَالَةِ الْوَحْیِ وَ فِیْ اَوْقَاتٍ اٰخَرَ تَعْبِیْرٌ عَنْ اِفَاقَتِهٖ مِنْ تِلْكَ الْمُشَاهَدَةِ وَ ذَالِكَ الْاِسْتِغْرَاقُ بِرَدِّ الرُّوْحِ

(یہ جواب نہایت ہی قوی ہے کیونکہ روح لوٹانے سے یہ مراد نہیں کہ وہ بدن اقدس سے جدائی کے بعد لوٹایا جاتا ہے البتہ نبی اکرم ﷺ احوال ملکوت اور اپنے رب کے مشاہدہ میں مشغول و مستغرق ہوتے ہیں جیسے دنیا میں حالت وحی اور دیگر اہم اوقات میں ہوتے تو اس مشاہدہ اور استغراق سے افاقہ کو روح لوٹانے سے تعبیر کیا ہے)

اس کے بعد اس کی ایک نظیر و مثال ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وَ نَظِیْرُ هٰذَا قَوْلُ الْعُلَمَاءِ فِی اللَّفْظَةِ الَّتِیْ وَقَعَتْ فِیْ بَعْضِ اَحَادِیْثِ الْاِسْرَاءِ وَهِیَ قَوْلُهٗ فَاسْتَیْقَظْتُ وَ اَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَیْسَ الْمُرَادُ الْاِسْتِیْقَاظَ مِنْ

(۱) فتح الملہم، ۲:۳۸۹

نَوْمٍ فَإِنَّ الْإِسْرَاءَ لَمْ يَكُنْ مَنَامًا وَ إِنَّمَا الْمُرَادُ بِالْإِفَاقَةِ مِمَّا خَامَرَهُ مِنْ عَجَائِبِ الْمَلَكُوْتِ وَ هٰذَا الْجَوَابُ الْاٰنَ عِنْدِيْ أَقْوٰى مَا يُجَابُ بِهِ عَنْ لَفْظَةِ الرَّدِّ وَ قَدْ كُنْتُ رَجَّحْتُ الثَّانِيْ ثُمَّ قَوِيَ عِنْدِيْ هٰذَا (۱)

(اس کی مثال علماء کا قول ہے جو حدیث معراج میں وارد الفاظ ''میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا'' کی تشریح میں ہے کہ یہاں مراد نیند سے بیداری نہیں کیونکہ معراج خواب میں نہیں بیداری میں ہوئی یہاں اس استغراق و مستی سے بیداری مراد ہے جو عجائب ملکوت کے مشاہدہ سے حاصل ہوا یہ جواب اب میرے نزدیک زیادہ قوی ہے جو لفظ رد سے دیا گیا ہے پہلے میں نے دوسرے جواب کو ترجیح دی پھر مجھے یہ زیادہ قوی محسوس ہوا)

یہی امام شیخ تاج الدین فاکہانی (ت، ۷۳۴) کے ایک جواب کی توجیہ و تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں یہاں سے ایک اور جواب بھی سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے۔

أَنْ تَكُوْنَ الرُّوْحُ كِنَايَةً عَنِ السَّمْعِ وَيَكُوْنَ الْمُرَادُ إِنَّ اللّٰهَ يَرُدُّ عَلَيْهِ سَمْعَهُ الْخَارِقَ لِلْعَادَةِ حَيْثُ يَسْمَعُ الْمُسَلِّمُ وَ إِنْ بَعُدَ قُطْرُهُ وَ يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ إِحْتِيَاجٍ إِلٰى وَاسِطَةِ مُبَلِّغٍ وَلَيْسَ الرَّدُّ سَمْعَهُ الْمُعْتَادَ

(روح لوٹانے سے سلام کا سننا مراد ہے تو یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بطور معجزہ آپ ﷺ کا سننا لوٹا دیتا ہے کہ آپ ﷺ کہنے والوں کا سلام سنتے ہیں خواہ وہ کائنات میں کہیں پر ہو تو آپ ﷺ بلا واسطہ اس کا جواب دیتے ہیں یہاں لوٹانے سے مراد عادی و معمول کے مطابق لوٹانا نہیں)

اس پر دلیل دیتے ہوئے حدیث کا حوالہ دیتے ہیں:

وَقَدْ كَانَ لَهُ ﷺ فِي الدُّنْيَا حَالَةٌ يَسْمَعُ فِيْهَا سَمْعًا خَرْقًا لِلْعَادَةِ حَيْثُ كَانَ يَسْمَعُ أَطِيْطَ السَّمَاءِ كَمَا

(۱) انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء

بَيَّنْتُ ذَالِكَ فِيْ كِتَابِ الْمُعْجِزَاتِ وَ هٰذَا قَدْ يَنْفَكُّ فِيْ بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَيَعُوْدُ لَا مَانِعَ مِنْهُ وَ حَالَتُهُ ﷺ فِي الْبَرْزَخِ كَحَالَتِهِ فِي الدُّنْيَا سَوَاءٌ (۱)

(آپ ﷺ کو دنیا میں یہ حالت حاصل تھی کہ خلاف عادت و معمول آپ ﷺ آسمانوں کی چرچراہٹ کی آواز سنتے جس کی ہم نے کتاب المعجزات میں تفصیل لکھی ہے تو یہ حالت آپ ﷺ سے کبھی جدا ہو کر لوٹ سکتی ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں کہ آپ ﷺ کی برزخی زندگی دنیاوی حالت کی طرح ہیں)

۹۔ اس جواب کے مختار و قوی ہونے کا یہ عالم ہے کہ امام سبکی سے سخت اختلاف رکھنے والے شیخ ابن عبدالهادی نے یہ جواب نقل کیا ہے۔

هٰذَا رَدٌّ مَعْنَوِيٌّ فَإِنَّ الرُّوْحَ مُشْتَغِلَةٌ بِالْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ وَالْمَلَاءِ الْأَعْلٰى عَنْ هٰذَا الْعَالَمِ فَإِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ إِلْتَفَتَ إِلَيْهِ لِيَرُدَّ سَلَامَهُ

(یہ روحانی طور پر لوٹانا ہے کہ روح مبارک اس جہاں سے بارگاہ الٰہی اور ملاء اعلیٰ کی طرف مشغول تھی جب کسی نے سلام عرض کیا تو وہ اس کے جواب کے لیے اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے)

اور پھر لکھا:

فَهٰذَا الْجَوَابُ فِيْهِ نَوْعٌ مِنَ الْحَقِّ (۲)

(اس جواب میں حق کا پہلو موجود ہے)

۱۰۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت، ۱۰۵۲) اس روایت کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

دریں جا اشکال آرند کہ مضمون ایں حدیث مخالف حدیث حیوٰۃ آں حضرت است

(۱) انباء الاذکیاء، ۱۳

(۲) الصارم المنکی، ۲۲۶

ﷺ در برزخ زیرا که رد روح بر آن
حضرت در وقت سلام دلالت وارد بر
مفارقت روح از بدن شریف وے در
بعض اوقات و جواب می دهند که مراد
بعود روح نه عود او است ببدن بعد از
مفارقت بلکه افاقت و توجه است باین
عالم و سماع صلوٰة و سلام است و آن
حضرت مشغول است در برزخ باحوال
ملکوت و مستغرق است در مشاهدۂ رب
العزة چنانکه در دنیا در حالت وحی می بود
پس تعبیر کرده شده از افاقت دے ازاں
مشاهده و استغراق برد روح چنانکه
در حدیث معراج واقع شده فاستیقظت
وَ اَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس بیدار شدم
و حالانکه من در مسجد حرام ام و معراج در
خواب نبود بمذاهب حق پس مراد افاقت و
بر آمدن اوست از مشاهدۂ آن عالم و نیز
حیات انبیاء صلوة الله و سلامه علیه و علیهم و
رد روح ببدن ایشاں بعد از افاقت موت
است یکبار بجریان سنت الٰهی و بعد ازاں
هیچ زمانے خالی نیست از صلوة و سلام اُمت
و مفارقت روح دروے مرةً بعد اخری مکرر
داخل تعذیب است که واجب است تنزیه
ساحت عزت و کرامت وے ﷺ ازاں
پس باید که دائم در حیات باشد فافهم و بالله

التوفیق سخن در ان ماند که ایں فضیلت رد سلام
از آن حضرت مخصوص بزائران قبر شریف
اوست مثل داخل در مجلس که سلام گوید یا عام
ست مر هر کسے را که سلام فرستد چنانکه
در تشهد وغیر آن و ظاهر همین است(۱)

(اس جگہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث کا مضمون نبی اکرم ﷺ کی حیات برزخی پر دال حدیث کے مخالف ہے اس لیے کہ سلام کے وقت روح کا لوٹانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعض اوقات روح بدن مبارک سے الگ ہوتی ہوگی۔علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ردِ روح سے مراد یہ نہیں ہے کہ روح نکلنے کے بعد واپس لوٹائی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد اس جہاں کی طرف توجہ و اعتناء اور صلاۃ وسلام سننا ہے اور نبی اکرم ﷺ برزخ میں ملکوتی احوال میں مشغول اور مستغرق اور اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوتے ہیں۔جیسا کہ دنیا میں حالت وحی میں مشغول ہوا کرتے تھے۔لہٰذا اس توجہ، اعتناء و مشاہدہ اور استغراق کو ردِ روح سے تعبیر کر دیا گیا جیسا کہ حدیث معراج میں آیا ہے کہ فَاسْتَيْقَظْتُ وَ اَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پس میں بیدار ہوا حالانکہ مسجد حرام میں تھا مذہب حق کے مطابق معراج حالت خواب میں نہ تھی لہٰذا اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا اس جہان کے مشاہدہ سے فراغت مراد ہوگی۔اور نیز سنت الٰہی یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد فقط ایک بار ان کی روح لوٹائی جاتی ہے اور علاوہ ازیں کوئی زمانہ صلوٰۃ وسلام سے خالی نہیں ہوتا اور نبی کریم ﷺ کی روح مبارکہ کا دخول وخروج باعث تکلیف ہے اور نبی اکرم ﷺ کا اس حالت سے منزہ اور مبرا ہونا لازمی اور ضروری ہے اور نبی اکرم ﷺ کی جب ایک بار روح واپس کر دی گئی تو اس کے بعد ان کو دائمی حیات مل گئی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور توفیق من جانب اللہ ہے اس مسئلہ پر گفتگو رہ گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سلام کی یہ فضیلت روضہ مبارکہ کے زائرین کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ مجلس میں آنے والے صحابہ سلام کیا کرتے یا ہر کسی کے لیے عام ہے کہ جو بھی سلام کہے جیسا کہ تشہد وغیرہ میں ہوتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ عام ہے)

(۱) اشعۃ اللمعات، ۱: ۴۰۷

۱۱۔ امام زین الدین ابوبکر المراغی (ت، ۸۱۶) کے الفاظ ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّ كُتُبَ السُّنَّةِ مُتَضَمِّنَةٌ لِلْاَحَادِيْثِ الدَّالَّةِ عَلٰى اَنَّ رُوْحَ النَّبِيِّ ﷺ تُرَدُّ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ يَسْمَعُ وَ يَرُدُّ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ (۱)

(کتب حدیث ایسی روایات پر مشتمل ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ پر آپ کی روح مبارک لوٹائی جاتی ہے اور آپ ﷺ خود سلام سنتے اور سلام کہنے والوں کا جواب عنایت فرماتے ہیں)

۱۲۔ امام ابن حجر مکی کا فتویٰ

اس مقام پر اس فتویٰ کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

سوال: امام شہاب الدین احمد ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) سے امام احمد، ابوداؤد اور امام بیہقی کی اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا۔

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ اِلَيَّ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ: عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ مَا الْجَوَابُ عَنْهُ مَعَ الْاِجْمَاعِ عَلٰى حَيَاةِ الْاَنْبِيَاءِ كَمَا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ وَ هَلْ عَلٰى تَفْسِيْرِ الرُّوْحِ بِالنُّطْقِ الَّذِيْ قِيْلَ فِيْهِ اِنَّهٗ اَحْسَنُ الْاَجْوِبَةِ اِعْتِرَاضٌ؟

(جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری طرف روح لوٹا دیتا ہے) اور دوسری روایت میں ہے کہ (مجھ پر میری روح حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں) اس حدیث کا کیا مفہوم و جواب ہے؟ جب کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات پر اجماع اور اس بارے میں احادیث تواتر کے ساتھ موجود ہیں اور کیا روح کی تفسیر نطق (گفتگو کے ساتھ کرنا اس کا درست جواب بن سکتا ہے کہ نہیں؟)

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) تحقیق النصرة، ۱۱۶

اَلْجَوَابُ عَنْ ذَالِكَ مَعَ بَيَانِ مَا فِيْهِ ذَكَرْتُهٗ فِيْ كِتَابِيْ الْجَوَاهِرُ الْمُنَظَّمُ فِيْ زِيَارَةِ الْقَبْرِ الْمُكَرَّمِ وَ كِتَابِيْ الدُّرُّ الْمَنْضُوْدَ فِي الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَ حَاصِلُ الْاَجْوِبَةِ عَنْ ذَالِكَ اَنَّ قَوْلَهٗ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ جُمْلَةٌ حَالِيَةٌ فَيُقَدَّرُ فِيْهَا قَدْ عَلَى الْقَاعِدَةِ فِيْ وَ قُوْعِ الْمَاضِيْ حَالًا فَيَكُوْنُ الرَّدُّ سَابِقًا عَلَى السَّلَامِ الْوَاقِعِ مِنْ كُلِّ اَحَدٍ و حَتّٰى لَيْسَتْ تَعْلِيْلِيَةً بَلْ عَاطِفَةً وَالتَّقْدِيْرُ: مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا قَدْ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ قَبْلَ ذَالِكَ وَ اَرُدُّ عَلَيْهِ وَ قَدْ صَرَّحَ بِقَدْ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْهِقِيْ فَمُرَادُ الْحَدِيْثِ الْاِخْبَارُ بِاَنَّ اللهَ تَعَالٰى يَرُدُّ اِلَيْهِ رُوْحَهٗ بَعْدَ الْمَوْتِ فَيَصِيْرُ حَيًّا عَلَى الدَّوَامِ حَتّٰى لَوْ سَلَّمَ عَلَيْهِ اَحَدٌ رَدَّ عَلَيْهِ لِوُجُوْدِ الْحَيَاةِ فِيْهِ دَائِمًا وَاِنَّمَا جَاءَ الْاِشْكَالُ مِنْ ظَنِّ اَنَّ حَتّٰى تَعْلِيْلِيَةٌ وَ جُمْلَةَ رَدَّ بِمَعْنَى الْحَالِ اَوِ الْاِسْتِقْبَالِ الَّذِيْ يَلْزَمُ عَلَيْهِ تَكَرُّرِ الرَّدِّ عِنْدَ تَكَرُّرِ السَّلَامِ عَلَيْهِ وَ يَلْزَمُ مِنْ تَكْرَارِ الرَّدِّ تَكْرَارُ الْمُفَارَقَةِ الْمُوْجِبِ لِنَوْعِ اَلَمٍ وَالْمُخَالِفُ لِلَّفْظِ الْقُرْآنِ اَنَّهٗ لَيْسَ اِلَّا مَوْتَتَانِ اَوْ لَفْظُ الرَّدِّ لَيْسَ لِلْمُفَارَقَةِ بَلْ كِنَايَةٌ عَنْ مُطْلَقِ الصَّيْرُوْرَةِ لَيْسَ لِلْمُفَارَقَةِ فِيْ مِلَّتِكُمْ اَيْ صِرْنَا لِاِسْتِحَالَةِ الْكُفْرِ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ اَوْ لَيْسَ الْمُرَادُ بِرَدِّ الرُّوْحِ عَوْدَهَا بَعْدَ مُفَارَقَةِ الْبَدَنِ وَ اِنَّمَا هُوَ مَشْغُوْلٌ فِي الْبَرْزَخِ بِاَحْوَالِ الْمَلَكُوْتِ مُسْتَغْرِقٌ فِيْ شُهُوْدِ رَبِّهٖ فَعُبِّرَ عَنْ اِفَاقَتِهٖ مِنْ ذَالِكَ بِالرَّدِّ وَ نَظِيْرُهٗ جَوَابُهُمْ

عَمَّا وَقَعَ فِيْ بَعْضِ اَحَادِيْثِ الْاِسْرَاءِ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ الْمُرَادُ الْاِسْتِيْقَاظَ مِنْ نَوْمٍ لِاَنَّ الْاِسْرَاءَ لَمْ يَكُنْ مَنَامًا بَلِ الْاِفَاقَةُ مِمَّا خَامَرَهٗ مِنْ عَجَائِبِ الْمَلَكُوْتِ اَوِ الرَّدُّ يَسْتَلْزِمُ الْاِسْتِمْرَارَ اِذْ لَا يَخْلُوْ مِنْ مُّسَلِّمٍ عَلَيْهِ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ اَوِ الْمُرَادُ بِالرُّوْحِ هُنَا النُّطْقُ مَجَازًا وَلَا يَلْزَمُ) مِنْ حَيَاةٍ عَلَى الدَّوَامِ نُطْقُهٗ وَ عَلَاقَةُ الْمَجَازِ اِسْتِلْزَامُ النُّطْقِ لِلرُّوْحِ وَ عَكْسُهٗ بِالْفِعْلِ اَوِ الْقُوَّةِ فَعُبِّرَ بِاَحَدِ الْمُتَلَازِمَيْنِ عَنِ الْاٰخَرِ وَاعْتُرِضَ بِاَنَّ ظَاهِرَهٗ اَنَّهٗ مَعَ كَوْنِهٖ حَيًّا يَمْنَعُ عَنْهُ النُّطْقُ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَ يُرَدُّ عَلَيْهِ عِنْدَ سَلَامِ الْمُسَلِّمِ وَ هُوَ مُخَالِفٌ لِلنَّقْلِ لِمَا فِي الْاَخْبَارِ اِنَّ كُلَّ مُؤْمِنٍ فِيْ قَبْرِهٖ يَنْطِقُ بِمَا شَاءَ لِمَا وَرَدَ اَنَّهٗ لَا يَمْنَعُ النُّطْقَ فِيْ قَبْرِهٖ اِلَّا مَنْ مَّاتَ عَنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ وَلِلْعَقْلِ لِاَنَّ الْحَصْرَ عَنِ النُّطْقِ وَاِنْ قَلَّ زَمَنُهٗ نَوْعُ حَصْرٍ وَ هُوَ مُبَرًّا عَنْ ذَالِكَ وَ اُجِيْبَ عَنِ الْمُرَادِ بِالرَّدِّ الْاِسْتِمْرَارُ مِنْ غَيْرِ مُفَارَقَةٍ فَالْمَجَازُ فِيْ لَفْظِ الرَّدِّ وَ الرُّوْحِ فَالْاَوَّلُ اِسْتِعَارَةٌ تَبَعِيَّةٌ وَ الثَّانِيْ مَجَازٌ مُرْسَلٌ اَوِ الْمُرَادُ بِالرُّوْحِ السَّمْعُ الْخَارِقُ لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ الْمُسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَ اِنْ بَعُدَ اَوِ الْمُوَافِقُ لِلْعَادَةِ وَ يَكُوْنُ الْمُرَادُ بِرَدِّهٖ اِفَاقَتَهٗ مِنَ الْاِسْتِغْرَاقِ الْمَلَكُوْتِيْ اَوِ الْمُرَادُ بِالرُّوْحِ الْفَرَاغُ مِنَ الشُّغْلِ مِمَّا هُوَ بِصَدَدِهٖ فِي الْبَرْزَخِ مِنَ النَّظَرِ فِيْ اَعْمَالِ اُمَّتِهٖ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِمُسِيْئِهِمْ

وَالدُّعَاءِ بِكَشْفِ الْبَلَاءِ عَنْهُمْ وَالتَّرَدُّدِ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ بِحُلُوْلِ الْبَرَكَةِ فِيْهَا اَوْ حُضُوْرِ جَنَازَةِ صَالِحِيْ اُمَّتِهٖ كَمَا وَرَدَتْ بِذَالِكَ الْاَحَادِيْثُ وَالْاَخْبَارُ فَلَمَّا كَانَ السَّلَامُ عَلَيْهِ مِنْ اَجَلِّ الْاَعْمَالِ خَصَّ الْمُسَلِّمَ عَلَيْهِ بِاَنْ يَّفْرُغَ لَهٗ مِنْ اِشْغَالِهِ الْمُهِمَّةِ لَحْظَةً يَرُدُّ عَلَيْهِ فِيْهَا تَشْرِيْفًا لَهٗ وَ مُجَازَاةً اَوِ الْمُرَادُ بِالرُّوْحِ الْاِرْتِيَاحُ عَلَيْكَ وَ فَرْحَةٌ لِحُبِّهٖ لِذَالِكَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَوْ مِنْهُ رَحْمَةٌ لَهٗ فَيَحْمِلُهٗ ذَالِكَ عَلٰى اَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهِ رَدًّا مَخْصُوْصًا (۱)

(میں اپنی کتب (الْجَوَاهِرُ الْمُنَظَّمُ فِيْ زِيَارَةِ الْقَبْرِ الْمُكَرَّمِ اور الدُّرُّ الْمَنْضُوْدُ فِي الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ) میں تفصیلاً اس بارے میں لکھ چکا ہوں تاہم حاصل جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد (رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ) جملہ حالیہ ہے اس سے پہلے حرف قد مقدر ہوگا جیسا کہ قاعدہ نحو ہے کہ جب ماضی حال واقع ہوتو اس سے پہلے قد مقدر ہوتا ہے لہٰذا ہر ایک کی طرف سے پیش کیا جانے والا سلام موخر ہوگا اور ردروح مقدم ہوگا اور حرف حتیٰ تعلیلیہ (علت کے لیے) نہیں ہے۔ بلکہ عاطفہ ہے عبارت یوں ہوگی۔ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا قَدْ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ قَبْلَ ذَالِكَ وَ اَرُدُّ عَلَيْهِ اور امام بیہقی کی روایت میں تو حرف قد صراحۃً موجود ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک ان کے وصال کے بعد واپس کردی ہے اور اب وہ دائمی طور پر حیات ہیں، حتیٰ کہ اب جو کوئی بھی آپ ﷺ کو سلام پیش کرتا ہے تو آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں کیونکہ آپ میں دائمی حیات موجود ہے، اشکال کی وجہ یہ بنی ہے کہ حرف (حتیٰ) کو تعلیلیہ گمان کیا گیا ہے اور جملہ رد روحی کو حال یا

(۱) الفتاوی الکبریٰ، ۲: ۱۳۳

استقبال کے معنیٰ میں لیا گیا جس کے نتیجے میں تکرار سلام کے وقت تکرار رد روح لازم آتا ہے اور تکرار رد کی وجہ سے اس مفارقت کا تکرار لازم آتا ہے جو کہ درد و تکلیف کا باعث ہے۔ اور یہ الفاظ قرآنی کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہاں دو ہی موتوں کا تذکرہ ہے۔ یا لفظ رد بمعنیٰ مفارقت نہ ہوگا بلکہ مطلقاً ہونے سے کنایہ ہوگا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنۡ عُدۡنَا فِیۡ مِلَّتِنَا اَیۡ صِرۡنَا اس لیے کہ انبیاء سے کفر محال ہے یا رد روح سے مراد روح کا بدن سے جدا ہونے کے بعد لوٹ آنا مراد نہ ہوگا کیونکہ نبی اکرم ﷺ عالم برزخ میں ملکوت میں مشغول اور اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری میں مستغرق ہیں تو ان احوال سے واپسی کو رد کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ مذکورہ جواب ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض احادیث اسراء پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دیا گیا جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (میں جاگا تو اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا) تو اس جاگنے سے مراد نیند سے جاگنا مراد نہیں ہے اس لیے کہ معراج حالت بیداری میں ہوئی تھی نہ کہ حالت خواب میں بلکہ اس جاگنے سے ملکوتی عجائبات کی وجہ سے مخموری و استغراقی کیفیت سے افاقہ ہے یا رد سے مراد استمرار ہے کیونکہ کائنات میں کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جس میں آپ کو سلام بھیجنے والا موجود نہ ہو یا یہاں روح سے مراد نطق ہوگا مجازاً اور نبی اکرم ﷺ کی دائمی زندگی کی وجہ سے بولنا لازم نہیں آتا اور مجاز کا علاقہ یہ ہے کہ نطق روح کو لازم ہے یعنی جس میں روح ہوگی وہ بولے گا اور اس کا عکس ہوگا بالفعل یا بالقوۃ یعنی جو بولے گا اس میں روح ہوگی تو دو متلازمین میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ تعبیر کر دیا گیا۔ رہا یہ اعتراض کہ نبی اکرم ﷺ کے حیات ہونے کے باوجود ان کو بعض اوقات گفتگو سے روک دیا جاتا ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کے وقت آپ کی قوت گویائی لوٹا دی جاتی ہے حالانکہ یہ نقل کے مخالف ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ ہر مومن اپنی قبر میں جو چاہتا ہے بولتا ہے اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ ''قبر میں گفتگو ممنوع نہیں ہے مگر اس کے لیے جو بغیر وصیت یا بے عقل مر گیا، اس لیے کہ گفتگو سے بندش

اگر چہ قلیل ہو تو نبی اکرم ﷺ اس سے پاک ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ رد سے مراد بلا مفارقت دوام و استمرار ہے تو لفظ رد اور روح میں مجاز ہوگا پہلے میں استعارہ تبعیہ اور دوسرے میں مجاز مرسل ہوگا یا رد سے مراد خارق و خلاف عادت سننا ہوگا اس طرح کہ سلام کرنے والے کا سلام بلا واسطہ سن لیتے ہیں اگر چہ دور ہو یا رد سے مراد موافق عادت سننا مراد ہوگا اور اس سے مراد ملکوتی استغراق سے افاقہ ہوگا۔ یا روح سے مراد عالم برزخ میں ان کاموں سے فراغت مراد ہوگی جیسا کہ اپنی اُمت کے اعمال کا مشاہدہ کرنا اور گناہ گاروں کے لیے استغفار کرنا اور ان سے معصیت کی دوری کی دعا کرنا اور زمین کے مختلف مقامات پر برکت عطا کرنے کے لیے تشریف لے جانا یا اپنی اُمت کے صالحین کے جنازوں میں شریک ہونا جیسا کہ احادیث و اخبار اس پر شاہد ہیں چونکہ نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجنا اعلیٰ کاموں سے ایک لمحہ کے لیے فراغت حاصل کر کے اس سلام کا جواب دیتے ہیں مقصد اس کی عزت افزائی اور ادائیگی جزاء ہوتا ہے یا روح سے مراد راحت اور رحمت ہوگی اگر ''فَرَوۡحٌ وَّ رَیۡحَانٌ'' میں موجود لفظ ''فروح'' کی راء پر ضمہ پڑھا جائے یعنی جب نبی اکرم ﷺ کی اُمت کا کوئی فرد آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ کو راحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے اس پر کہ ان کی اُمت کا کوئی فرد ان سے محبت کرتا ہے یا نبی اکرم ﷺ اس پر رحمت فرماتے ہیں تو اس رد روح کو مخصوص رد پر محمول کیا جائے گا)

اُمت کی اکثریت کا موقف

پیچھے گزرا کہ یہ جواب روح کا متوجہ ہو کر سننا، حسن بلکہ اقویٰ اور احسن ہے۔

یہ بات بھی سامنے رہے کہ یہاں رد روح سے آپ ﷺ کا سننا مراد لینا اُمت کی اکثریت کا موقف ہے۔ یہاں ہم کسی اور کا حوالہ دینے کی بجائے مخالفین کے معتبر نام کا حوالہ دے دیتے ہیں تاکہ ہماری بات خوب پختہ ہو جائے شیخ منظور نعمانی دیو بندی نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

اکثر شارحین نے ردِ روح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارکہ میں آپ ﷺ

کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے۔ پھر جب کوئی اُمتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعے یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح (ایک جہت سے) اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں پس اس روحانی توجہ اور التفات کو روح سے تعبیر فرمایا گیا۔ (۱)

یہاں جہت کے حوالہ سے ڈاکٹر خالد محمود کے الفاظ بھی سامنے رکھیں۔

سلام پیش کرنے والوں کی طرف روح مقدس کی ہزاروں جہات متوجہ مجیب اور متبدّن (کبھی کسی طرف اور کبھی کسی طرف) مگر اس سے روح اقدس کا ذات تجلیات الٰہی میں استغراق متاثر نہیں ہوتا اس میں فرق نہیں ہوتا آپ ہمہ وقت جمال وجلال کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں۔ (۲)

یہ جواب بھی درست ہے

زیر بحث حدیث پر اعتراض کا یہ جواب قبول کرنا درست ہے، شیخ سرفراز صفدر نے لکھا محدثین کرام نے اس صحیح حدیث پر وارد ہونے والے اشکال کے کئی جوابات دیے ہیں۔ ان میں سے جو جواب بھی کسی کو پسند آئے قبول کرلے۔ (۳)

آپ نے پڑھ لیا اہل سنت نے اس جواب کو مختار و بہتر قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ کی روح انور متوجہ ہوکر سلام سن کر جواب عنایت کرتی ہے۔

کیا یہ وسوسے اور توہمات ہیں

امام تقی الدین سبکی، ملا علی قاری، امام انطاکی، امام سیوطی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور اُمت کی اکثریت کا یہ موقف سامنے آ گیا کہ رسول اللہ چاہیں تو تمام اُمت کا صلاۃ وسلام خود سن سکتے ہیں اور اس میں واسطہ ضروری نہیں۔ اب

(۱) معارف الحدیث، ۵:۲۷۶
(۲) مقام حیات، ۴۳۳
(۳) تسکین الصدور، ۳۱۷

ہمیں اپنے ان جملوں پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں۔

مبتدعین کا یہ کہنا کہ براہ راست سننے اور بتوسط ملائکہ بھیجے کا فرق قرب و بعد کے لیے نہیں بلکہ محبت وعدم محبت کے لیے ہے۔ جو محبت سے درود پڑھے وہ خود سنتے ہیں اور دوسرا فرشتوں کی وساطت سے پہنچایا جاتا ہے یہ سب وسوسے اور توہمات ہیں تحقیق میں ان کا مقام نہیں درود شریف تو پڑھا ہی محبت سے جاتا ہے۔ (۱)

ان کے شیخ اور ماخذ شیخ سرفراز خان صفدر کے الفاظ ہیں۔

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ دور والے جو لوگ درود وسلام پڑھتے ہیں وہ آپ تک بتوسط ملائکہ پہنچایا جاتا ہے آپ خود اس کی سماعت نہیں فرماتے جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے۔ (۲)

کیا یہ تمام اہل علم وساوس اور توہمات کا شکار ہیں؟ کیا یہ تمام قرآن وسنت سے جاہل ہیں؟ لازم ہے کہ ہم ان معاملات پر نظر ثانی کریں تا کہ اُمت گمراہی سے بچ سکے۔

اہل بیتِ اطہار کی تائید

اس حدیث کے عموم کی تائید اہل بیت اطہار کے عمل سے بھی ہوتی ہے۔ جب وہ دیکھتے کہ یہ شخص سلام کے لیے روضہ اقدس پر بار بار آتا ہے اور پھر بہت ہی قریب ہوکر سلام کا خواہشمند ہوتا ہے تو وہ اسے فرماتے تم سلام کے لیے اتنی قربت اور نزدیکی کے متمنی کیوں ہو؟ تمہیں علم ہونا چاہیے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرنے والا کہیں ہو اس کا سلام آپ سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں تو روضہ اقدس کے قریب عرض کرنے والا اور شہر اندلس سے سلام عرض کرنے والا برابر ہیں۔

ا۔ شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) امام حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے

رَاٰی رَجُلًا یَنْتَابُ الْقَبْرَ فَقَالَ لَهٗ یَا هٰذَا مَا اَنْتَ وَ

(۱) مقام حیات، ۴۵۸
(۲) تسکین الصدور، ۳۲۵

رَجُلٌ بِالْاَ نْدُلُسِ اِلَّا سَوَاءٌ

(آدمی کو دیکھا جو مزار عالی کا قرب تلاش کر رہا تھا فرمایا تم اور اندلس میں رہنے والا برابر ہو)

اس کا ترجمہ امام موصوف نے یہ کیا۔

اِنَّ الْجَمِیْعَ یَبْلُغُهٗ (۱)

(کہ تمام کا سلام پہنچ جاتا ہے)

۲۔ مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) خلیفہ مجاز حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے اس واقعہ کو امام سخاوی کے حوالہ سے نقل کیا اور لکھا۔

روایت ہے کہ ایک شخص قبر شریف کے پاس آ کر سلام عرض کیا کرتا تھا حسن بن حسن رضی اللہ عنہم نے اس کو فرمایا کہ تو اور وہ شخص جو اندلس میں ہو برابر ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کو علم دونوں کا برابر ہے۔

اور پھر بطور فائدہ لکھا

اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مقامات دور دراز سے آنحضرت ﷺ پر سلام عرض کیا کرتے ہیں وہ بھی حضوری سے محروم نہیں ہیں۔ اب رہی وہ حدیث شریف جو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے تو میں سنتا ہوں اور دور سے ملائکہ پہنچاتے ہیں تو بعد ان دلائل کے جواب اس کا آسان ہے اس لیے کہ اس میں نفی سماع کی تصریح نہیں ہے ایک طریقہ علم کا فرما دیا۔ جس میں سامعین کو استبعاد بھی نہ ہو اور مقصد بھی حاصل ہو جائے۔ (۲)

روایات دونوں طرح کی ہیں:

آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں درود و سلام پہنچنے کے بارے میں روایات دونوں طرح کی ہیں بعض میں ملائکہ کے پہنچانے کا ذکر ہے تو بعض میں اس کا ذکر نہیں صرف اتنا تذکرہ ہے کہ تمہارا درود وسلام مجھے پہنچ جاتا ہے یا الفاظ یہ ہیں کہ مجھے پیش کیا

(۱) مسالک الحنفاء، ۱۹۸
(۲) انوار احمدی، ۷۸ مطبوعہ الکتاب

جاتا ہے مثلاً ان الفاظ حدیث کا مطالعہ کیجیے۔

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں الفاظ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا عَلَیَّ وَ سَلِّمُوْا فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ وَ سَلَامَکُمْ یَبْلُغُنِیْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

(مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے خواہ تم کہیں ہو)

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔

سَلِّمُوْا عَلَیَّ فَاِنَّ تَسْلِیْمَکُمْ یَبْلُغُنِیْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (۱)

مجھے سلام کہا کرو کیونکہ مجھے تمہارا سلام پہنچ جاتا ہے خواہ تم کہیں ہو۔)

اور یہ حدیث حسن ہے۔

قاضی اسماعیل اسحاق (ت، ۲۸۲) نے الفاظ روایت یہ نقل کیے ہیں۔

وَ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُمَا کُنْتُمْ (۲)

(مجھ پر تم درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچا جاتا ہے خواہ تم کہیں ہو)

یاد رہے انہیں احادیث کے تحت امام بیضاوی (ت، ۶۸۶) کی یہ عبارت ہر امام نے نقل کی ہے کہ صلاۃ وسلام پہنچ جانے کی وجہ یہ ہے۔

لِاَنَّ النُّفُوْسَ الْقُدْسِیَّةَ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِیَّةِ عَرَجَتْ وَ اتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی وَلَمْ یَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَتَرَی الْکُلَّ کَالْمُشَاهَدِ لَهَا اَوْ بِاِخْبَارِ الْمَلَكِ لَهَا وَ فِیْهِ سِرٌّ یَطَّلِعُ عَلَیْهِ مَنْ تَیَسَّرَ لَهٗ (۳)

(کیونکہ نفوس قدسی جب تعلقات بدن سے جدا ہو کر بلند اور ملاء اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں تو ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہ جاتا وہ تمام مشاہدہ کرنے والے کی طرح دیکھتے ہیں یا انہیں ملائکہ اطلاع کر دیتے ہیں اس میں ایسا راز ہے جسے مطلع ہونے والا ہی جان سکتا ہے)

(۱) مسالک الحنفاء، ۱۹۶
(۲) فضل الصلاۃ، ۱۲۹
(۳) مسالک الحنفاء، ۲۰۱

شیخ ابن عبد الہادی کی تطبیق:

شیخ محمد بن عبد الہادی (ت، ۷۴۴ھ) نے بھی نہایت واضح الفاظ میں تصریح کی ہے کہ الفاظ حدیث کا تقاضا عموم ہی ہے یہ قریب و بعید ہر ایک کو شامل ہے رسول اللہ ﷺ کے مبارک الفاظ ''مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ممکن ہے اس کا معنی قبر کے پاس سلام عرض کرنا ہو جیسے آئمہ کی ایک جماعت نے اس سے سمجھا۔

وَ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ مَعْنَاہُ عَلَی الْعُمُوْمِ وَ اَنَّہٗ لَا فَرْقَ فِیْ ذَالِکَ بَیْنَ الْقَرِیْبِ وَ الْبَعِیْدِ وَ ھٰذَا ھُوَ ظَاھِرُ الْحَدِیْثِ وَ ھُوَ الْمُوَافِقُ لِلْاَحَادِیْثِ الْمَشْھُوْرَۃِ الَّتِیْ فِیْھَا فَاِنَّ تَسْلِیْمَکُمْ یَبْلُغُنِیْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وَ اِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُمَا کُنْتُمْ (۱)

(اور ممکن ہے اس کے معنیٰ میں عموم ہو اور اس حوالہ سے قریب و بعید میں کوئی فرق نہ ہوگا اور ظاہر حدیث عموم ہی کا تقاضا کر رہا ہے اور یہ ان احادیث مشہورہ کے بھی موافق ہے جن میں ہے کہ تم کہیں بھی صلاۃ پڑھو مجھے وہ پہنچ جاتا ہے۔ تم جہاں بھی سلام کہو مجھے وہ سلام پہنچ جاتا ہے)

رسول اللہ ﷺ کا اعمال اُمت پر عینی شاہد ہونا، آپ پر اعمال اُمت کا پیش کیا جانا، ہر سلام والے کا جواب عنایت کرنا بتا رہا ہے کہ درود پڑھا جانے والا درود و سلام بھی براہ راست پیش ہوتا ہے البتہ ملائکہ بھی پہنچاتے ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ بَلَغَتْنِیْ صَلَاتُہٗ وَ صَلَّیْتُ عَلَیْہِ (۲)

(جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ تک پہنچتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں)

(۱) الصارم المنکی، ۱۹۷
(۲) الدر المنضود، ۱۱۳۲

جمعہ کے روز درود شریف کے بارے میں روایات

اسی طرح بروز جمعہ درود شریف والی روایات کا مطالعہ کیجئے ان میں بھی ملائکہ کے درود پہنچانے کا تذکرہ نہیں بلکہ اکثر الفاظ یہ ہیں کہ وہ درود شریف پیش کر دیا جاتا ہے کچھ روایات کے الفاظ خود ملاحظہ کر لیجئے۔ مثلاً ایک روایت جسے امام ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، نووی، منذری نے صحیح قرار دیا۔ اس کے الفاظ ہیں جمعہ کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھا کرو۔

فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ کَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَ قَدْ اَرِمْتَ ؟ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (۱)

(کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ کا وصال ہو گیا فرمایا زمین پر انبیاء کے جسم کا کھانا حرام فرما دیا ہے)

دونوں روایات میں یکسانیت

جیسے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم درود شریف پڑھتے ہو تو میں تمہاری آواز سن لیتا ہوں صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ وصال کے بعد بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں

ان دونوں روایات کی یکسانیت اس سے آگاہ کر رہی ہے کہ ہمارا درود و سلام براہ راست بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ جاتا ہے صحابہ نے وضاحت چاہی تو آپ ﷺ نے آشکار کر دیا کہ اسے دنیاوی حالت کی طرح ہی سنوں گا اس میں کوئی فرق ہی نہیں صحابہ کے سامنے اپنے زندہ ہونے کا اعلان بھی بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ درود شریف خود سنتے ہیں حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ ہیں جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو۔

(۱) الدر المنضود، ۱۲۳

''فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ''
(کیونکہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے)

ان روایات میں ملائکہ کا ذکر نہیں اسی لیے شارحین نے ان کے تحت لکھا کہ جمعہ کے روز آپ ﷺ درود شریف کا سماع خود فرماتے ہیں۔

۱۔ حضرت ملا علی قاری حنفی (ت، ۱۰۱۴) اسی روایت کے تحت رقمطراز ہیں۔

(ای من غیر واسطة او من غیر انتظار رابطة)(۱)

(یعنی بغیر واسطہ یا بلا انتظار رابطہ درود پہنچ جاتا ہے)

۲۔ الحرز الثمین میں احادیث کے درمیان موافقت دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

إِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ لَا خِفَاءَ فِيْ أَنَّ الْحَدِيْث إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ أُمَّتِيْ السَّلَامَ عَلٰى مَا سَيَأْتِيْ يَدُلُّ إِنَّ الصَّلٰوةَ مُطْلَقًا مَعْرُوْضَةٌ عَلَيْهِ فَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِأَنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِمَزِيْدِ الْفَضِيْلَةِ لِتُعْرَضَ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ كَمَا فَرْقٌ بَيْنَ الصَّلَاةِ عِنْدَ الرَّوْضَةِ الشَّرِيْفَةِ وَ سَائِرِ الْبِقَاعِ الْمُنِيْفَةِ فَقَدْ أَخْرَجَ أَبُو الشَّيْخِ فِيْ كِتَابِ ثَوَابِ الْأَعْمَالِ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ مَرْفُوْعًا مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ وَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ (۲)

(تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اس میں کوئی خفا نہیں کہ حدیث ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین کا دورہ کرتے ہیں اور وہ میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں جو عنقریب آ رہی ہے یہ حدیث نشاندہی کر رہی ہے درود شریف ہر حال میں آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے تو اب ان دونوں میں موافقت یوں ہوگی کہ بروز جمعہ مزید فضیلت کی وجہ سے درود شریف بلا واسطہ پہنچایا جاتا ہے جیسے روضۂ اقدس اور دیگر مقامات کے درود میں فرق

(۱) شرح الشفاء، ۲۔ ۱۴۴

(۲) الحرز الثمین شرح الحصن، ۴۷۷

ہے ابو شیخ نے کتاب ثواب الاعمال میں عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا فرمایا جو میری قبر کے پاس درود پڑھے میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے)

۳۔ حصن حصین کے ایک اور شارح مولانا فخر الدین مرحوم نے اس کا ترجمہ اور تطبیق دیتے ہوئے لکھا ہے۔

''فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ پس بدرستیکہ درود شما عرض کردہ میشود و ہر جای ہر گاہ کہ بفرستید ایں توجیہ لسبب اطلاق تعلیل در تطبیق ایں حدیث با حدیث ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام ظاہر است وشارح جلیل در تطبیق گفتہ کہ درروز جمعہ بسبب فضیلت اورعرض کردہ میشود بر آنحضرت ﷺ بلا واسطہ چنانکہ فرق است میاں گفتن درود نزد روضہ مقدس ونزد سائر اماکن کہ انجا عرض بلا واسطہ وانیجا بواسطہ ملائکہ''(۱)

(تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے ہر جگہ اور ہر مقام سے۔ اس توجیہہ کا سبب اس حدیث کی اس دوسری حدیث سے تطبیق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ میری اُمت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں شارح جلیل (ملا علی قاری) نے ان میں موافقت دیتے ہوئے لکھا فضیلت جمعہ کی وجہ سے اس روز کا درود حضور ﷺ کی خدمت قدس میں بلا واسطہ پہنچتا ہے جیسے روضۂ اقدس اور دیگر مقامات کے درود میں فرق ہے)

۴۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی (ت، ۱۰۵۲) شب جمعہ میں درود سلام کی فضیلت کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

وبعضے از علمای گفت کہ از خصوصیت شب جمعہ است کہ آنحضرت ﷺ بنفس شریف خود جواب صلاۃ وسلام میگوید (۲)

(بعض علماء فرماتے ہیں کہ شب جمعہ کی یہ خصوصیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس رات درود وسلام خود سن کر جواب عنایت فرماتے ہیں)

(۱) الحرز الوصین، ۴۴۳

(۲) جذب القلوب، ۱۸۸

۵۔ صاحب سیرت حلبیہ امام علی نور الدین حلبی (ت، ۱۰۴۴) ایک اشکال نقل کر کے جواب دیتے ہیں۔ وہ اشکال وجواب ان کی زبانی سنیے۔

سوال

احادیث صحیحہ میں ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں درود وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَيۡلَةَ الۡجُمۡعَةِ وَ يَوۡمُهَا يَسۡمَعُ ذٰلِكَ بِنَفۡسٍ وَ يَرُدُّ بِكُلِّ حَالٍ

(اور آپ ﷺ جمعہ کے دن ورات درود وسلام خود سنتے ہیں ہاں جواب ہر ایک کا خود دیتے ہیں)

اگر آپ ﷺ ہر جگہ سے سنتے ہیں تو پھر یہ کیا معاملہ ہے؟

جواب:

جن روایات میں ملائکہ کے پہنچانے کا تذکرہ ہے یہ بطور احترام وتوقیر ہے۔

وَ اِلَّا فَالَّذِیۡ يَقُوۡلُ بِاَنَّ الۡبُعۡدَ فِی الۡمُسَافَةِ حِجَابٌ بَيۡنَ صَلَاتِنَا وَ بَيۡنَ سِمَاعِ النَّبِیِّ ﷺ بِهَا يَلۡزَمُ اَنَّ الۡقَبۡرَ الشَّرِيۡفَ وَالشُّبَّاكَ الۡمُعَظَّمَ وَ نَحۡوَ ذٰلِكَ مِنَ الۡاَشۡيَاءِ الۡحِسِّيَّةِ مَانِعٌ مِنَ السِّمَاعِ لَهٗ ﷺ وَهٰذَا لَا يَقُوۡلُهٗ اَحَدٌ

(ورنہ جو کہتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے درمیان دوری ومسافت خود سننے میں رکاوٹ ہے تو اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ پھر قبر انور، عظیم جالیاں اور دیگر اشیاء حسی بھی درود سننے سے رکاوٹ ہوں گی حالانکہ ایسی بات تم بھی نہیں کہتے)

اور جمعہ کے بنفس نفیس سننے کے بارے میں لکھا

فَيَكُوۡنُ الۡمَعۡنٰی اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِاِظۡهَارِ مَزِيَّةِ

لَيۡلَةِ الۡجُمُعَةِ وَ يَوۡمِهَا اَنَّهٗ يُحۡدِثُ لِلنَّبِیِّ ﷺ فِیۡ تِلۡكَ اللَّيۡلَةِ زِيَادَةَ اِدۡرَاكٍ لِيَهۡتَمَّ شَانَهَا

(یہ جمعہ کی رات کی فضیلت ہے تو اب ان روایات کا اللہ کی توفیق سے معنی یہ ہوگا کہ اس کی عظمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اس رات و دن سرور عالم ﷺ کے ادراک وعلم میں اور اضافہ فرما دیتا ہے)

جیسے بارگاہِ الٰہی میں ملائکہ بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ اس پر مخفی نہیں بلکہ فقط ملائکہ کی شہادت وگواہی کے لیے ایسا ہے۔

وَاِلَّا فَكَفٰی بِالنَّبِیِّ ﷺ شَاهِدًا اَوۡ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا اَوۡ رَقِيۡبًا (۱)

(ورنہ آپ ﷺ کا شاہد ہونا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا شہید ونگہبان ہونا ہی کافی ہے)

۶۔ امام محمد مہدی الفاسی (ت، ۱۱۰۹) شرح دلائل الخیرات میں ایک فرمان نبوی ﷺ کی تشریح میں رقمطراز ہیں۔

(اَسۡمَعُ) يَعۡنِیۡ بِلَا وَاسِطَةٍ (صَلَاةَ اَهۡلِ مَحَبَّتِیۡ) اَلَّذِيۡنَ يُصَلُّوۡنَ عَلَیَّ مَحَبَّةً لِیۡ وَ شَوۡقًا وَ تَعۡظِيۡمًا ظَاهِرَةً سَوَاءٌ صَلّٰی عَلَيۡهِ الۡمُحِبُّ لَهٗ عِنۡدَ قَبۡرِهٖ اَوۡ نَائِيًا عَنۡهُ وَ اَعۡرِفُهُمۡ (۲)

(میں بلا واسطہ اہل محبت کا درود سنتا ہوں یعنی جو خوب شوق ومحبت سے مجھ پر درود پڑھتے ہیں خواہ وہ محبت والے میری قبر کے پاس ہوں یا دور ہوں اور میں انہیں پہچانتا ہوں)

۷۔ پہلے بڑی تفصیل سے آچکا ہے کہ اہل علم کے ہاں ''رَدَّ اللّٰهُ رُوۡحِیۡ'' کا مختار معنی رسول اللہ ﷺ کا بلا واسطہ درود وسلام سننا ہے خواہ درود وسلام پڑھنے والا دنیا کے کسی گوشہ میں ہو۔

---

(۱) جواہر البحار، ۲، ۱۵۵، ۱۵۶

(۲) مطالع المسرات، ۸۱

23/23

بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ سے تائید

کتاب میں پوری ایک فصل موجود ہے جس میں متعدد کتب کے حوالہ سے یہ روایت مذکور ہے کہ امام طبرانی نے ایک روایت ان الفاظ میں ذکر کی:

مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ بَعْدَ وَ فَاتِكَ قَالَ وَ بَعْدَ وَ فَاتِیْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ

(جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے وصال کے بعد بھی فرمایا ہاں وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجسام انبیاء کا کھانا حرام کر دیا ہے)

کیا اس مبارک روایت کے الفاظ واضح اعلان اور دیگر الفاظ حدیث کی تشریح نہیں کر رہے کہ اُمت کا درود وسلام آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بلاواسطہ پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ درود وسلام عرض کرنے والے کی آواز تک سن لیتے ہیں اسی بات کو امام بیضاوی کے حوالہ سے تمام آئمہ اُمت نے بیان کر دیا۔ غور کر لیجئے ان میں کہیں بھی ملائکہ کے پہنچانے کا ذکر نہیں۔

فصل:

روضہ اقدس ﷺ پر تمام آوازیں سُننے والے فرشتے کا تقرر

احادیثِ مبارکہ میں جیسے یہ ہے کہ روضۂ اقدس پہ حاضر ہونے والوں کا درود شریف رسول اللہ ﷺ خود سنتے ہیں، اسی طرح متعدد احادیث میں یہ بھی موجود ہے کہ وہاں ایک ایسا طاقتور فرشتہ مقرر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت دے رکھی ہے، کائنات میں جب بھی کوئی آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس آدمی کا نام اور اس کے والد کا نام لے کر عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ فلاں کا بیٹا فلاں آپ کی خدمت میں درود وسلام عرض کر رہا ہے، اس فرشتے کی قوت کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ اس فرشتے کے سامنے ساری کائنات ایک لقمہ کی مانند ہے

آئمہ اُمت نے روضہ اقدس پر فرشتے کے تقرر کو رسول اللہ ﷺ کا خاصہ قرار دیتے ہوئے لکھا کہ یہ عظمت وشان کسی اور کو حاصل نہیں، آیئے اِن احادیثِ مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں تقررِ فرشتہ اور اس کی قوت کا تذکرہ ہے

۱۔ امام بزار نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِیْ مَلَكًا اَعْطَاهُ اِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَا يُصَلِّیْ عَلَیَّ اَحَدٌ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَبْلَغَنِیْ بِاِسْمِهٖ وَ اِسْمِ اَبِيْهِ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلّٰی عَلَيْكَ (۱)

---

(۱) مسند بزار، حدیث، ۳۱۶۲

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک ایسا فرشتہ مقرر کر رکھا ہے اور اسے تمام مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت دی ہے جب کوئی تا قیامت مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے اس کا نام اور اس کے والد کا نام لے کر عرض کرتا ہے کہ فلاں نے آپ پر درود شریف پڑھا ہے)

۲۔ امام طبرانی نقل کرتے ہیں کہ ابن حمیری کا بیان ہے مجھے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بلا کر فرمایا، کیا میں تمہیں اپنے حبیب ﷺ کا فرمان سناؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور سنائیں، تو بتایا یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے عمار

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا أَعْطَاهُ إِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى قَبْرِي إِذَا مِتُّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي يُصَلِّي عَلَيَّ صَلَاةً إِلَّا سَمَّاهُ بِإِسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ صَلَّى عَلَيْكَ فُلَانٌ كَذَا يُصَلِّي الرَّبُّ عَلَى ذٰلِكَ الرَّجُلِ بِكُلِّ وَاحِدٍ بِعَشْرٍ (۱)

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی آواز سننے کی طاقت دی اور جب میرا وصال ہو جائے گا قیامت تک وہ میری قبر انور پر مقرر ہے جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ مجھے اس کا نام اور اس کے والد کا نام لے کر عرض کرے گا کہ یا محمد وہ آپ ﷺ پر درود پڑھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک کے عوض دس سلام نازل فرماتا ہے)

یہ روایت حسن ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی روایت ہر مسلک کے اہل علم کے ہاں معتبر اور حسن کا درجہ رکھتی ہے اس لیے ہم یہاں نجدی، دیوبندی اور اہل حدیث تمام کا ایک ایک حوالہ درج کیے دیتے ہیں تا کہ کسی کو کوئی شبہ نہ رہے۔

۱۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی (ت، ۱۳۰۷) نے درود وسلام کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا، یہ حدیث حسن ہے

(۱) مجمع الزوائد، حدیث، ۱۷۲۹۲

مِنْهَا قِيَامُ مَلَكٍ عَلَى قَبْرِهِ ﷺ أَعْطَاهُ إِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ يُبَلِّغُهُ إِيَّاهُ كَمَا فِي حَدِيْثٍ وَثَّقَ ابْنُ حَبَّانَ رُوَاتَهُ وَوَرَدَتْ أَحَادِيْثُ بِمَعْنَاهُ ثَابِتَةٌ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَمِنْهَا أَنَّهَا سَبَبُ رَدِّ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى الْمُصَلِّي وَالْمُسَلِّمِ كَمَا وَرَدَ بِسَنَدٍ حَسَنٍ بَلْ صَحَّحَهُ النَّوَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ وَغَيْرِهِ (۱)

(آپ ﷺ کی قبر انور پر فرشتہ مقرر ہے جسے تمام مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت حاصل ہے وہ آپ ﷺ کو درود پہنچاتا ہے جیسے اس حدیث میں ہے جس کے راویوں کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور اس معنی میں احادیث صحیحہ بھی وارد ہیں اور حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درود وسلام اور آپ کے جواب کا یہی سبب ہے حدیث بسند حسن ہے بلکہ امام نووی نے اسے اذکار اور دیگر میں صحیح لکھا ہے)

۲۔ مفتی کفایت اللہ دیوبندی دہلوی (ت، ۱۳۷۲) نے بھی اس روایت کو معتبر قرار دیا ہے

صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول اللہ ﷺ یا حبیب اللہ ندا کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے کیونکہ بعض روایاتِ معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے اور اس کو ایسی قوت سامعہ عطا فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں (۲)

۳۔ نَضْرَةُ النَّعِيْم (سعودی کمیٹی کی تیار کردہ کتاب) میں ایک عنوان قائم کیا

سَبَبٌ لِعَرْضِ اِسْمِ الْمُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(درود شریف پڑھنے والے کے نام کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہونا)

(۱) نزل الابرار، ۱۸۶

(۲) کفایت المفتی، ۱، ۱۶۸

اس کے تحت دو احادیث مبارکہ ذکر کیں

۱۔ فَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ''اَکْثِرُوْا الصَّلَاةَ عَلَیَّ، فَاِنَّ اللهَ وَکَّلَ بِیْ مَلَکًا عِنْدَ قَبْرِیْ فَاِذَا صَلّٰی عَلَیَّ رَجُلٌ مِنْ اُمَّتِیْ قَالَ لِیْ ذٰلِكَ الْمَلَكُ یَا مُحَمَّدُ ﷺ اَنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ صَلّٰی عَلَیْكَ السَّاعَةَ:

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جب کوئی میرا اُمتی درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے عرض کرتا ہے یا محمد ﷺ فلاں کا بیٹا فلاں اس وقت آپ ﷺ پر درود پڑھ رہا ہے)

اس کے تحت حاشیہ بھی دیا ہے

رَوَاهُ الدَّیْلَمِیْ فِیْ مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ (۱،۹۳)، وَحَسَّنَهُ الْاَلْبَانِیْ، اُنْظُرْ سِلْسِلَةَ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ بِرَقْمِ (۱۵۳۰) صَحِیْحُ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ بِرَقْمِ (۱۲۱۸)

(اسے دیلمی نے مسند فردوس (۱۔۹۳) میں نقل کیا، البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے دیکھیے سلسلۃ احادیث صحیحہ (۱۵۳۰) اور صحیح جامع صغیر (۱۲۱۸)

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ''اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مَلَکًا اَعْطَاهُ سَمْعَ الْعِبَادِ فَلَیْسَ مِنْ اَحَدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا اَبْلَغَنِیْهَا وَاِنِّیْ سَأَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیَّ عَبْدٌ صَلَاةً اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرَ اَمْثَالِهَا

(حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام بندوں کی بات سننے کی قوت دی ہے جب

کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے پہنچاتا ہے اور میں نے اپنے رب سے عرض کی ہے کہ جو بھی مجھ پر درود پڑھے آپ اس پر دس رحمتیں نازل فرمادیں)

اس پر یہ حاشیہ بھی لکھا ہے

رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ وَ الْبَزَّارُ وَ حَسَّنَهُ الْاَلْبَانِیْ، اُنْظُرْ سِلْسِلَةَ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ بِرَقْمِ (۱۵۳۰) وَاَیْضًا صَحِیْحُ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ بِرَقْمِ (۲۱۷۲)

(اسے امام طبرانی اور بزار نے روایت کیا البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے دیکھیے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۴، ۱۵۳۰ اور صحیح الجامع الصغیر (۲۱۷۲)

(نَضْرَةُ النَّعِیْمِ فِیْ مَکَارِمِ اَخْلَاقِ الرَّسُوْلِ الْکَرِیْمِ (۱۔۵۶۸)

فرشتے کا روضۂ اقدس پر تقرر خاصۂ نبوی

ایسے دلائل اور احادیث مبارکہ کے پیش نظر ائمہ اُمت نے یہ تصریح کی ہے کہ روضۂ اقدس پہ اُمت کا درود پہنچانے کے لیے فرشتے کا تقرر سرورِ عالم ﷺ کا خاصہ ہے، آیئے چند تصریحات ملاحظہ کیجیے

۱۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) فوائد درود شریف کے تحت لکھتے ہیں

اِنَّ مَلَکًا قَائِمًا عَلٰی قَبْرِهٖ یُبَلِّغُهٗ اِیَّاهُ وَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِکَةً اٰخَرِیْنَ یُبَلِّغُوْنَهٗ اِیَّاهَا اَیْضًا وَاِنَّهٗ ﷺ یَرُدُّ سَلَامَ مَنْ یُسَلِّمُ عَلَیْهِ اَخْرَجَ جَمْعٌ اَنَّهٗ ﷺ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَکًا اَعْطَاهُ اِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَهُوَ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ (۱)

(ایک فرشتہ آپ ﷺ کی قبر انور پر مقرر ہے جو آپ تک درود پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیگر فرشتے بھی ہیں جو درود شریف پہنچاتے ہیں اور آپ ﷺ سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں ایک محدثین کی جماعت نے حدیث نقل کی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو مخلوق کی آواز سننے کی

(۱) الدر المنضود، ۱۱۹

طاقت رکھتا ہے وہ میری قبر انور پر مقرر ہے)

۲۔ شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) آپ ﷺ کے خصائص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وَمِنْهَا اَنَّهٗ وَكَّلَ بِقَبْرِهٖ ﷺ يَبْلُغُهٗ صَلَاةَ الْمُصَلِّيْنَ عَلَيْهِ (۱)

(آپ ﷺ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کی قبرِ انور پر فرشتہ مقرر ہے جو درود شریف پڑھنے والوں کا درود پہنچاتا ہے)

۳۔ امام جلال الدین سیوطی (ت، ۹۱۱) رسول اللہ ﷺ کے اس خاصہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

بَابُ حَيَاتِهٖ ﷺ فِيْ قَبْرِهٖ وَ صَلَاتِهٖ فِيْهِ وَ تَوْكِيْلِ مَلَكٍ بِقَبْرِهٖ يَبْلُغُهُ السَّلَامَ عَلَيْهِ وَرَدِّهٖ عَلٰى مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ (۲)

(قبر انور میں آپ ﷺ کا زندہ ہونا وہاں نماز ادا کرنا اور فرشتہ کا تقرر جو آپ کی خدمت میں درود پہنچاتا ہے اور آپ ﷺ اس سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں)

۴۔ امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام قسطلانی نے ملک سے مراد جنس ملائکہ لیا ہے۔

وَهُوَ نَوْعَانِ وَاحِدٌ وُكِّلَ بِالْقَبْرِ وَ آخَرُوْنَ سَيَّاحُوْنَ (۳)

(فرشتوں کی دو اقسام ہیں ایک فرشتہ آپ ﷺ کی قبر انور پر مقرر ہے اور دیگر زمین پر جاتے ہیں)

۵۔ امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) نے امام اصفہانی کے حوالہ سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت نقل کی ہے۔

(۱) المواہب اللدنیہ، ۷، ۳۷۰
(۲) الخصائص الکبریٰ، ۲۔ ۴۸۹
(۳) زرقانی علی المواہب، ۷، ۳۷۰

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا اَعْطَاهُ الْاِجَابَةَ سَمْعَ الْعِبَادِ كُلِّهِمْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ صَلَاةً اِلَّا اَبْلَغَنِيْهَا (۱)

(اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام بندوں کی باتیں سننے کی طاقت دی ہے اور جو مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ مجھ تک پہنچاتا ہے)

۶۔ امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) اس کے تحت رقمطراز ہیں

اَبُو الشَّيْخِ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ كِتَابِ الْعَظَمَةِ وَ اَبُو الْقَاسِمِ رَوَاهُ فِيْ كِتَابِ التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ لَهٗ وَ قَصَرَ الْمُصَنِّفُ فِي الْعَزْوِ فَقَدْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَارِيْخِهٖ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْعُقَيْلِيُّ وَ ابْنُ النَّجَّارِ كُلُّهُمْ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

(امام ابوالشیخ نے اس حدیث کو کتاب العظمۃ، امام ابوالقاسم نے الترغیب والترہیب میں نقل کیا ماتن نے اس حوالہ پر اکتفاء کیا ہے، اسے امام بخاری نے تاریخ طبرانی، عقیلی اور ابن نجار تمام حضرات نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے)

اس کے بعد الفاظ حدیث، اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا اَعْطَاهُ الْاِجَابَةَ سَمْعَ الْعِبَادِ، کی تشریح یوں کرتے ہیں

اَيْ قُوَّةً يَقْتَدِرُ بِهَا عَلٰى سِمَاعِ مَا يَنْطِقُ بِهٖ كُلُّ مَخْلُوْقٍ مِنْ اِنْسٍ وَ جِنٍّ وَ غَيْرِهَا (۲)

(یعنی اس فرشتہ کو ایسی قوت وقدرت دی ہے کہ وہ تمام جنات، انسانوں اور دیگر مخلوق کی آواز اور باتیں سنتا ہے)

امام عبدالرؤف مناوی (ت، ۱۰۰۳) کے الفاظ شرح بھی بعینہ یہی ہیں (۳)

امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ

(۱) المواہب، ۷، ۳۷۱
(۲) زرقانی علی المواہب، ۷، ۳۷۱
(۳) فیض القدیر، ۲۔ ۴۸۳

رسول اللہ ﷺ فرمایا:

إِنَّ اللهَ وَكَّلَ بِيْ مَلَكًا عِنْدَ قَبْرِيْ فَإِذَا صَلّٰى عَلَيَّ رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِيْ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ الْمَلَكُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ فُلَانًا بْنَ فُلَانٍ يُصَلِّيْ عَلَيْكَ السَّاعَةَ (۱)

(اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور پر فرشتہ مقرر کیا ہے جب میرا کوئی امتی درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے عرض کرتا ہے اے محمد ﷺ فلاں بن فلاح آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کر رہا ہے)

شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) نے اسے امام دیلمی کے حوالہ سے نقل کیا (۲)

صاحب تبلیغی نصاب کی تفصیلی گفتگو

مخالفین کے ہاں تبلیغی نصاب کا جو مقام ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اس کتاب میں مولانا زکریا سہارنپوری دیوبندی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت پر جو گفتگو کی ہے اسے پڑھیے اور غور کیجئے کہ لکھتے کیا ہیں اور کہتے کیا ہیں؟

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ وَكَّلَ بِقَبْرِيْ مَلَكًا أَعْطَاهُ إِسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ أَحَدٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِلَّا بَلَّغَنِيْ بِإِسْمِهٖ وَ إِسْمِ أَبِيْهِ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ رَوَاهُ الْبَزَّارُ كَذَا فِي التَّرْغِيْبِ وَ ذَكَرَ تَخْرِيْجَهُ السَّخَاوِيْ فِي الْقَوْلِ الْبَدِيْعِ

(حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرمائی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے

(۱) زرقانی علی المواہب، ۷، ۳۷۰

(۲) مسالک الحنفاء، ۲۰۱

کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے وہ آپ پر درود بھیجتا ہے)

ف۔ علامہ سخاوی نے قول بدیع میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ جل شانہ اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس مرتبہ درود رحمت بھیجتے ہیں، ایک اور حدیث سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کو ساری مخلوق کی بات سننے کی قوت عطا فرمائی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر متعین رہے گا جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ فرشتہ اس شخص کا اور اس کے باپ کا نام لے کر مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ پر درود بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مجھ سے یہ ذمہ لیا ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا۔ اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجیں گے ایک حدیث سے بھی یہی فرشتہ والا مضمون نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ درخواست کی تھی کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجے حق تعالیٰ شانہ نے میری درخواست قبول فرمائی۔ حضرت امامہ کے واسطہ سے بھی حضور ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود و رحمت بھیجتے ہیں اور ایک فرشتہ اس پر مقرر ہوتا ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچاتا ہے۔ ایک جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے اُوپر جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں درود بھیجے اللہ جل شانہ اس کی سو حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو میری قبر میں مجھ تک اسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا بھیجے جاتے ہیں۔

اس حدیث پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو قبر اطہر پر متعین ہے جو ساری دنیا کے صلوٰۃ و سلام حضور ﷺ تک پہنچاتا ہے اور اس سے پہلی حدیث میں آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو حضور ﷺ تک اُمت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں اس لیے کہ جو فرشتہ قبر

اطہر پر متعین ہے اس کا کام صرف یہی ہے کہ حضور ﷺ تک اُمت کا سلام پہنچاتا رہے اور یہ فرشتے جو سیاحین ہیں یہ ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں درود ملتا ہے اس کو حضور اقدس ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ کسی بڑے کی خدمت میں اگر کوئی پیام بھیجا جاتا ہے اور مجمع میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے تو ہر شخص اس میں فخر اور تقرب سمجھتا ہے کہ وہ پیام پہنچائے اپنے اکابر اور بزرگوں کے یہاں یہ منظر بارہا دیکھنے کی نوبت آئی۔ پھر سید الکونین فخر رسل ﷺ کی پاک بارگاہ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اس لیے جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل ہی ہے۔(۱)

فوائد از گفتگو

اس گفتگو سے یہ چند مسائل وفوائد از خود سامنے آجاتے ہیں

۱۔ روضہ اقدس پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

۲۔ اس فرشتے کو تمام مخلوق کی بات سننے کی قوت عطا ہوئی ہے۔

۳۔ کوئی کسی مقام پر بھی درود شریف پڑھے وہ فرشتہ اس شخص کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی لے کر عرض کرتا ہے۔

۴۔ اس فرشتے کا کام صرف درود وسلام پہنچانا ہے

۵۔ دیگر زمین پر پھرنے والے فرشتے درود شریف کے علاوہ بھی اچھے اعمال کی تلاش میں رہتے ہیں۔

۶۔ جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل اور مناسب ہے

مزید شان واہتمام

اہل علم نے آپ ﷺ کے دو ارشادات عالیہ کہ

۱۔ جو میری قبر کے پاس درود وسلام پڑھے میں اسے خود سنتا ہوں

۲۔ اور مذکورہ روایت میں ہے کہ فرشتے پہنچاتے ہیں

تو ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض وتخالف ہے تو ان میں تطبیق یوں دی ہے۔

(۱) فضائل درود، ۱۶۔۱۷

امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) امام ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) کے حوالہ سے موافقت یوں بیان کرتے ہیں

إِنَّهُ ﷺ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عِنْدَ قَبْرِهٖ بِلَا وَاسِطَةٍ وَ يَبْلُغُهُ الْمَلَكُ اَيْضًا اِشْعَارًا لِمَزِيْدِ خُصُوْصِيَةٍ وَالِاعْتِنَاءُ بِشَانِهٖ وَالْاِسْتِمْدَادُ لَهٗ بِذٰلِكَ (۱)

(مزار عالی کے پاس درود سلام کو خود بلا واسطہ سنتے ہیں اور فرشتے بھی پہنچاتے ہیں تاکہ آپ ﷺ کی شان اقدس کا مزید اظہار واہتمام ہو اور اس کے ذریعے مدد طلب کی جائے)

جب خادم بارگاہ نبوی کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان علمی دی ہے کہ وہ تمام کائنات کی آواز سن سکتا ہے تو پھر مخدوم کائنات ﷺ کی شان علمی کا کیا عالم ہوگا؟

(۱) زرقانی المواہب، ۷۔۳۷۲

فصل:

درود شریف پہنچنے کی دو صورتیں

آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں درود شریف پہنچنے کی دونوں صورتیں ممکن وجائز ہیں کہ آپ ﷺ خود درود شریف سنتے ہیں اور ملائکہ بھی یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں

۱۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) شرح مشکوۃ میں رسول اللہ ﷺ کی دائمی زندگی اور درود وسلام سننے کے بارے میں رقمطراز ہیں

يُؤْخَذُ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ لِاَنَّهٗ يَسْتَحِيْلُ عَادَةً اَنْ يَّخْلُوَ الْوُجُوْدُ كُلُّهٗ مِنْ وَاحِدٍ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ لَيْلٍ وَّنَهَارٍ وَ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ يُرْزَقُ فِيْ قَبْرِهٖ وَاِنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيْفَ لَا تَأْكُلُهُ الْاَرْضُ وَ اِنَّ رُوْحَهُ الْقُدْسِيَّةَ لَمَّا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الدُّنْيَوِيَّةِ صَارَ لَهَا قُوَّةُ الْعُرُوْجِ وَالْاِتِّصَالِ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى فَارْتَفَعَتْ جَمِيْعُ حُجُبِهَا الْحِسِّيَّةِ فَتَرٰى جَمِيْعَ مَا يَصِلُ اِلَيْهَا مِنَ الْاُمَّةِ مِنْ صَلَاةٍ وَّسَلَامٍ وَغَيْرِهِمَا كَالْمُشَاهِدِ (۱)

(ان احادیث سے یہ مسئلہ سامنے آجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائمی زندہ ہیں کیونکہ یہ محال ہے کہ دن رات میں کوئی لمحہ ہو جب کوئی آپ ﷺ کو سلام نہ عرض کرر ہا ہو تو اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ زندہ اور

(۱) الفتوحات الربانیہ، ۳، ۳۱۵

قبرِ انور میں رزق دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے جسم اقدس کو مٹی نہیں کھا سکتی اور آپ کا روح پاک تعلقاتِ بدنی سے جدا ہو گیا اور ملاء اعلیٰ سے اتصال اور عروج کی وجہ سے اس قدر قوی ہے کہ تمام حجابات ختم تو اب آپ ﷺ تمام اُمت کے صلاۃ وسلام کو مشاہدہ کرنے والے کی طرح دیکھتے اور جانتے ہیں)

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد عالی

فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ

(تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم کہیں بھی ہو)

کے تحت شارح بخاری امام محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) امام بیضاوی سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے

لِاَنَّ نُفُوْسَ الْقُدْسِيَّةِ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ عَرَجَتْ اَوْ اِتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰى فَلَمْ يَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَتَرَى الْكُلَّ كَالْمُشَاهِدِ بِنَفْسِهَا اَوْ بِاِخْبَارِ الْمَلَكِ لَهَا وَفِيْهِ سِرٌّ يَطَّلِعُ عَلَيْهِ مَنْ تَيَسَّرَ لَهٗ (۱)

(قدسی نفوس جب بدنی تعلقات سے جدا ہو کر بلند اور ملاء اعلی سے مل جاتے ہیں تو اب ان کے لئے پردہ باقی نہیں رہ جاتا وہ تمام کو مشاہدہ کرنے والے کی طرح خود دیکھتے ہیں یا ملائکہ آگاہ کر دیتے ہیں اور اس میں ایک ایسا راز ہے جس سے مطلع ہی آگاہ ہو سکتا ہے)

۳۔ یہی تشریح امام شرف الدین حسن الطیبی (ت، ۷۴۳) نے قاضی بیضاوی سے نقل کی ہے (۲)

۴۔ مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) خلیفہ مجاز حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی گفتگو نہایت ہی قابل توجہ ہے

ان روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک فرشتہ تمام روئے زمین کے درود سنتا ہے اور

(۱) مسالک الحنفاء، ۲۴۳

(۲) الکاشف، ۲، ۴۳

خدمتِ آنحضرت ﷺ میں عرض کرتا ہے اور اس کو ویسی ہی سماعت دی گئی ہے جیسے اُن دو فرشتوں کو دی گئی جو اس مقام پر مقرر ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعائے خیر کیا کریں جن کا حال ابھی معلوم ہوا

بلاواسطہ درود شریف کا سماعت فرمانا

جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے پاس قرب وبعد یکساں ہے اور آنِ واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں تو اب اہل ایمان کو آنحضرت ﷺ کے احاطۂ علمی میں شک کا کیا موقع ہوگا؟

اس لیے کہ مبنیٰ شک وانکار کا یہی تھا کہ اس میں شرک فی الصفت لازم آتا ہے پھر جب آنحضرت ﷺ کے خدام میں یہ صفت موجود ہے تو چاہیے کہ خود آنحضرت ﷺ میں بطریقِ اولیٰ اور بوجہِ اتم ہو چنانچہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کی تصریح فرمادی

كَمَا فِي الطَّبَرَانِي لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِي إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرِ الْمَكِّي فِي الْجَوْهَرِ الْمُنَظَّمِ (۱)

(فرمایا جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کی آواز میں سنتا ہوں تو صحابہ نے عرض کیا، کیا آپ کی وفات کے بعد بھی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم؟ فرمایا ہاں خدا تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے)

فرشتوں کا پہچانا مزید تعظیم ہے

تمام اہل علم نے صراحۃً لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے درود وسلام کو خود سننے اور ملائکہ کے پہچاننے میں کوئی منافات وتضاد نہیں، ان دونوں کا اجتماع ممکن ہے یعنی آپ ﷺ کے خود سننے کے باوجود فرشتے بھی اسے پیش کرتے ہیں تا کہ آپ ﷺ کی مزید تعظیم واکرام کا اظہار ہو، آیئے چند تصریحات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۱) انوار احمدی، ۹۴

جب خود سنتے ہیں تو ملائکہ کے پہنچانے کا کیا معنی؟ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

وَتَبْلِيغُ الْمَلَكِ لِذٰلِكَ إِنَّمَا هُوَ لِمَزِيْدِ التَّشْرِيْفِ وَالتَّكْرِيْمِ وَالْإِجْلَالِ وَالتَّعْظِيْمِ أَلَا تَرٰى إِلٰى مُلُوْكِ الدُّنْيَا تُعْرَضُ عَلَيْهِمُ الْهَدَايَا فِي الْمَلَاءِ وَإِنْ عَلِمُوْا بِهَا فِي السِّرِّ إِظْهَارًا لِعَظَمَتِهِمْ وَقَدْ يَكُوْنُ فِيْهِ إِظْهَارٌ لِعَظَمَةِ الْمُهْدِيْ فَكَذَا مَا نَحْنُ فِيْهِ (۱)

(فرشتوں کا درود پہچانا مزید عزت وشرف اور تعظیم واکرام ہے جیسے دنیاوی بادشاہوں کو تحائف پیش کیے جاتے ہیں حالانکہ وہ انھیں جانتے ہوتے ہیں تا کہ ان کی عظمت کا اظہار ہو اور کبھی اس میں تحفہ دینے والے کی عظمت کا اظہار بھی مقصود ہوتا ہے جیسے زیر نظر مسئلہ کا معاملہ ہے)

۲۔ شرح قصیدۃ الھمزیہ میں مختلف روایات میں تطبیق وموافقت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

إِنَّهُ ﷺ يُبَلَّغُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِذَا صَدَرَ مِنْ بُعْدٍ وَيَسْمَعُهَا إِذَا كَانَ عِنْدَ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ وَمَعَ سِمَاعِهِ لَهُمَا يُبَلَّغُهَا أَيْضًا زِيَادَةً فِي إِكْرَامِ الزَّائِرِ وَالْإِعْتِنَاءِ بِشَانِهِ وَالْإِسْتِمْدَادِ لَهُ بِذٰلِكَ سَوَاءٌ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ أَوْ غَيْرَهَا (۲)

(صلاۃ وسلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچائے جاتے ہیں جبکہ ان کا صدور دور سے ہو اور آپ انہیں خود سنتے ہیں جب قبر انور کے قریب ہوں، دونوں کے خود سننے کے باوجود زائر کے اہتمام شان ور اس کی استمداد کی وجہ سے پہچائے بھی جاتے ہیں خواہ جمعہ کی رات ہو یا کوئی اور وقت ہو)

(۱) الفتوحات الربانیہ۔ ۳،۳۱۵
(۲) المنح المکیہ، ۴۹۶

ان میں کوئی تضاد نہیں

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵ھ) اسی حقیقت کو اِن الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ جب آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں تو پھر درود سلام پہنچانے پر جو اتنے عظیم الشان وکثیر التعداد فرشتے مقرر ہیں جن کا حال کچھ معلوم ہوا اور کچھ معلوم ہوگا اس سے کیا فائدہ؟

سواس کا جواب یہ ہے کہ آخر حق تعالیٰ کے حضور میں بھی اعمال بذریعہ ملائک پیش ہوا کرتے ہیں اور باوجود اس کے صفت علمیہ کا انکار ممکن نہیں۔ حاصل یہ کہ شے واحد کے حصول علم کے طریقے اگر متعدد ومختلف ہوں تو کچھ قباحت لازم نہیں آتی بلکہ اس سے کمال قدرت وعظمت الٰہی معلوم ہوتی ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے علم کے بھی دو طریقے ٹھہرائے گئے ہیں۔

پہلا طریقہ

صفتِ علمیہ جو کمال نشاء انسانی ہے عطا کی گئی تا کہ اس کے حاصل کرنے میں افضل مخلوقات کی احتیاج ان ملائک کی طرف نہ ہو جو فی الحقیقت خدام آپ ﷺ کے ہیں۔

دوسرا طریقہ

یہ کہ عظیم الشان ملائک اس خدمت پر مامور کیے گئے جس سے شان مصطفائی اور تزک فرماں روائی اپنے حبیب ﷺ کی تمام انبیاء ملائک پر آشکار ہو جائے اور وہ خصوصیت وعظمت جو ازل سے سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت مرعی ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نام مبارک کو اپنے انجاح مرام کا وسیلہ اور ذریعہ ٹھہرایا کہ بعد نشاء عنصری حضرت ﷺ کے بھی سب پر مشہود ومنکشف ہو جائے (۱)

اس موقعہ پر مولانا انور شاہ کشمیری (ت، ۱۳۵۲ھ) کا حوالہ سامنے لانا ضروری سمجھتے

(۱) انوار احمدی، ۹۴، ۹۵۔ مطبوعہ مظہر علم لاہور

ہیں کیونکہ یہ علماء دیوبند کے مسلمہ فاضل اور محدث ہیں، انہوں نے بھی صاف الفاظ میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے درود شریف سننے اور فرشتوں کے پیش کرنے میں کوئی تضاد نہیں۔ دونوں صورتیں ہو سکتیں ہیں اور پھر مثال دی جیسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں لوگوں کے اعمال فرشتے پہنچاتے ہیں حالانکہ بلا شبہ رب العزت خود بھی کامل طور پر آگاہ ہیں، ان کی عبارت خود پڑھیے الفاظ حدیث ''رَأَیْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِیْنَ اَنْ یَّکْتُبَهَا'' کے تحت لکھتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ حَدِیْثَ عَرْضِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِیِّ ﷺ لَایَقُوْمُ دَلِیْلًا عَلٰی نَفْیِ عِلْمِ الْغَیْبِ وَ اِنْ کَانَ الْمَسْئَلَةُ فِیْهِ اَنَّ نِسْبَةَ عِلْمِهٖ ﷺ وَعِلْمِ اللهِ تَعَالٰی کَنِسْبَةِ الْمُتَنَاهِیْ بِغَیْرِ الْمُتَنَاهِیْ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِعَرْضِ الْمَلَائِکَةِ هُوَ تِلْكَ الْکَلِمَاتُ بِعَیْنِهَا فِیْ حَضْرَتِهِ الْعَالِیَةِ عَلِمَهَا مِنْ قَبْلُ اَوْ لَمْ یَعْلَمْ کَعَرْضِهَا عِنْدَ رَبِّ الْعِزَّةِ وَرَفْعِ الْاَعْمَالِ اِلَیْهِ فَاِنَّ تِلْكَ الْکَلِمَاتِ بِمَا یَحْیَا بِهٖ وَجْهَ الرَّحْمٰنِ فَلَا یَنْفِی الْعَرْضُ الْعِلْمَ فَالْعَرْضُ قَدْ یَکُوْنُ لِلْعِلْمِ وَ اُخْرٰی لِمَعَانٍ اُخَرَ فَاعْرِفِ الْفَرْقَ (۱)

(واضح رہے کہ نبی اکرم ﷺ پر ملائکہ کے درود پیش کرنے والی حدیث، علم غیب کی نفی پہ دلیل نہیں بن سکتی، اگرچہ علم غیب کے بارے میں معاملہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے علم کی نسبت، اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرح ہے کیونکہ فرشتوں کے پیش کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ درود شریف کے بعینہ کلمات بارگاہِ عالیہ نبویہ میں پہنچا دیں خواہ رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو، دربار رسالت میں کلماتِ درود پیش کرنے کا معاملہ اس طرح سے ہے جیسے

(۱) فیض الباری، ۲، ۳۰۲

رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات طیبات پیش کیے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال بندگان لے جائے جاتے ہیں کیونکہ ان کلماتِ طیبات سے ذات رحمٰن کی خدمت اقدس میں تحیہ وتحفہ پیش کیا جاتا ہے لہذا یہ پیش کرنا علم اور جاننے کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی جاننے کے لیے ہوتا ہے اور کبھی اس سے دیگر مقاصد ومعانی مراد ہوتے ہیں، اس فرق کو اچھی طرح جان لینا چاہیے)

تبلیغ بھی اور سماع بھی

یہاں ایک اور اہم حوالہ بھی ملاحظہ کر لیجیے، ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی کا یہ حوالہ یاد رکھنے کے قابل ہے

آنحضرت ﷺ کا اس زائر کے سلام کا جواب دینا یقینی اور متفق علیہ ہے اور غیر زائر کو جواب دینا علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہے، بعض روایات کی بنا پر علماء نے جمع کی یہ صورت بیان فرمائی ہے کہ سلام غائب کی صرف بذریعہ ملائکہ تبلیغ ہوتی ہے اور سلامِ حاضر کی تبلیغ بھی ہوتی ہے اور سماع بھی (۱)

عرض اور سماع میں منافات نہیں

یہاں پر واضح ہو رہا ہے کہ عرضِ ملائکہ اور سماع میں کوئی تعارض وتخالف نہیں یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہو سکتی ہیں جیسے بارگاہِ الٰہی میں بندوں کے اعمال پیش بھی کیے جاتے ہیں اور وہ انہیں خود بھی جانتا ہے، رہا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش وعرض کی توجیہ تو لازم ہے کیونکہ اس کا خود علم رکھنا قطعی ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ توجیہ لازم نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے علم کو یہ قطعی درجہ حاصل نہیں

ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی میں عرضِ اعمال کی توجیہ لازم ہے اور حضور ﷺ کے حوالہ سے نہیں مانتے اور نہ ہی ہم اس کا دعوی کر رہے ہیں ہم تو اتنا کہہ رہے ہیں کہ عرضِ ملائکہ اور از خود سماع میں تعارض نہیں اور اسے تم بھی تسلیم کرتے ہوئے

(۱) مقام حیات، ۴۶۲، بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام، ۱، ۲۴۲

لازم قرار دے رہے ہو

تو ہم بھی اس سے یہی ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ عرض وسماع میں تضاد نہیں جیسے اوپر شیخ انور شاہ کشمیری اور شیخ حسین احمد مدنی نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ تبلیغِ ملائکہ اور سماع نبوی ﷺ میں ہر گز تضاد نہیں

امام احمد رضا قادری (ت، ۱۳۴۰) نے سوال وجواب ان الفاظ میں ذکر کیا کہ ہمارے مخالف نے لکھا ہے:

تَاوِيلُ ذٰلِكَ فِي حَقِّ اللهِ تَعَالىٰ وَاجِبٌ لِاسْتِحَالَةِ عَدَمِ الْعِلْمِ بِشَيْئٍ فِي حَقِّهِ اِجْمَاعًا وَ اَمَّا تَاوِيلُ مَا يَتَعَلَّقُ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلَا يُصَارُ اِلَيْهِ لِعَدَمِ الْاِسْتِحَالَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي حَقِّهِ بَلْ يَجِبُ اِلْقَاؤُهٗ عَلىٰ ظَاهِرِهٖ لِعَدَمِ الضَّرُوْرَةِ دَاعِيَةٌ اِلَى تَاْوِيلِ كَمَا هِيَ الْقَاعِدَةُ الْمُقَرَّرَةُ فِي نُصُوصِ الشَّرْعِ

(اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ تاویل کرنا لازم ہے کیونکہ اس کے حق میں کسی شے کا علم نہ ہونا بالاتفاق محال ہے لیکن جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے اس میں تاویل نہیں کی جائے گی کیونکہ آپ ﷺ کے حق میں محال مذکور لازم نہیں کیونکہ تاویل کا سبب ہی نہیں جیسے نصوص شرعیہ میں یہ ضابطہ مسلم ہے)

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ مخالف ہماری بات وجواب سمجھ ہی نہیں پایا!

ہمارا کہنا ہر گز یہ نہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حق میں اس کی تاویل لازم ہے اس طرح ہم رسول اللہ ﷺ کے حق میں بھی لازم جانتے ہیں اگر ہم ایسا کہیں تو مخالف کو فرق بیان کرنے کا حق ہے۔

اِنَّمَا الْمُرَادُ اَنَّ الْعَرْضَ لَيْسَ مَقْصُوْدًا عَلىٰ سَبْقَةِ عَدَمِ الْعِلْمِ بَلْ يَكُوْنُ مَعَ الْعِلْمِ اَيْضًا كَمَا فِي رَبِّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالىٰ فَلَوْ كَانَ يَسْتَلْزِمُ سَبْقَةَ عَدَمِ

الْعِلْمِ لِاَ سْتِحَالٍ فِیْ حَقِّهٖ تَعَالٰی لٰکِنَّهٗ غَیْرُ مُسْتَحِیْلٍ بَلْ وَاقِعٌ فَثَبَتَ اَنَّهٗ لَا یَدُلُّ عَلٰی عَدَمِ الْعِلْمِ الْمَعْرُوْضِ عَلَیْهِ فَبَطَلَ اِسْتِدْلَالُ الْمُسْتَدِلِّ بِاَحَادِیْثِ الْعَرْضِ لِاِ حْتِمَالِ اَنْ یَّکُوْنَ وَ قَدْ عَلِمَ ﷺ هٰذَا مَعْنَی الْجَوَابِ (۱)

(ہمارا مقصد و مراد صرف اتنا ہے کہ عرض و پیش کرنے کی صورت فقط یہی نہیں ہوتی کہ پہلے علم نہ ہو بلکہ ہمارے رب تعالیٰ کے حق میں علم کے ساتھ ساتھ اعمال فرشتے پیش کرتے ہیں اگر عرض کے لیے عدم علم ضروری ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے لیکن یہاں محال نہیں بلکہ اس چیز کا وقوع ہے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ پیش کیا جانا اس پر دلیل نہیں ہوتا کہ اس کا پہلے علم نہ ہو تو حدیث عرض سے مستدل کا استدلال باطل ٹھہرا کیونکہ ممکن ہے آپ ﷺ ملائکہ کی پیشگی سے پہلے اس کا علم رکھتے ہوں)

کہنا یہ ہے کہ ملائکہ کے پیش کرنے اور پہلے اس کا علم ہونے میں کوئی تضاد نہیں جیسے بادشاہ ہوں کو بہت سے واقعات سنائے جاتے ہیں حالانکہ وہ اس کا پہلے علم رکھتے ہوتے ہیں

پیشگی کا متعدد دفعہ ہونا

پھر احادیث کا مجموعی مطالعہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں بندوں کے اعمال ہر روز صبح و شام، ہر جمعہ، ہر جمعرات اور شب برات میں پیش کیے جاتے ہیں اس طرح رسالتماب ﷺ کی خدمت اقدس میں ملائکہ سیاحین، قبر پر مقرر فرشتہ درود پڑھنے والے کے ساتھ مقرر فرشتہ، ہر جمعہ کے روز پھر قیامت کے روز اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس پر احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد امام احمد رضا قادری (ت، ۱۳۴۰) رقمطراز ہیں:

(۱) انباء الحی، ۲۸۶

فَاِذَا ثَبَتَ تَکْرَارُ الْعَرْضِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِرَارًا وَلَا وَجَبَ الْقَوْلُ بِاَنَّهٗ ﷺ تُعْرَضُ عَلَیْهِ کُلُّ صَلَاةٍ مَعَ تَقَدُّمِ عِلْمِهٖ ﷺ بِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ اَوْ اَکْثَرَ کَانَ الْاِحْتِجَاجُ بِالْعَرْضِ عَلٰی عَدَمِ عِلْمِهٖ ﷺ مُجْتَثًّا مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهٗ مِنْ قَرَارٍ وَ اِذَا جَازَ اَنْ تَکُوْنَ خَمْسَ مَرَّاتٍ بَعْدَ الْعِلْمِ فَمَا الَّذِیْ مَنَعَ اَنْ یَّکُوْنَ سَادِسُهَا السَّابِقُ عَلَیْهَا اَیْضًا بَعْدَهٗ وَاَیُّ عَقْلٍ اَوْ نَقْلٍ حَدَّ فِیْ ذٰلِكَ حَدًّا اَنْ لَّا یُعْرَضَ بَعْدَ الْعِلْمِ اِلَّا خَمْسَ مِرَارٍ مَثَلًا لَا اَکْثَرَ بَلْ اِذَا جَازَ فِیْ خَمْسٍ جَازَ عَشْرًا وَجَازَ مِائَةً (۱)

(جب یہ احادیث بتا رہی ہے کہ سرور عالم ﷺ پر متعدد دفعہ درود و سلام پیش کیا جاتا ہے تو یہ ماننا لازم ہوگا کہ حبیب خدا ﷺ پر صلوٰۃ سلام پیش ہونے سے پہلے آپ اسے پانچ بار سے زیادہ دفعہ جانتے ہیں تو ملائکہ کی پیشگی جائز ہے تو اس میں کون مانع ہے کہ ان سے پہلے بھی آپ ﷺ کو علم ہو یہاں کون سی عقلی و نقلی دلیل ہے جو یہ حد بندی کرتی ہے کہ بعد از علم پانچ دفعہ پیشگی ہو سکتی ہے البتہ اس سے زائد کے بعد نہیں ہو سکتی بلکہ جب پانچ دفعہ علم کے بعد جائز ہے تو پھر دس اور سو دفعہ بھی جائز ہو سکتا ہے)

(۱) انباء الحی، ۲۹۳

فصل:

بارگاہ اقدس میں
درود شریف کا پیش ہونا سماع کے منافی نہیں

اسی روایت کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے علامہ سید احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

امر اول سے فراغت پا کر امر دوم کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ حضور ﷺ پر درود شریف پیش ہونے کا مضمون ناظرین کرام اس سے پہلے ہمارے بیان میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جو اس دعوی کی روشن دلیل ہے۔ کہ حضور ﷺ قبر انور میں زندہ ہیں ورنہ درود شریف پیش ہونے کے معنی متحقق نہیں ہو سکتے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو درود کا علم کس طرح ہوتا ہے۔ حضور خود سنتے ہیں یا حضور ﷺ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر انور پر درود پڑھا جائے تو حضور سنتے ہیں اور دور سے پڑھنے والوں کا درود حضور نہیں سنتے۔ بلکہ فرشتے حضور ﷺ کو پہنچا دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے قول کی دلیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہیں۔

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ

(یعنی جس شخص نے میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے)

حضور ﷺ کا سننا اسی وقت ہوتا ہے۔ جب قبر شریف کے پاس درود پڑھا جائے۔ اور جو درود دور سے پڑھا جائے۔ اسے حضور ﷺ نہیں سنتے وہ فرشتوں کے ذریعے حضور کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک ہر شخص کا درود وسلام حضور ﷺ سنتے ہیں۔ درود وسلام پڑھنے والا خواہ قبر انور کے پاس حاضر ہو یا کہیں دور ہو قریب اور دور کا فرق رسول اللہ ﷺ کے لیے نہیں بلکہ درود وسلام پڑھنے والے کے لئے ہے۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ نزدیک اور دور کی قید عالم خلق کے لئے ہے۔ عالم امر کے لئے نہیں اس لیے روح زمان ومکان کی قید سے آزاد ہے۔ جب عام ارواح اس قید میں مقید نہیں تو روحِ اقدس جو روح الارواح ہے قرب وبعد کی قید میں کیوں کر مقید ہو سکتی ہے؟ علاوہ ازیں اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ کہاں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ دور سے درود پڑھنے والے کا درود صرف فرشتوں کے ذریعہ مجھے پہنچتا ہے میں اسے مطلقاً نہیں سنتا حضور ﷺ کے درود وسلام سننے اور آپ کی خدمت میں پہنچائے جانے سے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اگر ان سب کو سامنے رکھ کر فکر سلیم سے کام لیا جائے تو یہ مسئلہ بہت آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے۔ اس باب میں ایک حدیث ناظرین پڑھ چکے ہیں۔ کہ جس نے میری قبر انور پر آ کر درود پڑھا تو میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے دوسری حدیث میں وارد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ وَکَّلَ اللهُ بِهٖ مَلَکًا یُبَلِّغُنِیْ وَ کُفِیَ اَمْرُ دُنْیَاهُ وَاٰخِرَتِهٖ وَ کُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَهِیْدًا اَوْ شَفِیْعًا

(حضرت ابو ہریرہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالی نے اس پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہوتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ اپنے امر دنیا اور آخرت کی کفالت کیا جاتا ہے اور میں اُسکے لئے قیامت کے دن شہید یا شفیع ہوں گا)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر شریف پر جو درود پڑھا جاتا ہے۔ اسے بھی حضور ﷺ کے سامنے فرشتہ پیش کرتا ہے اب اگر فرشتہ کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود پیش کرنا حضور ﷺ کے سننے کے منافی ہو تو اس حدیث کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ میری

قبر پر جو درود پڑھا جائے ۔ میں اسے بھی نہیں سنتا۔ ایسی صورت میں یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض (مخالف) ہوگی جس میں صاف موجود ہے۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ

(جو میری قبر پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں)

علاوہ ازیں جس طرح اس حدیث سے قبرانور کے پاس درود پڑھنے والے کے درود کا حضور ﷺ کے پاس پہنچایا جانا ثابت ہوا۔ اسی طرح بعض دیگر احادیث سے درودشریف سننا حضور ﷺ کے لئے ثابت ہے۔ جیسا کہ احادیث کے ذیل میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (۱)

(نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں)

حدیث میں عموم

اس حدیث میں ما نافیہ ہے احد نکرہ ہے سب جانتے ہیں کہ نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر من استغراقیہ عموم و استغراق پر نص ہے یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو خواہ وہ قبرانور کے پاس ہو یا دور ہو ہر ایک کے سلام کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں اور ہر ایک کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے۔ کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور ﷺ خود سنتے ہیں اور سن کر جواب بھی دیتے ہیں خواہ وہ شخص قبرانور کے پاس ہو یا دور ہو۔

دیکھئے امام جلال الدین سیوطیؒ اسی حدیث "اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ رُوْحِيْ" پر

(۱) رواہ احمد و ابوداؤد و بیہقی فی شعب الایمان

کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں

وَ يَتَوَلَّدُ مِنْ هٰذَا الْجَوَابِ جَوَابٌ آخَرُ وَ هُوَ اَنْ يَكُوْنَ الرُّوْحُ كِنَايَةً عَنِ السَّمْعِ وَكَوْنُ الْمُرَادِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرُدُّ عَلَيْهِ سَمْعَهُ الْخَارِقَ لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ الْمُسْلِمَ وَاِنْ بَعُدَ قُطْرُهٗ (۱)

(اور اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ رد روح سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر آپ کی سمع خارق للعادۃ کو لوٹا دیتا ہے۔ اس طرح کہ حضور ﷺ سلام بھیجنے والے کے سلام کو سنتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی دور کیوں نہ ہو)

حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دور سے پڑھنے والے کا درود بھی سنتے ہیں۔ اسی باب میں اور بھی احادیث وارد ہیں۔ لیکن ہم نے قدر ضرورت پر اکتفا کیا۔ اور ہماری پیش کردہ حدیثوں سے ثابت ہوگیا۔ کہ جس طرح قبرانور کے پاس درود پڑھنے والے کا درود حضور ﷺ سنتے ہیں۔ اسی طرح دور والے کا درود بھی حضو ﷺ اپنے سمع سے سنتے ہیں اور جس طرح دور کا درود حضور کو پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح قبرانور پر جو درود پڑھا جائے اسے بھی ایک فرشتہ حضور ﷺ پر پہنچاتا ہے

ثابت ہوا کہ پہنچانا سننے کے منافی نہیں اور سننا پہنچانے کے معارض نہیں۔ یعنی قریب اور دور کا درود حضور ﷺ سنتے بھی ہیں اور یہی دور اور نزدیک کا درود حضور کو پہنچایا بھی جاتا ہے۔ اس تقریر پر یہ شبہ وارد ہوگا کہ پہلی حدیث

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ

میں اُبْلِغْتُهٗ اور سَمِعْتُهٗ باہم متقابل معلوم ہوتے ہیں اور تقابل کی صورت میں سمع کا ابلاغ کیساتھ جمع ہونا محال ہے لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب فرشتے درود پہنچاتے ہیں تو اس وقت حضور ﷺ نہیں سنتے

(۱) انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء

جس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے ۔ کہ جب ہم نے احادیث کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ جو درود قبرِ انور کے پاس پڑھا جائے ۔ اسے بھی فرشتے پہنچاتے ہیں نیز یہ کہ نزدیک و دور سے ہر ایک درود پڑھنے والا جب درود پڑھتا ہے تو وہ اس حال میں پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی طرف حضور کی روح مقدس اور سمع مبارک لوٹائی ہوئی ہوتی ہے اور حضور ﷺ ہر ایک کا درود سن کر خود جواب دیتے ہیں تو اس کے بعد اس شبہ کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

رہا تقابل تو اس کے لئے مطلق سمع ضروری نہیں بلکہ سمع مخصوص بھی تقابل کے لئے کافی ہے۔ اور وہ التفات خصوصی ہے۔ اور بر تقدیرِ صحتِ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبرِ انور پر آکر درود پڑھنے والا چونکہ حاضری کی خصوصیت کا حامل ہے اس لئے اس کا درود اس قابل ہے کہ اسے التفات خاص کے ساتھ سنا جائے۔

بلکہ قبرِ انور پر حاضری کی خصوصیت پر کیا منحصر ہے۔ دور کے لوگ بھی اگر اس قسم کی کوئی خصوصیت رکھتے ہوں۔ مثلاً کمال محبت و اشتیاق سے درود پڑھیں تو ان کے درود و سلام کے لئے بھی سمع خصوصی اور مخصوص التفات و توجہ کے ساتھ سمع اقدس پایا جانا کچھ بعید نہیں بلکہ دلائل الخیرات کی ایک حدیث اس دعوی کی مثبت ہے۔ صاحب دلائل الخیرات نے حضور ﷺ کا ارشاد بایں الفاظ وارد کیا اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَ اَعْرِفُھُمْ ۔ مختصر یہ کہ ابلاغ اور سمع خصوصی کا تقابل مراد لینے کے بعد حدیث کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ جو شخص خصوصیت کے ساتھ میری قبرِ انور پر حاضر ہو کر (یا مثلاً کمال محبت و اشتیاق کی خصوصیت کا حامل ہو کر) مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ میں اس کے درود کو خاص توجہ کے ساتھ سنتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے (ان خصوصیات کے بغیر مجھ پر درود پڑھتا ہے (سماع معتاد کے باوجود) میں اس کی طرف خاص توجہ نہیں فرماتا صرف ملائکہ میری بارگاہ میں پہنچا دیتے ہیں۔

ابلاغِ ملائکہ

فرشتوں کے درود پہنچانے کو جن لوگوں نے مطلق سماع اقدس کے منافی قرار دیا

ہے۔ دراصل وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کہ ابلاغ اور تبلیغ ملائکہ کا سبب حضور ﷺ کی لاعلمی ہے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قبرِ انور پر جو درود پڑھا جائے۔ اسے حضور ﷺ سنتے بھی ہیں اور اسے ملائکہ بھی حضور ﷺ کے دربار میں پہنچاتے ہیں اگر فرشتوں کا پہنچانا لاعلمی کی وجہ سے ہوتا تو مزارِ مبارک پر جس درود کو حضور ﷺ خود سن رہے ہیں اس کے ابلاغ کی کیا ضرورت تھی۔

فرشتوں کے درود پہنچانے کی حکمت

درود کے الفاظ درحقیقت ایک تحفہ اور ہدیہ ہیں تحفہ اور ہدیہ کے معنی کی تکمیل (مہدی لہ) کے محض سننے اور جاننے سے نہیں ہوتی بلکہ انہیں الفاظ کی پیش کش سے ہوتی ہے جو درود شریف کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ فرشتوں کے درود پہنچانے کو مہدی لہ کے جاننے یا نہ جاننے سے کوئی تعلق نہیں یہ پہنچانا تو صرف اس لیے ہے کہ ہدیہ اور تحفہ کے معنی متحقق ہو جائیں اور بس۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید کے لئے فیض الباری کی ایک عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ حَدِیْثَ عَرْضِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ لَایَقُوْمُ دَلِیْلًا عَلٰی نَفْیِ عِلْمِ الْغَیْبِ وَ اِنْ کَانَتِ الْمَسْئَلَۃُ فِیْهِ اَنَّ نِسْبَۃَ عِلْمِهٖ ﷺ وَ عِلْمِهٖ تَعَالٰی کَنِسْبَۃِ الْمُتَنَاهِیْ بِغَیْرِ الْمُتَنَاهِیْ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِعَرْضِ الْمَلَائِکَۃِ کَعَرْضِهَا عِنْدَ رَبِّ الْعِزَّتِ وَ رُفِعَ الْاَعْمَالُ اِلَیْهِ فَاِنَّ تِلْكَ الْکَلِمَاتِ مِمَّا یَحْیَا بِهٖ وَجْهُ الرَّحْمٰنِ فَلَا یُنَافِی الْعَرْضُ الْعِلْمَ فَالْعَرْضُ قَدْ یَکُوْنُ لِلْعِلْمِ وَاُخْرٰی لِمَعَانٍ اٰخَرَ اِعْرِفِ الْفَرْقَ (اِنْتَهٰی) (۱)

(۱) فیض الباری ۔ ۲:۳۰۲

(جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ پر درود پیش کرنے کی حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی ۔ اگر چہ علم غیب کے بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرح ہے کیونکہ فرشتوں کی پیشکش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ درود شریف کے کلمات بعینھا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں ۔حضور ﷺ نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو بارگاہ رسالت میں کلمات درود کی پیش کش بالکل ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ ذات رحمن جل مجدہ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لئے یہ پیش کش علم کے منافی نہیں ۔لہٰذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کے لئے بھی ہوتا ہے ۔ اور بسا اوقات دوسرے معانی کے لئے بھی اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے ۔انتہی)

سماع کا تعلق صرف آواز سے ہے اور فرشتوں کی پیشکش صلوۃ وسلام کے کلمات بعینھا سے متعلق ہے ۔ رہا یہ امر کہ وہ کلمات بعینھا فرشتے کیوں کر پیش کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صلوۃ وسلام کے بعینھا اصل کلمات کا پیش کئے جانے کے قابل ہو جانا امر محال نہیں لہذا تحت قدرت داخل ہوگا ’’وَاللّٰہُ عَلٰی مَا یَشَاءُ قَدِیْرٌ‘‘

فیض الباری کی منقولہ بالا عبارت سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ بارگاہ رسالت میں فرشتوں کا درود شریف پیش کرنا حضور ﷺ کی لاعلمی پر مبنی نہیں ہے کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں بلکہ یہ کلمات درود بعینھا کو بطور تحفہ و ہدیہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے ۔ سننے اور جاننے کو اس پیش کش سے کوئی تعلق نہیں ۔

اس لئے قبر انور پر جو درود پڑھا جائے حضور ﷺ اسے سنتے بھی ہیں اور فرشتہ بھی اسے پیش کرتا ہے علی ہذا دور سے جو لوگ درود شریف پڑھتے ہیں اسے فرشتے بھی پیش کرتے ہیں ۔ اور سمع خارق للعادۃ سے حضور ﷺ سماع بھی فرماتے ہیں ۔

خلاصہ یہ کہ سَمِعْتُہٗ اور اُبْلِغْتُہٗ کے مابین پر زور دیکر جس سماع کی نفی کی

جاتی ہے ۔ وہ مطلق سماع نہیں بلکہ سماع مقید (بقیدِ التفاتِ خصوصی) ہے ۔جس کے نظائر قرآن وحدیث میں بکثرت پائے جاتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

﴿وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا﴾

(ان کفار جن وانس کی آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں ان سے سنتے نہیں)(۱)

یہاں مطلقا سمع و بصر کی نفی مراد نہیں بلکہ سمع مخصوص اور بصرِ مخصوص کی نفی مراد ہے نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (۲)

(اور نہ دیکھے گا اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے دن)

یہاں بھی مطلقاً دیکھنے کی نفی فرمائی گئی ہے جو نظر رحمت کے ساتھ دیکھنا ہے

حدیث شریف میں وارد ہے کہ 'قُلْ تُسْمَعْ ' (آپ فرمایئے کہ سنے جائیں گے)(بخاری شریف) یہاں بھی مطلقا سمع مراد نہیں بلکہ سماعِ خاص مراد ہے

ایسے ہی سَمِعْتُہٗ سے سماع خصوصی یعنی توجہ اور التفات خاص کے ساتھ سننا مراد ہے اور اگر بر بنائے تقابل اُبْلِغْتُہٗ کو نفی سماع پر محمول کیا جائے تو نفی اسی کی ہوگی جس کا سَمِعْتُہٗ سے ثبوت ہوا تھا ۔ اور ثابت کر چکے ہیں کہ ثبوت سماع خصوصی کا ہے لہٰذا نفی بھی اسی سماع خاص کی ہوگی ۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر ابلاغ ملائکہ کے باعث سماع خاص کی نفی مراد لی جائے تو جو درود قبر انور پر پڑھا جاتا ہے ۔ اس کو بھی ملائکہ پہنچاتے ہیں ۔ ایسی صورت میں قبر انور پر پڑھے جانیوالے درود کا بھی سماعِ خصوصی کے ساتھ سننا منفی قرار پائے گا ۔

جواب

ہم نے جس ابلاغ کو سماع خصوصی کا مقابل مانا ہے وہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا

(۱) الاعراف:۱۷۹ (۲) آل عمران:۷۷

کی شرط سے مشروط ہے مطلق ابلاغ ہمارے نزدیک سماع خصوصی کے منافی نہیں پھر ثانیاً سے محض ظاہری دوری والے مراد نہیں بلکہ وہ تمام افراد مراد ہیں جو قرب ظاہری ومعنوی کی خصوصیت سے محروم ہوں جیسا کہ مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ کے عموم میں وہ تمام اشخاص شامل ہیں جو عندیت ظاہری یا باطنی کی خصوصیت کے حامل ہوں۔

یہ گفتگو اس تقدیر پر ہے کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے۔ اور اگر صحیح نہ ہو جیسا کہ ان شاءاللہ آگے چل کر معلوم ہوگا تو نفی سماع کی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی (۱)

غزالی زماں کی تائید

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (ت،۱۴۰۶) کی بات کہ سَمِعْتُهٗ سے مراد خصوصی سماعت ہے کی تائید اسی روایتِ مبارکہ کے یہ الفاظ بھی کر رہے ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

ڈاکٹر خالد محمود شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں

نیز ابن عمر آمدہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ زِدْتُّ عَلَیْهِ وَمَنْ صَلّٰی فِیْ مَکَانٍ آخِرٍ بَلَّغُوْنِیْهِ (۲)

(حضرت ابن عمر سے مروی ہے حضور نے فرمایا جو شخص مجھ پر میری قبر پر آکر درود پڑھتا ہے میں اس کا جواب اس سے بڑھ کر دیتا ہوں اور جو کوئی دوسری جگہ پڑھتا ہے وہ فرشتے پہنچاتے ہیں)

یہاں زِدْتُّ عَلَیْهِ (مَیں اس کا بڑھ کر جواب دیتا ہوں) کے الفاظ نہایت ہی واضح کر رہے ہیں کہ قریبی کے سلام کا جواب خصوصیت کا حامل ہے جو دوسرے کے سلام کو حاصل نہیں۔

---

(۱) حیات النبی، ۶۳

(۲) مقام حیات، ۵۳۶، بحوالہ جذب القلوب

فصل:

ایک روایت کا معنی ومفہوم

کتاب وسنت میں بڑی تفصیل کے ساتھ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام اُمتوں اور انبیاء علیہم السلام پر عینی گواہ بنایا، آپ ﷺ تمام کائنات ومخلوق پر شاہد کا درجہ رکھتے ہیں۔

احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ آپ ﷺ اُمت کے اعمال سے تفصیلاً آگاہ رہتے ہیں۔

پھر اس حدیثِ حسن پر گفتگو گزری کہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کائنات میں کہیں بھی کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو میں سن کر اس کا جواب دیتا ہوں۔

یہاں تک حدیث آئی ہے کہ

میں دور درود شریف پڑھنے والوں کی آواز تک کو سن لیتا ہوں

الغرض ان تمام دلائل وشواھد میں کہیں کوئی تقسیم موجود نہیں کہ میں صرف قریب سے سنتا ہوں اور دور سے نہیں سن سکتا فقط ملائکہ ہی پہنچاتے ہیں

تقسیم والی روایت

مگر ایک ایسی روایت کتب میں ہے کہ جس میں بظاہر تقسیم نظر آتی ہے کہ مزارِ اقدس کے پاس پڑھا جانے والا درود شریف آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا درود شریف ملائکہ پہنچاتے ہیں، ہم یہاں اس پر گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں تا کہ صحیح حقیقتِ حال سامنے آجائے۔

25/25

اس روایت کے مبارک الفاظ یہ ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ فَسَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُعْلِمْتُهٗ

(جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے میرے علم میں لایا جاتا ہے)

یہ روایت موضوع ہے

پہلی بات یہ ہے کہ متعدد ائمۂ محدثین اور اہلِ علم نے اس روایت کو موضوع ومن گھڑت قرار دیا ہے مخالفین کے گھر کے لوگ، شیخ ابنِ تیمیہ، ابنِ قیم، ابنِ عبدالھادی اور البانی نے اسے ضعیف وموضوع کہا ہے مثلاً

۱۔ شیخ ابنِ قیم (ت، ۷۵۱) یہی روایت نقل کر کے کہتے ہیں

هٰذَا الْحَدِيْثُ غَرِيْبٌ جِدًّا (۱)

(یہ حدیث نہایت ہی غریب ہے)

۲۔ اس کے راویوں میں سدی صغیر ہیں جنہیں محدثین نے کذاب قرار دیتے ہوئے واضح کیا کہ یہ روایت موضوع ہے، اس حقیقت کو متعدد اہلِ علم نے آشکار کیا ہے شیخ ابنِ عبدالھادی نے اسے موضوع قرار دیتے ہوئے کہا

هٰذَا الْحَدِيْثُ مَوْضُوْعٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَيْسَ لَهٗ اَصْلٌ وَ لَمْ يُحَدِّثْ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَ لَا اَبُوْ صَالِحٍ وَ لَا الْاَعْمَشُ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّیْ مُتَّهَمٌ بِالْكِذْبِ وَالْوَضْعِ (۲)

(یہ روایت رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے گھڑی گئی ہے اس کی کوئی اصل ہی نہیں اسے نہ حضرت ابوہریرہ نے نہ ابوصالح نے اور نہ ہی اعمش نے روایت کیا، اس کا راوی محمد بن مروان سدی کذاب اور احادیث گھڑنے والا ہے)

(۱) جلاء الافہام، ۱۹
(۲) الصارم المنکی، ۲۸۳

غزالی زماں کی علمی گفتگو

ہم یہاں غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (ت، ۱۴۰۶) کی گفتگو نقل کیے دیتے ہیں لکھتے ہیں۔

رہی حدیثِ بیہقی بروایتِ ابوہریرہ جسے تھانوی صاحب نے مشکوۃ شریف سے نقل فرمایا ہے۔تو درحقیقت اس مسئلہ میں تھانوی صاحب کے استدلال کی جان یہی حدیث ہے

تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث پر کلام

جس طرح تھانوی صاحب نے ہماری پیش کردہ حدیث کی سند پر اور متن پر کلام کیا ہے۔ ہمیں بھی حق ہے۔کہ تھانوی صاحب کے دعوی کی بنیادی حدیث کے متن و اسناد پر ہم بھی کلام کریں۔متنِ حدیث پر ہمارا کلام گذشتہ صفحات پر ناظرین کرام نے ملاحظ فرمالیا ہوگا۔اب اس کی اسناد پر کلام کرتے ہیں۔

تھانوی صاحب نے بیہقی کی اس حدیث کو بروایت ابوہریرہ مشکوۃ سے نقل کیا ہے جس میں سند مذکور نہیں ہم اس حدیث کو خود امام بیہقی کی تصنیف رسالہ "حیاۃ الانبیاء" سے مع سند نقل کرتے ہیں۔اور امام بیہقی نے نیز ان کے رسالہ حیاۃ الانبیاء کے شارح نے اس کی سند پر جو کلام کیا ہے۔اسے بھی لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں

اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرَانَ اَنْبَاَ اَبُوْ جَعْفَرِ الرَّزَّازُ ثَنَا عِيْسٰی بْنُ عَبْدِاللهِ الطَّيَالِسِیْ ثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِیُّ ثَنَا اَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ" اَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ هٰذَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّیْ فِيْمَا اَرٰی وَفِيْهِ نَظَرٌ (۱)

(۱) رسالہ حیات الانبیاء للبیہقی، ۱۲

حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر امام بیہقی کی جرح

دیکھئے امام بیہقی نے اس حدیث کے راوی ابوعبدالرحمن کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ میرے نزدیک ابوعبدالرحمن ہی محمد بن مروان سدی ہے۔ اور اس میں نظر ہے وَفِيْهِ نَظْرٌ، الفاظ جرح میں سے ہے(۱)

حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ پر شارح حیات الانبیاء کی جرح

اس حدیث کے تحت محمد بن الخانجی البوسنوی شارح حیاۃ الانبیاء فرماتے ہیں

حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ هٰذَا نَسَبَهُ السَّيُوْطِىْ فِى الْخَصَائِصِ الْكُبْرٰى اِلٰى اَصْبَهَانِىْ فِى التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَنَسَبَهُ فِى الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ اِلَى الْبَيْهَقِىْ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ السُّدِّى الصَّغِيْرِ ضَعِيْفٌ اُتُّهِمَ بِالْكِذْبِ وَ قَدْ ذَكَرَ الْحَافِظُ الذَّهَبِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ فِىْ مِيْزَانِ الْاِعْتِدَالِ فِىْ تَرْجَمَةِ السُّدِّىِ الْمَذْكُوْرِ (۱)

(ابوھریرہ کی حدیث کو سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں اصبہانی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "الترغیب والترھیب" میں اس کی روایت کی ہے اور جامع صغیر میں بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور (ابوعبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف ہے متھم بالکذب ہے اور حافظ ذھبی نے اس حدیثِ ابو ھریرہ کو میزان الاعتدال میں اسی سدی مذکور کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے)

ناظرین ذرا غور فرمائیے تھانوی صاحب کے دعوے کی سب سے بڑی دلیل حدیثِ ابوھریرۃ تھی۔ جس کی سند کا یہ حال ہے کہ اس کے راوی ابوعبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر پر خود امام بیہقی نے وفیہ نظر کہہ کر جرح کی پھر ان کے رسالہ حیاۃ الانبیاء کے شارح نے اسے ضعیف اور متھم بالکذب کہا اور امام ذھبی کے حوالہ سے یہ بتایا کہ انہوں نے میزان الاعتدال میں اسی کے تذکرہ میں تھانوی صاحب کی پیش کردہ

(۱) دیکھئے میزان الاعتدال جلد اول، ۳ طبع مصر
(۲) حیات الانبیاء للبیہقی مع شرح، ۱۴

حدیث کو ذکر کیا ہے۔

حدیث ابو ہریر پر امام ذہبی کی جرح

اب میزان الاعتدال اصل کتاب کو ملاحظہ فرمایئے امام ذھبی فرماتے ہیں

(مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ) اَلسُّدِىُّ الْكُوْفِىُّ وَ هُوَ السُّدِّىُّ الصَّغِيْرُ يَرْوِىْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَ الْاَعْمَشِ تَرَكُوْهُ وَاتَّهَمَهُ بَعْضُهُمْ بِالْكِذْبِ وَ هُوَ صَاحِبُ الْكَلْبِىْ قَالَ الْبُخَارِىُّ سَكَتُوْا عَنْهُ وَ هُوَ مَوْلَى الْخَطَّائِيْنَ لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ الْبَتَّةَ وَقَالَ اِبْنُ مَعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ اَحْمَدُ اَدْرَكْتُهُ قَدْ كَبُرَ فَتَرَكْتُهُ، اَلْعَلَاءُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِىُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ عِنْدَ قَبْرِىْ سَمِعْتُهُ وَ مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهُ" اِنْتَهٰى (۱)

(محمد بن مروان سدی کوفی ہیں اور وہ سدی صغیر ہے وہ ہشام بن عروہ اور اعمش سے روایت کرتا ہے محدثین نے اسے ترک کردیا ہے بعض نے اسے متھم بالکذب کہا اور وہ صاحب کلبی ہے بخاری نے کہا سکتوا عنہ اور وہ مولائے خطائین سے ہے اس کی حدیث یقینا نہیں لکھی جاتی اور ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے امام احمد نے کہا میں نے اسے پایا وہ بوڑھا ہوگیا تھا میں نے اسے ترک کردیا علاء بن عمرو الحنفی نے کہا ہم سے محمد بن مروان نے حدیث بیان کی اس نے اعمش سے روایت کی اعمش نے ابُوصالح سے ابوصالح نے ابوہریرہ سے مرفوعا روایت کی جس نے میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچادیا جاتا ہے" انتہیٰ)

میزان الاعتدال سے علامہ ذھبی کا جو بیان ہم نے نقل کیا اس سے یہ شبہ بھی دور

(۱) میزان الاعتدال جلد ثالث، ۱۲۳ طبع مصر

ہو گیا کہ امام بیہقی نے فیہا اِدی فرمایا ہے جو تردد کا مظہر ہے۔

میں عرض کروں گا کہ اگر فی الواقع یہ محل تردّد ہوتا تو امام ذہبی اسے ظاہر فرما دیتے ۔لیکن انہوں نے اس کے ترجمے میں بعینہا اسی روایت کو نقل کر کے اس شبہ کی جڑ کاٹ دی اور حقیقت حال کو بے نقاب کر دیا۔

ہمارے ناظرین نے تھانوی صاحب کی جرح بھی دیکھی اب ان کی پیش کردہ روایت پر ہماری جرح بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری پیش کردہ حدیث (بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ) کی سند میں کسی راوی کو تھانوی صاحب متہم بالکذب ثابت نہیں کر سکے مگر ان کی پیش کردہ حدیث کی سند میں محمد بن مروان کو ہم نے متہم بالکذب ثابت کر دیا اگرچہ جرح کے باب میں صحت روایت کا معیار اپنے مسلک کی روشنی میں ہم نے یہاں بیان نہیں کیا لیکن تھانوی صاحب کے پیش کردہ معیار پر تو یقیناً محلِ گفتگو باقی نہیں رہا اور یہ بات صاف ہوگئی کہ تھانوی صاحب نے سَمِعْتُہٗ کا اُبْلِغْتُہٗ سے تقابل کر کے ابو ہریرہ کی جس حدیث کو صحیح قرار دیا تھا وہ حدیث صحیح نہیں اور اس کی صحت پر انہوں نے اپنے احتمالات اور تاویلات کی جتنی عمارت قائم کی تھی وہ سب منہدم ہو کر رہ گئی (۱)

سند جید سے ثابت ہونا

البتہ کچھ محدثین نے لکھا کہ یہ روایت اگرچہ سُدی والی سند کے اعتبار سے موضوع ہے مگر اسے ایک اور سند سے امام ابوالشیخ نے نقل کیا ہے جس کے اعتبار سے یہ جید ہے نہ کہ موضوع

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) لکھتے ہیں

أَخْرَجَ أَبُو الشَّيْخِ فِيْ كِتَابِ الثَّوَابِ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ بِلَفْظِ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ (۲)

(امام ابوالشیخ نے سند جید کے ساتھ کتاب ثواب الاعمال میں یہ روایت

(۱) حیات النبی، ۶۷

(۲) فتح الباری ۶، ۳۷۹

ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ جو میرے مزار کے پاس درود پڑھے میں اسے سنتا ہوں)

۲۔ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے بھی یہ روایت نقل کر کے لکھا

رَوَاهُ أَبُو الشَّيْخِ وَابْنُ حَبَّانَ فِيْ كِتَابِ ثَوَابِ الْأَعْمَالِ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ (۱)

(اسے امام ابوالشیخ اور ابن حبان نے کتاب ثواب الاعمال میں سند عمدہ کے ساتھ نقل کیا)

اور ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ مذکورہ روایت اس سند کے اعتبار سے جید اور عمدہ ہے۔

روایات میں تطبیق و موافقت

پہلے یہ باتیں آشکار ہو چکی ہیں

۱۔ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ اور اقوال اُمت آشکار کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جیسے قریب سے سنتے ہیں اسی طرح دور سے بھی سننے کی طاقت رکھتے ہیں

۲۔ پھر یہ ثابت ہے کہ قریب مزار درود کو جیسے رسول اللہ ﷺ خود سنتے ہیں اسے ملائکہ بھی پہنچاتے ہیں

۳۔ ملائکہ کا پہنچانا، سماعت کے منافی نہیں

۴۔ سماع فرمانا، ابلاغ ملائکہ کے منافی نہیں

لہٰذا دیگر نصوص و روایات اور اس روایت کے درمیان تطبیق موافقت پیدا کرنا ضروری ہے۔

روایت کے الفاظ مبارکہ

تطبیق دینے سے پہلے اس کے الفاظ مبارکہ اگر سامنے لے آئیں تو معاملہ خوب آشکار ہو جائے گا اس روایت کے امام ابوالشیخ کے حوالہ سے جو الفاظ منقول ہیں وہ اہلِ علم کی زبانی سنیے

۱۔ شیخ ابن قیم (ت، ۷۵۱) امام ابوالشیخ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ

(۱) مرقاۃ المفاتیح، ۳، ۲۲

بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهٗ (۱)

(جو مجھ پر مزار کے پاس درود پڑھے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ میرے علم میں لایا جاتا ہے)

۲۔ امام محمد عبدالرحمن سخاوی (ت، ۹۰۳) نے بھی یہی الفاظ نقل کیے ہیں

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهٗ (۲)

(جو میرے مزار کے پاس درود پڑھے وہ میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ میرے علم میں لایا جاتا ہے)

آپس میں تضاد ہی نہیں

جب صحیح سند والے الفاظ سامنے آ گئے تو اس سے واضح ہو رہا ہے کہ دیگر احادیثِ مبارکہ اور اس میں کوئی تضاد وتعارض ہی نہیں کیونکہ اس میں الفاظ ہیں

أُعْلِمْتُهٗ (درود میرے علم میں لایا جاتا ہے)

اس میں ملائکہ کا ہونا کہاں ضروری ہے اللہ تعالیٰ براہ راست تمام کائنات کے درود وسلام بلاواسطہ ملائکہ آپ ﷺ کے علم میں لے آتے ہیں، جیسے اُوپر فرمان نبوی گزرا

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(جو بھی مجھ پر سلام پڑھے اللہ تعالیٰ میری روح پاک کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے حتی کہ میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں)

ائمہ اُمت نے ردِ روح کی وضاحت کر دی ہے کہ آپ ﷺ درود سنتے ہیں اور اس پر مطلع بھی ہوتے ہیں اور اس روایت

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهٗ

(جو دور سے درود پڑھے وہ میرے علم میں لایا جاتا ہے)

---

(۱) جلاء الافہام، ۱۹

(۲) القول البدیع، ۳۱۳

نے بھی اسی حقیقت کو آشکار کر دیا ہے

تو رسول اللہ کے ارشادات میں کوئی تضاد نہیں گویا یہ روایت دیگر احادیث کی تائید کر رہی ہے

ملائکہ کا واسطہ ضروری نہیں

باقی أُعْلِمْتُهٗ (میرے علم میں لایا جاتا ہے) میں ملائکہ کا واسطہ بننا ضروری نہیں اس پر اس موقف کے مخالف کی تصریح بھی ملاحظہ کر لیجیے

ڈاکٹر خالد محمود مذکورہ روایت کی غرابت اور اس کی وضاحت کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں

اس حدیث کی اکثر روایات میں ''أُبْلِغْتُهٗ'' یا 'بُلِغْتُهٗ' کے الفاظ ہیں متنِ مشکوٰۃ اور اس کے حاشیہ میں بیہقی کی روایت میں نسخہ کے اختلاف کا نشان موجود ہے لیکن ابوالشیخ کی روایت میں أُعْلِمْتُهٗ (مجھے اس کا علم دیا جاتا ہے) کے الفاظ ہیں أُبْلَغْتُهٗ میں ملائکہ واسطہ بنتے ہیں اور أُعْلَمْتُهٗ میں ضروری نہیں

ہم عرض کرتے ہیں جب مروی روایات میں أُبْلَغْتُهٗ کے الفاظ موجود ہیں تو یہاں أَعْلَمْتُهٗ کے الفاظ کو بھی اسی معنی میں لیا جائے گا اور یہ غرابت کوئی مضر نہیں حدیث صحیح اور غریب میں کوئی تباین نہیں (۱)

گویا مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ أُعْلِمْتُهٗ (مجھے درود وسلام کا علم دیا جاتا ہے) میں واسطہ ملائکہ کا ہونا ضروری نہیں یہ بلاواسطہ بھی ہو سکتا ہے۔

أُبْلِغْتُهٗ 'أُعْلِمْتُهٗ' کے معنی میں ہے

ہماری گزارش یہ ہے کہ جب دیگر احادیث صحیحہ کا تقاضا ہے کہ دور سے پڑھا گیا درود شریف آپ ﷺ بلاواسطہ ملائکہ سن سکتے ہیں بلکہ فرمان نبوی ﷺ ہے جب کوئی درود شریف پڑھتا ہے تو مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔

اس سے یہ بھی آشکار ہو رہا ہے کہ اگر أُبْلِغْتُهٗ کو أُعْلِمْتُهٗ کے معنی میں کر لیا جائے تو معاملہ نہایت ہی آسان ہو جاتا ہے کیونکہ جب ہم أُعْلِمْتُهٗ کو أُبْلِغْتُهٗ کے معنی میں کرتے ہیں تو پھر روایات میں تضاد سامنے آ جاتا ہے اور اگر اسے أُعْلَمْتُهٗ کے معنی

---

(۱) مقام حیات، ۵۶۱

میں لے جائیں تو تضاد باقی نہیں رہ جاتا تو روایت کا معنی اور مفہوم ایسا کرنا چاہیے جس سے تضاد رفع ہو جائے نہ یہ کہ تضاد لاحق وقائم رہے۔

باقی روایت کے الفاظ میں تقابل کے حوالہ سے دوسرے مقام پر تفصیلی گفتگو آچکی ہے

فصل:

سمع کی دو اقسام

بعض اہل علم نے روایت کا مفہوم یوں واضح کیا کہ سمع (سننا) دو طرح سے ہوتا ہے

۱۔ حاسہ (معمول وعادت) کیساتھ سننا

۲۔ خلاف معمول وعادت، اللہ تعالیٰ کی خصوصی عطا سے سننا

پہلی قسم کو سمع عرفی وعادی جبکہ دوسری قسم کو سمع علوی والٰہی کہا جاتا ہے

اس ارشادِ عالی میں آپ ﷺ نے سمع عرفی وعادی کا ذکر کیا ہے نہ کہ سمعِ علوی کا اس لیے اہل علم نے اس کا مفہوم یہی بیان کیا ہے کہ یہاں قرب سے مراد عرفی قرب ہے مثلاً

۱۔ امام ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) فتاوی میں لفظ عند کی تشریح میں لکھتے ہیں

اَلَّذِیْ یَظْهَرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْعِنْدِیَّةِ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ مَحَلٍّ قَرِیْبٍ مِّنَ الْقَبْرِ (۱)

(لفظ عند یہی بتا رہا ہے کہ انسان عرفاً قبر کے قریب ہو)

۲۔ امام محمد عبدالرحمن سخاوی (ت، ۹۰۲) فوائد باب رابع میں لکھتے ہیں

بعض خطباء کرام اور دیگر اہلِ علم جو بیان کرتے ہیں

اِنَّهٗ ﷺ یَسْمَعُ بِاُذُنِهٖ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ مَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیْهِ فَهُوَ مَعَ حَمْلِهٖ عَلَی الْقَرِیْبِ لَا مَفْهُوْمَ لَهٗ (۱)

(آپ ﷺ جمعہ کے دن اپنے کانوں سے درود سنتے ہیں اسے قریب پڑھنے

(۱) فتاوی الکبریٰ

(۲) القول البدیع، ۳۳۰

والے پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے ورنہ اس کا مفہوم نہیں ہو سکتا)

۳۔ انہوں نے ہی امام نووی (ت، ۶۷۷) سے اس شخص کے بارے میں فتوی نقل کیا جس نے حلفاً کہا کہ رسول اللہ ﷺ درود خود سنتے ہیں ورنہ میری بیوی کو طلاق تو جواب میں فرمایا

لَا يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِالْحِنْثِ لِلشَّكِّ فِي ذٰلِكَ وَالْوَرَعُ اَنْ يَّلْتَزِمَ الْحِنْثَ (۱)

(چونکہ اس معاملہ میں شک ہے لہٰذا اس پر حانث ہونے کا حکم جاری نہیں ہو سکتا البتہ بہتر یہ ہے کہ وہ حانث ہونے کا التزام کرے)

ان کے تحت امام احمد رضا قادری (ت، ۱۳۴۰) رقمطراز ہیں

وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ مَبْنَى الْاَيْمَانِ عِنْدَهٗ عَلَى الْحَقِيْقَةِ اللُّغَوِيَّةِ وَعِنْدَنَا عَلَى الْعُرْفِ، وَقَدْ اِتَّفَقَا هٰهُنَا اَنَّ السَّمْعَ هُوَالْاِدْرَاكُ بِحَاسَّةِ الْاُذُنِ وَكَوْنُ ذٰلِكَ فِيْهِ ﷺ عَلٰى خَرْقِ الْعَادَةِ دَائِمًامَشْكُوْكٌ وَبِالشَّكِّ لَايَثْبُتُ الْحِنْثُ وَلٰكِنْ حَيْثُ تَطْرُقُ اِلَيْهِ الشُّبْهَةُ فَالْوَرَعُ التَّنَزُّهُ (۲)

(کہ ان کے ہاں اقسام کا مدار حقیقتِ لغویہ پر اور احناف کے ہاں عرف پر ہے اس پر دونوں کا اتفاق ہے کہ یہاں سمع بمعنی حاسہ کے ساتھ ادراک ہے اور اس میں معمول خلافِ عادت ہونا مشکوک ہے لھذا حنث ثابت نہیں ہوتا ہاں شبہ ہو جانے کی وجہ سے بہتر یہی ہے کہ اسے حانث مان لیا جائے)

الغرض ان تمام عبارات میں سمع عرفی مراد ہے

پست سے پست آواز کا سننا

یہاں مخالف رائے رکھنے والوں کا بھی ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے شیخ سرفراز خاں

(۱) القول البدیع، ۳۳۰
(۲) انباء الحی، ۳۰۱

صفدر تذکرۃ الخلیل (۳۷) کے حوالہ سے لکھتے ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو حضور ﷺ سنتے ہیں۔ (تسکین الصدور، ۳۴۶)

اگر مسجد صنعاء تک بڑھ گئی

پہلے مسجد نبوی ﷺ چھوٹی تھی اب خوب بڑھ گئی ہے مخالفین کے ہاں اب کشادہ ہونے کے باوجود وہاں پڑھا جانے والا درود وسلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں اگر مسجد بڑھتے بڑھتے شہر صنعاء یمن تک چلی گئی تو پھر کیا فتویٰ ہوگا؟ اگر اس پر قائم رہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں پڑھا جانے والا درود وسلام آپ ﷺ خود سنتے ہیں تو بحمد اللہ یہی ہمارا موقف ہے کہ درود وسلام کتنی ہی دور سے پڑھا جائے آپ ﷺ خود سنتے ہیں البتہ عزت کی خاطر ملائکہ بھی پیش کرتے ہیں۔

سمع کی دوسری قسم

سمع کی دوسری قسم پٹھہ کان اور ہوا کے واسطہ سے نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جیسے حدیثِ ولی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی قوت بن جاتا ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب کوئی میرا ہو جاتا ہے تو

بِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يُبْصِرُ وَبِيْ يَمْشِيْ وَبِيْ يَبْطِشُ (۱)

(میری طاقت سے وہ سنتا ہے میری طاقت سے وہ دیکھتا ہے اور میری طاقت سے وہ گرفت کرتا ہے اور چلتا ہے)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (۲)

(۱) فتح الباری، ۱۱، ۲۸۹
(۲) سنن ترمذی، ابواب التفسیر

(مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے)

۱۔ اس کے تحت امام ابن الحاج (ت، ۷۳۷) کے الفاظ پڑھیے

اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ وَنُوْرُ اللهِ لَا یَحْجُبُهٗ شَیْءٌ فِیْ حَقِّ الْاَحْیَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَکَیْفَ مَنْ کَانَ مِنْهُمْ فِی الدَّارِ الْاٰخِرَةِ (۱)

(مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور کے سامنے کوئی پردہ حائل نہیں ہوسکتا یہ ان اہل ایمان کا معاملہ ہے جو دنیا میں ہیں تو دارِ آخرت والوں کا مقام کیا ہوگا؟)

۲۔ قاضی عیاض مالکی (ت، ۵۴۴) نے لکھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اجسام کے اعتبار سے کامل انسان اور اپنے ارواح اور بواطن کے اعتبار سے ملائکہ کے ساتھ ہوتے ہیں

۳۔ اس کی تشریح میں امام احمد خفاجی (ت، ۹۲۰۱) رقمطراز ہیں

اَلْحَاصِلُ اَنَّ بَوَاطِنَهُمْ وَقُوَاهُمُ الرُّوْحَانِیَّةَ مَلَکِیَّةٌ وَلِهٰذَا تَرٰی مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَیَسْمَعُ اَطِیْطَ السَّمَاءِ وَیَشُمُّ رَائِحَةَ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا اَرَادَ النُّزُوْلَ اِلَیْهِمْ (۲)

(حضرات انبیاء علیہم السلام کے باطن اور ان کے قوائے روحانی ملائکہ کی طرح ہیں اس وجہ سے وہ زمین کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیتے ہیں آسمانوں کی آواز سن لیتے ہیں اور جب جبریل ان کے پاس آنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ ان کی مہک پا لیتے ہیں)

۴۔ امام عبدالرؤف مناوی (ت، ۱۰۳۱) اس ارشاد نبوی ﷺ

حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ

(تم جہاں سے بھی مجھ پر درود پڑھو تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے)

(۱) المدخل، ۲، ۲۵۹

(۲) نسیم الریاض، ۱، ۱۴۱

کے تحت لکھتے ہیں

لِاَنَّ النُّفُوْسَ الْقُدْسِیَّةَ اِذَا تَجَرَّدَتْ مِنَ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِیَّةِ اِتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی وَلَمْ تَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَیَرٰی وَیَسْمَعُ الْکُلَّ کَالْمُشَاهِدِ (۱)

(نفوسِ قدسی جب تعلقاتِ بدنیہ سے آزاد ہو کر ملاء اعلیٰ سے متصل ہوتے ہیں تو پھر کوئی پردہ نہیں رہ جاتا وہ تمام کو دیکھتے اور سنتے ہیں جیسے کوئی مشاہدہ کرنے والا ہے

۵۔ امام فخر الدین رازی (ت، ۶۰۶) سورۃ الکہف کی تفسیر میں کرامات اولیاء کی صحت پر دلائل دیتے ہوئے چھٹی دلیل یوں ذکر کرتے ہیں

وَ لِهٰذَا الْمَعْنٰی نَرٰی اَنَّ کُلَّ مَنْ کَانَ اَکْثَرَ عِلْمًا بِاَحْوَالِ عَالَمِ الْغَیْبِ کَانَ اَقْوٰی قَلْبًا وَاَقَلَّ ضُعْفًا وَ لِهٰذَا قَالَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ: وَاللهِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَیْبَرَ بِقُوَّةٍ جَسَدَانِیَّةٍ وَلٰکِنْ بِقُوَّةٍ رَبَّانِیَّةٍ ـ وَذٰلِکَ لِاَنَّ عَلِیًّا کَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ اِنْقَطَعَ نَظْرُهٗ عَنْ عَالَمِ الْاَجْسَادِ وَاَشْرَقَتِ الْمَلَائِکَةُ بِاَنْوَارِ عَالَمِ الْکِبْرِیَاءِ فَتَقَوّٰی رُوْحُهٗ وَ تَشَبَّهَ بِجَوَاهِرِ الْاَرْوَاحِ الْمَلَکِیَّةِ وَتَلَاْلَاَتْ فِیْهِ اَضْوَاءُ عَالَمِ الْقُدْسِ وَالْعَظَمَةِ فَلَا جَرَمَ حَصَلَ لَهٗ مِنَ الْقُدْرَةِ مَا قَدَرَ بِهَا عَلٰی مَا لَمْ یَقْدِرْ عَلَیْهِ غَیْرُهٗ هُوَ کَذٰلِکَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَی الْمَقَامِ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللهُ کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللهِ سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَ اِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ

(۱) التیسیر شرح الجامع الصغیر، ۳، ۳۱۹

رَأَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَإِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدًا لَهُ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَ السَّهْلِ وَالْبَعِيْدِ وَالْقَرِيْبِ ـ (۱)

(افعال و دل پہ قادر روح ہوتی ہے نہ کہ اجسام، بلاشبہ روح کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت بدن کے لیے روح کی طرح ہے اس وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ جو عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم رکھتا ہوگا اس قدر اس کا دل قوی ہوگا اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ اپنی جسمانی قوت سے نہیں ربانی / اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی قوت سے اکھاڑ پھینکا تھا کیونکہ اس وقت ان کی نظر عالمِ اجسام سے منقطع اور عالم ملائکہ اور عالم کبریاء سے متصل ہو کر جواہرِ ارواح ملکیہ کے مشابہ ہو چکی تھی اور عالمِ قدسی وعظمت کے انوار چمک اٹھے تھے تو اب انہیں ایسی قوت حاصل ہوگئی تھی جو کسی دوسرے میں نہیں تو اس طرح بندہ جب طاعتِ الٰہی پر پختگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک جا پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو میں اس کے سننے دیکھنے کی قوت بن جاتا ہوں جب نورِ جلالِ الٰہی اس بندے کی قوتِ سماع بن جاتا ہے تو وہ قریب و دور سے سنتا ہے اور جب اُس کی قوتِ بصر بن جاتا ہے تو قریب و دور سے دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ بنتا ہے تو اُس نور کی برکت سے مشکل آسان، قریب و دور معاملات میں تصرف کرتا ہے)

(۱) التفسیر الکبیر، جز۲۱۔ص ۴۳۶

فصل:

المدد یا رسول اللہ ﷺ پر مستقل کتب

رسول اللہ سے مدد مانگنے پر علماء کی مستقل کتابیں

آج کچھ لوگ اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یا رسول اللہ کہنے اور آپ ﷺ سے مدد مانگنے کو کفر و شرک قرار دے کر اپنی دنیا اور آخرت برباد کر رہے ہیں حالانکہ اُمت کے مسلمہ بزرگوں اور ائمہ کرام نے اس مسئلہ پر مستقل کتابیں لکھیں اور ان میں قرآن سنت کے دلائل سے ثابت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کہنا اور رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کرنا، مدد مانگنا اُمت کے ائمہ، محدثین اور مفسرین و صوفیہ کا یہ وظیفہ رہا، انہیں اس سے جو جو برکات و شفقتیں نصیب ہوئیں ان کا تفصیل سے ذکر کیا، اگرچہ سینکڑوں کتب میں اس کے جواز و ثبوت پر دلائل موجود ہیں مگر ہم یہاں ان چند کتب کا تذکرہ چاہ رہے ہیں جو مستقل اول تا آخر اسی موضوع پر ہیں۔

۱۔زَوَالُ الظَّمَأِ فِي ذِكْرِ مَنِ اسْتَغَاثَ بِرَسُوْلِ اللهِ مِنَ الشِّدَّةِ وَالْعَمٰى (۱)

(ان لوگوں کا تذکرہ جنہوں نے تکلیف وشدت میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کی تو ان کی تکلیف دور ہوگئی)

یہ کتاب اُمت کے محدث امام حافظ الحدیث شیخ زکی الدین عبد العظیم بن القوی المنذری (ولادت ۵۸۱، وفات ۶۵۶ھ) کی ہے

۲۔مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْأَنَامِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ

(تمام مخلوق سے افضل ذات ﷺ سے بیداری اور خواب میں مدد مانگنے

(۱) ایضاح المکنون، ۱۔ ۶۱۴

والوں کی تفصیل میں تاریکیوں کو دور کرنے والا چراغ)

یہ امام محدث مجتہد ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن موسی بن النعمان المراکشی کی کتاب ہے بحمد اللہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اور ہمارے سامنے ہے

کتاب و مصنف کا تعارف

یہ عالم حافظ منذری کے تلامذہ میں سے ہیں ان کی ولادت (۶۰۶ ھ) اور وفات (۶۸۳ ہجری) ہے یعنی ساتویں صدی ہجری کے عظیم محدث ہیں

وجہ تصنیف

انہوں نے اس کتاب کی جو وجہ تصنیف تحریر کی ہے خود ان کی زبانی والفاظ میں پڑھیے

فَإِنَّهُ سَبَقَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ الْأَعْلَامِ إِلَى جَمْعِ أَخْبَارِ مَنِ اسْتَغَاثَ بِاللهِ فِي الْأَزَمَاتِ، وَ لَجَأَ إِلَيْهِ عِنْدَ الطَّلَبَاتِ، فَبَلَّغَهُ اللهُ تَعَالَى طَلِبَتَهُ وَأُمْنِيَّتَهُ وَفَرَّجَ عَنْهُ كُرْبَتَهُ وَشِدَّتَهُ فَجَمَعَ فِي ذَالِكَ ،الْإِمَامُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الدُّنْيَا كِتَابًا سَمَّاهُ الْفَرَجَ بَعْدَ الشِّدَّةِ وَ كِتَابًا سَمَّاهُ (مُجَابِي الدَّعْوَةِ)، وَالْإِمَامُ التَّنُوخِيُّ كُنْيَتُهُ أَبُو الْقَاسِمِ فِي ذَالِكَ كِتَابٌ كَبِيرٌ سَمَّاهُ (الْفَرَجَ بَعْدَ الشِّدَّةِ) أَيْضًا وَنَسَجَ عَلَى مِنْوَالِهِمَا جَمَاعَةٌ، مِنْهُمُ الْإِمَامُ أَبُو الْوَلِيدِ يُونُسُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ مُغِيثٍ، مُحَدِّثُ قُرْطَبَةِ وَالْقَاضِي بِهَا أَلَّفَ فِي ذٰلِكَ كِتَاباً سَمَّاهُ كِتَابَ : (الْمُسْتَصْرِخِينَ بِاللهِ عِنْدَ نُزُوْلِ الْبَلَاءِ)، وَبَلَدِيُّهُ الْإِمَامُ أَبُو الْقَاسِمِ خَلَفُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ بَشْكُوَالٍ، وَأَلَّفَ بِذٰلِكَ كِتَابًا سَمَّاهُ (الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِاللهِ) وَهٰذَا بَابٌ وَاسِعٌ: فَقَصَدْتُّ أَنْ أَذْكُرَ مَا وَقَعَ لِي مِمَّنِ اسْتَغَاثَ

بِالنَّبِيِّ ﷺ وَ لَا ذَبِهٖ فِي شِدَّتِهِ، وَ تَوَسَّلَ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ؛ إِذْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ خَلِيْقَتِهِ، وَلَمْ أَرَ فِيْمَا عَلِمْتُ مَنْ جَمَعَ شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ فَاسْتَخَرْتُ اللهَ تَعَالَى، وَذَكَرْتُ مَا وَقَعَ لِي مِنْ ذٰلِكَ(۱)

(متعدد و بڑے اہل علم نے اس موضوع پر مواد جمع کیا کہ وہ لوگ جنھوں نے مشکلات و حاجات میں اللہ تعالیٰ سے استغاثہ ومدد چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آرزوئیں اور تمنائیں پورا کر کے ان کی تکلیف و پریشانی کا ازالہ فرما دیا اس سلسلہ میں امام ابو بکر بن ابی الدنیا نے الفرج بعد الشدۃ اور مجابی الدعوۃ لکھیں اس طرح امام تنوخی نے بڑی کتاب الفرج بعد الشدۃ تحریر کی اُنہی کے طریقہ پر ایک جماعت نے کام کیا ان میں قرطبہ کے محدث وقاضی امام ابو الولید یونس نے اس مسئلہ پر کتاب لکھی اس کا نام اَلْمُسْتَصْرِخِيْنَ بِاللهِ عِنْدَ نُزُوْلِ الْبَلَاءِ (بوقت مصیبت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرنے والے) اسی شہر کے امام ابو القاسم خلف بن عبد الملک بن بشکوال نے المستغيثين باللہ (اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے والے) لکھی اور یہ باب نہایت وسیع ہے۔۔۔۔تو میں نے چاہا کہ میں ان لوگوں کے واقعات جمع کروں جنہوں نے بوقت مصیبت و پریشانی رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگی، آپ کی پناہ لی اور آپ ﷺ کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں، میرے علم کے مطابق ایسے واقعات پہلے کسی نے جمع نہیں کیے، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا واستخارہ کر کے یہ واقعات جمع کیے ہیں پہلے میں نے وہ واقعات جمع کیے ہیں جو میرے مشاہدہ میں آئے اور وہ سنے سنائے نہیں ہیں)

اس کتاب کا ترجمہ محسن ملتِ اسلامیہ امام العلماء حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (ت،۱۴۲۸) نے ''پکارو یارسول اللہ ﷺ'' کے نام سے کیا جو ۲۰۰۵ میں

(۱) مصباح الظلام، ۱۶:۱۵

مکتبہ قادریہ لاہور نے شائع کیا۔

ائمہ اُمت کی رائے وثنا

اس کتاب اوراس کے مصنف کے بارے میں ائمہ امت کی آراء ملاحظہ کریجیے کہ ان کے ہاں ان کا یہ کام وعمل کس قدر پسندیدہ ہے اگر آپ ﷺ سے استغاثہ ومدد اور آپ کو پکارنا حرام وشرک ہوتا جیسے ہمارے دور کے کچھ ناداں وکم مطالعہ لوگ کہہ رہے ہیں تو یہ ائمہ امت کبھی بھی ان کے عمل کو نہ سراہتے بلکہ ان کا رد کرتے تاکہ اُمت گمراہ نہ ہو۔

کوئی ایک مسلمہ عالم بتائیں جس نے ان کے خلاف لکھا، بلکہ ان کی تائید بتا رہی ہے کہ اس مسئلہ پر اُمت کا اتفاق واجماع ہے آیئے چند اہل علم کی آراء کا مطالعہ کرتے ہیں۔

۱۔ امام محمد بن یوسف صالحی (ت، ۹۴۲) رسول اللہ ﷺ سے بعد از وصال ﷺ توسل پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

قُلْتُ، وَ قَدْ اَلَّفَ الْاِمَامُ الْعَلَّامَةُ سَيِّدِیْ اَبُو عَبْدِاللهِ بْنِ نُعْمَانَ فِیْ ذٰلِكَ كِتَابًا سَمَّاهُ مِصْبَاحَ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ فِی الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ، اَتٰی فِيْهِ بِالْعَجِيْبِ الْعُجَابِ الَّذِیْ لَا يُشَكُّ فِيْهِ مَنْ لَهٗ اَدْنٰی مِنْ تَمْيِيْزٍ فَعَلَيْكَ بِهٖ فَاِنَّهٗ جَامِعٌ فِیْ بَابِهٖ (۱)

(اس مسئلہ پر امام علامہ سیدی ابوعبداللہ بن نعمان نے مستقل کتاب لکھی جس کا نام 'مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ فِی الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ' ہے اس میں انہوں نے نہایت ہی اعلیٰ واقعات ذکر کیے، ادنیٰ شعور رکھنے والا بھی ان کا انکار نہیں کرسکتا اس کا مطالعہ کیجئے کیونکہ اس بارے میں جامع کتاب ہے)

۲۔ امام محمد عبدالرحمن سخاوی (ت، ۹۰۳) اس کتاب کے حوالہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

(۱) سبل الهدیٰ والرشاد، ۱۲، ۴۰۸

وَذَكَرَ اَبُو عَبْدِاللهِ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحِيْمِ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَحْمَدَ يَقُوْلُ اَصَابَنِیْ وَجَعٌ فِیْ يَدِیْ مِنْ وَقْعَةٍ وَقَعْتُهَا فِی الْحَمَّامِ فَوَرَمَتْ يَدِیْ فَبِتُّ لَيْلَةً مُتَوَجِّعًا فَرَاَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِی الْمَنَامِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ لِیْ اَوْحَشَتْنِیْ صَلَاتُكَ عَلَیَّ يَا وَلَدِیْ فَاَصْبَحْتُ وَقَدْ زَالَ الْوَرَمُ وَالْوَجَعُ بِبَرَكَتِهٖ ﷺ (۱)

(امام ابوعبداللہ بن نعمان کہتے ہیں انھیں عبدالرحیم بن عبدالرحمن بن احمد نے بتایا، حمام میں گرنے کی وجہ سے میرے ہاتھ میں چوٹ آگئی، ورم کی وجہ سے پوری رات پریشانی رہی، مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو فرمایا اے بیٹے مجھے تیرے درود نے پریشان کردیا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے میرا ورم از خود دور ہوگیا)

آگے چل کر امام عتبی کا تفصیلی واقعہ نقل کرتے ہیں اور جن کتب کا حوالہ دیا ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وَنَحْوُهٗ عِنْدَ الْبَيْهَقِیْ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَفِیْ تَوْثِيْقِ عُرَی الْاِيْمَانِ لِلْبَارِزِیْ وَغَيْرِهٖ كَالْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ لِاِبْنِ نُعْمَانَ (۲)

(اسی طرح یہ واقعہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں، امام بارزی نے توثیق عری الایمان اور امام ابن نعمان نے المستغیثین بخیر الانام میں نقل کیا)

۳۔ مولانا عبدالحی لکھنوی (ت، ۱۳۰۴) حدیث ضریر اور نماز حاجت کی تشریح میں رقمطراز ہیں

وَفِیْ كِتَابِ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِيْثِ بِخَيْرِ

(۱) القول البدیع، ۳۲۸

(۲) ایضاً، ۳۲۹

الْاَنَامِ لِشَيْخِ اِبْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ نُعْمَانَ طَرَفٌ مِنْ ذٰلِكَ (۱)

(امام ابن عبد اللہ بن نعمان کی کتاب مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ میں اس پر مواد موجود ہے)

۴۔ امام شمس الدین محمد عثمان ذھبی (ت،۷۴۸) نے ان کا تعارف ان الفاظ میں لکھا

اِبْنُ النُّعْمَانِ الْقُدْوَةُ الزَّاهِدُ اَبُوْ عَبْدِاللهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰى بْنِ النُّعْمَانِ التِّلْمَسَانِيُّ قَدِمَ الْاِسْكَنْدَرِيَّةَ شَابًا فَسَمِعَ بِهَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادٍ وَالصَّفْرَاوِيَّ وَكَانَ عَارِفًا بِمَذْهَبِ مَالِكٍ رَاسِخَ الْقَدَمِ فِي الْعِبَادَةِ وَالنُّسُكِ اَشْعَرِيًّا (۲)

(شیخ ابن نعمان، مقتدا، زاہد ابو عبد اللہ محمد بن موسی بن نعمان تلمسانی، جوانی میں سکندریہ آئے وہاں شیخ محمد بن عباد اور صفراوی سے پڑھا مذہب مالکی کے ماہر وتقویٰ میں کامل اور اشعری تھے)

۵۔ امام جلال الدین سیوطی (ت،۹۱۰) اس کتاب اور مصنف کا حوالہ یوں دیتے ہیں۔

وَفِي كِتَابِ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ لِلْاِمَامِ شَمْسِ الدِّيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰى بْنِ النُّعْمَانِ (۳)

(امام شمس الدین محمد بن موسی بن نعمان کی کتاب مِصْبَاح الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ میں یہ ہے)

۶۔ امام احمد قسطلانی (ت،۹۲۳) رسول اللہ ﷺ سے بعد از وصال توسل اور استغاثہ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

اَمَّا التَّوَسُّلُ بِهٖ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهٖ فِي الْبَرْزَخِ هُوَ اَكْثَرُ

(۱) حاشیہ الحصن، ۱۵۱
(۲) العبر، ۲-۳۱۹
(۳) تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک، ۴۱۳

مِنْ اَنْ يُحْصٰى اَوْ يُدْرَكَ بِاسْتِقْصَاءٍ وَ فِي كِتَابِ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ لِلشَّيْخِ اَبِي عَبْدِاللهِ بْنِ النُّعْمَانِ طَرَفٌ مِنْ ذٰلِكَ

(وصال کے بعد رسول اللہ ﷺ سے برزخ میں توسل کرنا اسقدر ہے کہ اسے شمار وگنا نہیں جا سکتا شیخ ابو عبد اللہ بن نعمان کی کتاب مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ میں اس پر مواد موجود ہے)

اس کے بعد امام قسطلانی اپنا حضور ﷺ سے استغاثہ یوں نقل کرتے ہیں

وَ لَقَدْ كَانَ حَصَلَ لِيْ دَاءٌ اَعْيَا دَوَاءَهُ الْاَطِبَّاءُ وَاَقَمْتُ بِهٖ سِنِيْنَ فَاسْتَغَثْتُ بِهٖ لَيْلَةَ الثَّامِنِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ جَمَادِيَ الْاُوْلٰى سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِيْنَ وَثَمَانِ مِائَةٍ بِمَكَّةَ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَمَنَّ عَلَيَّ بِالْعَوْدِ فِي عَافِيَةٍ بِلَا مِحْنَةٍ بَيْنَنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ مَعَهٗ قِرْطَاسٌ يُكْتَبُ فِيْهِ هٰذَا دَوَاءٌ لِدَاءِ اَحْمَدَ بْنِ الْقَسْطَلَانِيِّ مِنَ الْحَضْرَةِ الشَّرِيْفَةِ بَعْدَ الْاِذْنِ الشَّرِيْفِ النَّبَوِيِّ ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ فَلَمْ اَجِدْ بِيْ وَاللهِ شَيْئًا مِمَّا كُنْتُ اَجِدُهٗ وَحَصَلَ الشِّفَاءُ بِبَرَكَةِ النَّبِيِّ ﷺ (۱)

(مجھے ایسی بیماری عارض ہوگئی کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے تو میں نے مکہ شریف میں جمادی الاولیٰ آٹھ سو ترانوے میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کیا تو مجھے بلا مشقت صحت نصیب ہوگئی ہوا یوں کہ میں سویا تھا ایک آدمی آیا اس کے ہاتھ میں کاغذ تھا جس پر تحریر تھا کہ یہ بارگاہ نبوی ﷺ کی طرف سے احمد بن قسطلانی کی بیماری کا علاج و دوا ہے میں بیدار ہوا تو اللہ کی قسم بیماری کا نام و نشان تک نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے مجھے شفا نصیب ہوگئی)

(۱) المواہب اللدنیہ، ۴-۵۹۵

بحث توسل کی ابتدا میں لکھتے ہیں

ثُمَّ اِنَّ كُلًّا مِّنَ الْاِسْتِغَاثَةِ وَ التَّوَسُّلِ وَ التَّشَفُّعِ وَ التَّوَجُّهِ بِالنَّبِیِّ ﷺ كَمَا ذَكَرَهٗ فِیْ تَحْقِیْقِ النُّصْرَةِ وَ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ وَاقِعٌ فِیْ كُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِهٖ وَبَعْدَ خَلْقِهٖ فِیْ مُدَّةِ حَیَاتِهٖ فِی الدُّنْیَا وَبَعْدَ مَوْتِهٖ فِیْ مُدَّةِ الْبَرْزَخِ وَبَعْدَ الْبَعْثِ فِیْ عَرَصَاتِ الْقِیَامَةِ (۱)

(یہ تمام خواہ رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ ہو یا توسل، شفاعت ہو یا توجہ جیسے تحقیق النصرۃ اور مِصْبَاحُ الظَّلَامِ میں مذکور ہے کہ یہ ہر حال میں ہوا ہے آپ ﷺ کی تخلیق سے پہلے اور خلقت کے بعد خواہ وہ دنیاوی زندگی ہے یا آپ کی برزخی زندگی اور میدانِ قیامت میں بھی)

۷۔ امام ابو محمد عبداللہ یافعی (ت، ۷۶۸) نے اِس امام کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے

اَلسَّیِّدُ الْاِمَامُ الْكَبِیْرُ الشَّانُ الْقُدْوَةُ الْمَشْكُوْرُ الشَّیْخُ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَی بْنِ النُّعْمَانِ التِّلْمَسَانِیْ قَدِمَ الْاَسْكَنْدَرِیَّةَ شَابًّا فَسَمِعَ بِهَا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ وَالصَّفْرَاوِیْ كَانَ عَارِفًا بِمَذْهَبِ مَالِكٍ رَاسِخَ الْقَدَمِ فِی الْعِبَادَةِ وَ النُّسُكِ سَالِكًا فِیْ مَحَاسِنِ الْمَسَالِكِ

(سید، امام، بڑی شان والے، پیشوا قدر و منزلت والے شیخ محمد بن موسیٰ بن نعمان تلمسانی، جوانی میں سکندریہ آئے اور محمد بن عمار اور صفراوی سے پڑھا، یہ مالکی مذہب کے کامل عالم، عبادت میں سبقت لے جانے والے اور اعلیٰ قدروں کے سالک تھے)

اس کے بعد ان کے بارے میں امام ذہبی کا -- كَانَ اَشْعَرِیًّا مُنْحَرِفًا عَلَی الْحَنَابِلَةِ نقل کر کے فرماتے ہیں

هٰذِهٖ عِبَارَةٌ فِیْهَا مِنَ الْغَضِّ لَهٗ مَا فِیْهَا كَمَا عُرِفَ عَادَتُهٗ

(۱) المواہب، ۱۲، ۲۲۲

مِنَ التَّنْقِیْصِ مِنْ اَئِمَّةِ مَنْهَجِ الْحَقِّ وَ سَادَتِهٖ قُلْتُ وَلَهٗ مَنَاقِبُ مَشْهُوْرَةٌ وَمَشْكُوْرَةٌ (۱)

(اس عبارت میں ان کی تنقیص ہے جیسے ذہبی کی عادت ہے کہ وہ اہل حق اور ائمہ کی تنقیص کرتے ہیں میں کہتا ہوں یہ امام بڑے معروف اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں)

۸۔ امام نورالدین علی بن احمد سمہودی (ت، ۹۱۱) رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ اور توسل پر دلائل فراہم کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جب کسی بھی صالح کو وسیلہ بنانا جائز ہے تو رسول اللہ ﷺ کو بطریق اولیٰ وسیلہ بنایا جا سکتا ہے

وَقَدْ رَوَی ابْنُ النُّعْمَانِ فِیْ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ قِصَّةَ اِسْتِقَاءِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِالْعَبَّاسِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ مَا فِی الصَّحِیْحِ (۲)

(شیخ ابن نعمان نے مصباح الظلام میں یہ واقعہ نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے موقعہ پر بارش کے لئے عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا اور یہ صحیح میں موجود ہے)

زیارت نبوی ﷺ کے حوالہ سے امام عتبی کا واقعہ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں

قُلْتُ بَلْ كَانَ الْحَافِظُ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَی بْنِ النُّعْمَانِ فِیْ كِتَابِهٖ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ اَنَّ الْحَافِظَ اَبَا سَعِیْدِ السَّمْعَانِیْ ذَكَرَ فِیْهَا رَوَیْنَا عَنْهُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَیْنَا اَعْرَابِیٌّ بَعْدَ مَا دَفَنَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ (۳)

(میں کہتا ہوں بلکہ حافظ ابو عبداللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان نے اپنی کتاب مصباح الظلام میں لکھا کہ حافظ ابو سعید سمعانی نے ذکر کیا کہ ہمیں حضرت

(۱) مرآۃ الجنان، ۴، ۱۵۱

(۲) وفاء الوفاء ۴۔ ۱۳۷۵

(۳) وفاء الوفاء، ۴، ۱۳۶۱

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ایک اعرابی نے آکر استغاثہ کیا)

۹۔ اس کتاب کے بارے میں مشہور محقق شیخ محمد علی شکری نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے ہم انکی عبارت مع ترجمہ از مخدوم العلماء علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری (ت، ۱۴۲۸) ذکر کیے دیتے ہیں۔

هٰذَا كِتَابٌ عَظِيمٌ جَلِيلٌ مُفِيدٌ لِكُلِّ مُحِبٍّ لِجَنَابِ الْمُصْطَفٰى ﷺ يَزِيدُ مُحِبِّيهِ إِيمَانًا بِمَزِيدِ الْمَحَبَّةِ وَيَغِيظُ قَوْمًا آخَرِينَ لَمْ يَرَوْا مَا أَعْطٰى وَوَهَبَ اللهُ الْخَالِقُ الْوَاحِدُ الْمُتَفَرِّدُ بِالْعُبُودِيَّةِ وَالْوَحْدَانِيَّةِ، لِهٰذَا النَّبِيِّ الْعَظِيمِ الْكَرِيمِ ﷺ فَكُلُّ مَا يَحْصُلُ وَيَجْرِي عَلٰى يَدَيْهِ ﷺ، فَهُوَ مِنْ مِنَّةِ اللهِ عَلَيْهِ، وَمَزِيدِ إِفْضَالِهِ عَلَيْهِ، وَ فِيهِ تَنْبِيهٌ لَنَا وَ إِشَارَةٌ وَاضِحَةٌ لِبَصَائِرِنَا لِمَا أَعْطٰى وَوَهَبَ هٰذَا النَّبِيَّ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ أَيُّ إِنْسَانٍ وَصْفَ مَكَانَتِهِ، وَعَظِيمَ قَدْرِهِ عِنْدَهُ هٰذَا الْكِتَابُ فِيهِ مَا تُنْكِرُهُ عُقُولُ مَنْ عَمِيَتْ بَصَائِرُهُمْ عَنْ أَنْ يُصَدِّقُوا أَوْ أَنْ يَتَقَبَّلُوا مَا فِيهِ مَعَ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْئًا خُرَافِيًا وَغَيْرَ مُمْكِنِ الْحُدُوثِ إِلَّا فِي عَقْلِ مَنْ نَظَرَ إِلَى الْقُدْرَةِ الْبَشَرِيَّةِ الْمُجَرَّدَةِ وَلَمْ يُوقِفْ فِكْرَهُ وَ عَقْلَهُ عَلٰى سَعَةِ وَ عَدَمِ مَحْدُودِيَّةِ الْقُدْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ الَّتِي تَفْعَلُ الْمُمْكِنَ فِي تَصَوُّرِ الْفِعْلِ الْبَشَرِي، فَحَصَلَ النَّكِيرُ وَالتَّطَاوُلُ عَلٰى مَنِ اعْتَقَدَ أَنَّ الْقُدْرَةَ الْإِلٰهِيَّةَ الَّتِي أَمْكَنَتْ فِعْلَ الشَّيْءِ الْمُسْتَحِيلِ عَلٰى يَدِ مَنْ أَعْطَاهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ ذٰلِكَ تَكْرِيمًا وَ إِظْهَارًا لِلْفَضْلِ وَالْمَكَانَةِ

لِمَنْ أَعْطٰى ذٰلِكَ ۔ فَنَحْنُ بِحَمْدِ اللهِ نُؤْمِنُ وَ نَعْتَقِدُ وَنُجْزِمُ أَنَّ مَا وَرَدَ ذِكْرُهُ فِي ثَنَا يَا هٰذَا الْكِتَابِ مِنْ قِصَصٍ وَحَوَادِثٍ جَرَتْ لِمَنْ اسْتَغَاثَ وَ تَوَسَّلَ وَتَوَجَّهَ بِالنَّبِيِّ ﷺ صَحِيحَةٌ، لَا شَكَّ ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ فِي صِدْقِهَا وَإِمْكَانِ وُقُوعِهَا لِمَنْ أَخْلَصَ النِّيَّةَ، وَحُسْنَ الْاِعْتِقَادِ فِي أَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ أَعْطٰى بِمَشِيَّتِهِ وَقُدْرَتِهِ حُصُولَ ذٰلِكَ بِوَاسِطَةِ النَّبِي ﷺ وَبَيَانًا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: (وَ كَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا) (النساء: ۱۱۳) وَلَا نَسْتَطِيعُ حَصْرَ هٰذَا الْفَضْلِ الْحَاصِلِ مِنَ اللهِ لِنَبِيِّهِ ﷺ وَالْكَلَامُ فِي الْإِيمَانِ بِذٰلِكَ أَوْ رَدِّهِ يَطُولُ وَ يَقْصُرُ مَعَ الْمُنْكِرِ وَلَا يَزِيدُ ذٰلِكَ الْكَلَامُ وَالْبَحْثُ فَائِدَةً لِمَنْ أَعْمَى اللهُ بَصِيرَتَهُ وَجَعَلَ هَمَّهُ الْإِنْكَارَ وَالتَّشْرِيكَ وَ الْقَذْفَ، فَاخْتَصَرَ الْكَلَامُ مَعَهُ بِقَوْلِنَا؛ فِي هٰذَا الْكِتَابِ أَحَادِيثُ وَآثَارٌ مَرْوِيَّةٌ فِي كُتُبِ وَ دَوَاوِينِ السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ وَحَوَادِثٍ حَصَلَتْ لِأَئِمَّةٍ عِظَامٍ مِمَّنْ يَرْجِعُ لِقَوْلِهِمْ وَكُتُبِهِمْ وَ كَذَالِكَ نَجِدُ كَثِيرًا مِنْ هٰذَا الْأَخْبَارِ وَالْآثَارِ وَالْقِصَصِ مَنْقُولَةً فِي كُتُبِ أَئِمَّةٍ آخَرِينَ، وَمُشَاهَدَةً فِي صَفَحَاتِ مُؤَلَّفَاتِهِمْ وَ سَنَذْكُرُ هُمْ عَلٰى سَبِيلِ الْمِثَالِ لَا الْحَصْرِ فَمَنْ شَاءَ رَدَّ شَيْءٍ فَلْيَرُدَّ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْأَئِمَّةِ وَيَطْعَنْ فِيهِمْ كَمَا هُوَ دَابُ كَثِيرٍ مِنْهُمْ فَيَنْطَبِقُ عَلَيْهِمْ قَوْلُهُ تَعَالٰى: (وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِينَ) (۱) (نوح: ۲۴)

(۱) مقدمہ ۵، ت، ۶

(یہ عظیم وجلیل کتاب حضرت محمد ﷺ کے ہر محب اور نیاز مند کے لئے مفید ہے آپ کے محبین کے ایمان کو مضبوط ا اور محبت کو مستحکم اور دوسرے لوگوں کے غیظ وغضب کو دو آتشہ کر دے گی جو ان عطاؤں کے قائل نہیں ہیں جو اللہ خالق وواحد اور عبودیت ووحدانیت میں منفرد ہستی نے اس نبی عظیم وکریم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، کے مقدس ہاتھوں سے جس کسی کو کوئی عطیہ ملے گا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کا آپ پر احسان اور مزید کرم ہے اور اس میں ہماری بصیرتوں کیلئے واضح اشارہ ہے ان نوازشوں کی طرف جو اس نبی عظیم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان سرکار دوعالم ﷺ کا وہ مقام ومرتبہ بیان نہیں کرسکتا جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔جن لوگوں کی بصیرتیں اندھی ہو چکی ہیں انھیں اس کتاب میں ایسی باتیں نظر آئیں گی جنہیں وہ ماننے اور قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گئے حالانکہ یہ باتیں نہ تو از قبیلہ خرافات ہیں اور نہ ہی ناممکن ہیں۔ہاں جو لوگ محض انسانی قدرت کو سامنے رکھتے ہیں اور اپنی عقل اور فکر کو اللہ تعالیٰ کی لامحدود اور وسیع قدرت کی طرف متوجہ ہی نہیں کرتے۔ وہ ضرور ان باتوں کو ناممکن قرار دیں گے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسے کام کر جاتی ہے جو انسانی عقل کے تصور میں ناممکن ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ان خوش عقیدہ لوگوں پر رد کرتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے ایک (عادی) محال شے کا کرنا اس ہی کے ہاتھوں پر ممکن بنا دیا ہے جس کی عزت وکرامت اور فضیلت کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فعل اس کے ہاتھوں پر ظاہر کیا ہے ارشاد الٰہی ہے (اور اے حبیب ﷺ آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے) الحمد للہ! ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے اور ہمیں وثوق ہے کہ اس کتاب میں نبی کریم ﷺ سے استغاثہ اور توسل کرنے والوں اور آپ کی طرف متوجہ ہونے والوں کے جو واقعات اور حوادث بیان کیے گئے ہیں وہ صحیح ہیں۔اور الحمد للہ! ہمیں ان کی سچائی میں شک نہیں ہے اسی طرح ان کے واقع ہونے کے

امکان میں بھی اس شخص کے لیے شک نہیں ہے جس کی نیت خالص ہو اور وہ خوش عقیدگی کا حامل ہو۔اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حیثیت اور قدرت سے ان واقعات کو نبی کریم ﷺ کے طفیل وجود عطا فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا اظہار ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو جو فضل عظیم عطا فرمایا ہے ہم اسے محدود نہیں کر سکتے اسے جاننے یا نہ جاننے کے سلسلے میں منکر کے ساتھ گفتگو اور بحث اس شخص کو فائدہ بھی نہیں دے گی جس کے دل کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے زائل کر دیا ہو اور اس نے اپنا مطمع نظر اس کا مشرک قرار دینا اور گالی دینا قرار دیا ہے ہم اس کے ساتھ درج ذیل مختصر سی گفتگو کرتے ہیں اس کتاب میں وہ احادیث اور آثار مندرج ہیں جو سنت مطہرہ کی کتب اور دفاتر میں مروی ہیں نیز اس میں ان عظیم ائمہ کو پیش آنے والے واقعات بیان کیے گئے ہیں جن کے اقوال اور جن کی تصانیف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اس طرح ہم ان خبروں، آثار اور واقعات کو دوسرے ائمہ کی کتابوں میں بھی نقل کیے ہوئے دیکھتے ہیں یہ واقعات ان کی تصانیف کے صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں ہم آئندہ سطور میں ان ائمہ کا ذکر بطور حصر نہیں بلکہ بطور مثال کر رہے ہیں اب جو شخص کسی چیز کو رد کرنا چاہتا ہے تو وہ ان ائمہ پر رد کرے اور ان پر طعن کرے جیسے کہ ان میں سے بہت سے لوگوں کا وطیرہ ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان منطبق ہوگا کہ ظالموں کی ہلاکت میں ہی اضافہ ہوگا)

۱۰۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (ت، ۱۳۵۰) مصنف اور کتاب کا تعارف ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

اِخْتَصَرْتُ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ مَعَ زِیَادَاتٍ کَثِیْرَۃٍ کِتَابَ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِیْثِیْنَ بِخَیْرِ الْاَنَامِ فِی الْیَقْظَةِ وَ الْمَنَامِ تَالِیْفُ الْاِمَامِ الْعَلَّامَةِ شَیْخ

الْاِسْلَامِ شَمْسِ الدِّيْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مُوْسٰی بْنِ النُّعْمَانَ
الْمَزَالِی الْفَاسِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَ هُوَ مِنْ اَکَابِرِ الْعُلَمَاءِ
الْمُحَدِّثِيْنَ اَخَذَ عَنْ سُلْطَانِ الْعُلَمَاءِ الْعَزِبْنِ عَبْدِ
السَّلَامِ وَ اِمَامِ الْمُحَدِّثِيْنَ فِیْ عَصْرِهِ الْحَافِظُ
الْمُنْذِرِیْ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْاَئِمَّةِ وَ كِتَابُهُ هٰذَا مِنْ
اَنْفَسِ الْكُتُبِ الْمُؤَلَّفَةِ فِی الْاِسْتِغَاثَةِ بِسَيِّدِ
الْمُرْسَلِيْنَ ﷺ نَقَلَ عَنْهُ مِرَارًا الْقُسْطَلَانِیُّ فِیْ
كِتَابِهِ الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ وَ قَدْ وَقَعَ لِیْ مِنْهُ نُسْخَتَانِ
صَحِيْحَتَانِ اَحَدُهُمَا كُتِبَتْ فِیْ عَصْرِ الْمُؤَلِّفِ
يَوْمَ الْخَمِيْسِ الْخَامِسِ وَ الْعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ
الْمُبَارَكِ سَنَةَ سَبْعٍ وَّ سَبْعِيْنَ وَ سِتَّ مِائَةٍ وَ وَفَاتُهُ
سَنَةَ ٦٨٣ وَلَمْ اَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا سِوٰی فَوَائِدَ
خَارِجَةٍ عَنْ مَوْضُوْعِ الْكِتَابِ وَحَتّٰی نَقَلْتُ شَيْئًا
فِیْ هٰذَا الْبَابِ غَيْرَهُ اَعْزُوْهُ اِلٰی مَحَلِّهِ وَمَا كَانَ غَيْرَ
مَعْزُوٍّ فَهُوَ مِنْهُ وَلِيُعْلَمْ اَنَّهُ رَحِمَهُ اللّٰهُ سَمِعَ الْكَثِيْرَ مِنْهُ
هٰذَا الْاَخْبَارَ عَمَّنْ وَقَعَتْ لَهُمْ بِلَا وَاسِطَةٍ وَرَوٰی
قِسْمًا مِنْهَا بِوَسَائِطَ قَلِيْلَةٍ وَاَلْحَقْتُ بِهِ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ
مِنْ كِتَابٍ فِیْ هٰذَا الشَّانِ تَالِيْفُ الشَّيْخِ الْعَلَّامَةِ
نُوْرُ الدِّيْنِ عَلِیِ الْحَلَبِیْ صَاحِبُ السِّيْرَةِ (١)

(میں نے اضافات کثیرہ کیساتھ اس بارے میں امام علامہ شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن موسیٰ بن نعمان المزالی الفاسی رحمہ اللہ کی کتاب مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْاَنَامِ فِی الْيَقْظَةِ وَ الْمَنَامِ کا اختصار کیا ہے یہ عالم اکابر علماء محدثین میں سے ہیں اور یہ

(۱) حجۃ اللہ علی العالمین: ۷۸۵

سلطان العلماء العز بن عبدالسلام اور اپنے دور کے امام المحدثین حافظ منذری اور دیگر آئمہ کے شاگرد ہیں، سید المرسلین ﷺ سے استغاثہ وفریاد رسی کے حوالہ سے نہایت ہی نفیس وقیمتی کتاب ہے اس سے امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں کئی جگہ نقل کیا ہے میرے پاس اس کے دو صحیح نسخے ہیں ان میں سے ایک مصنف کے دور کا ہی تحریر کردہ ہے اس پر تاریخ ۶۷۷ بروز جمعرات پچیس رمضان المبارک ہے ان کا وصال ۶۸۳ ہجری میں ہوا میں نے موضوع کتاب سے خارج فوائد کے علاوہ ان کی کوئی شے ترک نہیں کی، جو چیز دوسرے سے نقل کی ہے میں نے اس کا حوالہ دے دیا ہے اور یہاں حوالہ نہیں دیا وہ انہی سے منقول ہے انہوں نے یہ کثیر واقعات بلا واسطہ سنے ہیں اور کچھ یہ بالواسطہ ہیں، میں نے اس کے ساتھ اس موضوع کی عظیم کتاب بھی متصل کر دی ہے جو صاحب سیرت شیخ علامہ نورالدین علی حلبی کی تالیف ہے)

تیسری کتاب کا نام وتعارف

یہ "بُغْيَةُ الْاَحْلَامِ بِاَخْبَارِ مَنْ فَرَّجَ كَرْبَهُ بِرُؤْيَا الْمُصْطَفٰی فِی الْمَنَامِ" ہے۔ یہ صاحب سیرت حلبیہ امام نورالدین علی بن برہان الدین شافعی رحمہ اللہ علیہ (ت، ۱۰۴۴) کی تصنیف ہے، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (ت، ۱۳۵۰) نے حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَی الْعَالَمِيْنَ میں اس کی تلخیص کی ہے۔

امام نبہانی کہتے ہیں

وَقَدْ اَلَّفَ فِیْ هٰذَا الشَّانِ الْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ عَلِیُّ الْحَلَبِیْ
الشَّافِعِیْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی كِتَابًا سَمَّاهُ بُغْيَةَ الْاَحْلَامِ
بِاَخْبَارِ مَنْ فَرَّجَ كَرْبَهُ بِرُؤْيَا الْمُصْطَفٰی فِی الْمَنَامِ
وَهَا اَنَا اَنْقُلُ عَنْهُ مَالَمْ يَذْكُرْهُ صَاحِبُ مِصْبَاحِ
الظَّلَامِ (١)

(۱) حجۃ اللہ علی العالمین، ۸۰۸

(اس موضوع پر علامہ شیخ علی حلبی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لکھی اس کا نام "بُغْيَةُ الْاَحْلَامِ بِاَخْبَارِ مَنْ فَرَّجَ كُرْبَهٗ بِرُؤْيَا الْمُصْطَفٰى فِي الْمَنَامِ" تو اب میں اس سے وہ چیزیں یہاں نقل کر رہا ہوں جنھیں صاحب مصباح الظلام نے ذکر نہیں کیا)

ص ۸۰۸ سے ۸۱۴ تک اس کا خلاصہ نقل کیا اور لکھا

اِنْتَهٰى مَا نَقَلْتُهٗ مِنْ كِتَابِ بُغْيَةِ الْاَحْلَامِ لِلْعَلَّامَةِ الشَّيْخِ الْحَلَبِيِّ صَاحِبِ السِّيْرَةِ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى (۱)

(کتاب بغیۃ الاحلام از شیخ حلبی صاحب السیرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاصہ یہاں مکمل ہوگیا)

امام موصوف اپنی کتاب شواھد الحق میں چھٹے باب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں صالحین وعلماء کی وہ حکایات وآثار نقل کی ہیں جن میں سید المرسلین ﷺ سے استغاثہ اور فریاد کے فوائد حاصل ہوئے۔

اَخَذْتُ ذٰلِكَ مِمَّا نَقَلَهُ الثِّقَاتُ وَ ذَكَرَهُ الْاَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ الْاَثْبَاتُ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ بْنِ النُّعْمَانِ الْفَاسِي فِي كِتَابِهٖ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ وَالْقَسْطَلَانِي فِي كِتَابِهٖ، اَلْمَوَاهِبُ اللَّدُنِّيَّةِ وَنُوْرُ الدِّيْنِ الْحَلَبِي فِي كِتَابِهٖ بُغْيَةُ الْاَحْلَامِ وَغَيْرُهُمْ (۲)

(میں نے یہ چیزیں ثقہ لوگوں اور ان تین مستند ائمہ سے نقل کیں ہیں جو امام ابو عبد اللہ بن نعمان نے اپنی کتاب مصباح الظلام میں، امام قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ اور امام نور الدین حلبی نے بغیۃ الاحلام میں ذکر کی ہیں)

۴۔ التوسل واحکامہ

اس موضوع پر ایک اور اہم کتاب "التوسل واحکامہ" از عظیم محدث امام محمد عابد

(۱) ایضاً، ۸۱۴
(۲) شواھد الحق، ۲۲۳

سندھی (ت، ۱۲۵۷) ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام سے مدد و استغاثہ کے بارے میں سوال کا جواب قرآن سنت کی روشنی میں بڑی تحقیق سے دیا ہے یہ کتاب مفتی محمد جان نعیمی حفظ اللہ تعالیٰ کی کاوش وتحقیق سے منظر عام پر آ چکی ہے ہم وہ سوال اور اس کے متعلقہ جواب کے حصص مع ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں خطبہ مسنونہ کے بعد کتاب کی وجہ تالیف کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

فَقَدْ وَرَدَ سَوَالٌ فِي جَوَازِ الْاِسْتِغَاثَةِ وَالْخِطَابِ بِاَغِثْنِي يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَعَ اَنَّ الْمُتَكَلِّمَ بِهَا فِي الْمَدِيْنَةِ الْمُشَرَّفَةِ اَوْ خَارِجِهَا؟

فَاِنْ قِيْلَ بِالْجَوَازِ فَهَلْ هٰذَا يُخْتَصُّ بِحَضْرَةِ الرِّسَالَةِ، اَمْ يَعُمُّ كُلَّ وَلِيٍّ فِي اَقْطَارِ الْاَرْضِ؟ كَانَ يُقَالُ: يَا سَيِّدِي عَبْدَ الْقَادِرِ اَغِثْنِي، وَ يَا مَوْلَائِي خَوَاجَه نَقْشبَنْدَ اَدْرِكْنِي وَ مَا يُقَالُ: مِنْ اَنَّ التَّخْلِيْصَ مِنَ الْمَكْرُوْهِ وَنَحْوِهٖ اِنَّمَا هُوَ بِيَدِ اللهِ تَعَالٰى وَلَيْسَ الْاَمْرُ فِي ذٰلِكَ اِلٰى وَلِيٍّ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ نَعَمِ الْاَوْلِيَاءُ وَالْاَنْبِيَاءُ يَشْفَعُوْنَ فِي الْعَرَصَاتِ الْحَشْرِيَّةِ لٰكِنَّ ذٰلِكَ خَاصٌّ بِذٰلِكَ الْوَقْتِ بِشَرْطِ الْاِذْنِ وَالْاَمْرِ وَ حَيْثُ لَا اِذْنَ وَ لَا اَمْرَ فَسُوَالُ الشَّفَاعَةِ مِنْهُمْ وَالْاِسْتِغَاثَةِ بِهِمْ فِي الْمُهِمَّاتِ اَمْرٌ يَكَادُ لَا يَنْفَعُ بَلْ لَا يَصِحُّ فَهَلْ هٰذَا الْكَلَامُ وَاَضْرَابُهٗ مَقْبُوْلٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ الْاَعْلَامِ كَثَّرَهُمُ اللهُ تَعَالٰى؟ (۱)

(ہم سے رسول اللہ ﷺ کو پکارنے اور مدد مانگنے کے حوالے سے سوال ہوا کیا یا رسول اللہ میری مدد کیجیے کہنا جائز ہے کہنے والا شہر مدینہ میں ہو یا اس سے باہر؟ اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ صرف سرور عالم ﷺ کے ساتھ ہی

(۱) التوسل واحکامہ، ۲۷

مختص ہوگا یا ہر ولی کو پکارا جا سکتا ہے مثلاً سیدی عبدالقادر اغثنی، یا مولائے خواجہ نقشبند ادرکنی اور پھر یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مصیبت وغیرہ سے نجات دینا اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے یہ درجہ کسی طرح بھی کسی نبی و ولی کو حاصل نہیں ہاں بروز قیامت حضور ﷺ انبیاء علیہم السلام، اولیاء شفاعت کریں گے لیکن وہ بھی وہاں اذن واجازت الٰہی سے ہوگی، جب یہاں اجازت واذن ہی نہیں تو ان مشکلات میں ان سے شفاعت و سفارش نفع مند نہیں ہوسکتی اور نہ ہی یہ درست ہوگی کیا ایسی گفتگو اہل علم کے ہاں مقبول و پسند ہے؟ اللہ تعالیٰ اہل علم کی اور کثرت فرمائے تاکہ وہ دین کی خدمت کرتے رہیں)

اس کے جواب میں امام موصوف نے مستقل کتاب لکھی اور واضح کیا کہ ایسی مدد چاہنا جائز اور قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

پہلے اس پر دلائل ذکر کرتے ہیں کہ میت مرنے کے بعد بھی شعور رکھتی ہے اور اس میں سننے دیکھنے کی قوت پائی جاتی ہے یہ بحث ص ۳۰ تا ۵۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ندا و پکارنے کو ناجائز کہنے والے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَاَمَّا اَنْ یُّنْکِرَ نِدَاءَ غَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَیَقُوْلُ اِنَّہٗ لَا یَجُوْزُ فَیُجَابُ عَلَیْہِ بِاَنَّ ھٰذَا مَرْدُوْدٌ بِمَا اَخْرَجَہٗ "اِبْنُ السُّنِّیْ" فِیْ "عَمَلِ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ" فِیْ "بَابِ مَا یَقُوْلُ اِذَا خَدَرَتْ رِجْلُہٗ" عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ: کُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ ابْنِ عُمَرَ، فَخَدَرَتْ رِجْلُہٗ، فَجَلَسَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدَاہُ، فَقَامَ وَ مَشٰی، وَ اَخْرَجَ اَیْضًا: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فَخَدَرَتْ رِجْلُہٗ، فَقُلْتُ یَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ مَالِرِجْلِکَ قَالَ اِجْتَمَعَ

عَصَبُہَا مِنْ ھٰھُنَا، فَقُلْتُ اُدْعُ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ: فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ، فَانْبَسَطَتْ، وَ اَخْرَجَ اَیْضًا: عَنِ الْھَیْثَمِ ابْنِ حَنَشٍ، قَالَ کُنَّا عِنْدَ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یَعْنِیْ اِبْنَ الْعَاصِ فَخَدَرَتْ رِجْلُہٗ، فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ، فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ﷺ قَالَ: فَکَاَنَّمَا نَشَطَ مِنْ عُقَالٍ۔

(جو غیر اللہ کی ندا کو جائز نہیں مانتا اس کا رد یوں ہے کہ تیری بات مردود اور غلط ہے کیونکہ امام ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" کے باب ما یقول اذا خدرت رجلہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا تو ان کا پاؤں سن ہوگیا تو وہ بیٹھ گئے کسی آدمی نے ان سے کہا کہ تم اپنے سب سے پیارے کو پکارو تو انہوں نے یوں کہا "یا محمداہ" اور اس وقت اٹھے اور چل پڑے اور انہوں نے ہی حضرت عبدالرحمن بن سعد کے حوالہ سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا ان کا پاؤں سن ہوگیا میں نے کہا اے ابوعبدالرحمن تمہارے پاؤں کو کیا ہوا؟ فرمایا اس کے پٹھے جمع ہوگے ہیں میں نے عرض کیا کہ تم اپنے سب سے پیارے کو پکارو تو انہوں نے "یا محمد" کہا تو صحت مند ہوگئے۔ انہوں نے ہی ہیثم بن حنش سے نقل کیا ہم حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص کے ہاں تھے ان کا پاؤں سن ہوگیا تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ تم اپنے سب سے زیادہ محبوب کو پکارو تو انہوں نے یوں پکارا "یا محمد ﷺ" تو وہ اس طرح درست ہوگے کہ جیسے رسی کھول دی گئی ہو)

ان تمام روایات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَیُسْتَفَادُ مِنْ ھٰذِہِ الْاٰثَارِ جَوَازُ نِدَاءِ لِلْمَیِّتِ بَعْدَ مَوْتِہٖ قَرِیْبًا کَانَ مِنْہَا وَ بَعِیْدًا عَنْہُ

(یہ تمام آثار آگاہ کر رہے ہیں کہ میت کو نداء کرنا جائز ہے خواہ آدمی اس سے قریب ہو یا اس سے دور ہو)

الفاظ تشہد سے تائید

اس کے بعد الفاظِ تشہد سے تائید یوں ذکر کرتے ہیں۔

وَيُؤَيِّدُ ذٰلِكَ مَاثَبَتَ فِي اَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" فَاِنَّ "اَيُّ" مِنْ حَرْفِ النِّدَاءِ عَلٰى اَنَّ فِيْهِ مُخَاطَبَةَ الْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهِ، وَيُسْتَفَادُ مِنْهُ: اِنَّهُ لَا يَقْتَصِرُ فِي جَوَازِهِ عَلٰى اِشْتِرَاطِ قُرْبَةٍ مِّنَ الْمَيِّتِ بَلِ الْقُرْبُ وَالْبُعْدُ سَوَاٰنِ فِي هٰذَا الْحُكْمِ، وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُصَلِّيَ كَانَ مَامُوْرًا بِهٰذِهِ الْقَوْلِ فِي تَشَهُّدِهِ اَيْنَ كَانَ

(کہ الفاظ تشہد "السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته" سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ "ای" حرف نداء ہے اور اس میں وصال کے بعد خطاب ہے۔ اور اس سے یہ بھی مسئلہ سامنے آرہا ہے کہ نداء کے لیے فوت شدہ کے قریب ہونا ضروری نہیں بلکہ قرب و بعد دونوں اس حکم میں برابر ہیں اس لیے کہ نمازی تشہد میں الفاظ کہنے کا پابند ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو)

اس کے بعد غیر اللہ سے استعانت و مدد نہ ماننے والے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَاَمَّا: اَنْ يُّنْكِرَ جَوَازَ الْاِسْتِغَاثَةِ بِغَيْرِ اللهِ تَعَالٰى فَيُجَابُ عَلَيْهِ: بِاَنَّهُ مَرْدُوْدٌ بِمَا اَخْرَجَهُ "الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ" بِاِسْنَادٍ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَبِيِّ اللهِ ﷺ قَالَ: "اِذَا اَضَلَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا، اَوْاَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ

فَلْيَقُلْ: يَا عِبَادَاللهِ اَعِيْنُوْنِيْ فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا تَرَوْنَهُمْ" وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ اِنْتَهٰى لَفْظُ الطَّبَرَانِيِّ

(غیر اللہ سے مدد مانگنے کو ناجائز کہنا بھی مردود ہے کہ امام طبرانی نے ثقہ راویوں کی سند سے حضرت عقبہ بن غزوان سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شے گم ہو جائے یا تم ایسی جگہ ہو کہ وہاں کوئی غمخوار نہ ہو تو مدد کا ارادہ ہو تو یوں پکارو اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے اور یہ نہایت ہی مجرب و آزمودہ چیز ہے)

وَقَدْ اَخْرَجَ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ "مُصَنَّفِهِ" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَوْقُوْفًا اَنَّهُ قَالَ "اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْنِيْ عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ اللهُ" وَقَدْ جَاءَ فِي الْاِسْتِعَاذِ بِالْمَيِّتِ مِنَ الْمَكْرُوْهِ، مَا اَخْرَجَهُ "اِبْنُ السُّنِّيْ" فِيْ "عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ" عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِذَا كُنْتَ بِوَادٍ تَخَافُ فِيْهِ السِّبَاعَ فَقُلْ: اَعُوْذُ بِدَانِيَالٍ وَبِالْجُبِّ مِنْ شَرِّ الْاَسَدِ (۱)

(امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا جب تم میں سے کسی کا چوپایہ گم ہو جائے تو یوں پکارو اے اللہ کے بندو! تمہیں اللہ تعالیٰ جزا دے میری مدد کو پہنچو امام ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلة" میں مشکل کے وقت فوت شدہ کو پکارنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جب تمہیں کسی وادی میں درندے کا خوف ہو تو یوں کہو میں حضرت دانیال کی پناہ لیتا ہوں)

(۱) التوسل واحکامه، ۵۵ تا ۵۸

۵۔ شَوَاهِدُ الْحَقِّ فِي الْاِسْتِغَاثَةِ بِسَيِّدِ الْخَلْقِ ﷺ

اس مسئلہ پر پانچویں مستقل کتاب معروف بزرگ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (ت، ۱۳۵۰) کی ''شَوَاهِدُ الْحَقِّ فِي الْاِسْتِغَاثَةِ بِسَيِّدِ الْخَلْقِ ﷺ (مخلوق کے سردار ﷺ سے مدد مانگنے پر دلائل حقہ) ہے یہ عظیم کتاب مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ ہمارے سامنے اس کا دارالکتب العلمیہ بیروت کا نسخہ ہے جو ۱۹۹۶ء میں پہلی دفعہ شیخ عبدالوارث محمد علی کی تحقیق سے شائع ہوا۔ اس کے بڑے سائز کے صفحات ۳۴۳ ہیں۔

دوسرا باب جو کہ جواز استغاثہ واستعانت پر ہے اس کے چند عنوانات ملاحظہ کیجئے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ فِيْ اَحَادِيْثِ اِسْتِغَاثَةِ الصَّحَابَةِ بِهٖ ﷺ لِلْاِسْتِسْقَاءِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ فِيْ بَعْضِ مَا قَالَهُ الْاَئِمَّةُ وَالْعُلَمَاءُ وَ ثَبَّتُوْا بِهٖ مَشْرُوْعِيَّةَ الْاِسْتِغَاثَةِ لَهٗ ﷺ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ فِيْ تَوْضِيْحِ مَسْاَلَةِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِهٖ ﷺ

ان جیسے درجنوں جزئیات استغاثہ پر بڑی تفصیل سے لکھا، شیخ ابن تیمیہ اور اس کی ذریت کا خوب رد کیا، اس کتاب کا ترجمہ استاذ العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ نے کیا اور فرید بک سٹال نے اسے شائع کیا۔

اُمت کا اتفاق و اجماع

دوسرے باب کی چوتھی فصل میں مسئلہ توسل واستغاثہ کی وضاحت وتفصیل سامنے لاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لَوْ حَصَلَ مِنَ الْمُخَالِفِيْنَ اَدْنٰى تَدْقِيْقٍ لَعَرَفُوْا اَنْفُسَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ شُذُوْذُهُمْ مِنَ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَ هُوَ جُمْهُوْرُ اُمَّتِهٖ ﷺ حَتّٰى اَنَّ الْعِلْمَ بِهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ اَىْ مَشْرُوْعِيَّةِ السَّفَرِ لِزِيَارَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَ مِثْلِهِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِهٖ ﷺ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمَعْلُوْمَةِ مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ عِنْدَ جَمِيْعِ الْعُلَمَاءِ وَالْعَوَّامِ مِنْ

اَهْلِ الْاِسْلَامِ

(اگر منکرین توسل اور مخالفین استغاثہ کو ادنیٰ درجہ تحقیق وتدقیق کا حاصل ہوتا تو وہ لامحالہ اپنی خطا اور غلطی کو پہچان جاتے کیونکہ وہ اس معاملہ میں سواد اعظم سے شذوذ اور علیحدگی اختیار کیے ہوئے ہیں اور جمہور امت کے پسندیدہ راستے سے انحراف کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ زیارت نبی کریم ﷺ کے لیے سفر کی مشروعیت وجواز اور آپ سے استغاثہ والتجا اور شفاعت کا جواز واستحسان ان امور سے ہیں جن کا اصل دین واسلام ہونا جمیع علماء اعلام اور عوام اہل اسلام کو بالضرورۃ اور بالبداہۃ معلوم ہے)

پھر آگے چل کر رقمطراز ہیں

اِنَّ جُمْهُوْرَ الْاُمَّةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مِنَ الْفُقَهَاءِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ وَ الصُّوْفِيَّةِ وَ غَيْرِهِمْ مِنَ الْخَوَاصِ وَالْعَوَامِ مِنْ جَمِيْعِ مَذَاهِبِ الْاِسْلَامِ مُتَّفِقُوْنَ بِالْقَوْلِ وَ الْفِعْلِ عَلٰى اِسْتِحْسَانِ الْاِسْتِغَاثَةِ وَالتَّوَسُّلِ وَالتَّشَفُّعِ بِالنَّبِيِّ ﷺ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لِقَضَاءِ الْحَوَائِجِ الدُّنْيَوِيَّةِ وَالْاُخْرَوِيَّةِ ، وَاسْتِحْبَابِ شَدِّ الرِّحَالِ وَالسَّفَرِ لِزِيَارَتِهٖ ﷺ مِنَ الْاَقْطَارِ الْبَعِيْدَةِ وَالْقَرِيْبَةِ حَتّٰى صَارَ ذَالِكَ عِنْدَهُمْ بِمَنْزِلَةِ الْاُمُوْرِ الْمَعْلُوْمَةِ مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ بِحَيْثُ لَا يَجْهَلُهٗ وَ لَا يَتَصَوَّرُ خِلَافَهٗ اَحَدٌ، بَلْ لَا يَتَوَهَّمُ خِلَافَهٗ (۱)

(جمہور اُمت فقہاء ومحدثین، صوفیاء ومتکلمین اور جمیع فرق اسلامیہ کے خواص وعوام قولاً وعملاً حوائج دنیویہ واخرویہ میں نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ وتوسل اور توجہ وتشفع پر متفق ومجتمع ہیں اور شد رحال کے استحباب اور زیارت نبوی ﷺ کے لیے جواز سفر پر سب متفق ومتحد ہیں خواہ اقطار واکناف عالم سے ہی کیوں نہ ہو حتیٰ کہ یہ امر ان کے نزدیک ضروریات

(۱) شواہد الحق: ۱۰۶۔۱۰۷

دین سے ہو چکا ہے نہ تو کوئی اس سے بے خبر ہے اور نہ اس کے خلاف ان کے نزدیک قابل توجہ و تصور ہے بلکہ اس کے خلاف کا تو ہم و تخیل ہی نہیں ہے)

امام تاج الدین فاکہانی (ت: ۷۳۴ھ) اس روایت ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِكَ'' کے تحت لکھتے ہیں

وَقَدْ اَخْبَرَنِیْ شَیْخٌ بِمِصْرٍ: اِنَّہٗ قَدْ کَانَ اَعْمٰی وَ دَعَا بِھٰذَا الدُّعَاءِ الْمَذْکُوْرِ فَاَبْصَرَ وَرَأَیْتُہٗ مُبْصِرًا (۱)

(مجھے ایک شیخ مصر نے بتایا کہ وہ نابینا تھے تو انہوں نے یہی دعائے مذکورہ پڑھی اور دعا کی تو وہ بینا ہو گئے اور میں نے انہیں خود بینا دیکھا)

یہ تمام واقعات اس پر کس قدر شاہد ہیں کہ تمام محدثین، مفسرین اور اُمت کے اہل علم رسول اللہ ﷺ سے بعد از وصال اور دور سے بھی استغاثہ کو جائز ماننے اور اسے اپنی خوش بختی تصور کرتے

ان کے علاوہ سینکڑوں کتب میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ پر پورے پورے ابواب موجود ہیں جن میں اُمت کے ائمہ، محدثین، مفسرین اور صوفیاء نے آپ ﷺ سے مشکلات میں مدد و استغاثہ کیا اور ان کی حاجات بر آئیں

اس کے بعد مخالفین کا یہ کہنا کہ یہ محض شوقیہ اور تکلیف میں ماں کو پکارنے کی طرح ہے بالکل لغو و باطل ہو جاتا ہے

یہاں صرف امام فاکہانی کی کتاب ''الفجر المنیر'' کے باب استغاثہ کی فہرست ملاحظہ کیجیے

الباب الحادی عشر

فی من استغاث بہ ﷺ واغیث فی القدیم والحدیث

استغاثة ابینا آدم بہ ﷺ

فصل: فی المستغیثین بہ ﷺ عند القحط وعدم الامطار وما جاء فی ذلك من صحیح الاخبار

---

(۱) الفجر المنیر فی الصلاۃ علی البشیر النذیر: ۵۳۲

فصل: فی من استغاث بہ ﷺ من الجوع

فصل: فی من استغاث بہ ﷺ من شدۃ العطش

فصل: فی استغاثة من لا ذ بقبرہ واشتکی الیہ ﷺ بفقرہ وضررہ

فصل: فی استغاثة الاسری ممن کان فی ایدی الظلمة والکفار بالنبی المختار ﷺ

فصل: فی استغاثة من شکا الیہ ﷺ ذھاب بصرہ او وجعہ

فصل: فی من اشتکی الیہ ﷺ وجع الضرس والحلق وضیق النفس

فصل: فی من استغاث بہ ﷺ من ذوی العاھات والارق والنسیان

فصل: فی استغاثة الجمل بِالنَّبِیِّ ﷺ واستکانتہ الیہ

فصل: فی استغاثة الظبیة وملاذھا بِالنَّبِیِّ ﷺ

فصل: فی ملاذ الحمرۃ لما فجعت بفرخیھا بِالنَّبِیِّ ﷺ

فصل:

المدد یارسول اللہ ﷺ پر چند واقعات

چند ایسے واقعات کا مطالعہ بھی کر لیجیے جن میں امت کے بزرگوں نے آپ ﷺ سے مدد مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی عملاً مدد فرمائی

۱۔ امام ابراہیم بن مرزوق بیانی فرماتے ہیں
جزیرہ شقر سے ایک آدمی گرفتار کیا گیا اور اس کے سینے پر لمبی اور وزنی لکڑیاں رکھی گئیں اور اس کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا

فَكَانَ يَسْتَغِيثُ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ ،فَقَالَ لَهُ كَبِيرُ الْعَدُوِّ قُلْ لَهُ يُنْقِذُكَ ۔ قَالَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ هَزَّهُ شَخْصٌ وَقَالَ لَهُ أَذِّنْ فَقَالَ لَهُ مَاتَرَى مَا أَنَا فِيهِ فَأَذَّنَ حَتَّى بَلَغَ إِلَى قَوْلِهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، فَزَالَ مَا كَانَ عَلَى صَدْرِهِ مِنَ الْحَدِيدِ وَالْعَصَى وَظَهَرَ بَيْنَ يَدَيْهِ بُسْتَانٌ فَمَشَى فِيهِ فَانْفَتَحَ لَهُ مَوْضِعٌ فَدَخَلَ مِنْهُ

(اس درد والم کی حالت میں وہ شخص بارگاہ رسالت پناہ ﷺ سے استغاثہ کرتے ہوئے یا رسول اللہ یارسول اللہ کہتا ہے۔ دشمنوں کے سردار نے اس سے کہا اپنے رسول ﷺ سے کہہ کہ وہ تجھے خلاصی عطا فرمائے جب رات کی تاریکی چھا گئی تو ایک شخص نے آکر اسے جھنجوڑا اور کہا۔ اٹھ اذان دے اس نے عرض کیا تم جانتے ہو میں کس حال میں ہوں جب حسب الامر اذان دینے لگا اور ''اشہد ان محمد ارسول اللہ'' تک پہنچا تو اس

کے سینے پر سے بھاری لکڑیاں اور زنجیر وغیرہ سب زائل ہو گئے اور اسے اپنے سامنے ایک باغ دکھائی دیا وہ اس میں چلنے لگا ایک جگہ ایک غار پر نظر پڑی اس میں داخل ہوا تو اپنے وطن جزیرہ شقر میں پہنچ گیا۔ اور اس شہر میں اس کا یہ واقعہ بہت مشہور ہوا)

۲۔ صالحین میں سے ایک شخص نے بیان کیا جو کہ بلادِ کفر میں اسیر تھا کہ جس شہر میں وہ قید تھا اس شہر کے امیر کا جہاز ساحل کے قریب لنگر انداز ہوا انہوں نے تمام قیدیوں کو بھی اکٹھا کیا اور اہل شہر کی ایک جماعت کو بھی جن کی مجموعی تعداد تین ہزار کے قریب ہوگی تا کہ وہ اس جہاز کو کھینچ کر کنارے کے ساتھ لگائیں مگر جہاز اتنا عظیم تھا کہ اتنی کثیر تعداد بھی اس کو نہ کھینچ سکی

فَجَاءَ أَحَدُهُمْ إِلَى الْمَلِكِ وَ قَالَ لَهُ :هٰذَا الْمَرْكَبُ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْمُسْلِمُونَ بِشَرْطِ أَنْ لَا يَمْنَعُوا أَنْ يَتَكَلَّمُوا بِمَا يُرِيدُونَ ۔ قَالَ فَجَمَعُونَا وَ قَالُوا لَنَا قُولُوا مَا تُرِيدُونَ وَ كُنَّا أَرْبَعَ مِائَةٍ وَخَمْسِينَ رَجُلاً فَقُلْنَا بِأَجْمَعِنَا ۔ يَا رَسُولَ اللهِ وَجَبَذْنَا الْمَرْكَبَ جَبْذَةً وَّاحِدَةً فَلَمْ يَتَوَقَّفْ إِلَى أَنْ أَخْرَجْنَاهُ إِلَى الْبَرِّ بِبَرَكَةِ اسْتِغَاثَتِنَا بِالنَّبِيِّ ﷺ (۱)

(چنانچہ ایک شخص بادشاہ کے پاس آیا اور اسے کہا کہ اس جہاز کو صرف مسلمان ہی نکال سکتے ہیں مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہنا چاہیں ان پر کوئی پابندی عائد نہ کی جائے چنانچہ بادشاہ نے اس شخص کے مشورے کے مطابق ہم اہل اسلام کو جمع کیا اور ہمیں کہا کہ تم جس قسم کا نعرہ لگانا چاہو اور جو کلمات زبان پر لانا چاہو تمہیں مکمل آزادی ہے۔ ہماری مجموعی تعداد ساڑھے چار سوتھی ہم نے مل کر پکارا یا رسول اللہ! اور اس کو بڑے زور سے کھینچا تو وہ بغیر کسی رکاوٹ کے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے ساتھ استغاثہ وتوسل کی بدولت کنارے آ لگا)

(۱) شواھد الحق۔ ۲۲۷

۳۔ امام حسین بن محمد شافعی (ت:۹۲۲) اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں

آپ ﷺ جسدِ اطہر اور روح انور کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کے وجود سے کوئی زمان ،مکان ،زمانہ اور وقت خالی نہیں۔ ولی کامل عارف باللہ شیخ عبد العزیز الدیرینی کے بارے میں منقول ہے۔

لَمَّا نُسِبَتْ اِلَيْهِ الْمَشِيْخَةُ بِدِيْرِيْنَ، وَنَازَعَهٗ فِيْهَا جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَشْرَافِ۔ اِتَّفَقَتْ آرَاءُ اَهْلِ الْبِلَادِ وَالتِّلَادِ عَلٰى مَوْعِدٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ، وَاِنَّ السَّادَةَ الْاَشْرَافَ يُنَادُوْنَ جَدَّهُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، وَاِنَّ سَيِّدِيْ عَبْدَ الْعَزِيْزِ يُنَادِيْهِ اَيْضًا، وَاِنَّ كُلَّ مَنْ اَجَابَهُ النَّبِيُّ ﷺ كَانَ الْحَقُّ لَهٗ، فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ وَالنَّاسِ۔ فَقَالَ سَيِّدِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ لِلْاَشْرَافِ: تَقَدَّمُوْا اَنْتُمْ وَنَادُوْا ،فَتَقَدَّمَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ، كُلٌّ مِّنْهُمْ يُنَادِيْ، يَا جَدِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَلَمْ يُجِبْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقَدَّمَ الْعَارِفُ سَيِّدِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ فَقَالَ:

''يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' فَسَمِعَ النَّاسُ قَاطِبَةً: ''لَبَّيْكَ يَا عَبْدَ الْعَزِيْزِ''

(کہ جب آپ دیرین میں سجادہ نشین ہوئے تو کچھ خاندانی لوگوں نے اعتراض اٹھایا۔ تمام اہل بلاد کا اس پہ اتفاق ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد شیخ عبد العزیز سمیت تمام سادات اپنے جد کریم ﷺ کو آواز دیں اور جس کا جواب رسول اللہ ﷺ عطا فرمائیں' سجادگی اسی کا حق ہوگا۔ تمام اہل علم وشرف اور عوام جمع ہو گئے شیخ نے دوسرے سادات کو کہا پہلے تم عرض کرو۔ ہر ایک نے یہ کلمات عرض کیے ''یَا جَدِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' مگر کسی کو جواب عطا نہ ہوا۔ اس کے بعد شیخ عبد العزیز نے عرض کیا

''یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' بس عرض کرنے کی دیر تھی تمام لوگوں نے یہ جواب سنا ''لَبَّیْکَ یَا عَبْدَ الْعَزِیْزِ''

بلکہ ایک جماعت نے ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ

اِنَّ الصَّفَّ الَّذِيْ يَلِيْ سَيِّدِيْ عَبْدَ الْعَزِيْزِ سَمِعَ وَالصُّفُوْفُ الَّذِيْ خَلْفَهٗ لَمْ يَسْمَعْ فَاَعَادَ النِّدَاءَ فَنَادَتِ الْاِجَابَةُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (۱)

(کہ پہلی دفعہ صرف اُسی صف کے لوگوں نے سنا جو شیخ عبد العزیز کے ساتھ تھے اور پیچھے لوگوں نے نہ سنا تو انہوں نے تین دفعہ عرض کیا تو تینوں دفعہ حضور ﷺ کی طرف سے جواب نصیب ہوا)

غور کر لیجیے یہ ہے اہل اسلام کا عقیدہ، آج ہم اسی ذات اقدس کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک وکافر قرار دینے سے بھی گریز نہیں کرتے

۴۔ امام صالح بن شوبلنسی نے بتایا کہ ہم کشتی میں سوار تھے کہ دشمن کے بیڑے نے ہمیں آلیا اور قریب تھا کہ ہماری کشتی کو تباہ کرنے کے لیے ٹکر لگاتے میں نے عرض کیا

يَا مُحَمَّدُ نَحْنُ فِيْ ضِيَافَتِكَ الْيَوْمَ فَسَمِعْنَا هِدَّةً فِي الْمِسْطَحِ، فَاِذَا صَارِي الْمِسْطَحِ قَدِ انْكَسَرَ وَ سَقَطَ قِلَاعُهٗ وَ شَغَلُوْا بِاَنْفُسِهِمْ فَدَخَلْنَا تُوْنِسَ سَالِمِيْنَ بِبَرَكَةِ النَّبِيِّ ﷺ (۲)

(اے محمد ﷺ آج ہم آپ کی ضیافت میں ہیں تو فوراً دشمن کی عظیم کشتی میں زور دار دھماکہ ہوا کشتی کے وسطی عمود ٹوٹ گئے اور ان پر لٹکائے ہوئے بادبان بھی گر گئے چنانچہ انہیں اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہوئی اور ہم نبی کریم ﷺ کی برکت سے صحیح وسالم کنارے جا لگے اور تونس پہنچ گئے)

۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان المزالی مراکشی (ت:۶۷۲) لکھتے ہیں کہ

(۱) وجود النبی فی کل مکان۔ ۵۳
(۲) شواھد الحق:۱:۲۳۱

میں نے شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد تجیبی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ

كَانَتِ الْحُمّٰى تَعْتَادُنِیْ، فَلَمَّا كَانَ یَوْمُ النَّوْبَةِ اَخَذَتْنِیْ، فَاَخَذْتُ كِتَابَ "الشِّفَا فِیْ شَرَفِ الْمُصْطَفٰی ﷺ" وَ جَعَلْتُهٗ عَلٰی صَدْرِیْ وَ عَلٰی كَتِفِیْ وَقُلْتُ: تَحَسَّبْتُ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (۱)

(مجھے باری کا بخار آیا کرتا تھا، جب اس کی باری کا دن آیا تو میں نے کتاب "اَلشِّفَاءُ فِیْ شَرَفِ الْمُصْطَفٰی" لے کر اپنے سینے اور کندھے پر رکھ لی اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا آپ پر بھروسہ ہے۔ اسی وقت تکلیف جاتی رہی جب کہ میں لیٹا ہوا تھا)

۶۔ مجھے ایک نیک آدمی نے بیان کیا کہ

اَهَلَّ عَلَیْنَا شَهْرُ رَمَضَانَ فَاَخَذَتْنِی الْحُمّٰى فَخِفْتُ مِنَ الْفِطْرِ فِیْهِ، فَاسْتَغَثْتُ بِالنَّبِیِّ ﷺ وَشَكَوْتُ اِلَیْهِ الْحُمّٰى: فَاَقْلَعَهَا اللّٰهُ عَنِّیْ وَصُمْتُ شَهْرَ رَمَضَانَ بِبَرَكَةِ النَّبِیِّ ﷺ (۲)

(ایک دفعہ رمضان المبارک کا چاند دکھائی دیا اور اس کے ساتھ ہی مجھے بخار ہو گیا، مجھے خوف ہوا کہ میں روزہ نہیں رکھ سکوں گا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے مدد مانگی اور آپ کی بارگاہ میں بخار کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخار سے نجات عطا فرما دی اور میں نے نبی اکرم ﷺ کی برکت سے ماہ رمضان کے روزے رکھے)

مزید تفصیل کے لیے ان مستقل کتب کا مطالعہ کافی ہے جن کا تعارف آ چکا ہے۔

---

(۱) مصباح الظلام: ۱۷۱

(۲) مصباح الظلام: ۱۷۲

فصل:

صحابہ رضی اللہ عنہم اور نعرہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

شہر مدینہ یا محمد یارسول اللہ کے نعروں سے گونج اٹھا

اہل مدینہ کو جب اطلاع ملی سرور عالم ﷺ مکۃ المکرمہ سے شہر مدینہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ روزانہ نمازِ فجر کے بعد استقبال کے لیے اجتماعی طور پر اُس راستے میں جا بیٹھتے جو مکۃ المکرمہ سے آتا تھا جب خوب دھوپ نکل آتی تو پھر واپس ہو جاتے جس دن آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسے ہی آپ ﷺ کی سواری قبا سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئی تمام اہل مدینہ نے یہ اشعار پڑھ کر استقبال کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّةِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ (۱)

(ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا جب تک کوئی اللہ کی طرف سے بلانے والا موجود ہے ہم پر اللہ کا شکر لازم ہے)

مختلف ٹولیوں نے آپ کو سلامی پیش کی۔ شہر مدینہ کی کیفیت صحیح مسلم میں یوں بیان ہوئی کہ تمام شہر نعرہ 'یَا مُحَمَّدُ' اور نعرہ 'یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' سے گونج اٹھا الفاظ روایت پڑھیے۔

صَعِدَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ فَوْقَ الْبُیُوْتِ وَ تَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَ الْخَدَمُ فِی الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (۲)

---

(۱) فتوح الشام: ۱۔۱۴۷

(۲) صحیح مسلم: ۲۔۴۱۹

(مرد وخواتین گھروں کی چھتوں پر تھے۔ بچے اور نوجوان تمام راستوں میں پھیل گئے اور تمام کے تمام کہہ رہے تھے 'یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللهِ ۔ ۔ یَا مُحَمَّدُ یَارَسُوْلَ اللهِ)

اس جلوس میں خود رسول اللہ ﷺ شریک ہوئے اور آپ نے اس سے منع ہرگز نہیں کیا بلکہ اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ افسوس آج جہالت ہمیں لے ڈوبی۔ ہم کیسے فتویٰ جاری کررہے ہیں اگر ہمیں ان چیزوں کا علم ہوتا تو ہم کبھی ایسی جرأت نہ کرتے۔

صحابہ اور یا محمداہ

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یا محمد اور یارسول اللہ کہنا بھی ثابت ہے۔

۱۔ امام احمد خفاجی (ت۔۱۰۶۹) صحابہ کا معمول نقل کرتے ہیں

وَالْمَنْقُوْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْوَهُ (۱)

(منقول ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ سے ملاقات کے وقت یوں سلام عرض کرتے الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ، يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور ﷺ کے ارشاد گرامی

مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(جب کوئی مسلمان مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں)

کی تشریح میں لکھتے ہیں

اِنَّ الْمُرَادَ بِالسَّلَامِ قَوْلُهُمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

(۱) نسیم الریاض:۵۔۱۸

عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ (۱)

یہاں سلام سے مراد اَلصَّلٰوۃُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ جیسے کلمات ہیں۔

۲۔ امام ابن السنی اور امام بشکوال نے نقل کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا تو ان سے کہا گیا

اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ

(انہیں یاد کرو جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہیں)

تو

فَصَاحَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَانْتَشَرَتْ (۲)

(انہوں نے بلند آواز سے کہا 'یا محمداہ' تو پاؤں فوراً بیدار ہوگیا)

امام بخاری کے الفاظ ہیں

خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدَاهُ (۳)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں مبارک سن ہوگیا تو ایک آدمی نے کہا اپنے محبوب کو یاد کریں تو انہوں نے پکارا یا محمداہ)

۳۔ شارح مسلم امام نووی نے کتاب الاذکار میں نقل کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا تو ان کی توجہ دلائی گئی کہ تم اسے یاد کرو جس سے تمہیں سب سے زیادہ محبت ہے۔ انہوں نے پکارا 'یا محمداہ' ان کا پاؤں درست ہوگیا ایسے معلوم ہوا

فَكَاَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عُقَالٍ (الاذکار باب مایقول اذا خدرت رجلہ)

(کہ اس سے پہلے قید میں تھا اور وہ کھل گیا)

۴۔ امام ابن اثیر تاریخ میں نقل کرتے ہیں ۱۸ ہجری میں جب قحط ہوا تو بنومزینہ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی ہمارے لیے بکری

(۱) نسیم الریاض:۵۔۷۸

(۲) عمل الیوم واللیلہ :۱۶۸

(۳) الادب المفرد: ۹۶۴

ذبح کریں فرمایا بکریوں میں کچھ باقی نہیں رہا انہوں نے اصرار کیا آخر بکری ذبح کی جب کھال اتاری تو صرف سرخ ہڈیاں نکلیں یہ دیکھ کر پکار اٹھے 'یا محمداہ' پھر حضور ﷺ خواب میں تشریف لائے اور دوری قحط کی بشارت عطا فرمائی۔ (۱)

صحابہ کا نعرہ ''یا محمد یا محمد''

امام واقدی (ت:۲۰۷) نقل کرتے ہیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عیسائیوں کے خلاف صحابہ اور تابعین پر مشتمل لشکر اسلامی جہاد کر رہا تھا۔ مشہور صحابی سیدنا عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اس لشکر کے سپہ سالار تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے اس موقعہ پر تمام مسلمان مجاہد یہ نعرہ بلند کرتے۔

اَلنَّصْرُ اَلنَّصْرُ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ

(مدد ہو مدد ہو اے محمد ﷺ اے محمد ﷺ)

اس کے راوی صحابی حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے

نَصَرَنَا اللّٰہُ عَلَیْھِمْ بِبَرَکَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (۲)

(رسول اللہ ﷺ کی برکت و وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف ہماری مدد فرمائی)

مسلمانوں کا شعار ''یا محمد''

دوسرے مقام پر امام واقدی (ت:۲۰۷) ہی نقل کرتے ہیں رومی عیسائیوں کے خلاف مسلمان جہاد میں شریک تھے ان میں یہ صحابہ بھی تھے حضرت عیاض بن غنم، حضرت فضل بن عباس، حضرت زیاد بن ابی سفیان، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابان بن عثمان بن عفان، حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اس سخت جہاد میں۔

كَانَ شِعَارُ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ

(۱) الکامل فی التاریخ: ۲-۵۵۶
(۲) فتوح الشام: ۲-۵

یَا مُحَمَّدُ یَا نَصْرَ اللّٰہِ اَنْزِلْ (۱)

(اس رات مسلمانوں کا شعار اور نعرہ یہ تھا کہ وہ بار بار پکارتے یا محمد یا محمد اے مدد الٰہی آ ہماری مدد کر)

انہوں نے ہی ایک اور مقام پر بیان کیا کہ اس لشکر کے سپاہی بیان کرتے ہیں ہمارے حملہ کی صورت یہ تھی۔

كَانَ خَالِدٌ اَمَامَنَا فِيْ حَمْلَتِهٖ وَنَحْنُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَكَانَ شِعَارُنَا يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ يَا مَنْصُوْرُ اُمَّتُكَ اُمَّتُكَ (۲)

(حضرت خالد رضی اللہ عنہ حملہ میں ہمارے آگے اور ہم ان کے پیچھے تھے۔ اور ہمارا شعار و نعرہ تھا یا محمد یا محمد یا منصور آپ کی امت آپ کی امت)

یعنی اپنی امت پہ نظر کرم و شفقت ہو۔

یا منصور کا نعرہ

حضور ﷺ کا اسم مبارک منصور (مدد کئے گئے' فاتح اور کامیاب) ہے کبھی کبھی صحابہ و تابعین آپ ﷺ کے اس مبارک نام کا نعرہ لگاتے۔ فتوح الشام میں ہی ہے۔

وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَا نَصْرَ اللّٰهِ اَنْزِلْ يَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ اَمِتْ (۳)

(مجاہدین صحابہ کا نعرہ تھا اے اللہ کی مدد آ جا اے فتح مند نبی دشمنان اسلام کو ہلاک کرو)

۸۔ سند المحدثین امام جمال الدین عبد الرحمن بن جوزی (ت۔۵۹۷) بیان کرتے ہیں ہمیں طرطوس میں ہمارے شیخ علی بن یزید نے بتایا کہ شہر طرطوس میں اولاً مسکن والے ہمارے والد گرامی نے بتایا تین بھائی اللہ کی بارگاہ میں جہاد کرنے نکلے رومیوں نے انہیں گرفتار کر لیا' سلطان روم نے کہا

(۱) فتوح الشام: ۲-۱۹۱
(۲) فتوح الشام: ۱-۱۴۷
(۳) فتوح الشام: ۱-۱۷۴

لَا فَتْحَ اَعْظَمُ مِنْ هٰؤُلَاءِ

(ان سے بڑھ کر کوئی فتح عظیم نہیں)

انہیں وہ شہر قسطنطنیہ لے گئے اور انہیں کہا تم اگر نصرانی ہو جاؤ تو

اَنْ اَجْعَلَ لَكُمُ الْمُلْكَ وَاُزَوِّجُكُمْ بَنَاتِيْ

(میں تمہیں حکومت دوں گا اور اپنی بیٹیوں کا نکاح تم سے کر دوں گا)

لیکن اہل ایمان نے

فَاَبَوْا عَلَيْهِ وَنَادَوْا ''يَا مُحَمَّدَاهُ''

(صاف انکار کرتے ہوئے حضور ﷺ کا نام لے کر پکارا۔)

بادشاہ نے پوچھا یہ کیا کہتے ہیں تو بتایا گیا

يَدْعُوْنَ نَبِيَّهُمْ

(یہ اپنے نبی کو پکار رہے ہیں)

بادشاہ نے کہا چونکہ تم نے میری بات نہیں مانی لہذا میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ اس نے دیگوں میں تیل گرم کرنے کے لیے تین دن آگ جلائی ہر روز بلا کر کہا جاتا پیش کش موجود ہے نصرانی ہو جاؤ

یا جلنے کے لیے تیار ہو جاؤ انہوں نے جواباً یہ ہی کہا کہ ہم جل جائیں گے مگر اسلام نہیں چھوڑ سکتے۔

تیسرے دن اس نے ایک کو تیل میں پھینکا تو تیل میں جاتے ہی اس کی ہڈیاں سامنے آئیں دوسرے سے کہا اگر نہ مانو گے تو تمہارا حشر بھی یہی ہو گا اس نے کہا میں بھی اس حشر کے لیے تیار ہوں دوسرے کو ڈال دیا گیا تیسرے نے کہا میں بھی جلنے کے لیے حاضر ہوں۔ بادشاہ دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کہ ان سے زیادہ بہادر میں نے کبھی نہیں دیکھا'

ایک وزیر نے کہا آپ اسے میرے حوالے کر دیں میں اسے نصرانی بنا دوں گا

اس نے ان کے لیے ایک خوبصورت عورت کا انتظام کیا تا کہ وہ اسے دین سے برگشتہ کر دے چالیس دن کی مدت مقرر ہوئی لیکن وہ حضور ﷺ کا دیوانہ تھا۔

فَاَقَامَ مَعَهَا نَهَارَهٗ صَائِمًا وَلَيْلَهٗ قَائِمًا

(اس نے دن کو روزہ رکھ لیا اور رات کو قیام)

بادشاہ نے رپورٹ مانگی تو لڑکی نے کہا چونکہ ان کے بھائی یہاں شہید ہوئے اس لیے یہ متوجہ نہیں ہوتا اگر کسی دوسرے شہر منتقل کر دیا جائے تو معاملہ درست ہو جائے گا دوسرے شہر منتقل کر دیا گیا مگر وہ متوجہ نہ ہوئے۔ اس لڑکی کے دل میں اثر ہوا وہ مسلمان ہو گئی وہاں سے دونوں سوار ہو کر نکل پڑے راستے میں کچھ سوار نظر آئے۔ لڑکی نے کہا اپنے رب سے دعا کرو اللہ تعالیٰ ان دشمنوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔ جب وہ سوار قریب آئے۔

فَاِذَا هُوَ بِاَخَوَيْهِ وَمَعَهُمَا مَلَائِكَةٌ تُرْسَلُ اِلَيْهِ

(تو وہ ان کے دونوں بھائی اور ان کے ساتھ فرشتے تھے)

انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم کیسے آ گئے حالانکہ تم تو شہید کر دیئے گئے تھے؟

تو بتایا۔

مَا كَانَتْ اِلَّا الْغَطْسَةَ الَّتِيْ رَأَيْتَ حَتّٰى خَرَجْنَا فِي الْفِرْدَوْسِ وَاِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنَا اِلَيْكَ لِنَشْهَدَ تَزْوِيْجَكَ بِهٰذِهِ الْفَتَاةِ فَزَوَّجُوْهُ اِيَّاهَا

(وہ تو ایک غوطہ تھا جو تم نے بھی دیکھا ہم تو جنت الفردوس میں پہنچ گئے اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا تا کہ ہم اس خاتون کے ساتھ تمہارے نکاح میں شریک ہوں اس کے بعد ان دونوں کا نکاح کروایا)

یہ دونوں علاقہ شام پہنچے۔

امام فرماتے ہیں۔

وَكَانُوْا مَشْهُوْرِيْنَ بِذٰلِكَ مَعْرُوْفِيْنَ بِالشَّامِ بِالزَّمَنِ الْاَوَّلِ

(دور اول سے شام میں ان دونوں کا یہ واقعہ نہایت ہی مشہور و معروف ہے)

ان کے بارے میں لوگوں نے اشعار کہے مجھے ایک یاد رہا۔

سَيُعْطِي الصَّادِقِيْنَ بِفَضْلِ صِدْقٍ
نَجَاةً فِي الْحَيَاةِ وَ فِي الْمَمَاةِ (۱)

(اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو ان کے سچ کی برکت سے حیات وممات میں نجات عطا فرماتا ہے)

امام جلال الدین سیوطی نے بھی اسے نقل کیا (۲)

اس پر امام احمد رضا قادری کا یہ تبصرہ نہایت ہی خوبصورت ہے

مصیبت میں یارسول اللہ ﷺ کہنا اگر شرک ہے تو شرک کی مغفرت وشہاد کیسی؟ اور جنت الفردوس میں جگہ پانی کیا معنیٰ؟ اور ان کی شادی میں فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول؟ اور ان آئمہ دین نے یہ روایت کیونکر مقبول اور ان کی شہادت وولایت کس وجہ سے مسلم رکھی اور وہ مردان خدا خود بھی سلف صالحین میں تھے۔ (۳)

امام العصر مولانا محمد اشرف سیالوی نے یہ اور دیگر روایات صحابہ نقل کر کے لکھا۔

الحاصل ثابت ہو گیا کہ مجاہدینِ اسلام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے تابعین بالاحسان کا یہی معمول اور طریقہ تھا اور اس پر ثابت قدم لوگ مشرک وکافر نہیں تھے بلکہ کفر وشرک سے نکالنے والے مجاہدین وغازی اور شہداء کرام تھے اور وہ عند اللہ مقبول ومحبوب اور بعد از وفات وشہادت مدبر ومتصرف بھی تھے لہٰذا یہ ندا برحق اور سراسر صواب ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ (۴)

ائمہ مجتہدین کا ''تاج محمد یا منصور''

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے اور مجتہدین کے امام حضرت عبدالرحمن ھذلی کوفی کی زیارت کے حالات میں موجود ہے کہ وہ سر پر بلند ٹوپی رکھتے جس پر تحریر ہوتا محمد یا منصور۔ امام محمد محدث ہیثم بن جمیل انطاکی (جو نہایت ہی ثقہ عالم ہیں) کا بیان ہے میں نے حضرت عبدالرحمن ھذلی کوفی کی زیارت کی وَعَلٰی رَأْسِہٖ قَلَنْسُوَۃٌ

(۱) عیون الحکایات: ۱۹۷۔۱۹۸ (۲) شرح الصدور: ۹۰
(۳) انوار الانتباہ: ۸۸ (۴) گلشن توحید ورسالت۔ ۲۔ ۲۷۶

اَطْوَلُ مِنْ ذِرَاعٍ مَكْتُوْبٌ فِيْهَا مُحَمَّدُ يَا مَنْصُوْرُ (۱)

(ان کے سر پر ہاتھ سے زیادہ لمبی ٹوپی تھی اور اس پر تحریر تھا یا محمد یا منصور)

''یا محمداہ'' میں الف استغاثہ

بار بار ان روایات میں یَا مُحَمَّدَاہ کا وظیفہ آ رہا ہے اس میں الف برائے استغاثہ ہے جو منادیٰ پر داخل ہے اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ندا کرنے والا شخص فریاد کرتے ہوئے مدد کا طلب گار رہتا ہے گویا وہ کہہ رہا ہوتا ہے میں مشکل میں ہوں میری مدد کے لیے تشریف لایئے یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اسے استغاثہ قرار دیا۔

حضرت ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۴) نے شرح شفاء میں اس پر جو کچھ لکھا وہ نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

فَصَاحَ فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ (يَا مُحَمَّدَاهُ) بِسُكُوْنِ الْهَاءِ لِلنُّدْبَةِ وَ كَأَنَّهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَصَدَ بِهٖ إِظْهَارَ الْمَحَبَّةِ فِيْ ضِمْنِ الْإِسْتِغَاثَةِ (۲)

(تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے یا محمداہ کہا یہاں ''ھا'' ندبہ کے لیے ہے گویا انہوں نے استغاثہ کے ضمن میں اظہار محبت کیا۔)

یہی تشریح کرتے ہوئے شیخ رضی نے خوب لکھا۔ فرماتے ہیں:

فَإِذَا قُلْتَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَكَأَنَّكَ تُنَادِيْهِ وَ تَقُوْلُ لَهٗ تَعَالِ فَأَنَا مُشْتَاقٌ إِلَيْكَ (۳)

(جب تم نے یا محمداہ کہا تو گویا پکار کر کے عرض کر رہے ہو کہ آپ تشریف لائیں میں آپ کا مشتاق ہوں)

مفتی مدرار اللہ مدرار نقشبندی دیوبندی کا موقف

انہی روایات کے تحت مفتی مدرار اللہ مدرار دیوبندی مردان صوبہ سرحد کا یہ اقتباس قابل توجہ ہے۔

(۱) میزان الاعتدال: ۷۔ ۴۹۰ (۲) شرح الشفاء: ۶۔ ۴۱
(۳) شرح کافیہ: ۱۔ ۱۳۱

امام نوویؒ نے بھی اپنی کتاب شرح مسلم میں یہی واقعہ لکھا ہے جس میں انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جگہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام لکھا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدَاهُ يَصِحُّ الرِّجْلُ فِي الْوَقْتِ

(ابن عباس کا پاؤں سو گیا اس نے کہا یا محمداہ تو اسی وقت اس کا پاؤں صحیح ہو گیا)

ادب المفرد اور شرح مسلم دونوں کی روایتوں میں جب ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہمانے تکلیف کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو ''یَا مُحَمَّدُ'' سے پکارا تو ان کی تکلیف دور ہو گئی یہ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں اور دونوں نے حضور ﷺ کو ''یا محمد'' سے پکارا یہ نداء اس عشق و محبت اور تعلقِ خاطر کی وجہ سے تھی۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور اکرم سے ﷺ سے اپنے دل میں رکھتے تھے۔

صحابہ کرام اور عامۃ المسلمین کے خطاب اور نداء سے یہی مطلب لینا چاہیے اور اس کو غلط معانی کا جامہ پہنانا قطعی نامناسب اور غلط ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضور ﷺ سے یہ کہا۔ کہ جو موت مقرر تھی۔ اس سے آپ کو گزرنا پڑا اور اس کے بعد عالم برزخ میں آپ پر دوسری موت طاری نہیں ہو گی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں روضہ منور کے سامنے زائرین جو درود و سلام پڑھتے ہیں۔ وہ حضور ﷺ سنتے ہیں اور زمین میں ایسے فرشتے مقرر ہیں جو درود پڑھنے والوں کا درود پہنچا دیتے ہیں۔

تمام اہل سنت و جماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ قبر شریف میں حضور ﷺ کو جو حیات حاصل ہے وہ شہیدوں کی حیات سے بدرجہ قوی تر ہے اور وہ حیات دنیوی سے بھی اعلیٰ و برتر ہے۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری فضائلِ درود میں فرماتے ہیں۔ کہ میرے خیال میں اگر ہر جگہ درود و سلام کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی تنہا سلام کہنے

کی بجائے ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ'' یعنی ''سلام'' کے ساتھ ''صلوٰۃ'' کا لفظ بڑھایا جائے (۱)

حضرت سہارنپوری مولانا الیاس کے جلیل القدر جانشین ہیں اور ان کا تبحرِ علمی اور تقویٰ مسلم ہے وہ بھی ''صلوٰۃ وسلام'' کے ساتھ یا رسول اللہ ﷺ کہنے کے قائل ہیں۔

ہر نمازی قعدہ میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' کہتا ہے اور ''اَيُّهَا النَّبِيُّ'' منادیٰ دعا ہے اور اس کے اول میں حرف نداء یعنی ''یا'' مقدر ہے۔ تو عبارت یوں ہوئی ''یا ایھا النبی'' اور اس میں نداء اور خطاب دونوں موجود ہیں۔ تو معاذ اللہ اگر یہ الفاظ شرک کے ہوتے۔ تو نماز میں ان کے کہنے کی کیوں اجازت دی گئی۔ یہ الفاظ شبِ معراج سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ہم ان کو نماز میں بطور انشاء کہتے ہیں نہ بطور اخبار و حکایت کے۔ کیونکہ تشہد کے الفاظ کے معانی کا قصد اور ارادہ ضروری ہے۔ اور نمازی نبی علیہ السلام پر سلام پڑھتا ہے اور اپنے نفس پر بھی اور نیک بندوں پر بھی اور اگر شہادتیں کے معانی کو مقصود اور مراد نہ گردانا جائے اور بطور حکایت کے الفاظ شہادت کہے جائیں تو یہ بجائے خود مستوجبِ کفر ہیں۔ (۲)

(۱) فضائل درود ص ۱۳۲
(۲) تقریظ بر یا حرف محبت: ۱۳

فصل:

روایات پر اعتراضات کا ردّ

شیخ سرفراز گکھڑوی نے روایات ''یا محمّد'' پر یہ اعتراضات وارد کیئے ہیں۔گلدستۂ توحید میں لکھتے ہیں

یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں اور پھر ہے بھی ضعیف۔اس کی کوئی سند جرح سے خالی نہیں۔چنانچہ اس کی ایک سند میں ابوشعبہ نامی راوی ہیں امام دارقطنی فرماتے ہیں، متروک ہے۔

دوسری سند میں محمد بن مصعب ہے امام نسائی کہتے تھے ضعیف ہے امام ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث ضعیف ہے۔علامہ خطیب کہتے ہیں کثرت سے غلطیاں کرتا تھا۔عبداللہ بن سیار فرماتے ہیں ضعیف تھا۔ابواحمد الحاکم فرماتے ہیں کہ محدثین کے ہاں ضعیف تھا۔امام ابن حبان فرماتے ہیں اس سے احتجاج صحیح نہیں۔

تیسری سند میں زہیر بن معاویہ عن ابی اسحق ہے زہیر اگرچہ ثقہ تھے لیکن محدثین نے تصریح کی ہے کہ ان کی وہ حدیث جو ابواسحق کے طریق سے ہوگی ضعیف ہے۔اگرچہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی یہ خبر واحد ہے حالانکہ سند میں بعض راویوں کا حال بھی آپ نے دیکھ لیا لہٰذا باب عقائد میں ان کی روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے؟

اعتراضات کا علمی رد

ان اعتراضات کا علمی رد علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ کی زبان سے سنیئے۔

علامہ سرفراز صاحب نے اس دلیل سے گلوخلاصی کے لیے جواب اوّل میں تین

سہارے لیے اول یہ موقوف ہے۔دوم ضعیف ہے، سوم خبرِ واحد ہے اور بابِ عقائد میں اس کا اعتبار نہیں۔

امرِ سوم یعنی آخری سہارے اور تیسری بنیاد کی لغویت قبل ازیں اکابرین کی تصریحات سے واضح ہو چکی کہ عقائد دونوں طرح کے ہوتے ہیں قطعی ویقینی بھی اور ظنی وجزمی بھی اور صرف قسمِ اوّل کے لیے قطعی ادلہ درکار ہوتے ہیں جبکہ قسم الثانی عام مخصوص البعض، نص مؤول اور اخبار آحاد سے بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔لہٰذا یہ سراسر لغو عذر اور بے بنیاد بہانہ ہے اور دنیائے علم وتحقیق میں پرکاہ کے برابر بھی اس کی اہمیت نہیں ہے۔

امرِ دوم کے متعلق معروض خدمت ہے کہ اس میں بھی علامہ صاحب نے مغالطہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا کیونکہ ضعفِ سند سے علی الاطلاق متنِ حدیث کا ضعف لازم نہیں آتا بلکہ اس کا درجہ حسن یا درجہ صحیح میں ہونا بھی درست ہو سکتا ہے کیونکہ تمام سندوں کے احاطہ کا دعویٰ تو متعذر ہے تو عین ممکن کہ ان سندوں کے علاوہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہو یا کتاب اللہ سے یا سنت صحیحہ سے اجماع سے اس کے مضمون ومفہوم کی تائید وتصدیق ہو جائے تو بھی صحیح لغیرہ بن جائے گی نیز ضعیف حدیث جب متعدد طریق اور اسنادات کے ساتھ ثابت ہو تب بھی حسن لغیرہ بن جاتی ہے لہٰذا علامہ صاحب نے جواب کی دوسری شق میں کسی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کیا

اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو

ا۔ یہ روایت امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں ذکر فرمائی ہے اور اس کی سند یہ ہے:

حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَدِرَ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ عَلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ (1)

لیکن اس سند میں علامہ صاحب کے مجروح راوی موجود نہیں ہیں، لہٰذا ان سندوں کے ضعیف ہونے کے باوجود حدیث کے متن میں ضعف لازم نہیں آسکتا

(1) الادب المفرد مطبوعہ مصر۔۱۴۲

کیونکہ قابلِ وثوق اور معتمد علیہ راویوں سے بھی یہ مضمون اور متنِ حدیث مروی ومنقول ہے اور خود علامہ صاحب نے بھی ''الادب المفرد'' کا حوالہ دیا ہے مگر سند پر جرح وقدح سے گریز کیا اور حدیث پر دیگر سندوں میں ضعف بیان کر کے ضعف کا حکم بھی لگا دیا، جو بددیانتی کی بدترین مثال ہے۔

۲۔ تعدد طرق سے ضعیف روایت بھی درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے اور تین سندیں تو علامہ صاحب نے خود تسلیم کیں اور چوتھی سند الادب المفرد کی ہے جو ان اعتراضات سے بھی منزہ ومبرا ہے لہذا اب بھی ضعف کا حکم بے جواز اور سراسر تحکم اور سینہ زوری ٹھہرا۔

۳۔ (الف) قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (۱)

(رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو)

فرما کر واضح کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو پکارنا ممنوع نہیں ہے لہذا قریب وبعید کے لیے یا رسول اللہ یا نبی اللہ کے القاب سے پکارنا جائز ہے بلکہ حالت حیات اور بعد از وصال بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے

(ب) تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے صیغوں سے سلام پیش کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ اور اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع واتفاق بلکہ تمام اعصار وازمان میں جملہ ممالک اسلامیہ میں اس پر عمل دائمی اس اندازِ تسلیم اور اسلوب ذکر کے جواز واباحت کی بین برہان ہے لہذا جب کتاب سنت اور اجماع سے اس کی تائید وتصدیق ہوگئی ہے تو متن کی صحت وقوت کے متعلق چوں چراں کی قطعاً گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور مدار استدلال متن حدیث ہوتا ہے سند تو صرف طریقۂ ثبوت ہے۔

۴۔ امام بخاریؒ اور امام ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق السنی اور امام نووی ودیگر علماء

(۱) سورہ نور: ۶۳

اعلام نے ان روایات کو نقل کیا اور پاؤں وغیرہ سن ہو جانے کی صورت میں کیا کہنا چاہیے اور کیا چارہ اور حیلہ اور کون سی تدبیر اور طریق کارگر اور مؤثر ہو سکتا ہے اس کو بیان کیا تو صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ ذکر اور تدبیر اس عارضہ میں خلاصی سے مؤثر ہے۔ اگر مضمونِ حدیث ان کے نزدیک صحت وقوت کے درجہ میں نہ ہوتا تو اس سے استدلال کیوں کرتے بلکہ ان پر اس سے اجتناب لازم ہوتا تا کہ غلط عقیدہ اور فاسد نظریہ میں لوگوں کو مبتلا کرنے کا بارگراں ان کے سر نہ آسکتا لیکن جب اس مضمون ومفہوم پر مشتمل روایت کو ذکر بھی کیا اور اس سے استدلال بھی کیا اور اس مفسدہ کو بالکل خاطر میں نہ لائے جس نے علماء دیوبند کو مضطرب اور بے چین کر رکھا ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ حضرات اس مضمون کی صحت وقوت پر مطمئن تھے اور قبل ازیں امام نووی کا قول گزر چکا جس سے ان کے ہاں اس روایت کی تصریح وتقویت واضح ہو جاتی ہے اور امام جزری نے حصن حصین کے مقدمہ میں بھی اس امر کی تصریح کر دی

وَاَخْرَجْتُهُ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ

(کہ میں نے اس کتاب کو صحیح احادیث سے ترتیب دیا ہے)

لہذا اپنے آپ کو ان اکابر سے زیادہ محقق بنانے اور ثابت کرنے کی کوشش لا حاصل ہے اور نا قابل التفات اور نہ ہمارے لیے کسی کا یہ دعویٰ قابل التفات ہے کہ میں اگلے محققین سے تحقیق میں سبقت لے گیا ہوں

نوٹ: امام نووی روز وشب کے اعمال اور اقوال اور وظائف پر مشتمل کتب پر امام نسائی کی کتاب کو فوقیت دیتے ہیں اور اس پر بھی ابن السنی کی کتاب ''عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ'' کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ اَحْسَنُ مِنْهُ وَ اَنْفَسُ وَ اَكْثَرُ فَوَائِدَ كِتَابُ عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ لِصَاحِبِهِ الْاِمَامِ اَبِيْ بَكْرٍ اَحْمَدَ بْنِ اِسْحٰقَ السُّنِّيْ (اِلٰى) لِكَوْنِهٖ اَجْمَعَ الْكُتُبِ فِيْ هٰذَا السُّنَنِ (۱)

(۱) کتاب الاذکار للنووی۔ ۱۴

(اور امام نسائی کی کتاب "عَمَلُ الْیَوْمِ وَ اللَّیْلَۃِ" سے بھی زیادہ حسین، نفیس اور فوائد کے اعتبار سے جو کہ ان کے ساتھی اور مصاحب امام ابوبکر احمد بن محمد اسحٰق السنی کی ہے کیونکہ وہ اس فن میں تمام تر کتب سے زیادہ جامع ہے)

اور خود امام نوویؒ اور امام شمس الدین جزریؒ جیسے اکابر اور قاضی عیاض جیسے محقق و معتبر علماء کا اس سے استفادہ اور استفاضہ اور اس پر اعتماد اور بھروسہ اس کی عمدگی اور قابل وثوق اور پُر اعتماد ہونے کی بین دلیل ہے۔

اور اگر اہلِ علم کا کسی ضعیف حدیث پر عمل اس کی تقویت کی دلیل بن جاتا ہے (جیسے کہ امام ترمذیؒ کا بیان تقویت میں یہی معمول ہے) تو ایسے اکابر کو نہ صرف عمل کرنا بلکہ اہل اسلام سے عمل کروانا اور اس ذمہ داری کو اپنے سر لینا کیونکر تقویت کی دلیل نہیں ہوگا۔

امرِ اوّل

علامہ صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع نہیں ہے موقوف (صحابی کا قول) ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں ہے لیکن علامہ صاحب نے یہاں بھی کسی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ شرکیہ اور کفریہ الفاظ استعمال کریں اور نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ اور استمداد اور امداد واعانت اور فریاد رسی کی التجا ودرخواست کریں جو کہ شرک اور کفر ہو؟

لہٰذا جب صحابہ کرام کا یہ معمول ثابت ہو جائے تو یہ اتنا ضروری ہو جائے گا کہ اس کو کفر وشرک قرار دینا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ روافض کا طریقہ تو ہو سکتا ہے سُنی بلکہ اصلی سنی کہلانے والوں کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا اور صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام اور اکابرین سے بھی اس طرح کی نداء پکار ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ عملِ صحابہ بیان کرنے کے لیے مرفوع حدیث پیش نہیں کی جاسکتی بلکہ ان پر موقوف حدیث ہی ذکر کی جائے گی اور اگر صحابہ کرام کے عمل پر کوئی شخص مرفوع حدیث کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کے لیے کسی ہسپتال کی خدمات حاصل کرنا ضروری ہیں اور عمل صحابہ کو قابل تقلید نہیں سمجھتا تو اس کا علاج بھی ضروری ہے سرور عالم ﷺ سے مروی ہے

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (۱)

(میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے)

نیز ان اکابر کے نزدیک اگر موقوف حدیث حجت نہ ہوتی تو مقام استدلال میں اس کو کیوں ذکر کرتے اور جب ایسے اکابر ملت اس کو حجت اور دلیل تسلیم کر لیں تو آج کل کے مولویوں کو انکار کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر ایسے مولوی حضرات کا کہنا مان لیا جائے تو نیا دین تیار کرنا پڑے گا اور دین سابق کو خیر باد کہنی پڑے گی اور ایسے لوگ تو اجماع صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کی طرح انکارِ حجت کر دیں گے اور اس کو بھی سند اور حجت ماننے سے انکار کر دیں گے کیونکہ وہ بھی بہر حال صحابہ پر ہی موقوف ہوگا مرفوع حدیث تو نہیں بن سکے گی حالانکہ اس کی حجیت کتاب وسنت سے ثابت ہے جیسے کہ فرداً ہر صحابی کی اقتداء واتباع کا جواز بھی احادیث سے ثابت ہے۔ (۲)

---

(۱) مشکوۃ۔ باب الفضائل

(۲) گلشن توحید: ۲۔ ۴۵۷ تا ۴۶۵

فصل:

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یارسول اللہ ﷺ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت تمام اُمت کا عمل

۱۔ امام دیلمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کلمات اذان کا جواب دیتے ہوئے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے موقعہ پر

قَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمِلَتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ

(اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگالئے)

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ (۱)

(جس نے میرے دوست جیسا عمل کیا اُس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی)

۲۔ امام اسماعیل حقی (ت: ۱۱۳۷) امام ابو طالب مکی (ت: ۳۸۷) کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں، حضرت سفیان ابن عیینہ نے بیان کیا۔ دس محرم الحرام بروز جمعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، نمازِ جمعہ ادا فرما کر آپ ﷺ ستون کے قریب تشریف فرما ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی حضرت ابوبکر صدیق نے یہ کہتے ہوئے انگوٹھے آنکھوں پر لگالئے۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(یارسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا اسم گرامی ہے)

(۱) مسند دیلمی بحوالہ المقاصد الحسنہ۔ ۳۸۲

آپ ﷺ نے اذان مکمل ہونے کے بعد فرمایا، اے ابوبکر جس نے بھی شوق ومحبت سے تجھ جیسا عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا (۱)

۳۔ انہوں نے ہی المحیط کے حوالہ سے لکھا۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیق بھی وہاں تھے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی جب انہوں نے کہا "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(یارسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا اسم گرامی ہے)

جب اذان ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر! جو تم نے عمل کیا جو بھی اس طرح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا (۲)

تاریخ وحکمت

امام اسماعیل حقی (ت: ۱۱۳۷) نے قصص الانبیاء وغیرہ کے حوالے سے لکھا۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو آگاہ کیا میرے حبیب محمد ﷺ کا نور تمہاری صلب میں ہے اور میں انہیں تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں مبعوث کروں گا۔

فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ ﷺ

(تو انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کے لیے عرض کیا)

تو اللہ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ کو ان کی انگلی شہادت اور بعض روایات کے مطابق ان کے انگوٹھوں میں منتقل کیا۔

فَقَبَّلَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ظُفْرَيْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ

(تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن چومے اور

(۱) روح البیان: ۷۔ ۲۷۲

(۲) روح البیان۔ ۷، ۲۷۱

اپنی آنکھوں سے لگائے)

حضور ﷺ کو سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے جب اس واقعہ کی اطلاع کی تو آپ ﷺ نے فرمایا

مَن سَمِعَ اِسمِی فِی الاَذانِ فَقَبَّلَ ظَفرَیْ اِبھَامَیہِ
وَمَسَحَ عَلٰی عَینَیہِ لَم یَعمَ اَبَدًا

(جس نے حضور ﷺ کا نام اذان میں سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا وہ کبھی نابینا نہیں ہوگا)

امام موصوف نقل کر کے لکھتے ہیں

فَصَارَ اَصلاً لِذُرِّیَّتِہٖ (۱)

(تو یہ ان کی اولاد کے لیے اصل و دلیل ہے)

اعتراض اول۔ روایت ضعیف ہے

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ امام عبد الرحمن سخاوی (ت: ۹۰۳) نے نقل کر کے لکھا

لَا یَصِحُّ (۲)

(یہ روایت صحیح نہیں ہے)

جواب:

حدیث کی تین اقسام ہیں۔ صحیح، حسن اور ضعیف۔ اگر کسی روایت کے بارے میں محدثین لکھیں یہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حسن یا ضعیف ہے یعنی عدمِ صحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث، حسن یا ضعیف بھی نہ ہو مثلاً محدثین نے درج ذیل روایت

اَکلُ الطِّینِ حَرَامٌ (مٹی کھانا حرام ہے)

کے بارے میں لکھا۔

(۱) روح البیان: ۷۔ ۲۷۲
(۲) المقاصد الحسنہ: ۳۸۴

لَا یَصِحُّ (یہ روایت صحیح نہیں ہے)

تو اس کے تحت ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۴) نے یہی ضابطہ آشکار کرتے ہوئے لکھا۔

لَا یَلزَمُ مِن عَدَمِ صِحَّتِہٖ نَفیُ وُجُودِ حُسنِہٖ وَضُعفِہٖ (۱)

(روایت کے عدمِ صحت سے اس کے حسن وضعیف ہونے کی نفی لازم نہیں آتی)

دوسرے مقام پر شرب زمزم کی فضیلت پر دال روایت کے بارے میں لکھا اسے موضوع نہیں کہا جاسکتا ہاں ضعیف ہوسکتی ہے اگرچہ امام سخاوی نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں۔

لَا یُنَافِی الضُّعفَ وَالحُسنَ (۲)

(تو یہ اس کے ضعیف وحسن ہونے کے مخالف ومنافی نہیں ہے)

بعینہٖ یہی بات ہم زیر بحث روایت کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ امام سخاوی نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں ہے تو اس سے اس کا حسن اور ضعیف نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اگر اسے ضعیف قرار دیا جائے تو پھر بھی حسبِ ضابطہ فضائلِ اعمال میں اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

اعتراض ثانی: مرفوع نہ ہونا

دوسرا اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ امام سخاوی نے یہ لکھا کہ

لَا یَصِحُّ فِی المَرفُوعِ مِن کُلِّ ھٰذَا شَیْءٌ (۳)

(اس مسئلہ میں کوئی صحیح مرفوع روایت موجود نہیں)

جواب:

رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی کو مرفوع کہا جاتا ہے اور صحابہ کے قول کو موقوف، امام سخاوی کا مقصد اسی بات کو آشکار کرنا ہے کہ اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا کوئی ارشادِ گرامی درجہ صحت پر نہیں گویا وہ کہنا چاہتے ہیں جو ثابت ہے اس میں ضعف ہے اور

(۱) الموضوعات الکبیر: ۶۶
(۲) الموضوعات الکبیر ۲۳۶
(۳) المقاصد الحسنہ: ۳۸۴

همیں اس سے انکار نہیں مگر پیچھے آ چکا ہے کہ اس سے استدلال درست ہے۔
امام اسماعیل حقی (ت: ۱۱۳۷) نے یہی اصولی گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

قَالَ الْإِمَامُ السَّخَاوِي فِي الْمَقَاصِدِ الْحَسَنَةِ إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوعِ ۔۔۔ يَقُولُ الْفَقِيرُ، قَدْ صَحَّ عَنِ الْعُلَمَاءِ تَجْوِيزُ الْأَخْذِ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ فِي الْعَمَلِيَّاتِ فَكَوْنُ الْحَدِيثِ الْمَذْكُورِ غَيْرَ مَرْفُوعٍ لَا يَسْتَلْزِمُ تَرْكَ الْعَمَلِ بِمَضْمُونِهِ

(امام سخاویؒ نے المقاصد الحسنہ میں لکھا یہ حدیث بطور مرفوع صحیح نہیں ۔۔۔ فقیر کہتا ہے علماء کے نزدیک اعمال میں حدیثِ ضعیف سے استدلال صحیح ہوتا ہے تو حدیث مذکور کا مرفوع نہ ہونا اس کے مضمون پر عمل سے مانع نہیں)

اس پر عملِ علماء وفقہاء اور صوفیہ کے حوالہ دیتے ہوئے لکھا

وَكَفَانَا كَلَامُ الْإِمَامِ الْمَكِّيِّ فِي كِتَابِهِ فَإِنَّهُ قَدْ شَهِدَ الشَّيْخُ السُّهْرَوَرْدِيُّ فِي عَوَارِفِ الْمَعَارِفِ بِوُفُورِ عِلْمِهِ وَكَثْرَةِ حِفْظِهِ وَقُوَّةِ حَالِهِ (۱)

(اور ہمارے لیے امام (ابو طالب) مکی کی کتاب میں گفتگو ہی کافی ہے کیونکہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں ان کے وفورِ علم، کثرتِ حفظ اور قوتِ حال کی گواہی دی ہے)

موقوف ہی مان لیں

ہم اسے موقوف ہی مان لیتے ہیں تو کیا صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا جبکہ تمام اُمت کا اتفاق ہے صحابی کا غیر اجتہادی قول حکم مرفوع میں ہوتا ہے۔
امام ابن حجر عسقلانی (ت: ۸۵۲) لکھتے ہیں

مِثَالُ الْمَرْفُوعِ مِنَ الْقَوْلِ حُكْمًا مَا يَقُولُ الصَّحَابِيُّ

(۱) روح البیان: ۷۔ ۲۷۲

مَا لَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيهِ (۱)

(جب صحابی ایسی بات کہے جو اجتہادی نہ ہو تو وہ بھی مرفوع کے حکم میں ہی ہوتی ہے)

حضرت ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۴) نے زیر بحث روایت کے تحت امام سخاویؒ کی گفتگو اور مذکور اصول بیان کر کے معاملہ آشکار کر دیا۔ ملاحظہ کیجیے۔

قَالَ السَّخَاوِي وَكُلُّ مَا يُرْوٰى فِي هٰذَا فَلَا يَصِحُّ رَفْعُهُ اَلْبَتَّةَ

(امام سخاوی نے لکھا اس مسئلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں)

اس پر لکھا

قُلْتُ، وَإِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ عَلَى الصِّدِّيقِ فَيَكْفِي الْعَمَلُ بِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ

(میں کہتا ہوں کہ جب یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو عمل کے لیے اتنا کافی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے تم پر میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے)

حضرت کی اگلی بات بھی سن لیجیے

قِيلَ لَا يُفْعَلُ وَلَا يُنْهٰى وَغَرَابَتُهُ لَا تَخْفٰى عَلٰى ذَوِي النُّهٰى (۲) الموضوعات الکبیر: ۲۱۰

(بعض نے کہا نہ کیا جائے اور نہ اس سے منع کیا جائے لیکن اس بات کا عجیب ہونا اہل شعور پر مخفی نہیں)

علماء کا عمل

یاد رہے امت کے اہلِ علم کا عمل بھی نہایت ہی اعلیٰ مقام رکھتا ہے اس سے بھی

(۱) نزھۃ النظر: ۵۴۸
(۲) الموضوعات الکبیر: ۲۱۰

ضعیف حدیث کو تقویت ملتی ہے جبکہ بعض اوقات اہل علم وفضل کا عمل ہی کافی ہوتا ہے عظیم محدث مولانا احمد رضا خان قادری (ت: ۱۳۴۰) رقمطراز ہیں

پھر خادمِ حدیث پر روشن، اصطلاح میں نفی صحت، نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح وتماسک وصلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب، تو عند التحقیق اِن احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت نہیں یونہی حکم وضع وکذب بھی ہر گز مقبول نہیں بلکہ بتصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء وقبولِ قدماء حدیث کے لیے قوی، دیگر اور نہ سہی تو فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزریئے تو بلاشبہ یہ فعل اکابرین سے مروی ومنقول اور سلفِ صالح میں حفظِ صحت سے بھرپور روشنائی چشم کے لیے مجرب ومعمول ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اس قدر سند کافی لیکن اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنتِ ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل منع باطل۔(۱)

یعنی جب اہلِ علم وفضل اس پر عمل کر کے برکات حاصل کرتے رہے تو ہمیں انکار کا حق نہیں کیونکہ وہ یقیناً ہم سے احادیث کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں۔

چند اسلاف کا عمل

یہاں ہم چند مسلّمہ ہستیوں کا یہ عمل بھی نقل کر دیتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا عمل

پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا عمل مبارک آچکا ہے جس کے بارے میں اہلِ علم نے فرمایا

فَصَارَ اَصْلًا لِذُرِّیَّتِهٖ (۲)

(یہ ان کی اولاد کے لیے دلیل ہے)

حضرت خضر علیہ السلام کا قول

امام ابوعباس احمد بن ابوبکر الرداد یمانی نے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا جس میں

(۱) فتاویٰ رضویہ: ۵۔۴۳۱

(۲) روح البیان: ۷۔۲۷۲

انقطاع اور راوی مجہول ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اذان کے کلمات ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ'' سن کر یہ کہا کرو حضرت محمد ﷺ مرحبا آپ میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

ثُمَّ یُقَبِّلُ اِبْهَامَیْهِ وَیَجْعَلُهَا عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَرْمَدْ اَبَدًا (۱)

(پھر دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھو تو آنکھیں کبھی نہ دکھیں)

امام سید احمد طحطاوی (ت: ۱۲۳۱) پہلے حدیث کا پھر اس عمل کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

وَكَذَا رُوِیَ عَنِ الْخَضِرِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَبِمِثْلِهٖ یُعْمَلُ فِی الْفَضَائِلِ (۲)

(حضرت خضر علیہ السلام سے بھی اسی طرح مروی ہے اور ایسی روایت پر فضائل میں عمل کیا جا سکتا ہے)

امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول

نواسۂ رسول امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ارشاد گرامی ہے جب مؤذن سے ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ'' سنو تو کہو ''وَقُرَّةُ عَیْنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ﷺ''

وَیُقَبِّلُ اِبْهَامَیْهِ وَیَجْعَلُهَا عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمَ وَلَمْ یَرْمَدْ (۳)

(اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ ہی آنکھیں دکھیں گی)

امام سخاوی نے متعدد بزرگوں کا یہ معمول اور تجربہ نقل کیا ہے۔

فقہاءِ اُمت اور قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ

اسی لیے فقہاءِ اُمت نے اپنی کتب میں اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے۔

(۱) موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ

(۲) حاشیہ علی المراقی الفلاح۔۱۱۱

(۳) المقاصد الحسنہ: ۳۸۴

ا۔ امام سید احمد طحطاوی (ت:۱۳۲۰) نے باب الاذان میں فائدہ کے عنوان کے تحت قہستانی کے حوالہ سے لکھا کہ کنز العباد میں ہے جب مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ کے کلمات سنیں تو پہلی دفعہ کہیں

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

(یارسول اللہ ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو)

اور دوسری دفعہ سن کر یہ پڑھیں۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ اِبْهَامَيْهِ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَاِنَّهُ ﷺ يَكُوْنُ قَائِدًا لَهُ فِي الْجَنَّةِ

(یارسول اللہ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اپنے دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر کہیے اے اللہ! میرے سمع وبصر میں اضافہ فرما تو ایسے آدمی کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے)

اس پر مذکور حدیث کا حوالہ دیا

وَذَكَرَ دَيْلَمِيُّ فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا مَنْ مَسَحَ الْعَيْنَ (۱)

(اور امام دیلمی نے الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانِ نبوی ذکر کیا جس نے آنکھوں پر انگوٹھے رکھے)

۲۔ امام محمد امین ابن عابدین شامی (ت:۱۲۵۲) نے تتمہ عنوان کے تحت یہی گفتگو لکھی۔ان کے الفاظ ہیں

يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

(مستحب یہ ہے کہ اذان کی پہلی شہادت سن کر پڑھا جائے صَلَّى اللهُ

(۱) حاشیہ علی المراقی:۱۱۱

عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اور دوسری مرتبہ پڑھا جائے یارسول اللہ آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں)

اس پر کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا پھر کتاب الفردوس سے حدیث نبوی ذکر کی (۱)

۳۔ نقایہ کے شارح نے اسے مستحب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے

وَاعْلَمْ اَنَّهُ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ الثَّانِيَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (۲)

(واضح رہے اذان میں اولاً شہادتِ رسالت کے جواب میں یہ کہنا مستحب ہے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ دوسری مرتبہ کے جواب میں یوں کہا جائے قرۃ عینی بک یارسول اللہ)

۴۔ مولانا عبد الحی لکھنوی (ت:۱۳۰۴) سے اذان سن کر انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے تفصیل کے ساتھ اس پر لکھا۔سوال وجواب دونوں ملاحظہ کیجیے

سوال:

(ناخنہائے ہر دو دست بر چشم نھادن ھنگام شنیدن نام آن سرور کائنات ﷺ دراذان چہ حکم دارد)

(اذان میں سرور عالم ﷺ کا نام سن کر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگانے کا کیا حکم ہے؟)

جواب:

(بعضے فقہاء مستحب نوشتہ اند وحدیثی ھم دریں باب نقل مے سازند مگر صحیح نیست ودر امر مستحب فاعل وتارک ھر دو قابل ملامت وتشنیع نیستند در جامع

(۱) فتاویٰ شامی:۲-۸۴

(۲) فتاویٰ رضویہ:۵،۴۳۵

الرموز مے آرد)

اِعْلَمْ اَنَّهٗ یَسْتَحِبُّ اَنْ یُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاَوَّلِ مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ سِمَاعِ الثَّانِيَةِ قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يُقَالُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَبَعْدَهٗ وَضَعَ ظَفْرَيِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ ﷺ يَكُوْنُ قَائِدًا اِلَى الْجَنَّةِ كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعِبَادِ (۱)

(بعض فقہاء نے اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے اور اس بارے میں حدیث نقل کی ہے لیکن وہ صحیح نہیں مستحب پر عمل یا اسے ترک کرنے والے پر کوئی طعن وملامت نہیں ہوتا جامع الرموز میں ہے اول شہادت رسالت سن کر کہا جائے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور دوسری دفعہ سن کر کہا جائے۔ قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پھر کہا جائے اے اللہ میرے سمع وبصر میں اضافہ فرما اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے جائیں کیونکہ ایسے آدمی کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے، کنز العباد میں بھی اسی طرح ہے)

۵۔ علامہ عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنے تو یہ بھی کہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھ کر کہے

"قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ" (۲)

۶۔ مشہور حنفی عالم مولانا احمد رضا قادری (ت: ۱۳۴۰) نے اس مسئلہ پر مستقل کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومنے کی

(۱) مجموعۃ الفتاویٰ مع خلاصۃ الفتاویٰ: ۱۔ ۸۳

(۲) علم الفقہ: ۲۔ ۱۵۹

برکت سے آنکھوں کا روشن رہنا) لکھی ہے اس میں حدیثِ ضعیف پر جو گفتگو کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے اس کے متعلق سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں۔

حضور پرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک ﷺ کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا۔ جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائلِ جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علماء محدثین اس باب میں حضرت خلیفہ رسول ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت ریحانۃ رسول ﷺ سیدنا امام حسن وحضرت نقیب اولیاء رسول ﷺ سیدنا ابوعباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلاۃ والسلام وغیرھم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں۔ جس کی تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاویؒ نے کتاب مستطاب "مقاصد حسنہ" میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز، شرح نقایہ، مختصر الوقایہ، فتاویٰ صوفیہ وکنز العباد ورد المختار حاشیہ درمختار وغیرھا کتبِ فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر وعمائد مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارے میں ان محدثین کرام ومحققین اعلام نے جو تصحیح وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہ تسائل وتشدد نہیں چلتے حکم اخیر وخلاصہ بحث وتنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس ﷺ سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں۔ مقاصد میں فرمایا۔

لَا يَصِحُّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ (۱)

(بیان کردہ مرفوع حدیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں)

مولانا ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں

كُلُّ مَا يُرْوٰى فِيْ هٰذَا فَلَا يَصِحُّ رَفْعُهٗ اَلْبَتَّةَ (۲)

(اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئیں ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی

(۱) المقاصد الحسنہ: ۳۸۵

(۲) الموضوعات الکبریٰ: ۲۱۰

طور پر صحیح نہیں)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ اسماعیل جراحیؒ سے نقل فرماتے ہیں۔

لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ (۱)

(بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں)

پھر خادم حدیث پہ روشن کہ اصطلاحِ محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو مستلزم نہیں نہ نفیِ صلاح وتمسک وصلوح تمسک دعوی وضع کذب تو ھذا التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت نہیں یونہی حکم وضع کذب بھی ہرگز مقبول نہیں۔ (۲)

وجہ لڑائی۔کم علمی

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے ارشاد الٰہی ''اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ'' کی تفسیر میں مذکور عباراتِ کتب خصوصاً روح البیان کا خلاصہ لکھا اور آخر میں تحریر کیا۔

لَقَدْ فَصَّلْنَا الْكَلَامَ وَ اَطْوَلْنَاهُ لِاَنَّ بَعْضَ النَّاسِ يُنَازِعُ فِيْهِ لِقِلَّةِ عِلْمِهٖ (۳)

(ہم نے اس مسئلہ پر تفصیلی اور طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ کچھ لوگ علم میں کمی کی وجہ سے اس میں دوسروں سے لڑتے ہیں)

لہذا ہمیں لڑائی چھوڑ کر اپنی کم علمی کے ازالہ میں لگ جانا چاہیے تا کہ اُمت میں اتحاد پیدا ہو جائے اگر یارسول اللہ کہنا شرک وکفر ہوتا تو یہ تمام اہل علم اس سے منع کرتے نہ کہ اُمت کو کہنے کی تعلیم دیتے۔

(۱) ردالمحتار:۳۔۵۸

(۲) فتاوی رضویہ:۵۔۴۳۰

(۳) حاشیہ جلالین:۳۵۷

فصل:

جوازِ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اور علمائے نجد و دیوبند

ہم اس فصل میں کچھ علماء نجد و دیوبند کے حوالہ جات اُنہی کی کتب سے نقل کر دیتے ہیں تا کہ واضح ہو جائے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

علماء دیوبند کے پیرومرشد اور ''یارسول اللہ''

دیوبند بلکہ دونوں دیوبندی و بریلوی علماء کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کئی مقامات پر اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے جو ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ایک مقام پر ہے۔

''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله'' بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصالِ معنوی پر مبنی ہے ﴿لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾(۱) عالم امر مقید بجہت بعد وقرب نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں (۲)

زیارت رسول ﷺ کا وظیفہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی زیارت رسول ﷺ کے لیے یہ وظیفہ لکھتے ہیں جسے دیدار نصیب نہ ہو

(صورت مثالیہ آنحضرت راتصور نمودہ درود خواند وبطرف راست یا احمد وچپ یا محمد ودر دل محمد رسول اللہ ضرب کند ہزار بار بگوید علانیہ یا در خواب از دولت دیدار مبارک مشرف شود) (۳)

(وہ آپ ﷺ کی مثالی صورت کا تصور کر کے درود شریف پڑھے ہزار مرتبہ دائیں بائیں طرف یا احمد، یا محمد اور دل میں رسول اللہ ﷺ کی

(۱) الاعراف:۵۴ (۲) شمائل امدادیہ،۵۰

(۳) ضیاء القلوب،۵۸

ضرب لگائے بیداری یا خواب میں اسے دیدار مبارک کی دولت نصیب ہوگی)

مقدس ومبارک محافل میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں کہتے ہیں

اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضائقہ نہیں کیونکہ عالمِ خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امرزمان ومکاں دونوں سے پاک ہے پس روضۂ انور میں جلوہ گر ہوتے ہوئے قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں (۱)

یارسول اللہ اور شیخ رشید احمد گنگوہی

شیخ رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کچھ لوگ اس مضمون کے اشعار پڑھتے ہیں

یارسول کبریا فریاد ہے   یا محمد مصطفی فریاد ہے

تو اس کے جواب میں لکھتے ہیں

ایسے الفاظ پڑھنے محبت اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرمادیوے یا محض محبت میں بلاکسی خیال کے جائز ہیں۔(۲)

شیخ سرفراز خان صفدر گکھڑوی

شیخ سرفراز خان صفدر کہتے ہیں

اگر کوئی شخص محض عشق اور محبت کے نشہ میں سرشار ہوکر ''یارسول اللہ'' اور ''یا نبی اللہ'' کہے تو بالکل جائز اور صحیح ہے ہم اور ہمارے اکابر اس کے قائل ہیں مگر آپ کو حاضر وناظر ہوکر استمداد اور استعانت کے طور پر یارسول اللہ کہنا جائز نہیں ہے(۳)

''یا محمد'' اور شیخ اشرف علی تھانوی

شیخ اشرف علی تھانوی (ت:۱۳۶۲) نے اپنے مرید مولوی محمد اسحاق کانپوری کو ایک وظیفہ بتایا جس کی تاثیر ٹھنڈی اور وہ گرمی سے محفوظ کردے، مولوی محمد اسحاق کانپوری سے سنیئے۔

اس سے قبل خاصۃ مجھ سے (تھانوی صاحب نے) فرمایا کہ چونکہ آج کل گرمی

(۱) ضیاء القلوب،۵۸

(۲) فتاوی رشیدیہ، ۹۴

(۳) تبرید النواظر:۱۷۱

ہے اس لیے تم کو پاس انفاس (ذکر) بتاتا ہوں جس کی غالب تاثیر سرد ہے تاکہ گرمی میں تکلیف نہ ہو وہ یہ ہے کہ جب سانس اندر جائے تو ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ'' اور جب باہر آئے تو' صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ '۔زبان تالو سے لگا کر خیال سے کہا کرو، پاس انفاس میں سانس طبعی طور پر چلتے رہنا چاہیے قصداً سانس لینے سے بعض امراض پیدا ہوتے ہیں (۱) (مبادی التصوف)

پیچھے تفصیل کے ساتھ حدیث نابینا گزری جس میں یا محمد کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ نے دی تھی اس حدیث سے موصوف استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں

آپ ﷺ کا نام لے کر بلانا مناسب نہیں، ہاں اگر

يَنْتَفِي هٰذَا النَّهْيُ لِانْتِفَاءِ الْعِلَّةِ إِذَا اقْتَرَنَ بِهِ مَا يَقْتَضِي التَّعْظِيمَ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ مِنْ تَعْلِيمِهِ ﷺ ضَرِيرًا قَوْلَهُ يَا مُحَمَّدُ (۲)

(کوئی قرینہ تعظیم ساتھ ہوتو پھر ممانعت ختم ہوجائے گی جیسے کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے خود ایک نابینے کو یا محمد سے نداء کی تعلیم دی)

شیخ اشرف علی تھانوی کا استغاثہ

مولانا اشرف علی تھانوی حضور ﷺ سے ان الفاظ میں استغاثہ کرتے ہیں

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِي أَنْتَ فِي الِاضْطِرَارِ مُعْتَمَدِي (۳)

(اے بندوں کے شفیع میری دستگیری فرما، مصیبت میں آپ ہی میرا سہارا ہیں)

وعظ اور یارسول اللہ کہنا

تھانوی صاحب لکھتے ہیں

ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ وعظ سے پہلے جب تک پوری توجہ اور حضورِ قلب کے ساتھ نہ کہہ لیں ''یارسول اللہ میں اجازت چاہتا ہوں کہ آپ کی نیابت میں کچھ بیان

(۱) نظام القلوب،۱۰۔طبع مجتبائی دہلی

(۲) امداد الفتاوی:۴۔۳۸۹

(۳) نشر الطیب،۱۸۶

کروں'' اس وقت تک وعظ نہ کہیں اور یہ اس لیے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ اور احباب یعنی علماء اولیاء، باطنی طریقہ سے ہماری امداد کریں پھر اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ ہمارے بیان میں الجھن یا لغزش یا رکاوٹ نہ ہوگی (۱)

شیخ خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں

اقول، سائل، کی مراد اس سے یہ تھی کہ نداء اور خطاب تو سب لغات میں حاضر موجود کے واسطے موضوع ہے سوا شعار ومدح میں جو نداء وخطاب پڑھا جاتا ہے اگر ذات فخر عالم کو حاضر وناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو مشرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اسی کے کہ اگر ضمنِ صلوٰۃ وسلام میں ہے تو ملائکہ آپ تک پہنچا دیں گے اور جو بدون اس کے ہے وقتِ عرضِ اعمال کے پیش ہو جائے گا تو جائز ہے مگر چوں کہ اس مجمع میں سفہا اور اہل بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت ان کا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونے کا ہے موجود ہوتے ہیں تو بصورت نداء خطاب کے ان کے عقائد کا افساد اور ان کی بدعت وشرک کی تائید ہوتی ہے (۲)

یہاں انہوں نے سراسر زیادتی کی ہے کوئی مسلمان رسول اللہ کو بالذات متصرف نہیں مانتا اہل حدیث فاضل علامہ وحید الزماں اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں

قَالَ مَوْلَنَا اِسْحَاقُ فِیْ مِائَةِ مَسَائِلَ هُنَاكَ فَرْقٌ بَیْنَ نِدَاءِ النَّبِیِّ وَ نِدَاءِ غَیْرِهٖ وَنِدَاءُ النَّبِیِّ ظَاهِرُهُ الْجَوَازُ اِذَا كَانَ بِنِیَّةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ

وَبِهٰذَا ظَهَرَ اَنْ مَا تَقُوْلُهُ الْعَامَّةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ یَا عَلِیُّ اَوْ یَا غُوْثُ فَمُجَرَّدُ النِّدَاءِ لَا نَحْكُمُ بِشِرْكِهِمْ كَیْفَ وَقَدْ نَادٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَتْلٰی بَدْرٍ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَوَرَدَ فِیْ حَدِیْثِ عُثْمَانَ بْنِ حُنَیْفٍ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ

(۱) دعوۃ الحق۔ ۱۲۹ از مولانا سید گل بادشاہ فاضل دیوبند
(۲) براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ: ۲۷

صَحَّحَهُ الْبَیْهَقِیُّ وَالْجَزَرِیُّ وَ قَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ نَعَمْ لِیَسْتَثْنِیْ مِنْ هٰذَا النَّبِیُّ اِنْ نَادَاهُ بِنِیَّةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلَیْهِ فَاِنَّهُ جَائِزٌ لَا مِرْیَةَ فِیْهِ لِاَنَّهُ قَدْ وَرَدَ الْحَدِیْثُ بِاَنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً مُوَكَّلِیْنَ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِی السَّلَامَ (۱)

(مولانا اسحاق نے 'سو مسائل کے ضمن میں کہا کہ نبی ﷺ کو پکارنے میں اور غیر نبی کو پکارنے میں فرق ہے اور نبی ﷺ کو پکارنا ظاہراً جائز ہے جبکہ صلوٰۃ وسلام کی نیت کے ساتھ ہو اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ عوام جب یا رسول اللہ یا علی یا غوث اعظم کہتے ہیں تو محض نداء کی وجہ سے ہم ان پر شرک کا فتویٰ نہیں لگائیں گے اور شرک کا فتویٰ لگا بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولوں کو یا فلاں بن فلاں اور یا فلاں بن فلاں کے ساتھ نداء دی اور حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں ''یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ'' اس حدیث کو بیہقی اور جزری نے صحیح قرار دیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔ ہاں اس ضابطہ سے نبی ﷺ مستثنی ہیں اگر ان کو صلوٰۃ وسلام کی نیت کے ساتھ نداء دی جائے تو بلاشک وشبہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث میں یہ بات وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے مقرر ہیں کہ وہ مجھ تک میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں)

محققین نجد اور یا رسول اللہ

یہاں ہم نامور سعودی عالم کا حوالہ دینا چاہتے ہیں جنہوں نے واضح کیا کہ محققین علماء نجد نے کسی جگہ ''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' سے منع نہیں کیا ہم اسے پس منظر کے ساتھ ذکر کئے دیتے ہیں۔

شیخ حسین احمد مدنی دیوبندی نے نجدیوں کی خلاف کتاب 'اَلشِّهَاب

(۱) کتاب ھدیۃ المهدی: ۲۳ تا ۲۴

الثَّاقِبُ ' لکھی جس میں انہوں نے واضح کیا کہ علماء نجد 'اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ ' پڑھنے سے منع کرتے ہیں

سعودی عالم شیخ محمود بن عبد اللہ بن محمود التویجری نے تبلیغی جماعت کے خلاف کتاب لکھی اس میں انہوں نے شیخ حسین احمد مدنی کا اس بارے میں جو رد کیا وہ یہ ہے

پہلے ان کا اعتراض نقل کیا

اِنَّهٗ قَالَ فِیْ ص۶۵ مِنْ کِتَابِ الشِّهَابِ الثَّاقِبِ وَقَدْ یُسْمَعُ مِنَ الْوَهَابِیَّةِ اِنَّهُمْ یَمْنَعُوْنَ عَنِ الْقَوْلِ بِالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْعًا بَاتًا وَیَنْفِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْحَرَمَیْنِ وَیَسْتَهْزِؤُوْنَ بِهِمْ وَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ

(حسین احمد نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب ص ۶۵ پر لکھا ہے وہابیہ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے سے سخت منع کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اہل حرمین سے نفرت اور ان سے استہزاء و مذاق کرتے ہیں)

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ ان کے کلام میں دو احتمال ہیں

اول:

یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اہل نجد رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے منع کرتے ہیں اگر ان کا مقصود یہ ہے تو یہ سوائے جھوٹ و کذب کے کچھ نہیں

کیونکہ اہل نجد کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کے بغیر کوئی فرض و نفل نماز ہوتی ہی نہیں۔

دوسرا احتمال: کہ ان کا یہ مقصد ہو

اِنَّ اَهْلَ نَجْدٍ کَانُوْا یَمْنَعُوْنَ مِنَ الْعَمَلِ فِی الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِالْکَیْفِیَّةِ الَّتِیْ ذَکَرَهَا وَهِیَ اَنْ یَّقُوْلَ الْقَائِلُ "اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ"

(کہ اہل نجد رسول اللہ ﷺ پر اس طریقہ سے درود شریف منع کرتے کہ کوئی یوں نہ کہے "اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ")

اس کے جواب میں لکھا

وَالْمَنْعُ مِنْ هٰذِهِ الْکَیْفِیَّةِ فِی الصَّلوٰةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَمْ اَرَهُ فِیْ شَیْءٍ مِنْ کُتُبِ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ وَعَلٰی فَرْضِ وُجُوْدِهٖ فِیْ بَعْضِ کُتُبِهِمْ فَلَهٗ وَجْهٌ صَحِیْحٌ (۱)

(رسول اللہ ﷺ پہ اس طریقہ سے درود شریف پڑھنے سے ممانعت بندہ نے اہل نجد کے محققین کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی اور اگر بالفرض کسی کتاب میں ہو تو ممانعت کی وجہ صحیح موجود ہے)

اس سعودی عالم نے آشکار کر دیا کہ ہم میں سے کسی عالم نے بھی اس طریقہ سے درود شریف پڑھنے سے کبھی کسی کو منع نہیں کیا۔

ایک اور واقعہ

ایک اور واقعہ قاضی زاهد الحسینی دیوبندی کی زبان سے سنیئے

مرحوم علامہ عبد الحمید الخطیب شیخ الحرم و سابق رکن مجلس شوریٰ حکومت سعودیہ فرماتے ہیں "جب میں مسجد حرام میں مدرس تھا تو مجھ سے شام کے حاجی نے آکر شکایت کی کہ میں بیت اللہ شریف کے مطاف میں "اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ کہہ رہا تھا کہ ایک عالم نے جو اپنے آپ کو نجدی ظاہر کرتا ہے روک دیا، میں نے جناب شیخ ابن مانع اور جناب شیخ عبد الظاہر امام مسجد حرام سے پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر جس نے روکا ہے وہ ان کے خلاف برا بھلا کہہ رہا ہے یہ بات اور اس قسم کی دوسری باتیں لوگوں کی نظر میں وہابیہ نجدیہ کی حقارت کا باعث بنی ہوئی

(۱) القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ، ۸۴، ۸۵

ہیں کیا واقعی علماء نجدیہ وہابیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ'' کہنا حرام ہے؟ تو میں نے اس کو جواب دیا کہ تمام اسلاف وہابیہ اس سلام کو جائز قرار دیتے ہیں۔(۱)

(۱) رحمت کائنات، ۳۰۵

فصل: الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

صحابہ کا مبارک معمول

(امام خفاجی کی عبارت کی علمی تحقیق)

امام احمد خفاجی (ت: ۱۰۶۹) کی ایک عبارت ''اَلْمَنْقُوْلُ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّۃِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَوْ نَبِیَّ اللہِ وَ نَحْوَہٗ ہے کہ صحابہ کرام نماز سے باہر بارگاہ نبوی ﷺ میں جن الفاظ سے سلام تحیہ پیش کیا کرتے ان میں 'اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ' بھی ہے اہل علم ہمیشہ اس عبارت کا یہی معنی کرتے آئے یہی وجہ تھی کہ محقق و مصحح کتاب شیخ محمد عبدالقادر عطاء نے اس عبارت کو یوں ضبط کیا۔

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّۃِ: اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَوْ نَبِیَّ اللہِ ﷺ وَ نَحْوَہٗ(۱)

(اور منقول یہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام تحیہ یوں پیش کیا کرتے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلِ اللہِ: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللہِ)

انہوں نے تحیۃ کے بعد باقاعدہ دو نقطے ڈال کر واضح کیا کہ یہاں قول ختم اور لفظ 'الصلاۃ' مقولہ کا حصہ ہے نہ کہ قول کا اور یہی بات درست ہے کیونکہ بالیقین یہ نماز سے باہر سلام کی مثال ہے نہ کہ نماز کے اندر، جیسے تفصیل آ رہی ہے۔

لیکن ہمارے دور کے کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اس سے مراد نماز سے باہر کا سلام نہیں بلکہ نماز کے اندر ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ'' کہنا مراد ہے یعنی ایک تو لفظ ''اَلصَّلَاۃُ'' صحابہ کے دور کا حصہ نہیں اور دوسرا یہ معاملہ

(۱) نسیم الریاض، ۵، ۱۸ طبع اول ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۱ دارالکتب العلمیہ بیروت

نماز کے اندر کا ہے نہ کہ باہر کا، یعنی کبھی وہ نماز کے اندر ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' کہا کرتے

چونکہ نسیم الریاض کے ایک نسخہ میں ''اَلصَّلَاةُ'' کے بعد واو کاتب سے رہ گیا تھا لہٰذا بعض لوگوں نے سطحی مطالعہ کے بعد کہہ دیا کہ عبارت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ صحابہ نماز کے التحیات میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' وغیرہ کلمات پڑھا کرتے تھے نہ کہ نماز کے باہر۔

ان دنوں بندہ ''یا رسول اللہ'' کہنا اُمت کا متفقہ فیصلہ ہے'' پر لکھ رہا تھا لہٰذا اس موضوع پر مزید پڑھنے کا موقع ملا تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی کہ یہاں معاملہ نماز کے باہر سلام کا ہے نہ کہ نماز کے اندر کا، جن جن اہل علم نے اس موضوع پر لکھا ہے ان تمام نے ایسی ہی عبارت تحریر کی اور واضح کیا کہ یہ نماز کے باہر سلام کی صورت ہے۔

کافی عرصہ ہوا علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ نے ''اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' کے جواز پر یہی عبارت یوں تحریر کی۔

صحابہ کرام سے ''اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' کا ثبوت

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے کہ اس درود شریف میں (صلاۃ و سلام) دونوں جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ درود شریف صحابہ کرام سے ثابت نہیں اس لیے بدعت ہے اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہاں کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ درود شریف صحابہ سے غیر ثابت ہے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام بھی حضور ﷺ کے حضور ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' پڑھا کرتے تھے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (۱)

(منقول ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ پر تحیہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'')

(۱) نسیم الریاض، ۳۔ ۴۵۴

شیخ سرفراز خان صفدر کی گرفت

اس پر شیخ سرفراز خان گکھڑوی نے ان الفاظ سے علامہ سعیدی پر گرفت کی ان کی عبارت من وعن پڑھیے۔

مؤلف مذکورہ نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کا ثبوت، اور اس کے ثبوت کے لیے وہ لکھتے ہیں کہ خفاجی الحنفیؒ فرماتے ہیں۔

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ (۱) (ذکر بالجہر۔ ۲۱۲)

(منقول ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کو تحیہ پیش کرتے ہوئے کہتے تھے اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ)

الجواب:

پہلے ہم باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو حاضر وناظر نہ سمجھے اور یہ سمجھے کہ فرشتے آنحضرت ﷺ کو پہنچاتے ہیں تو ''اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' کے مختصر الفاظ سے بھی درود شریف پڑھ سکتا ہے قبر مبارک کے قریب ہو تب بھی (کہ صحیح احادیث کی رو سے آپ بنفس نفیس خود سنتے ہیں) اور دور سے بھی (کہ حدیث صحیحہ کے پیش نظر فرشتے پہنچاتے ہیں کما مر) اور علامہ سمہودیؒ کا واضح حوالہ اس پر عرض کیا جا چکا ہے لیکن مؤلف مذکور نے علامہ الخفاجیؒ کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی ہے اور اس سے معہود اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ پر جو استدلال کیا ہے وہ ان کے دجل و تلبیس یا جہالت اور کم فہمی کا زندہ ثبوت ہے علامہ خفاجیؒ نے اس مقام پر خاصی تصریح کے ساتھ یہ بحث کی ہے کہ نماز کے اندر التحیات میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' ثابت ہے وہاں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ نماز کے التحیات اور تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' بھی پڑھتے تھے

(۱) نسیم الریاض، ۳۔ ۴۵۴

بحث انہوں نے نماز کے اندر التحیات اور تشہد کی کی ہے اور الفاظ اس میں صرف ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' ہیں مگر مؤلف مذکور نے اپنی جہالت کی وجہ سے خارج از نماز اس سے ''اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' بناڈالا ہے علامہ خفاجی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصل عبارت یہ ہے۔

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ وَنَحْوَهٗ فَمَا تَعَلَّمُوْهُ زَائِدٌ عَلَى التَّحِيَّةِ فِي الصَّلٰوةِ الخ (۱)

(اور ان سے منقول یہ ہے کہ وہ نماز کے سلام (التحیات) میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ اور اس کی مانند الفاظ کہتے تھے سو جو انہوں نے سیکھا وہ نماز کے تحیہ پر زائد تھا)

اور آگے نماز سے باہر کے سلام کی بحث امام ابن عبد البرؒ کے حوالہ سے الگ کی ہے اور بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قُلْتُ عُلِمَ هٰذَا مِنْ اِطْبَاقِ الْعُلَمَاءِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ بِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَلِذَا وَرَدَتْ مَذْكُوْرَةٌ فِي التَّشَهُّدِ فِيْ كُتُبِهِمْ دُوْنَ بَابِ الْاَدْعِيَةِ (۲)

(میں کہتا ہوں کہ بغیر کسی نکیر کے یہ علماء اور محدثین کے اجماع سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد نماز کے اندر سلام کہنا ہے اور اسی لیے یہ الفاظ ان کی کتابوں میں تشہد میں وارد ہوئے ہیں، دعاؤں کے باب میں وارد نہیں ہوئے)

الغرض یہ بات نماز کے اندر التحیات اور تشہد کے موقع پر سلام کہنے کی ہے اور اس میں سلام کے لفظ ہیں مَعْهُوْد الصَّلٰوۃ کے لفظ نہیں ہیں صلوۃ کے معنی یہاں نماز

(۱) نسیم الریاض، ۳۔ ۴۵۴

(۲) نسیم الریاض ۳، ۴۵۴

کے ہیں اور حرف واؤ بھی درمیان میں موجود نہیں ہے الفاظ یہ ہیں ''فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلٰوةُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' مگر ساون کے اندھے نے لفظ صلاۃ سے معہود صلوۃ سمجھ لی اور الصلوۃ اور السلام کے درمیان علامہ خفاجیؒ کی عبارت میں حرف واؤ نہیں مگر مؤلف مذکور نے اپنی طرف سے خود واؤ بھی بڑھا دیا ہے اور معنی یہ کیا ہے کہ صحابہ کرام حضور پر تحیہ پیش کرتے ہوئے کہتے تھے ''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' بات کیا تھی اور مؤلف مذکور نے اپنی نادانی سے بنا کیا ڈالی ہے اور خیر سے کم علمی اور بد دیانتی حضرت مولانا تھانویؒ کی ثابت کر رہے ہیں جن کے علم و دیانت اور فہم و ذکاء کا سکہ دنیائے اسلام مانتی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جو توحید و سنت اور اخلاص کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔

مشام تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشان اس کا
ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری (۱)

ان کا تمام زور

انہوں نے سارا زور اس بات پر لگایا کہ یہ عبارت ''وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يقولون'' کا تعلق نماز کے اندر التحیات سے ہے ان کے ان الفاظ پر پھر نظر ڈال لیجئے

۱۔ علامہ خفاجیؒ نے اس مقام پر خاصی تصریح کے ساتھ یہ بحث کی ہے کہ نماز کے اندر التحیات میں صحابہ کرام سے جہاں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' ثابت ہے۔

۲۔ وہاں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ نماز کے اندر التحیات اور تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' بھی پڑھتے تھے۔

۳۔ بحث انہوں نے نماز کے اندر التحیات اور تشہد کی کی ہے الفاظ اس میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' ہیں مگر مؤلف مذکور نے اپنی جہالت کی وجہ سے خارج از نماز اس سے ''اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' بنا ڈالا۔

(۱) اخفاء الذکر، ۴۸ تا ۵۰

۴۔ الغرض یہ بات نماز کے اندر التحیات اور تشہد کے موقع پر سلام کہنے کی ہے

۵۔ یہاں صلاۃ کے معنی نماز کے ہیں

الغرض شیخ موصوف یہ بیان کر رہے ہیں کہ امام خفاجی کی عبارت ''وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ کَانُوْ یَقُوْلُوْنَ فِیْ تَحِیَّۃٍ'' کا تعلق نماز کے اندر سلام کہنے سے ہے نہ کہ نماز سے خارج۔

حالانکہ محسوس یہی ہوتا ہے کہ شیخ موصوف اس قدر غصہ میں تھے کہ انہوں نے اس عبارت پر غور ہی نہیں کیا اگر وہ تسلی سے اس کا مطالعہ کرتے تو کبھی ایسی بات نہ کرتے کیونکہ نہایت ہی واضح ہے کہ اس عبارت کا تعلق صحابہ کے نماز سے باہر سلامِ تحیہ عرض کرنے سے ہے نہ کہ نماز کے اندر سلام سے

تحیہ کا مفہوم

یہاں تحیہ سے موصوف کا التحیات اور تشہد مراد لینا سراسر زیادتی ہے یہاں تحیہ سے مراد تحفہ سلام ہے جو ملاقات کے وقت صحابہ آپ ﷺ سے عرض کیا کرتے تھے

آیئے پہلے اس عبارت کا پس منظر ذکر کرتے ہیں

معاملہ کیا ہے؟

عبارت سامنے لانے سے پہلے اچھی طرح اس معاملہ سے آگاہی ضروری ہے کہ اہل علم اس مقام پر کیا واضح کرنا چاہتے ہیں؟

سلامِ تحیہ کا طریقہ

وہ یہاں پر یہ آشکار کرنا چاہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز سے باہر سلام کہنے کی تعلیم دی تھی جس پر وہ ابتداء اسلام سے کاربند تھے اس لیے جب وہ آپ ﷺ سے ملاقات کا شرف پاتے اور حاضر ہوتے تو سلام عرض کرتے کبھی ''السلام علیکم'' کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ'' کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ'' اور کبھی ''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ'' یہ سلام تحیہ کہلاتا ہے یعنی اس

کے لیے نماز کی طرح کوئی مخصوص الفاظ نہیں اس لیے وہ ان میں سے کسی کا انتخاب کرلیا کرتے۔

سلام نماز کا طریقہ

جب آپ ﷺ نے حالت نماز میں صحابہ کو تشہد کی تعلیم دی تو فرمایا اس میں مجھ پر سلام ان کلمات سے پڑھنا ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهٗ'' یعنی نماز میں انہی مخصوص الفاظ میں سلام عرض کرنا ہے نہیں کہ تم نماز سے باہر سلام تحیہ کی طرح اس میں تبدیلی اور انتخاب کرتے ہوئے کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ'' کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ'' وغیرہ پڑھو اس کی اجازت نہیں۔

آپ دیکھ لیں اس سلام مبارکہ کے کلمات سلام تحیہ سے زائد اور مخصوص ہیں۔

نزول آیت مبارکہ

جب آیت مبارکہ نازل ہوئی

﴿اِنَّ اللهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (۱)

صحابہ نے محسوس کیا کہ ہم نماز سے باہر سلام تحیہ پیش کیا کرتے تھے مگر نماز کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مخصوص اور زائد الفاظ سلام ہمیں سکھائے لہذا ہمارا فرض بنتا ہے کہ صلوٰۃ کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ سے ہی پوچھیں تو ممکن ہے سلام مخصوص کی طرح صلاۃ بھی مخصوص ہو تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے درود ابراہیمی کی تعلیم دی۔

نماز میں صلاۃ کا طریقہ

اس پر مستند روایات موجود ہیں۔ کچھ ملاحظہ کر لیجیے

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے

ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ

هٰذَا السَّلَامُ عَلَیْکَ عَرَفْنَاهُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ

(۱) الاحزاب: ۵۶

قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (۱)

ہم نے آپ پر سلام کا طریقہ جان لیا اب آپ پر صلاۃ کیسے پڑھیں تو فرمایا پڑھا کرو ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ''

۲۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلاۃ کا حکم دیا ہے۔

فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ ؟

ہم آپ پر صلاۃ کیسے پڑھیں؟

کچھ دیر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی ہم نے محسوس کیا کہ ہمیں سوال ہی نہیں کرنا چاہیے تھا اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں صلاۃ کی یوں تعلیم دی قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (پڑھا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ) اور فرمایا

وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ (۲)

(اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم پہلے سیکھ چکے ہو)

۳۔ امام ابن حبان، دارقطنی اور بیہقی نے روایت یوں نقل کی، یارسول اللہ

اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ اِذَا صَلَّيْنَا فِي صَلَاتِنَا

(آپ پر سلام عرض کرنا ہم نے سیکھ لیا ہے ہم نماز میں صلاۃ آپ پر کیسے پڑھیں؟)

رجوع کی حکمت

تمام اہل علم نے اس پر لکھا ہے کہ صحابہ کے صلاۃ کے بارے میں آپ ﷺ سے رجوع کی حکمت کیا تھی؟ شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی (ت: ۹۲۳) کے الفاظ ہیں۔

(۱) البخاری
(۲) مسلم

وَالْحَامِلُ لَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اَنَّ السَّلَامَ مِمَّا تَقَدَّمَ بِلَفْظٍ مَخْصُوْصٍ وَهُوَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ فَفَهِمُوْا اَيْضًا اَنَّ الصَّلَاةَ تَقَعُ بِلَفْظٍ مَخْصُوْصٍ وَعَدَلُوْا عَنِ الْقِيَاسِ لِاِمْكَانِ الْوُقُوْفِ عَلَى النَّصِّ (۱)

(سبب اس کا یہ تھا کہ پہلے سلام کے لیے الفاظ مخصوص تھے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' انہوں نے محسوس کیا کہ صلاۃ کے الفاظ بھی مخصوص ہونگے تو انہوں نے قیاس سے اعراض کیا کیونکہ نص کا ملنا ممکن تھا)

نماز کے لیے سلام وصلاۃ کا مخصوص ہونا

اس سے یہ بات نہایت ہی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ اور تمام اُمت کو یہ تعلیم دی کہ جب نماز ادا کرو تو ہدیہ سلام و صلاۃ ان مخصوص کلمات کے ساتھ پڑھا کرو۔ سلام کے کلمات ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' اور صلاۃ کے کلمات ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' الخ ہیں رہا نماز سے باہر کا معاملہ تو اس کا طریقہ وہی ہے جو صحابہ میں جاری تھا۔

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یہی بات اس مقام پر اہل علم نے آشکار کی ہے کہ نماز میں سلام کے الفاظ زائد اور مخصوص ہیں۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' اور نماز سے باہر یہ طریقہ مخصوص نہیں بلکہ جو طریقہ صحابہ میں جاری تھا وہی جاری رکھا گیا یہی وجہ ہے کہ صحابہ مختلف الفاظ سے سلام عرض کیا کرتے اگر باہر یہ لازم ہوتا تو صحابہ ہر موقعہ پر انہی الفاظ سے سلام کہنے کے پابند ہوتے حالانکہ

وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلَاةِ

(۱) مسالک الحنفاء۔ ۶۲۳

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْ نَبِيَّ اللهِ وَ نَحْوَهٗ فَمَا تَعَلَّمُوْهُ زَائِدٌ عَلَى التَّحِيَّةِ فِي الصَّلَاةِ (۱)

صحابہ کے بارے میں منقول یہی ہے کہ وہ سلام تحیہ (یعنی نماز سے باہر) یوں عرض کیا کرتے ''اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، يَا نَبِيَّ اللهِ'' اس کے بعد جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھایا وہ نماز میں اس سلام تحیہ سے زائد تھا اور وہ ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'')

کسی کا دعویٰ ہے

اگر اس کے بعد بھی کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ صحابہ نماز کے التحیات میں کبھی ''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کہا کرتے کبھی ''السلام علیک یا نبی اللہ'' کہتے اور کبھی اور کلمات۔ تو وہ صحابہ پر زیادتی کر رہا ہے کیونکہ وہ تو بار بار یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نماز میں انہی کلمات سے سلام پڑھتے جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھائے

ان کے الفاظ پر نظر ڈالیے

اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَرَفْنَاهُ (۲)

(آپ پر سلام کا طریقہ ہم نے جان لیا ہے)

پھر رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں صلاۃ کی تعلیم دی تو ساتھ ہی فرمایا:

وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ (۳)

(اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم پہلے سیکھ چکے ہو)

اس کے بعد اگر کوئی کہتا ہے کہ صحابہ سلام التحیات میں مختلف کلمات سے سلام کہا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' کا پابند بنایا تو یہ سراسر ظلم و زیادتی کے سوا کچھ نہیں۔

قدر زائد کے الفاظ

ان تمام اہلِ علم کی عبارت میں یہ جملہ ملے گا کہ نماز میں جو سلام سکھایا وہ باہر

(۱) نسیم الریاض، ۵۔۱۸ (۲) نسیم الریاض، ۳۔۴۵۴ (۳) مسلم

کے سلام سے زائد ہے اور وہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' ہے یہ جملہ اعلان کر رہا ہے کہ باقی الفاظ سے سلام کا ذکر نماز سے باہر ہے نہ کہ نماز کے اندر۔

الغرض ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ان تمام اہل علم کی عبارات میں یہاں تحیہ سے مراد ا[illegible]ت نہیں بلکہ نماز سے باہر سلام تحیہ ملاقات ہے۔

عبارت کا پس منظر

کامل طور پر اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے اس عبارت کا پس منظر سامنے لانا بھی نہایت ضروری و لازم ہے۔

قاضی عیاض مالکی (ت: ۵۴۴) نے 'الشفاء' میں درود شریف کے حوالے سے لکھا امام ابو جعفر طبریؒ، امام طحاوی اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ علماء متقدمین اور متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ تشہد نماز میں حضور ﷺ پر صلاۃ اور درود پڑھنا لازم نہیں۔

وَ شَذَّ الشَّافِعِيُّ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعْدِ التَّشَهُّدِ الْاَخِيْرِ فَصَلَاتُهٗ فَاسِدَةٌ

(اس بارے میں امام شافعی کی رائے الگ ہے وہ کہتے ہیں جس نے آخری تشہد کے بعد درود شریف رسول اللہ ﷺ پر نہ پڑھا اس کی نماز فاسد ہے)

لیکن ان سے پہلے یہ کسی کا قول نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی حدیث شاہد ہے متعدد اہل علم مثلاً امام محمد بن حریر طبریؒ اور امام قشیریؒ نے ان پر طعن کیا امام مالکؒ، حضرت س[illegible]ن ثوری، اہل کوفہ اور دیگر کے ہاں نماز میں صلاۃ مستحب ہے۔

وَ شَذَّ الشَّافِعِيُّ فَاَوْجَبَ عَلٰى تَارِكِهَا فِي الصَّلَاةِ الْاِعَادَةَ

(مگر امام شافعی کی الگ رائے ہے وہ نماز میں صلاۃ کے ترک پر اعادہ نماز لازم قرار دیتے ہیں)

آگے چل کر لکھا

شوافع میں سے امام خطابی وغیرہ نے امام شافعیؒ کی مخالفت کی اور کہا کہ ان سے پہلے یہ کسی کا قول نہیں

پھر اس پر دلائل دیئے کہ نماز میں درود شریف فرض ولازم نہیں۔ (۱)

امام احمد خفاجیؒ (ت: ۱۰۶۹) اس شرح میں فرماتے ہیں، امام قطب الدین خیضریؒ (ت: ۸۹۰) نے اس مسئلہ پر امام شافعیؒ کی تائید میں کتاب لکھی جس میں انہوں نے قاضی عیاض مالکیؒ کا رد کیا ہے آیئے ان کے الفاظ میں پڑھیے۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ الْاِمَامَ الْخَيْضَرِیَ صَنَّفَ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ كِتَابًا سَمَّاهُ زَهْرُ الرِّيَاضِ فِیْ رَدِّ مَا شَنَّعَهُ الْقَاضِیْ عَيَّاضُ طَالَعْتُهٗ بِتَمَامِهٖ

(یادرہے امام خیضریؒ نے اس مسئلہ پر کتاب لکھی جس کا نام ہے ''زهر الرياض فی ردما شنعه القاضی عياض'' رکھا میں نے اس کا مطالعہ کیا)

اس کتاب کا خلاصہ لکھا اور آخر میں کہا

اِنْتَهٰی زُبْدَةُ مَا ذَكَرَهُ الْاِمَامُ الْخَيْضَرِیُ مِمَّا يُهِمُّنَا هُنَا (۲)

(مقام کی ضرورت کے مطابق امام خیضری کی گفتگو کا خلاصہ ختم ہوا)

یعنی جس عبارت میں آج ہمارا جھگڑا اور اختلاف ہے وہ شیخ خیضری (ت: ۸۹۰) کی عبارت ہے جس میں انہوں نے امام شافعی کے دلائل سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

شیخ خیضری کی عبارت کا ماخذ

جیسے یہ واضح کرنا ضروری تھا کہ یہ مذکورہ عبارت امام قطب الدین خیضریؒ کی ہے اس طرح یہاں یہ سامنے لانا بھی ضروری ہے کہ امام شافعیؒ کے حق میں یہی دلائل انہی الفاظ وعبارت میں شیخ شمس الدین بن قیم (ت: ۷۵۱) نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں

(۱) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ۲۔۶۲

(۲) نسیم الریاض، ۵۔۲۱

ان سے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے ذکر کیے ہیں شیخ خیضریؒ نے وہی دلائل انہی الفاظ میں اپنی کتاب میں ذکر کر دیئے خصوصاً متعلقہ عبارت بھی انہی کی ہے لہٰذا پہلے شیخ ابن قیم کے دلائل وعبارت مع ترجمہ ملاحظہ کر لیجئے اس کے بعد ہم شیخ خیضری کی عبارات پر بات کریں گے۔

شیخ ابن قیم کی عبارت ودلائل

شیخ ابن قیم (ت: ۷۵۱) نے پہلے امام شافعی کے مخالفین کے دلائل کا رد کیا ہے اور اس کے بعد ان کے موقف پر دلائل دیتے ہوئے لکھا

قَوْلُهٗ: اَلْفَرَائِضُ اِنَّمَا تَثْبُتُ بِدَلِيْلٍ صَحِيْحٍ لَا مُعَارِضَ لَهٗ مِنْ مِّثْلِهٖ اَوْ بِاِجْمَاعٍ قُلْنَا: اِسْمَعُوْا اَدِلَّتَنَا اَلْاٰنَ عَلَى الْوُجُوْبِ قُلْنَا عَلَيْهِ اَدِلَّةٌ اَلدَّلِيْلُ الْاَوَّلُ: قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○﴾ (۱)

وَوَجْهُ الدَّلَالَةِ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ اَمْرُهٗ، اَلْمُطْلَقُ عَلَى الْوُجُوْبِ مَالَمْ يَقُمْ دَلِيْلٌ عَلٰی خِلَافِهٖ وَ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ اَصْحَابَهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ سَاَلُوْهُ عَنْ كَيْفِيَّةِ هٰذِهِ الصَّلَاةِ الْمَاْمُوْرِ بِهَا فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الْحَدِيْثَ، وَ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ السَّلَامَ الَّذِیْ عَلَّمُوْهُ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِی الصَّلَاةِ وَ هُوَ سَلَامُ التَّشَهُّدِ، مَخْرَجُ الْاَمْرَيْنِ وَ التَّعْلِيْمَيْنِ وَالْمَحَلَّيْنِ وَاحِدٌ۔ يُوْضِحُهٗ اَنَّهٗ عَلَّمَهُمُ التَّشَهُّدَ اَمْرًا لَهُمْ بِهٖ فِيْهِ، وَفِيْهِ ذِكْرُ التَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ ﷺ فَسَاَلُوْهُ

(۱) الاحزاب: ۵۶

عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَعَلَّمَهُمْ إِيَّاهَا، ثُمَّ شَبَّهَهَا بِمَا عَلَّمُوْهُ مِنَ التَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ: وَ هٰذَا وَ التَّسْلِيْمُ الْمَذْكُوْرَيْنِ فِي الْحَدِيْثِ هُمَا الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيْمُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ يُوْضِحُهُ أَنَّ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ خَارِجَ الصَّلَاةِ لَا فِيْهَا لَكَانَ كُلُّ مُسْلِمٍ مِنْهُمْ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ وَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ أَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ فِي السَّلَامِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ وَ رُبَّمَا قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَ هُمْ لَمْ يَزَالُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ بِتَحِيَّةِ الْإِسْلَامِ وَ إِنَّمَا الَّذِيْ عَلَّمُوْهُ قَدْرٌ زَائِدٌ عَلَيْهَا وَ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ يُوْضِحُهُ حَدِيْثُ أَبِيْ إِسْحَاقَ كَيْفَ نُصَلِّيْ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِيْ صَلَاتِنَا، وَ قَدْ صَحَّحَ هٰذِهِ اللَّفْظَةَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْحُفَّاظِ مِنْهُمْ اِبْنُ خُزَيْمَةَ وَ اِبْنُ حِبَّانَ وَ الْحَاكِمُ ـ

وَالْبَيْهَقِيُّ، وَ قَدْ تَقَدَّمَ فِيْ أَوَّلِ الْكِتَابِ، وَ مَا أُعِلَّتْ بِهِ وَالْجَوَابُ عَنْ ذٰلِكَ

وَإِذَا تَقَرَّرَ أَنَّ الصَّلَاةَ وَ الْمَسْئُوْلَ عَنْ كَيْفِيَّتِهَا هِيَ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ فِيْ نَفْسِ الصَّلَاةِ وَ قَدْ خَرَجَ ذٰلِكَ مَخْرَجَ الْبَيَانِ الْمَأْمُوْرِ بِهِ مِنْهَا فِي الْقُرْآنِ ثَبَتَ أَنَّهَا عَلَى الْوُجُوْبِ، وَ يُنْضَافُ إِلٰى ذٰلِكَ أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ بِهَا، وَ لَعَلَّ هٰذَا وَجْهُ مَا أَشَارَ إِلَيْهِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ

رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى يَقُوْلُهُ كُنْتُ أَتَهَيَّبُ ذٰلِكَ ثُمَّ تَبَيَّنَتْ فَإِذَا هِيَ وَاجِبَةٌ وَ قَدْ تَقَدَّمَ حِكَايَةُ كَلَامِهِ وَ عَلٰى هٰذَا الْإِسْتِدْلَالِ أَسْئِلَةٌ:

أَحَدُهَا: قَوْلُهُ وَالسَّلَامُ كَمَا عَلِمْتُمْ، يَحْتَمِلُ أَمْرَيْنِ:

أَحَدُهُمَا: أَنْ يُرَادَ بِهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ وَ الثَّانِيْ أَنْ يُرَادَ بِهِ السَّلَامُ مِنَ الصَّلَاةِ نَفْسِهَا قَالَهُ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ

الثَّانِيْ: إِنَّ غَايَةَ مَا ذَكَرْتُمْ إِنَّمَا يَدُلُّ دَلَالَةَ إِقْتِرَانِ الصَّلَاةِ بِالسَّلَامِ وَالسَّلَامُ وَ وَاجِبٌ فِي التَّشَهُّدِ فَكَذَا الصَّلَاةُ وَ دَلَالَةُ الْإِقْتِرَانِ ضَعِيْفَةٌ

الثَّالِثُ: إِنَّا لَا نُسَلِّمُ وَ جُوْبَ السَّلَامِ وَلَا الصَّلَاةِ وَ هٰذَا الْإِسْتِدْلَالُ مِنْكُمْ إِنَّمَا يَتِمُّ بَعْدَ تَسْلِيْمِ وَجُوْبِ السَّلَامِ عَلَيْهِ ﷺ وَالْجَوَابُ عَنْ هٰذِهِ الْأَسْئِلَةِ: أَمَّا الْأَوَّلُ: فَفَاسِدٌ جِدًّا فَإِنَّ فِيْ نَفْسِ الْحَدِيْثِ مَا يُبْطِلُهُ وَ هُوَ أَنَّهُمْ قَالُوْا هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ

لَفْظُ الْبُخَارِيِّ فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ أَيْضًا فَإِنَّهُمْ إِنَّمَا سَأَلُوْا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ الْمَأْمُوْرِ بِهِمَا فِي الْآيَةِ لَا عَنْ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ مِنَ الصَّلَاةِ وَ أَمَّا السُّوَالُ الثَّانِيْ فَسُوَالُ مَنْ لَمْ يَفْهَمْ وَجْهَ تَقْرِيْرِ الدَّلَالَةِ فَإِنَّا لَمْ نَحْتَجَّ بِدَلَالَةِ الْإِقْتِرَانِ وَ إِنَّمَا إِسْتَدَلَّلْنَا بِالْأَمْرِ بِهَا فِي الْقُرْآنِ وَ بَيَّنَّا أَنَّ الصَّلَاةَ الَّتِيْ سَأَلُوْا

النَّبِيَّ ﷺ اَنْ يُعَلِّمَهُمْ اِيَّاهَا اِنَّمَا هِيَ الصَّلَاةُ الَّتِيْ فِي الصَّلَاةِ

وَاَمَّا السُّوَالُ الثَّالِثُ: فِيْ غَايَةِ الْفَسَادِ فَاِنَّهٗ لَايَعْتَرِضُ عَلَى الْاَدِلَّةِ مِنَ الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ بِخِلَافِ الْمُخَالِفِ فَكَيْفَ يَكُوْنُ خِلَافُكُمْ فِيْ مَسْأَلَةٍ قَدْ قَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰى قَوْلِ مُنَازِعِيْكُمْ فِيْهَا مُبْطِلًا لِدَلِيْلٍ صَحِيْحٍ لَا مُعَارِضَ لَهٗ فِيْ مَسْأَلَةٍ اُخْرٰى وَ هَلْ هٰذَا اِلَّا عَكْسَ طَرِيْقَةِ اَهْلِ الْعِلْمِ فَاِنَّ الْاَدِلَّةَ هِيَ الَّتِيْ تَبْطُلُ مَا خَالَفَهَا مِنَ الْاَقْوَالِ وَ يُعْتَرَضُ بِهَا عَلٰى مَنْ خَالَفَ مُوْجِبَهَا فَتُقَدَّمُ عَلٰى كُلِّ قَوْلٍ اِقْتَضٰى خِلَافَهَا، لَا اِنَّ اَقْوَالَ الْمُجْتَهِدِيْنَ تَعَارَضَ بِهَا الْاَدِلَّةَ وَ تَبْطُلُ مُقْتَضَاهَا وَ تُقَدَّمُ عَلَيْهَا ثُمَّ اِنَّ الْحَدِيْثَ حُجَّةٌ عَلَيْكُمْ فِيْ الْمَسْئَلَتَيْنِ فَاِنَّهٗ دَلِيْلٌ عَلٰى وَجُوْبِ التَّسْلِيْمِ وَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ ﷺ فَيَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ (۱)

(ان کا یہ کہنا کہ فرائض ایسی صحیح دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جس کے معارض کوئی دلیل یا اجماع نہ ہو؟

ہم کہتے ہیں کہ اب وجوب پر ہمارے دلائل سنئے ہمارے پاس اس پر کئی دلائل ہیں۔

پہلی دلیل: ارشاد خداوندی ہے۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والوں تم بھی آپ پر درود شریف اور خوب سلام بھیجو۔

اس میں (وجوب پر) دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ

(۱) جلاء الافہام۔ ۲۰۷ تا ۲۱۰

نے مومنوں کو رسول اکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام کا حکم دیا اور اس کا مطلق امر (حکم) وجوب پر دلالت کرتا ہے جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے اس صلوٰۃ کی کیفیت کا سوال کیا جس کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: قولوا اللھم صل علی محمد اور یہ بات ثابت ہے کہ جس سلام کی ان کو تعلیم دی گئی تھی وہ نماز میں پڑھا جانے والا اسلام ہے اور یہ سلام تشہد ہے پس دونوں احکام، تعلیمات کا محل ایک ہی ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو تشہد سکھایا اور نماز میں پڑھنے کا حکم دیا اور اس میں آپ پر سلام کا ذکر وطریقہ بھی موجود ہے۔

پس انہوں نے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ان کو وہ سکھایا پھر اسے اس سلام سے تشبیہ دی جو ان کو پہلے سکھایا گیا تھا فرمایا ''والسلام کما قد علمتم'' اس میں اس پر دلالت ہے کہ حدیث میں مذکور صلوٰۃ و سلام وہی ہے جو نماز میں ہے نیز اس کی وضاحت اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ اگر صلوٰۃ وسلام سے مراد نماز سے باہر صلوٰۃ و سلام ہوتو نہ کہ اس کے اندر ہر سلام عرض کرنے والا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' کہنے کا پابند ہوتا اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ صحابہ اس کیفیت کے ساتھ سلام کو مقید نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان میں سے جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' کہتا اور کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ'' اور کبھی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ'' اور اس طرح کے دیگر الفاظ سے سلام کیا جاتا تھا اور وہ آغاز اسلام سے مسلسل اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سلام تحیہ کہتے تھے اور اب جو کچھ ان کو سکھایا گیا وہ اس پر زائد تھا اور یہ نماز کے اندر کا سلام ہے اس کی مزید وضاحت اس طرح ہے کہ ابن اسحاق کی حدیث میں ہے صحابہ نے پوچھا جب ہم آپ پر نماز میں درود شریف پڑھیں تو کیسے پڑھیں؟ حفاظ

حدیث کی ایک جماعت نے ان الفاظ کو صحیح قرار دیا، ان میں ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور بیہقی شامل ہیں، کتاب کے آغاز میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

اس پر اعتراضات اور ان کا جواب بھی گزر چکا ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ جس صلوٰۃ کی کیفیت کا سوال کیا گیا وہ نماز میں پڑھا جانے والا درود شریف ہے اور قرآن مجید میں جس درود شریف کا حکم دیا گیا یہ اس کی تفسیر وبیان ہے تو ثابت ہوا کہ اس سے وجوب مراد ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ملایا جائے نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کا حکم دیا ہے شاید امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس میں مضطرب تھا پھر مجھ پر واضح ہوا کہ یہ واجب ہے ان کا کلام پہلے نقل کیا جا چکا ہے اس استدلال پر چند سوالات ہیں پہلا سوال: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ سلام اس طرح ہے جس طرح تم جان چکے ہو اس میں دو باتوں کا احتمال ہے۔

(۱) نماز میں آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا (۲) ممکن ہے نماز سے سلام پھیرنا مراد ہو جیسے امام ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں۔

دوسرا سوال: جو کچھ تم نے ذکر کیا، زیادہ سے زیادہ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صلاۃ وسلام ملے ہوئے ہیں اور چونکہ تشہد میں سلام واجب ہے پس درود شریف کا حکم بھی اسی طرح واجب ہے لیکن باہم ان کے اکٹھا آنے سے وجوب پہ دلالت ضعیف ہے۔

تیسرا سوال: ہم اور صلاۃ کے وجوب کو تسلیم نہیں کرتے اور تمہارا یہ استدلال اس وقت کامل ہوگا جب آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کو واجب قرار دیا جائے۔

ان سوالات کے جواب

پہلے سوال کا جواب: یہ سوال بالکل باطل ہے کیونکہ خود نفس حدیث میں ایسی بات موجود ہے جو اس میں دوسرے احتمال کو باطل کرتی ہے وہ یہ ہے

کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر یہ سلام تو ہمیں معلوم ہے تو آپ کی بارگاہ میں ہدیہ صلاۃ کیسے پیش کریں؟ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں نیز انہوں نے اس صلاۃ وسلام کی کیفیت کا سوال کیا جن کا حکم آیت کریمہ میں دیا گیا، نماز میں سلام پھیرنے کے بارے میں سوال نہیں تھا۔

دوسرے سوال کا جواب:

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے یہ ایسے شخص کا سوال ہے جو دلالت کی تقریر وتفصیل سمجھ نہیں سکا ہم نے دونوں کے اکٹھا ہونے کو دلیل نہیں بنایا ہمارا استدلال قرآنی حکم سے ہے اور ہم نے بیان کیا کہ ان حضرات نے نبی اکرم ﷺ سے جس درود شریف کی تعلیم کا سوال کیا وہ نماز کے اندر کا درود شریف ہے۔

تیسرے سوال کا جواب:

اس میں انتہائی درجے کا فساد ہے کیونکہ کتاب وسنت کے جو دلائل مخالف کے خلاف ہوں ان پر اعتراض کا حق نہیں تو ایسے مسئلہ میں جس پر تمہارے مخالف نے دلائل قائم کیے ہوں تم کس طرح اختلاف کر سکتے ہو جب کہ تمہارا اختلاف ایسی دلیل صحیح کو باطل کرنے والا ہو جو دوسرے مسئلہ میں کوئی معارض نہیں۔ اور اہل علم کے طریقہ کے خلاف ہے کیونکہ دلائل تو وہ ہوتے ہیں جو مخالف کے قول کو باطل کر دیں اور ان کے ذریعے ان لوگوں پر اعتراض کیا جائے جو ان کے موجب کے خلاف ہے اور وہ مخالف اقوال پر مقدم ہوتے ہیں نہ یہ کہ مجتہدین کے اقوال کے ذریعے دلائل کی مخالفت کی جائے اور ان دلائل مقتضی کو باطل کر کے ان پر ان اقوال کو مقدم کیا جائے۔ پھر یہ حدیث دو مسئلوں میں تمہارے خلاف دلیل ہے کیونکہ یہ سلام اور درود شریف دونوں کے وجوب کی دلیل ہے پس اس کی طرف رجوع کرنا لازم ہے)

تائید تراجم

ہم نے جو ترجمہ کیا ہے کہ اس عبارت میں لفظ تحیۃ سے مراد نماز سے باہر سلام تحیہ ہے نہ کہ اس سے التحیات مراد ہے عبارت و ترجمہ بڑا واضح ہے اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش تو نہیں مگر جو لوگ من مانی کرتے ہوئے الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر دیں اور کاتب کی غلطی قرار دے کر بلا دلیل لفظ ''صَوْتُهٗ'' کو ''صَلَاتُهٗ'' بنا دیں ممکن ہے وہ کہیں یہ ترجمہ ہی غلط ہے ہم اسے نہیں مانتے لہٰذا بندہ اپنے ترجمہ کے علاوہ کچھ دیگر تراجم ذکر کر رہا ہے۔

۱۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری (ت: ۱۳۴۸) کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جس میں انہوں نے نہایت واضح کہا کہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے پر صحابہ سلام عرض کرتے اور سلام تحیہ اول سلام سے ہی آپ کو عرض کیا جاتا تھا ان کے الفاظ یہ ہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ کو ہمارے دلائل وجوب بھی سن لینے چاہیے دلیل اول: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (۱)

وجہ دلالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نبی ﷺ پر صلاۃ وسلام کا امر فرمایا تھا اور امر مطلق وجوب کے لیے ہوتا ہے تاوقتیکہ اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے اس درود مامور بھا کی کیفیت کا سوال کیا تو فرمایا کہا کرو ''اللھم صل علی محمد'' الخ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ سلام جو آپ نے صحابہ کو سکھلایا تھا وہ نماز میں ہے یعنی سلام تشہد پس ہر دو امر، ہر دو تعلیم اور ہر دو محل کا مخرج ایک ہے جو واضح کرتا ہے کہ تشہد کی تعلیم بطور امر ہے اور سلام کا ذکر اسی میں ہے۔

پھر صحابہ نے درود کا سوال کیا تو وہ بھی سکھلایا اور اسے تسلیم کے ساتھ مشابہ کیا یہ دلالت کرتا ہے کہ جس صلاۃ وسلام کا ذکر حدیث میں ہے یہ دونوں وہی ہیں جو نماز میں ہیں۔

(۱) الاحزاب: ۵۶

يُوْضِحُهٗ اِنَّهٗ كَانَ الْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ خَارِجَ الصَّلَاةِ لَا فِيْهَا لَكَانَ كُلُّ مُسْلِمٍ مِنْهُمْ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ يَقُوْلُ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ'' وَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ فِي السَّلَامِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' رُبَّمَا ''اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ نَحْوَ ذٰلِكَ وَهُمْ لَمْ يَزَالُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ وَ اِنَّمَا الَّذِيْ عَلَّمُوْهُ قَدْرٌ زَائِدٌ عَلَيْهَا وَ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ

(بے شک یہ واضح کرتا ہے کہ اگر یہ صلاۃ وتسلیم نماز سے خارج ہوتے اور نماز کے اندر مراد نہ ہوتی تب ضرور ہر شخص خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے وقت ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ بَرَكَاتُهٗ'' کہا کرتا حالانکہ یہ بخوبی معلوم ہے کہ سلام کرنے میں صحابہ کو اس کیفیت کی پابندی نہ تھی بلکہ جو آتا وہ السلام علیکم کہا کرتا کبھی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عرض کیا کرتا

اور سلام تحیت تو اول اسلام سے ہی آپ کو عرض کیا جاتا تھا پس جو کچھ (بعد میں) سکھلایا گیا وہ اس مقدار (تحیت) سے زائد ہے جو بالتحقیق نماز کے اندر سلام کرنا ہے)

ان کے الفاظ:

حالانکہ بخوبی معلوم ہے کہ سلام کرنے پر صحابہ کو اس کیفیت کی پابندی نہ تھی بلکہ جو آتا السلام علیکم کہا کرتا یا کبھی السلام علی رسول اللہ یا کبھی السلام علیک یا رسول اللہ عرض کیا کرتا اور سلام تحیت تو اول اسلام سے آپ کو عرض کیا کرتا پس جو کچھ

بعد میں سکھلایا وہ اس مقدار تحیت سے زائد ہے جو بالتحقیق نماز کے اندر سلام کرنا ہے۔ (۱)

۲۔ مولانا شاکر حسین صدیقی نے اس مقام کا یوں ترجمہ کیا۔

اس کے بعد اپنے آخیر مقولے کے متعلق جس میں تم نے کہا ہے کہ فرائض کا ثبوت ہمیشہ دلائل صحیحہ سے ہے جن کا اسی درجے میں کوئی معارض نہ ہو اور اجماع کامل سے ہوا کرتا ہے ہمارے دلائل قویہ کو بنظر انصاف دیکھو اور اقرار کرو کہ کہاں تک ہم حق بجانب ہیں۔

پہلی دلیل:

اس مسئلہ میں آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (۱) (الاحزاب:۵۶) ہے اس لیے کہ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اپنے حبیب پاک ﷺ پر صلوٰۃ و تسلیم کا حکم صادر فرمایا ہے اور ہر امر جب تک کہ اس کی مخالف کوئی دلیل صحیح نہ ہو مستلزم وجوب ہے احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ نزول آیت کے بعد جب صحابہ کرام نے یہ کہا کہ سلام تو ہم کو معلوم ہے صلاۃ مامور بہا کس طور پر ادا کیا جائے آپ سے اس کی تعلیم حاصل کرنا چاہی تو آپ نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ ان کو تعلیم فرمایا اور یہ طے شدہ عمل ہے اس سے پہلے جس سلام کی ان کو تعلیم فرمائی گئی تھی یہی سلام ہے جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے پس دونوں امر اور دونوں تعلیم اور دونوں مجمل کا ایک ہی مخرج ہونا اپنی مشابہت تامہ کی وجہ سے اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جس صلوٰۃ وسلام کا ذکر حدیثوں میں ذکر ہے وہ وہی صلاۃ و سلام ہے جس کا تعلق نماز سے ہے ورنہ اس سلام کی تعلیم اگر عام اور ہر موقع کے لیے ہوتی ضروری تھا کہ صحابہؓ وقت حضوری میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کا جملہ استعمال فرمایا کرتے حالانکہ سلام دخول کسی ایک موقع پر سوائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کے ان الفاظ میں ادا کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ صدر اسلام سے یہی مذکورہ جملے سلام کے لیے مستعمل تھے اس سے زائد جو کچھ تعلیم فرمائی گئی (اور غیر نماز میں اس کا

(۱) الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، ۲۶۵ مطبوعہ دار السلام لاہور

استعمال نہیں ہوا) وہ ہر نماز کے لیے مخصوص ثابت ہوتی ہے۔ (۱)

ان کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔

ورنہ اس سلام کی تعلیم اگر عام اور ہر موقع کے لیے ہوتی تو ضروری تھا کہ صحابہ کرام وقت حضوری اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ کا جملہ استعمال فرمایا کرتے حالانکہ سلام دخول کسی ایک موقع پر بھی سوائے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ، یَا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کے ان الفاظ میں ادا کرنا ثابت نہیں بلکہ صدر اسلام سے ہی مذکور جملے سلام کے لئے مستعمل تھے اس سے زائد جو کچھ تعلیم فرمائی گئی (اور غیر نماز میں اس کا استعمال نہیں ہوا) وہ ہر طرح نماز کے لئے مخصوص ثابت ہوتی ہے۔

انہوں نے واضح طور پر لکھا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کا تعلق نماز سے باہر سلام کے ساتھ ہے نہ کے اندر

۳۔ ''جلاء الافہام'' کا نہایت عمدہ ترجمہ علامہ محمد صدیق ہزاروی زید مجدہ نے بھی اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کے نام سے کیا ہے انہوں نے بھی یہی ترجمہ کیا۔ (۲)

لہٰذا شیخ سرفراز صفدری گکھڑوی کا یہ لکھنا ہرگز درست نہیں کہ نماز کے اندر التحیات میں حضرات صحابہ کرام سے جہاں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ الخ ثابت ہے وہاں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ نماز کے التحیات اور تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بھی پڑھتے تھے۔

امام حیضری کی عبارت:

اب ہم امام حیضری کی طویل عبارت لا رہے ہیں اسے خود ملاحظہ کر لیجئے کہ انہوں نے شیخ ابن قیم کی عبارت و دلائل ہی ذکر کیے ہیں بلکہ الفاظ تک انہی کے ہیں، طویل عبارت

(۱) اردو جلاء الافہام ۱۸۵۔۱۸۶

(۲) ملاحظہ ہو ص ۳۳۹، ۳۴۰

لانے کی وجہ یہی ہے تاکہ تمام معاملہ اچھی طرح سامنے آجائے کہ یہ شیخ ابن قیم کی ہی عبارت ہے وہی دلائل، وہی اعتراضات اور وہی جوابات ہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ محض دعویٰ ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ آیئے تمام عبارت مع ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: فِيْ بَيَانِ الْاَدِلَّةِ عَلٰى وُجُوْبِهَا فِي التَّشَهُّدِ الْاَخِيْرِ اَلدَّلِيْلُ الْاَوَّلُ مِنْهَا قَوْلُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب: ۵۶) وَجْهُ الدَّلَالَةِ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ الْاَمْرَ الْمُطْلَقَ يَقْتَضِي الْوُجُوْبَ مَا لَمْ يَقُمْ دَلِيْلٌ عَلٰى خِلَافِهٖ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى فَاَمَرَ عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالصَّلٰوةِ وَ التَّسْلِيْمِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ سَاَلُوْهُ عَنْ كَيْفِيَّةِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ الْمَاْمُوْرِ بِهَا فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ ثَبَتَ اَنَّ السَّلَامَ الَّذِيْ عَلَّمُوْهُ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ وَ هُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ وَ هُوَ سَلَامُ التَّشَهُّدِ فَصَارَ مَخْرَجُ الْاَمْرَيْنِ وَالتَّعْلِيْمَيْنِ وَالْمَحَلَّيْنِ وَاحِدًا وَ مِمَّا يُوْضِحُ هٰذَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا عَلَّمَ اَصْحَابَهُ التَّشَهُّدَ عَلَّمَهُمْ فِيْهِ التَّسْلِيْمَ عَلَيْهِ الْمَاْمُوْرَ فَلَمَّا عَلَّمُوْا ذٰلِكَ سَاَلُوْهُ قَدْ عَلِمْنَا السَّلَامَ عَلَيْكَ الْمَاْمُوْرَ بِهٖ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ اَيِ الْمَاْمُوْرُ بِهَا فَقَالَ لَهُمْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ وَ السَّلَامُ قَدْ عَلِمْتُمْ وَ سَوْفَ يَاْتِيْ لَفْظُ الْحَدِيْثِ بِتَمَامِهٖ فِيْمَا بَعْدُ فَاقْتَضٰى مَا ذَكَرْنَاهُ اَنَّ

الصَّلٰوةَ وَالتَّسْلِيْمَ الْمَسْؤُوْلَ عَنْهُمَا الْمَذْكُوْرَيْنِ فِي الْحَدِيْثِ هُمَا فِيْ لَفْظِ حَالَةِ الصَّلٰوةِ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ الْحَالُ وَ يُؤَيِّدُ هٰذَا التَّقْرِيْرَ اَنَّهٗ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ وَ التَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ خَارِجَ الصَّلٰوةِ لَا فِيْهَا لَكَانَ كُلُّ مَنْ دَخَلَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ كَمَا عَلَّمُوْهُ وَ كَذٰلِكَ كُلُّ مَنْ قَصَدَ مُوَاجَهَتَهٗ ﷺ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ كَمَا صَلّٰى عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَ اِنَّ الْمَعْلُوْمَ الْمُقَرَّرَ اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رُبَّمَا قَالَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَوْ يَقُوْلُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ كَمَا هُوَ مَنْقُوْلٌ وَ نَحْوُ ذٰلِكَ وَ لَمْ يَنْقُلْ اَنَّهُمْ سَلَّمُوْا عَلَيْهِ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ اِلَّا بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ فَصَارَ الَّذِيْ تَعَلَّمُوْنَهٗ ﷺ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ قَدْرًا زَائِدًا عَلٰى مَا عَلَّمُوْهُ هُوَ الْمُحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَاِذَا تَقَرَّرَ اَنَّ الصَّلٰوةَ الْمَسْؤُوْلَ اَنَّ كَيْفِيَّتَهَا هِيَ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ فِيْ نَفْسِ الصَّلٰوةِ وَ خَرَجَ ذٰلِكَ مَخْرَجَ الْبَيَانِ الْمَاْمُوْرِ بِهٖ مِنْهَا وَ فِي الْقُرْاٰنِ ثَبَتَ اَنَّهَا عَلَى الْوُجُوْبِ وَ يُضَافُ اِلٰى ذٰلِكَ اَمْرٌ وَ فِعْلُهَا كَمَا سَيَاْتِيْ فَظَهَرَ بِمَا قَرَّرْنَاهُ وَجْهُ الدَّلَالَةِ اَنَّ الْاٰيَةَ الشَّرِيْفَةَ فَاِنْ قُلْتَ هٰذَا الدَّلِيْلُ الَّذِيْ قَرَّرْتُمُوْهُ لَنَا عَلَيْهِ اِيْرَادٌ

تَحْتَاجُوْنَ إِلَى الْجَوَابِ عَنْهَا اَحَدُهَا عَنْكُمْ قَرَّرْتُمْ اَنَّ الصَّحَابَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ فَذَكَرَهَا لَهُمْ ثُمَّ قَالَ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ وَ نَحْنُ نَقُوْلُ اِنَّ قَوْلَهُ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ يَحْتَمِلُ اَمْرَيْنِ اَحَدُهُمَا اَنْ يُّرَادَ بِهِ السَّلَامُ فِي الصَّلٰوةِ كَمَا قَرَّرْتُمْ وَالثَّانِيْ اَنْ يُّرَادَ بِهِ السَّلَامُ مِنَ الصَّلٰوةِ نَفْسِهَا كَمَا قَالَهُ اِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَ عِنْدَكُمْ اَنَّهُ إِذَا احْتَمَلَ الدَّلِيْلَ مُحْتَمِلًا اٰخَرَ سَقَطَ مِنْهُ الْاِسْتِدْلَالُ،

اَلْاِيْرَادُ الثَّانِيْ فَاِنَّ غَايَةَ مَاذَكَرْتُمْ يَدُلُّ دَلَالَةَ اِقْتِرَانَ الصَّلٰوةِ بِالسَّلَامِ وَالسَّلَامُ وَاجِبٌ فِي التَّشَهُّدِ فَكَذَا الصَّلٰوةُ وَ دَلَالَةُ الْاِقْتِرَانِ ضَعِيْفَةٌ

اَلْاِيْرَادُ الثَّالِثُ اَنْ لَّا نُسَلِّمَ وَجُوْبَ السَّلَامِ وَالصَّلٰوةِ وَ هٰذَا الْاِسْتِدْلَالُ مِنْكُمْ اِنَّمَا يَتِمُّ بِهِ تَسْلِيْمُ وُجُوْبِ السَّلَامِ وَ الصَّلٰوةِ وَ هٰذَا الْاِسْتِدْلَالُ مِنْكُمْ اِنَّمَا يَتِمُّ بِهِ تَسْلِيْمُ وَجُوْبِ السَّلَامِ عَلَيْهِ ﷺ بِذٰلِكَ فَهٰذَا الْاِيْرَادَاتُ ثَلَاثَةٌ اَمَّا الْاِيْرَادُ الْاَوَّلُ فَفَاسِدٌ مِنْ اَصْلِهِ فَاِنَّ فِيْ نَفْسِ الْحَدِيْثِ مَايُبْطِلُهُ فَاِنَّهُمْ قَالُوْا هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيْ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَلَمْ يَقُوْلُوْا هٰذَا السَّلَامُ فَقَطْ وَ اَيْضًا فَاِنَّهُمْ اِنَّمَا سَاَلُوْهُ ﷺ عَنْ كَيْفِيَّةِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ الْمَأْمُوْرِ بِهِمَا فِي الْاٰيَةِ لَا عَنْ كَيْفِيَّةِ السَّلَامِ مِنَ الصَّلٰوةِ كَمَا هُوَ ظَاهِرٌ مِنْ

اَلْفَاظِ الرِّوَايَاتِ فِيْ ذٰلِكَ (۱)

(فصل اول: اس میں ان دلائل کا تذکرہ ہے جو تشہد اخیر میں وجوب درود پہ دال ہیں پہلی دلیل: اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○﴾ (الاحزاب: ۵۶) اس فرمان الٰہی کی وجوب پر دلالت یوں ہے کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ کہ اس آیت مبارکہ میں امر مطلق ہے جو وجوب کا تقاضا کرتا ہے بشرطیکہ اس کے خلاف دلیل موجود نہ ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام کا حکم دیا اور یہ ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنھم نے اس حکم شدہ صلاۃ کی کیفیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یوں پڑھو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور یہ بھی ثابت ہے جو سلام نماز کے اندر آپ ﷺ نے انہیں سکھایا تھا وہ سلام تشہد ہے تو دونوں احکام، تعلیمات اور مقامات ایک ہی ٹھہرے اس کی وضاحت یوں بھی ہو رہی ہے جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو تشہد سکھایا تو اس میں حکم شدہ اپنے اُوپر سلام بھی سکھایا چونکہ وہ سلام کا طریقہ سیکھ چکے تھے تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا ہم حکم فرمودہ آپ پر سلام کا علم رکھتے ہیں آپ پر جس صلاۃ کا حکم ملا ہے اس کا طریقہ کیا ہے؟ تو فرمایا یوں پڑھو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ پھر فرمایا سلام وہی ہے جو پہلے تم سیکھ چکے ہو اور عنقریب وہ حدیث کامل طور پر آ رہی ہے ہماری مذکورہ گفتگو تقاضا کر رہی ہے کہ جس صلاۃ وسلام کے بارے میں حدیث میں سوال مذکور ہے ان دونوں کا تعلق حالت نماز کے ساتھ ہے جیسے ظاہر حال سے واضح ہے۔

اس تفصیل کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ اگر یہاں آپ پر صلاۃ وسلام سے مراد نماز سے باہر ہوتا نہ کہ نماز کے اندر تو چاہیے تھا کہ ہر وہ شخص جو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو وہ ان الفاظ میں ہی سلام

---

(۱) زہر الریاض مخطوط، ۵ تا ۷

کہتا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ'' جس کی آپ ﷺ نے انہیں تعلیم دی تھی اس طرح جو بھی آپ ﷺ پر ملاقات کے وقت صلاۃ کا ارادہ کرتا وہ ان الفاظ میں کہتا صَلَّی اللهُ عَلَيْكَ صَلَّى اللهُ كَمَا صَلَّى عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ الخ حالانکہ بخوبی معلوم مسلّم یہی بات ہے کہ صحابہ انہی الفاظ کی پابندی نہیں کیا کرتے بلکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یوں عرض کرتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ یا کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بسا اوقات کہتے اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ یا کہتے يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى عَلَيْكَ جیسے منقول ہے یا اس کی مثل کلمات ہوا کرتے اور ان سے ابتداً اسلام سے تحیہ سلام کے علاوہ کچھ منقول نہیں تو جواب آپ ﷺ نے سکھایا وہ سابقہ سلام تحیہ سے زائد تھا اور اس کی ضرورت نماز کے لیے تھی۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جس صلاۃ کے بارے میں سوال کیا اس صلاۃ کا تعلق نفس نماز سے ہے اور یہ حکم فرمودہ صلاۃ کی تفسیر و بیان بن جائے گا اور قرآن سے اس کا وجوب ثابت ہے اور اس کے ساتھ حضور ﷺ کا اس کے بارے میں حکم و فعل کو شامل کر لیا تو ہماری گفتگو سے آیت مبارکہ کی وجوب پر دلالت واضح ہو جائے گی، سوال جو دلیل تم نے دی اس پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کا جواب تمہارے ذمہ ہے۔ پہلا اعتراض، تم نے لکھا کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آپ پر سلام کا طریقہ جان لیا آپ نے صلاۃ کا طریقہ سکھایا اور ساتھ فرمایا کہ سلام کا طریقہ تم نے پہلے ہی سیکھا ہوا ہے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ مراد نماز کے اندر سلام جیسے تم نے بیان کیا دوسرا یہ کہ اس سے نماز سے سلام پھیرنا مراد ہو، امام ابن عبدالبر مالکی یہی مراد لیتے ہیں اور یہ خیال رہے کہ جب دلیل میں دوسرا احتمال ہو تو اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

دوسرا اعتراض، تمہاری گفتگو سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ صلاۃ وسلام کا اتصال واکٹھا ہونا دال ہے کہ جس طرح تشہد میں سلام لازم ہے

اسی طرح صلاۃ بھی لازم ہے لیکن یہ اتصال کی دلالت ضعیف ہے۔

تیسرا اعتراض ہم نماز میں سلام کو وجوب تسلیم نہیں کرتے تمہارا استدلال تب تام ہوتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کرو کہ نماز میں آپ ﷺ پر سلام کرنا واجب ہے یہ تین اعتراضات ہیں ان کا جواب سنیے۔ اعتراض اول فاسد ہے کیونکہ الفاظ حدیث اسے باطل کر رہے ہیں کیونکہ صحابہ نے عرض کیا ہم نے سلام کا طریقہ جان لیا ہے آپ پر صلاۃ کا طریقہ کیا ہے؟

اس کے لیے امام بخاری سے مروی روایت میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ملاحظہ کر لیجئے۔ صحابہ نے فقط سلام کا نہیں کہا تھا بلکہ انہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اس صلاۃ وسلام کا طریقہ بتائیں جس کا آیت مبارکہ میں حکم ملا ہے نہ کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بارے میں سوال کیا ہے جیسے تمام روایات کے الفاظ اس پر شاھد ہیں)

ان کی تمام عبارت کا شیخ ابن قیم (ت: ۷۵۱) کی عبارت سے تقابل کروا لیں کسی بھی باشعور کے سامنے رکھ کر پوچھیں وہ یہی جواب دے گا کہ یہ تمام گفتگو شیخ ابن قیم کی ہے۔

دونوں کی متعلقہ گفتگو

جس عبارت پر ہم گفتگو کر رہے ہیں اس مقام پر ان دونوں کی عبارت پر نظر ڈال لیجئے۔ شیخ ابن قیم نے لکھا صحابہ کا یہ سوال نماز کے اندر صلاۃ وسلام کے بارے میں تھا ورنہ

وَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ السَّلَامَ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ وَ رُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ نَحْوَ ذٰلِكَ وَ هُمْ لَمْ يَزَالُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ وَ اِنَّمَا الَّذِیْ عَلَّمُوْهُ قَدْرَ

زَائِدٍ عَلَيْهَا وَهُوَ السَّلَامُ عَلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ (۱)

(صحابہ کے بارے میں بخوبی معلوم ہے کہ وہ سلام کہتے ہوئے کبھی بھی ان الفاظ وکیفیت کی پابندی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان سے جو حاضر ہوتے وہ عرض کرتے السلام علیکم بسا اوقات عرض کرتے السلام علیك یا رسول الله اور اس کی مثل دیگر کلمات اور وہ ابتدائے اسلام سے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام تحیہ عرض کیا کرتے اور اس کے بعد جس کی آپ ﷺ نے انہیں تعلیم دی وہ اس سے کچھ زائد ہے اور وہ نماز میں سلام عرض کرنا ہے)

اب امام قطب الدین خیضری کی عبارت دیکھ لیں کہ اگر نماز کے باہر کا معاملہ مراد ہوتا نہ کہ اندر کا تو ہر آپ کے پاس آنے والا یوں سلام عرض کرتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اور اس طرح جو ملاقات کے وقت صلاۃ عرض کرنا چاہتا وہ کہتا صَلَّى اللهُ كَمَا صَلّٰى عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ الخ

وَإِنَّ الْمَعْلُوْمَ الْمُقَرَّرَ أَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْأَلْفَاظِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَوْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ وَيَقُوْلُ يَا نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ كَمَا هُوَ مَنْقُوْلٌ وَنَحْوُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَنْقُلْنَاهُمْ سَلَّمُوْا عَلَيْهِ مِنْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ إِلَّا بِتَحِيَّةِ الْإِسْلَامِ فَصَارَ الَّذِي تَعَلَّمُوْنَهُ ﷺ مِنَ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ قَدْرًا زَائِدًا عَلٰى مَا عَلَّمُوْهُ هُوَ الْمُحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الصَّلَاةِ (۲)

(حالانکہ بخوبی معلوم ومسلم ہے کہ وہ صلاۃ وسلام عرض کرتے ان الفاظ کی پابندی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان میں جو بھی حاضر ہوتے یوں عرض

(۱) جلاء الافہام، ۲۰۸

(۲) زہر الریاض، ۶

کرتے السلام علیك یا رسول الله یا السلام علیکم بسا اوقات یوم عرض کرتے السلام علی رسول الله یا کہتے یا نبی الله صلی الله علیك جیسے کہ ان سے منقول ہے اور اس طرح کے دیگر کلمات اور ان سے یہ منقول نہیں کہ آپ کو ابتدا اسلام سے تحیہ سلام کے علاوہ سلام کہتے ہوں جو آپ ﷺ نے صلاۃ وسلام کی انہیں تعلیم دی یہ سابقہ سلام سے زائد تھا اور اس کی ضرورت نماز میں تھی)

یہاں خوب غور کر لیجئے ان دونوں کی عبارت میں تحیہ سے مراد ہرگز التحیات نہیں بلکہ اس سے مراد نماز سے باہر سلام تحیہ مراد ہے جس کی ابتداء اسلام سے صحابہ کو تعلیم حاصل تھی تو اس سے التحیات مراد لینا سراسر زیادتی اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔

امام قسطلانی کی گفتگو

بات مزید سمجھنے کے لیے شارح بخاری امام احمد بن قسطلانی (ت: ۹۲۳) کی یہ گفتگو بھی ملاحظہ کیجئے یہ من وعن ہماری بات کی تائید کر رہی ہے۔

يُوْضِحُ أَنَّهُ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ خَارِجَ الصَّلَاةِ لَا فِيْهَا لَكَانَ كُلُّ مُسْلِمٍ مِنْهُمْ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْهِ يَقُوْلُ لَهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ أَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَتَقَيَّدُوْنَ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ بَلْ كَانَ الدَّاخِلُ مِنْهُمْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرُبَّمَا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ وَنَحْوَهُ وَإِنَّمَا الَّذِي عَلَّمُوْهُ قَدْرٌ زَائِدٌ عَلَيْهَا وَهُوَ السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ (۱)

(اسے یہ بھی واضح کر رہا ہے کہ یہاں اگر نماز سے باہر صلاۃ وسلام مراد ہوتا نہ کہ اس کے اندر تو ہر سلام کہنے والا جب آپ کو سلام عرض کرتا تو وہ پابند ہوتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ کا

(۱) مسالک الحنفاء، ۸۶

حالانکہ بخوبی معلوم ہے کہ انہی الفاظ و کیفیت کے ساتھ سلام کرنے کی پابندی نہیں کیا کرتے تھے بلکہ جو بھی حاضر ہوتا وہ کبھی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ کبھی اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ جیسے کلمات کہہ دیتا انہیں جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا وہ ان سے قدر زائد الفاظ ہیں اور یہ نماز کے اندر کا سلام ہے)

یہ عبارت بھی شیخ ابن قیم (ت:۷۵۱) کی ہی ہے

جب یہ آشکار ہوگیا کہ یہ تمام گفتگو شیخ ابن قیم سے لی گئی ہے اور اس میں یہ عبارت نماز کے باہر سلام کے بارے میں ہے نہ کہ نماز کے اندر التحیات کے بارے میں ہیں۔

ایک اور مقام۔ اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ

اگر کوئی ذہنی خلش اس کے بعد بھی باقی ہے تو امام خفاجی کا ہی اور ایک حوالہ و مقام کا مطالعہ کر لیجئے۔ قاضی عیاض مالکی (ت:۵۴۴) نے عنوان قائم کیا

فَصْلٌ فِیْ تَخْصِیْصِهٖ ﷺ بِتَبْلِیْغِ صَلَاةِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ

(اور اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کو پڑھنے والوں کا درود پہچانا)

اس کے تحت مکمل سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ

(جو بھی مجھ پر سلام کہے اس کے جواب کی مجھے اللہ تعالیٰ طاقت دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں)

اس کے تحت امام خفاجی اس عبارت پر اعتراض کرکے اس کا جواب دیتے ہیں اعتراض یہ ہے کہ:

کَلَامُ الْمُصَنِّفِ فِیْ تَبْلِیْغِ الصَّلَاةِ لَهٗ وَهٰذَا فِیْ تَبْلِیْغِ السَّلَامِ

(قاضی مصنف گفتگو آپ پر درود پہنچانے پر کر رہے ہیں حالانکہ حدیث مذکور کا تعلق سلام پہنچانے کے ساتھ ہے)

اس کا جواب دیتے ہیں یہ اس لیے کہا

۱۔ اَنْ یَّکُوْنَ لِمُنَاسَبَتِهٖ لِلصَّلَاةِ

(کہ سلام کی صلاۃ کے ساتھ گہری مناسبت ہے)

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے

فَهِمَ مِنْهُ اَنَّ الْمُرَادَ بِالسَّلَامِ قَوْلُهُمْ اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ (۱)

(انہوں نے سلام سے مراد تمام مسلمانوں کا یہ قول لیا ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ)

بحمد اللہ ان تمام شواہد سے تین باتیں نکھر کر سامنے آگئیں

۱۔ یہاں تمام اہل علم نے واضح کیا کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو ابتدائے اسلام سے سلام تحیہ سکھایا تھا اور اس میں مخصوص الفاظ کی پابندی نہ تھی لہٰذا صحابہ بوقت ملاقات مختلف الفاظ سے سلام عرض کرتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ ، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ، اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ۔

۲۔ جب آپ ﷺ نے تشہد نماز سکھایا تو نماز میں سلام عرض کرنے کا طریقہ بتایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ یہ الفاظ مخصوص اور سلام تحیہ سے زائد ہیں۔

۳۔ جب آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ نے صلاۃ کے بارے میں پوچھا تو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ کی تعلیم عطا فرمائی

اگرچہ تمام نے یہ واضح کرنا تھا کہ اس موقع پر جو صلاۃ وسلام کی تعلیم ملی وہ نماز کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اس کی وضاحت کے لیے ایک اہم دلیل یہ دی کہ یہی وجہ ہے کہ صحابہ سلام تحیہ میں اس کی پابندی نہیں کرتے تھے بلکہ جو سلام تحیہ ابتدا اسلام سے سیکھا اس کے مطابق جاری رکھا اور ان کا یہ سوال اس کے بارے میں نہیں تھا بلکہ نماز کے اندر سلام کے بارے میں تھا۔

---

(۱) نسیم الریاض، ۵۔۷۸

الغرض ہمارا دعویٰ کہ امام خفاجی کی عبارت وَالْمَنْقُوْلُ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ فِيْ تَحِيَّةِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ کا تعلق نماز کے باہر سے ہے نہ کہ نماز کے اندر لہٰذا تحیہ کا معنی ہرگز التحیات نہیں بلکہ سلام تحیہ ہے جس کی نشاندہی تمام اہل علم نے کردی ہے اگر یہاں کسی نسخہ میں واؤ رہ گیا ہے تو یہ کتابت کی غلطی ہے۔ ورنہ واؤ کے بغیر عبارت کا مفہوم مقصود کے برعکس ہوجاتا ہے کیونکہ اس کی عبارت سے مقصود نماز سے باہر صحابہ کے سلام کے بیان و مثال ہے نہ کہ نماز کے اندر، تو اگر واؤ نہ ہو تو معنی ہوگا کہ صحابہ نماز کے اندر ان کلمات سے سلام پہلے ہی کیا کرتے تھے حالانکہ یہ سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے بندہ پر جب یہ معاملہ آشکار ہوا تو اسے احاطہ تحریر میں لے آیا تاکہ اگر کسی کو غلط فہمی ہو تو اس کا ازالہ ہوجائے۔

یہاں علامہ غلام رسول سعیدی کی کاوش کو بھی سراہنا ضروری ہے جنہوں نے خوب غور و فکر کے بعد عبارت تحریر کی۔ اس موقع پر مولانا محمد شہزاد مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے امام خیضری کی زہر الریاض کے مخطوط کی فوٹو کاپی مہیا کی۔

اے اللہ ہمیں ہمیشہ حق کی اتباع اور باطل سے اجتناب کی توفیق عطا فرما۔ آمین

فصل:

رسول اللہ ﷺ ہرگز مٹی اور پتھر کی طرح نہیں

کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کو پہاڑوں اور پتھروں پر قیاس کرتے ہیں کہ جیسے وہ ہیں اس طرح کا معاملہ آپ ﷺ کا بھی ہے۔ اس مسئلہ پر علامہ سید احمد سعید کاظمی (ت: ۱۴۰۶ھ) کی یہ علمی گفتگو بھی قابل مطالعہ ہے۔ حضور ﷺ کے شاہد و ناظر ہونے پر قرآنی دلائل دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ان تمام اکابرین و حضرات علماء راسخین رضی اللہ عنہم اجمعین حتی کہ مخالفین و معاندین کی منقولہ بالا عبارات صریحہ واضحہ کی روشنی میں اس آیہ کریمہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانبیا:۱۰۷) کی صحیح تفسیر وہی ہے جو ہم نے کتب معتبرہ کے حوالے سے نقل کی جس کی رو سے حقیقت محمدیہ کا ذوات مصلین بلکہ تمام ذرات کائنات میں جاری و ساری ہونا ثابت ہوگیا اور ساتھ یہ بات بھی آفتاب کی طرح روشن ہوگئی کہ نماز میں حضور ﷺ کو بصیغہ خطاب پکارنا اور 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کہنا اس اصل عظیم پر مبنی ہے جس پر آیہ مبارکہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانبیا:۱۰۷) صاف طور پر دلالت کر رہی ہے نیز یہ اصل عظیم حضور نبی کریم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی ایسی روشن اور قوی دلیل ہے جس کا انکار گمراہ اور کور باطن کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں کرسکتا۔ وللہ الحمد!

مقام حیرت

تعجب ہے کہ جب صاحب فتح الملہم نے اس مقام پر وہی پیش کردہ عبارت 'فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ' کو نقل کرنے کے باوجود حضور ﷺ کے حاضر ہونے کا انکار کیا ہے اور نماز میں الفاظ تشہد ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے

صیغہ خطاب کی توجیہہ میں کہا ہے کہ یہاں الفاظ خطاب کا استعمال ایسا ہے جیسے کسی غائب مکتوب الیہ کے لیے خطوط میں خطاب کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ خط لکھتے وقت ہم اس کی موجودگی فرض کر لیتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمارا یہ خط اسے ضرور مل جائے گا حالانکہ وہ اس وقت ہمارے سامنے موجود نہیں ہوتا۔ (۱)

اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ: حضور ﷺ کو ایک عامی، بعید غائب، مکتوب الیہ پر قیاس کرنا اور بارگاہ رسالت کے تحفۂ سلام کو عوام الناس کے سلام و پیام کی طرح ٹھہرانا پھر دربار نبوت میں ہمارا سلام پہنچنے کے یقین عامی مجہول بعید غائب مکتوب الیہ تک خط پہنچنے کے یقین کی مثل قرار دینا مذہبی بصیرت کی روشنی میں انتہائی کور باطنی، شقاوت قلبی اور محروم القسمتی کا نشان ہے۔

دل لرز جاتا ہے جب اس خوفناک تشبیہ کو پڑھتے وقت علماء راسخین کی عبارات منقولہ بالا کی روشنی میں حضور ﷺ کی حقیقت مقدسہ کا تمام ذرات کائنات میں جاری و ساری ہونا اور حرم حبیب میں حبیب کا حاضر ہونا یاد آتا ہے۔

اس باطل توجیہ کے قائلین سے میں دریافت کرتا ہوں کہ بتائیے آج تک کسی معتمد عالم دین نے یہ توجیہ کی ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی تصریح موجود ہو تو پیش کیجئے ورنہ اس کے بطلان کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع فرمائیے۔

پھر ان قائلین سے پوچھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے سلام کو بعید غائب مکتوب الیہ کے سلام پر قیاس کر رہے ہیں۔ کیا دونوں میں کوئی علتِ جامعہ موجود ہے۔ کیا بعید غائب مکتوب الیہ کی حقیقت معاذ اللہ حقیقتِ محمدیہ کی طرح حقائق کائنات میں جاری و ساری ہے۔

آپ لوگ بعید غائب مکتوب الیہ تک اپنا خط پہنچنے کو یقینی فرما رہے ہیں۔ اس یقین کے لیے آپ کے پاس کون سی دلیل ہے، بسا اوقات قاصد ہمارا خط مکتوب الیہ تک نہیں پہنچاتا۔ کبھی خط پہنچنے سے پہلے قاصد مر جاتا ہے۔ بسا اوقات خط وصول ہونے سے قبل مکتوب الیہ فوت ہو جاتا ہے۔ کبھی ہمارے خطوط ضائع بھی ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں یقین کا دعویٰ کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ یقین کو ایسے بلند مقام پر پہنچانا کہ بارگاہ

(۱) فتح الملہم جلد ثانی ص ۴۲

نبوت میں نمازیوں کے سلام پہنچنے کے یقین کو معاذ اللہ اس کی مثل قرار دے دینا مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی ہی سے متصور ہو سکتا ہے اہل بصیرت مسلمان تو اس قول کو بارگاہ نبوت سے دوری اور محجوبی کی دلیل سمجھتا ہے۔

گیا گزرا قول

اس کے بعد اسی سلام تشہد کی بحث میں صاحب فتح الملہم نے انور شاہ کی عرف شذی سے ایک قول نقل کیا ہے جو علم و عقل انصاف و دیانت کی روشنی میں صاحب فتح الملہم کے قول سے بھی گیا گزرا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "الفاظ خطاب زبان عرب میں مخاطب کی خیالی صورت کو ذہن میں حاضر کرنے کے لیے (وضع کیے گئے) ہیں یہ ضروری نہیں کہ مخاطب کو اس کا علم ہو"

اس کے متعلق عرض ہے کہ انور شاہ صاحب کی اس غلطی کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے خطاب و ندا کے عام استعمالات کو بالکل سطحی نظر سے دیکھا غور و فکر سے کام لینے کی کوشش نہ کی۔

مخاطب میں اصل حاضر ہونا ہے۔

درحقیقت خطاب و حضور کے صیغوں اور ندا کے الفاظ کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے ایک اصل کے مطابق اور دوسرا خلاف اصل۔ کسی استعمال کو اصل کے مطابق قرار دینے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اصل محتاج دلیل نہیں اور خلافِ اصل قرار دینا محتاجِ دلیل ہوتا ہے اس لیے عدول عن الاصل بغیر دلیل کے جائز نہیں۔

مخاطب میں اصل یہ ہے کہ وہ حاضر ہو، علم صرف پڑھنے والے مبتدی بھی جانتے ہیں کہ اصل ابحاث صرف میں خطاب و غیبت کے صیغوں کو حاضر و غائب سے تعبیر کیا جاتا ہے البتہ بعض اوقات غیر مخاطب کو بمنزل مخاطب اور غائب کو بمنزل حاضر نازل کر کے حاضر و مخاطب کے صیغے استعمال کیے جاتے ہیں مگر یہ استعمال بداہتہً خلاف اصل اور محتاج دلیل ہے۔

اس لیے انور شاہ صاحب کا فرض تھا کہ وہ "السلام علیک ایھا النبی" میں الفاظ خطاب کے استعمال کو خلاف اصل ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل قائم کرتے

لیکن الحمدللہ! وہ اقامت برھان سے عاجز رہے اور ان شاء العزیز ان کے اذناب و اتباع سے عاجز رہیں گے۔

تو اچھی طرح واضح ہو گیا کہ سلام تشہد میں الفاظ خطاب کا استعمال اصل کے مطابق ہے اور حضور نبی کریم ﷺ جو سلام تشہد میں ہمارے مخاطب ہیں، فی الواقع حاضر و موجود اور حرم حبیب میں جلوہ گر ہیں جب وہ تشریف فرما ہیں تو ناممکن ہے کہ ہمارے خطاب و ندا سے بے خبر رہیں

پھر یہ بھی ہے کہ جس طرح خطاب میں اصل حضور ہے بالکل اسی طرح ندا میں منادیٰ کو بلانا اور اپنی پکار سنا کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا اصل ہے یہی وجہ ہے جب ایسی چیزوں کو ندا کی جاتی ہے جن میں منادیٰ ہونے کی صلاحیت نہیں ہوتی تو پہلے انہیں صلاحیت ندا رکھنے والی چیزوں کے منزل میں نازل کیا جاتا ہے اس کے بعد حرف ندا اس پر داخل کرتے ہیں جیسے ''یا جبال، یا ارض، یا ظبیات القاع'' کہ انہیں پکارنے والے کی طرف متوجہ ہونے کی صلاحیت رکھنے والے کی منزل میں نازل کرنے کے بعد ندا کی گئی ہے جیسے کہ شرح ملا جامی میں بالتفصیل مرقوم ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ مٹی و پتھر کی طرح ہیں

ثابت ہوا کہ منادیٰ میں پکارنے والے کی پکار کو سننے اور متوجہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھنا خلاف اصل ہے اور خلاف اصل ہمیشہ محتاج دلیل ہوتا ہے اس لیے ''یا جبال، یا ارض، یا ظبیات القاع وغیرہا اس قسم کی تمام مثالوں میں منادیٰ کا پکارنے والے کی ندا سے بے خبر رہنا اور اس کی طرف متوجہ نہ ہونا خلاف اصل ہے جس پر ان کا ظاہر حال دلیل ہے کہ بالبداہت ان میں جاننے، سننے اور متوجہ ہونے کی صلاحیت موجود نہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کیا مٹی و پتھر کی طرح معاذ اللہ، حضور ﷺ کی ذات مقدسہ سے بھی علم و ادراک اور متوجہ ہونے کی صلاحیت کی نفی ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ذی ہوش کے نزدیک معاذ اللہ، حضور ﷺ کا ظاہر حال بھی مٹی، پتھر اور جنگل کے ہرنوں جیسا ہو سکتا ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کا قیاس یا جبال،

یا ارض اور یا ظبیات القاع پر کیسے صحیح ہوا؟

اور سلام تشہد میں الفاظ خطاب کے خلافِ اصل استعمال پر کون سی دلیل قائم ہوئی؟ جب کوئی بھی دلیل خلافِ اصل استعمال پر قائم نہ ہو سکی تو ثابت ہو گیا کہ یہاں الفاظِ خطاب و ندا کا استعمال عین اصل کے مطابق ہے اور ان الفاظ کی تعلیم میں یہی حکمت ہے کہ حضور ﷺ حرم حبیب میں حاضر ہیں اور سلام عرض کرنے والے کی طرف ضرور متوجہ ہوتے ہیں، وللہ الحمد!

نُدبہ ہے نداء نہیں

رہا یہ امر کہ انور شاہ صاحب نے عرف شذی میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کی مثال میں واجبلاہ، واویلاہ اور یا زیداہ کو پیش کیا ہے تو اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ شاہ صاحب کو یہ شور وفغاں اور واویلا کی ضرورت صرف اس لیے پیش آئی کہ اسی مقام پر علماء عارفین ''فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ'' فرما چکے ہیں جو شاہ صاحب کے لیے ایک مصیبت عظمیٰ ہے اور مصیبت کے وقت ہر شخص گریہ زاری کے ساتھ واویلا پکارتا ہے اس لیے شاہ صاحب کی زبان پر بھی بے ساختہ واویلا جاری ہو گیا اور شدت آہ و بکا میں انہیں اتنی بات بھی یاد نہ رہی کہ ان تینوں مثالوں میں نُدبہ ہے ندا نہیں۔ وہ یہ بھی بھول گئے کہ ندا کے معنیٰ ہیں پکارنا اور ندبہ کے معنی ہیں رونا، چلانا اور وہ شدت الم میں یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ یا زیداہ میں حرف ''یا'' بمعنے واؤ ہے اور ''رونے چلانے کے وقت صرف آواز بلند کرنے کے لیے بولا جاتا ہے اس سے ندا مقصود نہیں ہوتی حقیقت یہ ہے کہ جس طرح محبت محبوب کے عیب کی طرف سے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے اس طرح بغض بھی مبغوض کے حسن و جمال کی طرف سے اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

کیا کسی اہل ایمان کے تصور ﷺ میں بھی یہ بات آ سکتی ہے کہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' میں جس طرح خطاب اور ندا کے الفاظ مستعمل ہیں معاذ اللہ، اسی طرح واجبلاہ اور واویلا اور یا زیداہ میں بھی ندبہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ع

(بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است) (۱)

اس کے بعد اگر کوئی سید الانبیاء علیہ السلام کو پہاڑوں اور مٹی کی طرح ہی سمجھتا و مانتا ہے بلکہ ان کے پکارنے کی یاہامان اور یافرعون کی نقل گردانتا ہے تو اس کی سمجھ وشعور پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔

شیخ سرفراز گکھڑوی نے ظلم کی انتہا کرتے ہوئے لکھ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔

﴿وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ (۲)

اور بے شک میں تجھے خیال کرتا ہوں تو تباہ کردیا جائے گا

اس آیت میں یا فرعون کے جملہ کو ذہن میں محفوظ رکھیے تاکہ کام آئے ----بکار آمد (۳)

اگر حرف ''یا'' سے حاضر و ناظر ہی مراد ہو تو براہ کرم ذیل آیت کا مطلب ہمیں سمجھادیں۔

۱۔ ﴿یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا﴾ (۴)

اے ہامان میرے لیے ایک بلند عمارت تعمیر کر

۲۔ ﴿یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ﴾ (۵)

اے یہود و نصاریٰ دین میں تجاوز نہ کرو

۳۔ ﴿وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ (۶)

اے فرعون میرے خیال میں تو ہلاک کردیا جائے گا

۴۔ اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ''یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' (اے

(۱) تسکین الخواطر، ۵۲ تا ۵۷
(۲) بنی اسرائیل:۱۰۲
(۳) تبرید النواظر:۱۶۲
(۴) المومن:۳۶
(۵) النساء:۱۷۱
(۶) بنی اسرائیل:۱۰۲

کافرو) کے الفاظ موجود ہیں (۱)

کھلے الفاظ میں وہ کہتا ہے کہ یارسول اللہ لفظ بھی اس طرح ہے جیسے

یٰفِرْعَوْنُ، یٰهَامٰنُ، ''یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ''

حالانکہ کہاں حبیب خدا ﷺ اور کہاں یہ ناپاک؟

علماء اُمت اور علماء نجد و دیوبند کی سوچ میں فرق

امام العصر علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہ نے اس عنوان کے تحت اس حقیقت کو ان الفاظ میں آشکار کیا ہے۔

مقام حیرت ہے کہ علماء اسلام انبیاء علیہم اسلام کو بالعموم اور سید الانبیاء علیہ الصلوۃ السلام کو بالخصوص ملائکہ پر قیاس کرتے ہیں اور علماء دیوبند آپ کو ہواؤں، پہاڑوں اور احباء کی منازل اور ٹھکانوں پر قیاس کرتے ہیں۔

علماء سابقین ان کو کمالات ملکیہ سے متصف مانتے ہیں بلکہ کمالات الٰہیہ کا مظہر جانتے ہیں اور ان کے لیے دور دراز سے دیکھنے سننے کی قوتیں تسلیم کرتے ہیں اور علماء دیوبند ان کو پہاڑوں اور مکانوں وغیرہ کی طرح بے علم اور بے خبر جانتے ہیں علماء اعلام اور اکابرین ملت امتیوں کو نبی اکرم ﷺ کے قریب اور شعور اور علم و آگاہی پر نظر رکھنے اور غافل و زائل نہ ہونے کی تلقین کرتے ہیں جبکہ علماء دیوبند اس نظریہ وعقیدہ پر شرک کے فتوے صادر کرتے ہیں۔

(ببیں تفاوت از کجاست تا بکجا)

قبل ازیں علامہ حسین احمد کی زبانی پانچ صورتوں میں ندائے یارسول اللہ کا مواد ذکر کیا جاچکا ہے جن میں پانچویں وجہ یہ تھی کہ پکارنے والے کے لیے بعد مسافت اور کثافت جسمانی باقی نہ رہے اور وہ جہاں کہیں بھی ہو براہ راست اپنے معروضات بارگاہ رسالت میں پیش کرسکتا ہو تو اس کے لیے بھی یارسول اللہ پکارنا جائز ہے۔

اے کاش علماء دیوبند سید الانبیاء ﷺ میں اتنی صلاحیت اور استعداد بھی تسلیم کرلیتے جتنی کہ آپ ﷺ کے اُمتیوں میں تسلیم کرسکتے ہیں! ہمیں معلوم نہیں ہوسکا کہ آخر

(۱) تبرید النواظر:۱۷۶

افضل الخلائق علی الاطلاق اور خلیفۃ الاعظم فی السبع الطباق کے ساتھ اس قدر عداوت اور دشمنی کیوں ہے اور ان کے حق میں ایسے کمالات تسلیم کرنا ان کے لیے ناگوار کیوں ہے؟ جو آپ ﷺ کے امتیوں میں تسلیم کرتے ہیں، علاوہ ازیں ابلیس جیسے لعنتی میں بھی تسلیم کرتے ہیں۔(۱)

مزید تفصیل کے لیے بندہ کا مقالہ ''کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہوتے ہیں'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

(۱) گلشن توحید و رسالت: ۲۔۴۶۹ تا ۴۷۰

فصل:

قبل از اعلانِ نبوت بھی

حضرات انبیاء علیہم السلام ساری مخلوق سے ممتاز ہوتے ہیں

نبوت و رسالت کے لئے استعداد و صلاحیت ذاتی کا پایا جانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دو آراء ہیں۔

۱۔ استعداد ذاتی شرط نہیں نبوت و رسالت عطیہ الٰہی ہے اللہ جسے چاہے عطا فرمائے

۲۔ استعداد ذاتی شرط ہے اس کے بغیر نبوت نہیں مل سکتی، یہ فلاسفہ کا قول ہے۔

ان دونوں کے درمیان اعتدال و موافقت یوں کی گئی کہ استعداد ذاتی وجہ ترجیح ہے نہ کہ موجب نبوت، یعنی اللہ تعالیٰ اسے نبوت دینے کا پابند نہیں ہاں اس کا طریقہ و سنت یہی ہے کہ وہ دیگر سے اعلیٰ استعداد والے کو ہی اپنی نبوت و رسالت کے لئے منتخب کرتا ہے اور ایسی استعداد دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حکماء اور محققین اسلام کا یہی موقف ہے۔

اول موقف والوں نے دلیل دی ہے کہ ارشاد الٰہی ہے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط

(اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے)

جو واضح کر رہا ہے کہ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطا فرمائے۔

لیکن سید شریف جرجانی (ت، ۸۱۲) نے لکھا۔

وَفِيْ دَلَالَةِ هٰذَا الْاٰيَةِ عَلَى الْمَطْلُوْبِ نَوْعُ خِفَاءٍ كَمَا لَا يَخْفٰى (۱)

(۱) شرح المواقف: ۸۔۲۱۷

(اس آیت کی مطلوب پر دلالت میں خفا ہے جو واضح ہے)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (ت، ۱۰۶۷) نے 'نَوْعُ خِفَاءٍ کَمَا لَا یَخْفٰی' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا۔

لِاَنَّ الْمَطْلُوْبَ اَنَّ الْمُخَصِّصَ مُجَرَّدُ الْمَشِیْئَةِ وَالْاٰیَةُ اِنَّمَا تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ تَعَالٰی یَعْلَمُ الْمَکَانَ الَّذِیْ یَجْعَلُ فِیْهِ رِسَالَتَهٗ وَ هٰذَا اَمْرٌ اٰخَرُ بَلْ دَلَالَةُ الْاٰیَةِ الْکَرِیْمَةِ عَلٰی اِشْتِرَاطِ الْاِسْتِعْدَادِ اَظْهَرُ ۔۔۔۔ فَنَزَلَتِ الْاٰیَةُ لِلرَّدِّ عَلَیْهِمْ بِاَنَّ النُّبُوَّةَ لَیْسَتْ بِالنَّسَبِ وَالْمَالِ وَ اِنَّمَا هِیَ بِفَضَائِلَ نَفْسَانِیَّةٍ یَخْتَصُّ بِهَا اَشْیَاءُ عَنْ عِبَادِهٖ فَیَجْتَبِیْ لِرِسَالَتِهٖ مَنْ عِلْمٍ اَنَّهٗ یَصْلُحُ بِهَا کَذَا فِیْ تَفْسِیْرِ الْقَاضِیْ (۱)

(کیونکہ مطلوب یہ ہے کہ وہ تخصیص محض مشیت الٰہی ہے اور آیت اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ محل جانتا ہے جس میں رسالت رکھنی ہے اور یہ اور بات ہے بلکہ آیت مبارکہ کی دلالت شرط استعداد پر خوب ظاہر ہے اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے کہ نبوت نسب و مال نہیں ملا کرتی یہ تو ذوات کے فضائل کی بنا پر ملتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے مخصوص فرمادے تو وہ اپنی رسالت کے لئے انہیں منتخب فرماتا ہے جس میں اس کی صلاحیت واستعداد ہو)

اس کے بعد اپنے اور فلاسفہ کے موقف میں فرق کرتے ہوئے لکھا۔

ثُمَّ هٰذَا لَا یَسْتَلْزِمُ الْاِیْجَابَ الَّذِیْ یَقُوْلُهُ الْفَلَاسِفَةُ لِاَنَّهٗ تَعَالٰی اِنْ شَاءَ اَعْطَی النُّبُوَّةَ وَ اِنْ شَاءَ اَمْسَکَهٗ وَ اِنْ اِسْتَعَدَّ الْمَحَلُّ

(یہ موقف اس ایجاب ولزوم کو مستلزم نہیں جو فلاسفہ کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ

(۱) حاشیہ شرح المواقف: ۸۔۲۱۸

چاہے تو نبوت عطا کرے اور اگر چاہے نہ دے اگرچہ محل میں استعداد ہو)

صحابی سے تائید

اس موقف کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے بھی ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا سب سے افضل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل پایا تو انہیں اپنا رسول بنا دیا، اس کے بعد دوبارہ دلوں کو دیکھا تو صحابہ کرام کے دلوں کا درجہ لوگوں سے بہتر پایا تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ و وزیر بنا دیا۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ وَابْعَثَهٗ بِرِسَالَاتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ قُلُوْبَ اَصْحَابِهٖ خَیْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ دِیْنِهٖ فَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَ مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ سَیِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَیِّءٌ (۱)

(اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو سب سے بہتر دل سیدنا محمد ﷺ کا پایا تو اسے اپنے لئے منتخب کیا اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا پھر بندوں کے دلوں کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کے دل تمام سے بہتر پائے تو انہیں اپنے نبی کے وزیر بنایا انہوں نے دین کی خاطر جہاد کیا تو جسے مسلمان پسند کرلیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند ہے اور جسے مسلمان ناپسند کرلیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ناپسند ہے)

امام نورالدین ھیثمی (ت۔ ۸۰۷) نے مجمع الزوائد کی جلد اول باب الاجماع اور جلد آٹھ میں 'باب عظیم قدرہ' کے تحت نقل کیا اور لکھا۔

(۱) مسند احمد، ۳۶۰۰

رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الْبَزَّارُ وَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالْاَوْسَطِ
وَ رِجَالُهُ مُوَثَّقُوْنَ (۱)

(اسے امام احمد، بزار، طبرانی نے المعجم الکبیر اور اوسط میں نقل کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

واضح رہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول غیر اجتہادی ہے یعنی یہ انہوں نے بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سے ہی سنا از خود وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے لٰہذا یہ حکم مرفوع (فرمان نبوی) میں ہے۔

حکماء اسلام کے دلائل

اس موقف کو حکماء اسلام نے قبول کیا اور اس پر دلائل فراہم کرتے ہوئے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ذوات کو مساوی و برابر نہیں بنایا بلکہ ان میں مختلف درجات رکھے ہیں جس طرح پانی اور آگ کی ذات برابر نہیں، تاریکی اور روشنی برابر نہیں، کستوری اور پلیدی برابر نہیں، اس طرح سرزمین کعبہ اور باقی زمین برابر نہیں، حجر اسود کی ذات باقی پتھروں کے برابر نہیں اس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کی ذوات دیگر ذوات کے ہرگز برابر نہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسروں سے اعلیٰ صلاحیت دی ہے جو نبوت و رسالت پر وجہ ترجیح ہے امام رازی، امام غزالی، شیخ ابن قیم، علامہ سید محمود آلوسی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر بڑی تفصیلی گفتگو کی اور واضح کیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ذوات دوسروں سے کئی اعتبار سے ممتاز ہیں انہیں ہرگز دوسرے کے برابر و مساوی قرار دینا نہیں چاہیے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی، آیئے امام رازی کی گفتگو کا مطالعہ کرتے ہیں۔

وَاَمَّا قَوْلُهٗ: (اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ) فَالْمَعْنٰى اَنَّ لِلرِّسَالَةِ مَوْضِعًا مَخْصُوْصًا لَا يَصْلُحُ وَضْعُهَا اِلَّا فِيْهِ فَمَنْ كَانَ مَخْصُوْصًا مَوْصُوْفًا بِتِلْكَ الصِّفَاتِ الَّتِيْ لِاَجْلِهَا يَصْلُحُ وَضْعُ الرِّسَالَةِ فِيْهِ كَانَ رَسُوْلًا وَ اِلَّا فَلَا وَ الْعَالِمُ بِتِلْكَ الصِّفَاتِ

(۱) مجمع الزوائد، ۲، ۸۳، ۱۳۹۱۶

لَيْسَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى

وَاعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ اِخْتَلَفُوْا فِيْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اَلنُّفُوْسُ وَ الْاَرْوَاحُ مُتَسَاوِيَةٌ فِيْ تَمَامِ الْمَاهِيَّةِ فَحُصُوْلُ النُّبُوَّةِ وَ الرِّسَالَةِ لِبَعْضِهَا دُوْنَ الْبَعْضِ تَشْرِيْفٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ اِحْسَانٌ وَ تَفَضُّلٌ وَ قَالَ آخَرُوْنَ: بَلِ النُّفُوْسُ الْبَشَرِيَّةُ مُخْتَلِفَةٌ بِجَوَاهِرِهَا وَ مَاهِيَّتِهَا، فَبَعْضُهَا خَيِّرَةٌ طَاهِرَةٌ مِّنْ عَلَائِقِ الْجِسْمَانِيَّاتِ مُشْرِقَةٌ بِالْاَنْوَارِ الْاِلٰهِيَّةِ مُسْتَعْلِيَةٌ مُنَوَّرَةٌ وَ بَعْضُهَا خَسِيْسَةٌ كُدْرَةٌ مُحِبَّةٌ لِلْجِسْمَانِيَّاتِ فَالنَّفْسُ مَا لَمْ تَكُنْ مِنَ الْقِسْمِ الْاَوَّلِ لَمْ تَصْلُحْ لِقُبُوْلِ الْوَحْيِ وَ الرِّسَالَةِ ثُمَّ اِنَّ الْقِسْمَ الْاَوَّلَ يَقَعُ الْاِخْتِلَافُ فِيْهِ بِالزِّيَادَةِ وَ النُّقْصَانِ وَ الْقُوَّةِ وَ الضُّعْفِ اِلٰى مَرَاتِبَ لَا نِهَايَةَ لَهَا فَلَا جَرَمَ كَانَتْ مَرَاتِبُ الرُّسُلِ مُخْتَلِفَةً فَمِنْهُمْ مَنْ حَصَلَتْ لَهٗ تَبَعٌ عَظِيْمٌ وَ مِنْهُمْ مَنْ كَانَ الرِّفْقُ غَالِبًا عَلَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ كَانَ التَّشْدِيْدُ غَالِبًا عَلَيْهِ (۱)

(ارشاد الٰہی (اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے) اس کا معنی یہ ہے کہ رسالت کے لئے مخصوص مقام کا ہونا ضروری ہے اس کے رکھنے کی اس میں صلاحیت ہے تو جو ان صفات سے موصوف و مخصوص ہوگا جن کی وجہ سے وہ محل رسالت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ رسول ہوگا ورنہ نہیں اور ان صفات کا عالم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

یاد رہے لوگوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں نفوس اور ارواح تمام ماہیت میں برابر مساوی ہیں تو ان میں بعض کو نبوت و

(۱) مفاتیح الغیب، جز ۱۳، ۱۳۶

رسالت کا ملنا اور بعض کو نہ ملنا یہ اللہ تعالیٰ کا ہی احسان، فضل و کرم ہے لیکن دوسرے لوگ کہتے ہیں نفوس بشریہ اپنے جواہر اور ماہیات میں (برابر نہیں) اختلاف رکھتے ہیں ان میں سے بعض بہتر، علائق جسمانیات سے پاک، انوار الٰہی سے روشن، شفاف اور منور ہوتے ہیں۔ اور بعض ان میں خسیس، گھٹیا اور جسمانیات کی محبت میں گرے ہوتے ہیں تو جب تک نفس، قسم اول سے نہ ہو وہ قبول وحی و رسالت کی صلاحیت نہیں رکھتا پھر قسم اول میں بھی کمی بیشی اور قوت و ضعف کے اعتبار سے غیر محدود مراتب ہیں لہٰذا مراتب رسل بھی یقینا مختلف ہونگے ان میں سے کچھ کے متبعین بہت زیادہ ہونگے کسی پر نرمی و شفقت کا غلبہ اور کسی پر جلال غالب ہوگا)

امام فخر الدین رازی (ت۔ ٦٠٦) نے (اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ) کے تحت امام حلیمی (ت، ٤٠٣) کے حوالہ سے اس مسئلہ پر یہ تفصیلی گفتگو کی ہے۔

فَنَقُوْلُ: فِي الْاٰيَةِ قَوْلَانِ اَلْاَوَّلُ: اَلْمَعْنٰى اَنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى دِيْنَ اٰدَمَ وَ دِيْنَ نُوْحٍ فَيَكُوْنُ الْاِصْطِفَاءُ رَاجِعًا اِلٰى دِيْنِهِمْ وَ شَرْعِهِمْ وَ مِلَّتِهِمْ، وَيَكُوْنُ هٰذَا الْمَعْنٰى عَلٰى تَقْدِيْرِ حَذْفِ الْمُضَافِ وَالثَّانِيْ: اَنْ يَّكُوْنَ الْمَعْنٰى: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُمْ، اَيْ صَفَّاهُمْ مِنَ الصِّفَاتِ الذَّمِيْمَةِ، وَزَيَّنَهُمْ بِالْخِصَالِ الْحَمِيْدَةِ، وَ هٰذَا الْقَوْلُ اَوْلٰى لِوَجْهَيْنِ اَحَدُهُمَا: اَنَا لَا نَحْتَاجُ فِيْهِ اِلَى الْاِضْمَارِ

وَالثَّانِيْ: اِنَّهٗ مُوَافِقٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ) وَ ذَكَرَ الْحَلِيْمِيُّ فِيْ كِتَابِ "الْمِنْهَاجِ" اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَابُدَّ وَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مُخَالِفِيْنَ لِغَيْرِهِمْ فِي الْقُوَى الْجِسْمَانِيَّةِ وَ الْقُوَى الرُّوْحَانِيَّةِ، وَ اَمَّا الْقُوَى

الْجِسْمَانِيَّةُ، فَهِيَ اِمَّا مُدْرِكَةٌ اَوْ مُحَرِّكَةٌ اَمَّا الْمُدْرِكَةُ: فَهِيَ اَمَّا الْحَوَاسُّ الظَّاهِرَةُ، وَاَمَّا الْحَوَاسُّ الْبَاطِنَةُ، اَمَّا الْحَوَاسُّ الظَّاهِرَةُ فَهِيَ خَمْسَةٌ اَحَدُهَا: اَلْقُوَّةُ الْبَاصِرَةُ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ مَخْصُوْصًا بِكَمَالِ هٰذِهِ الصِّفَةِ وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَجْهَانِ اَلْاَوَّلُ: قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: "زُوِيَتْ لِيَ الْاَرْضُ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا" وَالثَّانِيْ: قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ "اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَ تَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ" وَ نَظِيْرُ هٰذِهِ الْقُوَّةِ مَاحَصَلَ لِاِبْرَاهِيْمَ وَ هُوَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: (وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) (الانعام: ٧٥) ذَكَرُوْا فِيْ تَفْسِيْرِهٖ اَنَّهٗ تَعَالٰى قَوّٰى بَصَرَهٗ حَتّٰى شَاهَدَ جَمِيْعَ الْمَلَكُوْتِ مِنَ الْاَعْلٰى وَالْاَسْفَلِ قَالَ الْحَلِيْمِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: وَ هٰذَا غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ لِاَنَّ الْبُصَرَاءَ يَتَفَاوَتُوْنَ فَرُوِيَ اَنَّ زَرْقَاءَ الْيَمَامَةِ كَانَتْ تُبْصِرُ الشَّيْئَ مِنْ مَّسِيْرَةِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَلَا يُبْعَدُ اَنْ يَّكُوْنَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ اَقْوٰى مِنْ بَصَرِهَا وَ ثَانِيْهَا: اَلْقُوَّةُ السَّامِعَةُ، وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ اَقْوَى النَّاسِ فِيْ هٰذِهِ الْقُوَّةِ، وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا: قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ "اَطَّتِ السَّمَاءُ وَ حُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ قَدَمٍ اِلَّا وَ فِيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى" فَسَمِعَ اَطِيْطَ السَّمَاءِ وَ الثَّانِيْ: اَنَّهٗ سَمِعَ دَوِيًّا وَ ذَكَرَ اَنَّهٗ هَوٰى صَخْرَةٌ قُذِفَتْ فِيْ جَهَنَّمَ فَلَمْ

تَبلُغْ قَعرَهَا إِلَى الْآنَ، قَالَ الْحَلِيمِيُّ: وَ لَا سَبِيلَ لِلْفَلَاسِفَةِ إِلَى اِسْتِبْعَادِ هٰذَا، فَإِنَّهُمْ زَعَمُوا أَنَّ فِيثَا غُورِثَ رَاضَ نَفْسَهُ حَتّٰى سَمِعَ خَفِيفَ الْفَلَكِ، وَ نَظِيرُ هٰذِهِ الْقُوَّةِ لِسُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قِصَّةِ النَّمْلِ ﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ﴾ (النمل: ۱۸) فَاللّٰهُ تَعَالٰى أَسْمَعَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَلَامَ النَّمْلِ وَأَوْقَفَهُ عَلٰى مَعْنَاهُ وَ هٰذَا دَخَلَ أَيْضًا فِي بَابِ تَقْوِيَةِ الْفَهْمِ، وَ كَانَ ذٰلِكَ حَاصِلًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَكَلَّمَ مَعَ الذِّئْبِ وَ مَعَ الْبَعِيرِ ثَالِثُهَا: تَقْوِيَةُ قُوَّةِ الشَّمِّ، كَمَا فِي حَقِّ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَإِنَّ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا أَمَرَ بِحَمْلِ قَمِيصِهِ إِلَيْهِ وَ إِلْقَائِهِ عَلٰى وَجْهِهِ، فَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ يَعْقُوبُ ﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ﴾ (يوسف: ۹۴) فَأَحَسَّ بِهَا مِنْ مَّسِيرَةِ أَيَّامٍ وَرَابِعُهَا: تَقْوِيَةُ قُوَّةِ الذَّوْقِ، كَمَا فِي حَقِّ رَسُوْلِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ: ''إِنَّ هٰذَا الذِّرَاعَ يُخْبِرُنِي أَنَّهُ مَسْمُوْمٌ'' خَامِسُهَا: تَقْوِيَةُ الْقُوَّةِ اللَّامِسَةِ كَمَا فِي حَقِّ الْخَلِيلِ حَيْثُ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالَى النَّارَ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلَيْهِ، فَكَيْفَ يُسْتَبْعَدُ هٰذَا يُشَاهَدُ مِثْلُهُ فِي السَّمَنْدَلِ وَالنَّعَامَةِ، وَأَمَّا الْحَوَاسُّ الْبَاطِنَةُ فَمِنْهَا قُوَّةُ الْحِفْظِ، قَالَ تَعَالٰى: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى﴾ (۱)

وَ مِنْهَا قُوَّةُ الذَّكَاءِ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ''عَلَّمَنِي

(۱) الاعلیٰ: ۶

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ أَلْفَ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ وَاسْتَنْبَطْتُ مِنْ كُلِّ بَابٍ أَلْفَ بَابٍ''

فَإِذَا كَانَ حَالُ الْوَلِيِّ هٰكَذَا فَكَيْفَ حَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ: وَأَمَّا الْقُوَى الْمُحَرِّكَةُ: فَمِثْلُ عُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ إِلَى الْمِعْرَاجِ وَ عُرُوْجِ عِيسٰى حَيًّا إِلَى السَّمَاءِ وَ رُفِعَ إِدْرِيْسُ وَ إِلْيَاسُ عَلٰى مَا وَرَدَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ، وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ﴾ (النمل: ۴۰) وَأَمَّا الْقُوَى الرُّوحَانِيَّةُ الْعَقْلِيَّةُ: فَلَا بُدَّ أَنْ تَكُوْنَ فِي غَايَةِ الْكَمَالِ وَ نِهَايَةِ الصَّفَاءِ، وَاعْلَمْ أَنَّ تَمَامَ الْكَلَامِ فِي هٰذَا الْبَابِ أَنَّ النَّفْسَ الْقُدْسِيَّةَ النَّبَوِيَّةَ مُخَالِفَةٌ بِمَاهِيَّتِهَا لِسَائِرِ النُّفُوْسِ وَ مِنْ لَوَازِمِ تِلْكَ النَّفْسِ الْكَمَالُ فِي الذَّكَاءِ وَالْفِطْنَةِ، وَالْحُرِّيَّةِ، وَ الْإِسْتِعْلَاءِ وَالتَّرَفُّعِ عَنِ الْجِسْمَانِيَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ فَإِذَا كَانَتِ الرُّوْحُ فِي غَايَةِ الصَّفَاءِ وَالشَّرَفِ وَ كَانَ الْبَدَنُ فِي غَايَةِ النَّقَاءِ وَالطَّهَارَةِ كَانَتْ هٰذِهِ الْقُوَى الْمُحَرِّكَةُ وَالْمُدْرِكَةُ فِي غَايَةِ الْكَمَالِ لِأَنَّهُمَا جَارِيَةٌ مَجْرَى أَنْوَارٍ فَائِضَةٍ مِّنْ جَوْهَرِ الرُّوْحِ وَاصِلَةٌ إِلَى الْبَدَنِ وَ مَتٰى كَانَ الْفَاعِلُ وَ الْقَابِلُ فِي غَايَةِ الْكَمَالِ كَانَتِ الْآثَارُ فِي غَايَةِ قُوَّةِ الشَّرَفِ وَالصَّفَاءِ (۱)

(اس آیت کے بارے دو اقوال ہیں پہلا کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین

(۱) التفسیر الکبیر: ۳۔ ۱۶۹، ۲۰۰

ابراہیم اور دین نوح علیہم السلام کو چن لیا تو اب چننے کی نسبت ان کے دین، شریعت اور ملت کی طرف ہوگی اور یہ معنی حذف مضاف ماننے کی صورت میں ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذوات کو چنا یعنی انہیں صفات بد سے محفوظ کر کے اعلیٰ فضائل و عادات سے مزین فرما دیا یہ قول ان دونوں دلائل کی وجہ سے اولی و بہتر ہے، ایک یہ ہے کہ اس صورت میں عبارت پوشیدہ ماننے کی ضرورت نہیں پڑتی دوسری یہ ہے کہ اس میں ارشاد الٰہی ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ کے موافق ہے امام حلیمی نے اپنی کتاب المنہاج میں لکھا حضرات انبیاء علیہم السلام کا جسمانی قوتوں اور روحانی قوتوں میں دوسروں سے جدا و مخالف ہونا ضروری ہے، جسمانی قوتیں دو طرح کی ہیں قوت مدرکہ ہے یا قوت محرکہ، قوت مدرکہ حواس ظاہری ہیں یا حواس باطنی، حواس ظاہری پانچ ہیں ایک قوت باصرہ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قوت میں کمال درجہ پر فائز ہیں اس میں دو دلائل ملاحظہ کیجئے اول رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا گیا ہے میں اس کے مشارق ومغارب کو دیکھتا ہوں دوسرا آپ ﷺ کا فرمان ہے اپنی صفیں درست کیا کرو کیونکہ میں پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں، اس قوت کی نظیر حضرت ابراہیم علیہ السلام میں دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنتیں دکھائیں) اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ کو اس قدر قوت عطا کی کہ انہوں نے تمام ملکوت کو دیکھ لیا۔ خواہ وہ بلند تھی یا پست تھیں۔ شیخ حلیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ کوئی بعید بات نہیں کیونکہ دیکھنے والوں میں تفاوت مسلّم وموجود ہے۔ منقول ہے زرقاء یمامہ تین دن کی مسافت سے شی کو دیکھ لیتی تھی تو اس میں کیا بُعد ہے کہ نبی کی نگاہ اس سے زیادہ قوی ہے۔

دوسری قوت سامعہ، ہے رسالت ماب ﷺ اس قوت میں تمام لوگوں سے زیادہ قوت رکھتے اس پر بھی دو دلائل سن لیجئے ایک یہ کہ فرمان نبوی ہے

آسمان چڑ چڑاتا رہتا ہے اور اس کا چڑ چڑانا حق ہے کیونکہ اس میں ایک قدم جگہ ایسی نہیں کہ یہاں فرشتہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز نہ ہو تو آپ ﷺ آسمان کی آواز سن لیتے ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ ﷺ نے ایک آواز سنی اور بتایا کہ یہ دوزخ میں ایک پتھر پھینکا گیا ہے اور اس کی تہہ میں ابھی پہنچا ہے۔ شیخ حلیمی فرماتے ہیں کہ فلاسفہ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خود کہتے ہیں کہ فیثا غورث نے اتنی ریاضت کی تھی کہ فلک کی آواز سن لیتا تھا۔ اور اس قوت کا اظہار حضرت سلیمان علیہ السلام سے واقعہ چیونٹی میں ہوا ہے (چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ) تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آواز و گفتگو حضرت سلیمان علیہ السلام کو سنا دی اور اس کے معانی سے بھی آگاہ کر دیا۔ اس سے ان کے فہم کا قوی ہونا ہی سامنے آتا ہے اور یہ قوت سیدنا محمد ﷺ کو حاصل تھی کیونکہ آپ نے بھیڑ سے اور اونٹ کے ساتھ گفتگو کی۔ تیسری قوت شامہ ہے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد کی آنکھوں پر رکھو، جب قافلہ وہاں سے چلا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا (میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں) تو انہوں نے کئی دنوں کی مسافت سے اسے محسوس کر لیا۔ چوتھی قوت ذائقہ ہے جیسے ہمارے رسول ﷺ کے بارے میں ہے کہ گوشت کی دستی نے مجھے اطلاع دی کہ وہ زہر آلود ہے۔ پانچویں قوت لامسہ، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوگئی اور اس میں کون سا بعد ہے جبکہ اس کی مثل سمندل اور نعامة ہیں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ رہے حواس باطنہ تو ان میں قوت حفظ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ہم آپ کو پڑھائیں گے کہ تم بھولو گے نہیں ان میں قوت ذکاوت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے علم کا ہزار باب سکھایا اور میں نے ہر باب سے ہزار باب کا استنباط کیا۔ جب ایک ولی کا مقام یہ ہے تو نبی کریم ﷺ کا مقام وشان کیا

ہوگا؟ باقی قوت محرکہ کی مثال حضور ﷺ کا واقعہ معراج، حضرت عیسیٰ، حضرت ادریس اور حضرت الیاس علیہم السلام کا آسمانوں پر زندہ اٹھایا جانا جیسے احادیث میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ وہ تخت لاتا ہوں تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے۔ رہے عقلی و روحانی قویٰ تو ان کا بھی انتہائی کمال وصفا پر ہونا ضروری ہے۔

واضح رہے کہ خلاصہ کلام اس بات میں یہ ہے کہ نفس قدسی نبوی اپنی ماہیت میں باقی تمام نفوس کے مخالف ہوتا ہے تو اس نفس کے لوازمات میں سے ہے کہ یہ ذکاوت، فطانت، حریت، غلبہ اور جسمانیات وشہوات سے بلندی میں کامل ہو۔ جب روح انتہائی اعلیٰ اور صاف ہے اور بدن طہارت ونفاست میں انتہا پر ہے تو اب قوی محرکہ ومدرکہ بھی انتہائی کامل ہونگی کیونکہ ان کا اجراء فیض جو ہر روح سے بدن کو پہنچ رہا ہے۔ جب عمل والا اور قبول کرنے والا دونوں ہی کمال کے آخری درجہ پر ہیں تو اب آثار بھی شرف وصفا کی قوت میں انتہائی کامل ہونگے)

جب کفار نے انبیاء کو اپنی مثل قرار دیا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے کفار کے جواب میں فرمایا

﴿اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (۱)

(ہم تمہاری طرح انسان ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہے احسان کرے)

امام رازی اس کے تحت لکھتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْمَقَامَ فِيْهِ بَحْثٌ شَرِيْفٌ دَقِيْقٌ وَهُوَ اَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ حُكَمَاءِ الْاِسْلَامِ قَالُوْا: اِنَّ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَكُنْ فِيْ نَفْسِهٖ وَ بَدَنِهٖ مَخْصُوْصًا بِخَوَاصٍ شَرِيْفَةٍ عَلْوِيَّةٍ قُدْسِيَّةٍ فَاِنَّهٗ يَمْتَنِعُ عَقْلًا

(۱) پ ۱۳، ابراہیم، ۱۱

حُصُوْلُ صِفَةِ النَّبُوَّةِ لَهٗ وَاَمَّا الظَّاهِرِيُّوْنَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقَدْ زَعَمُوْا اَنَّ حُصُوْلَ النَّبُوَّةِ عَطِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى يُصِيْبُهَا لِكُلِّ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَايَتَوَقَّفُ حُصُوْلُهَا عَلٰى اِمْتِيَازِ ذٰلِكَ الْاِنْسَانِ عَنْ سَائِرِ النَّاسِ بِمَزِيْدِ اِشْرَاقٍ نَفْسَانِيٍّ وَقُوَّةٍ قُدْسِيَّةٍ وَهٰؤُلَاءِ تَمَسَّكُوْا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ، فَاِنَّهٗ تَعَالٰى بَيَّنَ اَنَّ حُصُوْلَ النَّبُوَّةِ لَيْسَ اِلَّا بِمَحْضِ الْمِنَّةِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْعَطِيَّةِ مِنْهُ وَالْكَلَامُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ غَامِضٌ غَائِصٌ دَقِيْقٌ وَ الْاَوَّلُوْنَ اَجَابُوْا عَنْهُ بِاَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوْا فَضَائِلَهُمُ النَّفْسَانِيَّةَ وَالْجَسَدَانِيَّةَ تَوَاضُعًا مِّنْهُمْ وَاقْتَصَرُوْا عَلٰى قَوْلِهِمْ: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (ابراہیم:۱۱) بِالنَّبُوَّةِ لِاَنَّهٗ قَدْ عَلِمَ اَنَّهٗ تَعَالٰى لَا يَخُصُّهُمْ بِتِلْكَ الْكَرَامَاتِ اِلَّا وَ هُمْ مَوْصُوْفُوْنَ بِالْفَضَائِلِ الَّتِيْ لِاَجْلِهَا اِسْتَوْجَبُوْا ذٰلِكَ التَّخْصِيْصَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الانعام۔۱۲۴)(۱)

(واضح رہے اس مقام پر نہایت ہی خوبصورت اور دقیق بحث ہے کہ حکماء اسلام کی جماعت کہتی ہے کہ انسان جب تک اپنے نفس وبدن میں اعلیٰ، بلند اور قدسی صفات نہ رکھتا ہو تو عقلاً اس کے لئے صفت نبوت کا حصول محال ہے البتہ اہل سنت و جماعت کے اہل ظاہر کا خیال ہے کہ حصول نبوت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور بندوں میں سے جسے چاہے عطا فرما دے تو حصول نبوت اس پر موقوف نہیں کہ وہ انسان دیگر سے اضافی اشراق نفس

(۱) التفسیر الکبیر:۷۔۷۴

اور قوت قدسیہ سے مزین ہو۔ان کا استدلال اسی آیت سے ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ حصول نبوت محض اللہ تعالیٰ کا احسان وعطیہ ہے اس بارے میں گفتگو نہایت ہی گہری اور دقیق ہے پہلے لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ حضرت انبیاء علیہم السلام نے یہاں اپنے ذاتی وجسمانی فضائل کا تذکرہ بطور تواضع نہیں کیا اور (لیکن اللہ احسان فرماتا ہے بندوں میں سے جسے چاہے) نبوت دیدے پر ہی اکتفا کیا کیونکہ یہ ازخود معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کرامات واعزازات کے ساتھ انہی کو مخصوص کرتا ہے جو ایسے فضائل سے متصف ہوں جو انہیں اس تخصیص کے مستحق بنائیں جیسے ارشاد الٰہی ہے اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے)

آگے چل کر اختتام آیت کے تحت رقم طراز ہیں۔

وَرَاَيْتُ فِيْ كَلَامِ الشَّيْخِ اَبِيْ حَامِدِ الْغَزَالِيْ رَحِمَهُ اللهُ فَصْلًا حَسَنًا وَحَاصِلُهُ: اِنَّ الْاِنْسَانَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَاقِصًا اَوْ كَامِلًا اَوْ خَالِيًا عَنِ الْوَصْفَيْنِ اَمَّا النَّاقِصُ فَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَاقِصًا فِيْ ذَاتِهٖ وَلٰكِنَّهٗ لَايَسْعٰى فِيْ تَنْقِيْصِ حَالِ غَيْرِهٖ وَ اَمَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَاقِصًا وَيَكُوْنَ مَعَ ذٰلِكَ سَاعِيًا فِيْ تَنْقِيْصِ حَالٍ لِغَيْرِهٖ، فَالْاَوَّلُ: هُوَ الضَّالُّ وَ الثَّانِيْ: هُوَ الضَّالُّ الْمُضِلُّ وَاَمَّا الْكَامِلُ فَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَامِلًا وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى تَكْمِيْلِ الْغَيْرِ وَ هُمُ الْاَوْلِيَاءُ وَ اَمَّا اَنْ يَّكُوْنَ كَامِلًا وَ يَقْدِرُ عَلٰى تَكْمِيْلِ النَّاقِصِيْنَ وَ هُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَلِذٰلِكَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

(عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ)(۱)

وَلَمَّا كَانَتْ مَرَاتِبُ النُّقْصَانِ وَالْكَمَالِ وَ مَرَاتِبُ الْاِكْمَالِ وَالْاِضْلَالِ غَيْرَ مُتَنَاهِيَةٍ بِحَسَبِ الْكَمِّيَّةِ

(۱) ابوداؤد، حدیث:۳۶۴۱

وَالْكَيْفِيَّةِ لَاجَرَمَ كَانَتْ مَرَاتِبُ الْوِلَايَةِ وَالْحَيَاةِ غَيْرَ مُتَنَاهِيَةٍ بِحَسَبِ الْكَمَالِ وَالنُّقْصَانِ فَالْوَلِيُّ هُوَ الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ الَّذِيْ لَا يَقْوٰى عَلَى التَّكْمِيْلِ وَ النَّبِيُّ هُوَ الْاِنْسَانُ الْكَامِلُ الْمُكَمِّلُ ثُمَّ قَدْ تَكُوْنُ قُوَّتُهُ الرُّوْحَانِيَّةُ النَّفْسَانِيَّةُ وَافِيَةً بِتَكْمِيْلِ اِنْسَانَيْنِ نَاقِصَيْنِ وَ قَدْ تَكُوْنُ اَقْوٰى مِنْ ذٰلِكَ فَيَكْفِيْ بِتَكْمِيْلِ عَشَرَةٍ وَ مِائَةٍ وَ قَدْتَكُوْنُ تِلْكَ الْقُوَّةُ قَاهِرَةً قَوِيَّةً تُؤَثِّرُ تَاْثِيْرَ الشَّمْسِ فِي الْعَالَمِ فَيَقْلِبُ اَرْوَاحَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ مَقَامِ الْجَهْلِ اِلٰى مَقَامِ الْمَعْرِفَةِ وَ مِنْ طَلَبِ الدُّنْيَا اِلٰى طَلَبِ الْاٰخِرَةِ وَ ذٰلِكَ مِثْلُ رُوْحِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ وَقْتَ ظُهُوْرِهٖ كَانَ الْعَالَمُ مَمْلُوْءً مِنَ الْيَهُوْدِ اَكْثَرُهُمْ حُلُوْلِيَّةٌ وَ مِنَ الْمَجُوْسِ قُبْحُ مَذَاهِبِهِمْ ظَاهِرٌ وَ مِنْ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَ سُخْفُ دِيْنِهِمْ اَظْهَرُ مِنْ اَنْ يُّحْتَاجَ اِلٰى بَيَانٍ فَلَمَّا ظَهَرَتْ دَعْوَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَسَرَتْ قُوَّةُ رُوْحِهٖ فِي الْاَرْوَاحِ فَقَلَّبَ اَكْثَرَ اَهْلِ الْعَالَمِ مِنَ الشِّرْكِ اِلَى التَّوْحِيْدِ وَ مِنَ التَّجْسِيْمِ اِلَى التَّنْزِيْهِ وَ مِنَ الْاِسْتِغْرَاقِ فِيْ طَلَبِ الدُّنْيَا اِلٰى عَالَمِ الْاٰخِرَةِ فَمِنْ هٰذَا الْمَقَامِ يَنْكَشِفُ لِلْاِنْسَانِ مَقَامُ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ، اِذَا عَرَفْتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ: قَوْلُهٗ: ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللهِ﴾ (ابراہیم:۱۲) اِشَارَةٌ اِلٰى مَا كَانَتْ حَاصِلَةً لَهُمْ مِنْ كَمَالَاتِ نُفُوْسِهِمْ وَ

قَوْلُهُمْ فِيْ آخِرِ الْأَمْرِ﴿وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ (ابراہیم:۱۲) اِشَارَةٌ اِلٰى تَاْثِيْرِ اَرْوَاحِهِمِ الْكَامِلَةِ فِيْ تَكْمِيْلِ الْاَرْوَاحِ النَّاقِصَةِ فَهٰذِهٖ اَسْرَارٌ عَالِيَةٌ مَخْزُوْنَةٌ فِيْ اَلْفَاظِ الْقُرْآنِ، فَمَنْ نَظَرَ فِيْ عِلْمِ الْقُرْآنِ وَكَانَ غَافِلًا عَنْهَا كَانَ مَحْرُوْمًا مِنْ اَسْرَارِ عُلُوْمِ الْقُرْآنِ وَاللهُ اَعْلَمُ (۱)

(میں نے اس بارے میں شیخ ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر کردہ خوبصورت فصل دیکھی جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان ناقص ہوگا یا کامل یا دونوں اوصاف سے خالی ہوگا۔ ناقص یا تو اپنی ذات میں ناقص ہوگا اور وہ کسی دوسرے کو ناقص بنانے کی کاوش نہیں کرے گا یا وہ ایسا ناقص ہوگا کہ دوسرے کے نقص کی کاوش کرے گا پہلا ناقص گمراہ، دوسرا خود بھی گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے اگر وہ کامل ہے تو اگر ایسا کامل ہے کہ وہ دوسروں کی تکمیل پر قادر نہیں تو وہ اولیاء ہیں یا وہ کامل ہونے کے ساتھ دوسرے ناقصوں کی تکمیل پر قدرت رکھتے ہوں گے حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، جب نقصان وکمال کے مراتب اور کامل و گمراہ کرنے کے درجات جب کیمیت وکیفیت کے اعتبار سے غیر محدود ہیں تو اب یقیناً باعتبار کمال ونقص مراتب ولایت و حیات بھی غیر محدود ہونگے۔ تو ولی وہ انسان کامل ہے جو دوسروں کی تکمیل پر قدرت نہیں رکھتا اور نبی ایسا انسان کامل ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کی بھی تکمیل کرتا ہے پھر بعض اوقات یہ روحانی قوت دو ناقص انسانوں کی تکمیل کے لیے کافی ہوتا ہے اور کبھی اس سے زائد وقوی ہوتی ہے کہ وہ دس اور صد کے لئے کافی بن جاتی ہے اور کبھی وہ قوت اس قدر غالب وقوی ہوتی ہے کہ وہ سورج کی طرح تمام

(۱) التفسیر الکبیر: ۷، ۷۵-۷۶

کائنات میں اثر کرتی ہے اور اکثر اہل علم کی ارواح کو مقام جہل سے مقام معرفت کی طرف اور طلب دنیا سے طلب آخرت کی طرف منتقل کر دیتی ہیں اس کی مثال روح محمد ﷺ ہے کیونکہ ان کے ظہور کے وقت یہ جہان یہود سے بھرا پڑا تھا اکثر نصاریٰ اللہ تعالیٰ کا جسم مانتے، حلولیہ اور مجوسی تھے ان مذاہب کا باطل ہونا ظاہر ہے بت پرست تھے اور ان کے دین کی کمزوری محتاج بیان نہیں جب سیدنا محمد ﷺ کی دعوت و پیغام کا ظہور ہوا تو آپ کی روحانی قوت ارواح کی طرف متوجہ ہوئی تو اکثر اہل جہان شرک سے توحید، تجسیم سے تنزیہ اور طلب دنیا میں مستغرق، عالم آخرت کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس مقام سے انسان پر مقام نبوت ورسالت آشکار ہو جاتا ہے۔)

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو اب سنیے

ارشاد الٰہی (ہمیں کیا ہے ہم اللہ پر توکل نہ کریں) میں اشارہ ہے ان کمالات کی طرف جو ان کے نفوس کو حاصل ہے اور آخر میں فرمایا (اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں توکل کرنے والے) اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی ارواح کاملہ، ارواح ناقصہ کی تکمیل کرتی ہیں۔ یہ عظیم اسرار جو قرآنی الفاظ میں محفوظ ومخفی ہیں جو علوم قرآن کا مطالعہ کرے اور ان اسرار سے غافل رہے وہ علوم قرآن کے اسرار سے محروم رہے گا)

شیخ شمس الدین محمد بن قیم (ت۔ ۷۵۱) نے اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے آیئے ان کی من وعن عبارت سے استفادہ کرتے ہیں۔ متعدد اشیاء مثلاً خانہ کعبہ کے امتیازات بیان کر کے کہتے ہیں۔

وَلَمْ يُوَفَّقْ لِفَهْمِ هٰذَا الْمَعْنٰى مَنْ سَوّٰى مِنَ الْاَعْيَانِ وَالْاَفْعَالِ وَالْاَزْمَانِ وَالْاَمَاكِنِ وَزَعَمَ اَنَّهٗ لَا مَزِيَّةَ شَيْءٌ مِنْهَا عَلٰى شَيْءٍ وَ اِنَّمَا هُوَ مُجَرَّدُ التَّرْجِيْحِ بِلَا مُرَجِّحٍ وَ هٰذَا الْقَوْلُ بَاطِلٌ بِاَكْثَرَ مِنْ

اَرْبَعِيْنَ وَجْهًا قَدْ ذَكَرْتُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ فَاِنَّ مَذْهَبًا يَقْتَضِيْ اَنْ تَكُوْنَ ذَوَاتُ الرُّسُلِ كَذَوَاتِ اَعْدَائِهِمْ فِي الْحَقِيْقَةِ، وَاِنَّمَا التَّفْضِيْلُ بِاَمْرٍ لَا يَرْجِعُ اِلَى اِخْتِصَاصِ الذَّوَاتِ بِصِفَاتٍ وَ مَزَايَا لَا تَكُوْنُ لِغَيْرِهَا، وَ كَذٰلِكَ نَفْسُ الْبِقَاعِ وَاحِدَةٌ بِالذَّاتِ لَيْسَ لِبُقْعَةٍ عَلٰى بُقْعَةٍ مَزِيَّةٌ اَلْبَتَّةَ، هُوَلَمَّا يَقَعُ فِيْهَا مِنَ الْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ، فَلَامَزِيَّةَ لِبُقْعَةِ الْبَيْتِ، وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ مِنًى وَ عَرَفَةَ وَالْمَشَاعِرِ عَلٰى اَيِّ بُقْعَةٍ سَمَّيْتَهَا مِنَ الْاَرْضِ وَ اِنَّمَا التَّفْضِيْلُ بِاِعْتِبَارِ اَمْرٍ خَارِجٍ عَنِ الْبُقْعَةِ لَا يُعْرَفُ اِلَيْهَا وَلَا اِلٰى وَصْفٍ قَائِمٍ بِهَا وَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى قَدْ رَدَّ هٰذَا الْقَوْلَ الْبَاطِلَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ﴾ (الانعام:٦) قَالَ اللّٰهِ تَعَالٰى: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾ (الانعام-١٢٤) اي لَيْسَ كُلُّ اَحَدٍ اَهْلًا وَ لَا صَالِحًا لِتَحَمُّلِ رِسَالَتِهٖ بَلْ لَهَا مَحَلٌّ مَخْصُوْصَةٌ لَا تَلِيْقُ اِلَّا بِهَا وَاِلَّا تَصْلُحُ اِلَّا لَهَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِهٰذِهِ الْمَحَالِ مِنْكُمْ

وَلَوْ كَانَتِ الذَّوَاتُ مُتَسَاوِيَةً كَمَا قَالَ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ رَدٌّ عَلَيْهِمْ وَ كَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى:

﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ (١)

(١) الانعام:٥٣

اَیْ: هُوَ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ لِمَنْ يَّشْكُرُهٗ عَلٰى نِعْمَتِهٖ فَيَخْتَصُّهٗ بِفَضْلِهٖ وَيَمُنُّ عَلَيْهِ مِمَّنْ لَا يَشْكُرُهٗ فَلَيْسَ كُلُّ مَحَلٍّ يَصْلُحُ لِشُكْرِهٖ وَاحْتِمَالِ مِنَّتِهٖ وَالتَّخْصِيْصِ بِكَرَامَتِهٖ فَذَوَاتُ مَا اخْتَارَهٗ وَ اصْطَفَاهُ مِنَ الْاَعْيَانِ وَالْاَمَاكِنِ وَالْاَشْخَاصِ وَ غَيْرِهَا مُشْتَمِلَةٌ عَلٰى صِفَاتٍ وَ اُمُوْرٍ قَائِمَةٍ بِهَا لَيْسَتْ بِغَيْرِهَا، وَ لِاَجْلِهَا اِصْطَفَاهَا اللّٰهُ، وَهُوَ سُبْحَانَهٗ الَّذِیْ فَضَّلَهَا بِتِلْكَ الصِّفَاتِ، وَ خَصَّصَهَا بِالْاِخْتِيَارِ فَهٰذَا خَلْقُهٗ وَ هٰذَا اِخْتِيَارُهٗ ﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ﴾ (القصص:٦٨) وَمَا اَبْيَنُ بُطْلَانِ رَاْيٍ يَقْتَضِيْ بِاَنَّ مَكَانَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ مُسَاوٍ لِسَائِرِ الْاَمْكِنَةِ، وَ ذَاتَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ مُسَاوِيَةٌ لِسَائِرِ حِجَارَةِ الْاَرْضِ وَ ذَاتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُسَاوِيَةٌ لِذَاتِ غَيْرِهٖ وَ اِنَّمَا التَّفْضِيْلُ فِيْ ذٰلِكَ بِاُمُوْرٍ خَارِجَةٍ عَنِ الذَّاتِ وَ الصِّفَاتِ الْقَائِمَةِ بِهَا وَ هٰذِهِ الْاَقَاوِيْلُ وَ اَمْثَالُهَا مِنَ الْجِنَايَاتِ الَّتِیْ جَنَاهَا الْمُتَكَلِّمُوْنَ عَلَى الشَّرِيْعَةِ وَ نَسَبُوْهَا اِلَيْهَا وَ هِيَ بَرِيْئَةٌ مِنْهَاوَلَيْسَ مَعَهُمْ اَكْثَرُ مِنْ اِشْتِرَاكِ الذَّوَاتِ فِيْ اَمْرٍ عَامٍّ وَ ذٰلِكَ لَا يُوْجِبُ تَسَاوِيَهَا فِي الْحَقِيْقَةِ لِاَنَّ الْمُخْتَلِفَاتِ قَدْ تَشْتَرِكُ فِيْ اَمْرٍ عَامٍّ مَعَ اِخْتِلَافِهَا فِيْ صِفَاتِهَا النَّفْسِيَّةِ مَاسَوَى اللّٰهِ تَعَالٰى بَيْنَ الذَّاتِ الْمِسْكِ وَ ذَاتِ بَوْلٍ اَبَدًا وَلَابَيْنَ ذَاتِ الْمَاءِ وَ ذَاتِ النَّارِ اَبَدًا وَالتَّفَاوُتُ الْبَيِّنُ بَيْنَ الْاَمْكِنَةِ الشَّرِيْفَةِ وَاَضْدَادِهَا وَ ذَوَاتِ الْفَاضِلَةِ وَ اَضْدَادِهَا

وَ ذَوَاتِ الْفَاضِلَةِ وَ اَضْدَادِهَا اَعْظَمُ مِمَّا بَيْنَ الْمِسْكِ وَالرَّجِيْعِ وَ كَذَالِكَ التَّفَاوُتُ بَيْنَ نَفْسِ الْكَعْبَةِ وَ بَيْنَ بَيْتِ السُّلْطَانِ اَعْظَمُ مِنْ هٰذَا التَّفَاوُتِ اَيْضًا بِكَثِيْرٍ فَكَيْفَ تُجْعَلُ الْبُقْعَتَا سَوَاءٌ فِي الْحَقِيْقَةِ وَالتَّفْضِيْلُ بِاِعْتِبَارِ مَايَقَعُ هُنَاكَ مِنَ الْعِبَادَاتِ وَالْاَذْكَارِ وَالدَّعْوَاتِ!

وَلَمْ نَقْصُدْ اِسْتِيْفَاءَ الرَّدِّ عَلٰى هٰذَا الْمَذْهَبِ الْمَرْدُوْدِ الْمَرْذُوْلِ، وَ اِنَّمَا قَصَدْنَا تَصْوِيْرَهٗ وَاِلَى اللَّبِيْبِ الْعَادِلِ الْعَاقِلِ التَّحَاكُمِ، وَلَايَعْبَاءُ اللّٰهُ وَ عِبَادُهٗ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لَا يُخَصِّصُ شَيْئًا وَلَا يُفَضِّلُهٗ وَ يَرْجِعُهٗ اِلَّا لِمَعْنًى يَقْتَضِيْ تَخْصِيْصَهٗ وَ تَفْضِيْلَهٗ، نَعَمْ هُوَ مُعْطِيْ ذٰلِكَ الْمُرَجِّحِ وَ وَاهِبُهٗ فَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَهٗ ثُمَّ اخْتَارَهٗ بَعْدَ خَلْقِهٖ وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَايَشَاءُ وَ يَخْتَارُ (۱)

(اس حقیقت کی سمجھ انہیں حاصل نہیں ہوئی جنہوں نے ذوات، افعال، اوقات اور مقامات کو یہ کہتے ہوئے برابر قرار دیا ہے کہ کسی شے کو کسی شے پر کوئی فضیلت نہیں یہاں ہر ایک میں ترجیح بلا مرجح ہے حالانکہ یہ قول چالیس دلائل کی بناء پر باطل ہے جن کا ذکر ہم نے دوسرے مقام پر کیا ہے کیونکہ اس مذہب کا تقاضا یہ ہے کہ حضرات رسلان کرام کی ذاتیں، ان کے دشمنوں کی ذاتیں حقیقۃً برابر ہوں اور ان میں فضیلت کسی ایسے امر کی وجہ سے نہیں جو ان کی ذوات کو صفات وفضائل کے ساتھ مخصوص کر دے جو ان کے غیر میں نہیں اس طرح مقامات ذاتاً ایک اور برابر ہی ہیں کسی ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں اس میں اعمال صالحہ کی وجہ فضیلت

(۱) زادالمعاد، ا۔ ۵۳، ۵۴

ہے اسی طرح خانہ کعبہ، مسجد حرام، منیٰ، عرفہ اور مشاعر کو زمین کے کسی بھی حصہ کوئی فضیلت نہیں ان میں فضیلت ان سے امر خارجی کی وجہ سے ہے اس میں نہ ان کی ذات کا دخل ہے اور ان کے اوصاف کا حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس باطل قول کا اس ارشاد میں رد فرمایا ہے جب ان کے پاس نشانی آئی تو انہوں نے کہا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمیں اس کی مثل حاصل ہو جو اللہ کے رسولوں کو ملی ہے تو فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کس کو عطا کرنی ہے یعنی ہر کوئی رسالت کے اہل وقابل نہیں بلکہ ان کے لیے مخصوص محل اور ذوات ہیں رسالت ان کے ہی لائق ہے اور وہی اس کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان محلات کو تم سے بہتر جانتا ہے اگر ذاتیں آپس میں برابر ہوتیں جیسے یہ قول والے کہتے ہیں تو اس زمانہ میں ان کفار کا رد نہ ہوتا اور اس طرح ارشاد الٰہی ہے۔

یعنی اللہ سبحانہ بہتر جانتا ہے ان کو جو اس کی نعمتوں پر شک کرنے والے ہیں لہٰذا انہیں وہ اپنے فضل کے لئے مخصوص کرتا ہے اور انہی کو وہ ممتاز فرما دیتا ہے ان پر جو شکر نہیں کرتے تو ہر محل اس کے شکر کا صلاح، اس کے احسان کا مقام اور اس کی عطا فرمودہ عزت کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا تو وہ ذوات جنہیں اس نے منتخب کیا اور چنا خواہ ذوات ہیں یا مقامات، اشخاص ہیں یا کوئی اور وہ ایسی صفات پر مشتمل اور ایسے اُمور ان میں ہیں کہ جو دوسروں میں نہیں ان کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان صفات کی وجہ سے انہیں فضیلت دی اور انہیں انتخاب کے لیے چن لیا، تو یہ اس کی خلق اور یہ اس کا اختیار ہے۔

ارشاد ہے اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے چن لیتا ہے۔

اس قول کے بطلان پر بہت ہی واضح دلیل یہ ہے کہ اس کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ بیت اللہ کی جگہ دیگر جگہوں کے برابر، حجر اسود کی ذات دیگر زمینی پتھروں کے برابر اور ذات رسول اللہ ﷺ دیگر ذاتوں کے برابر ہو اور ان میں فضیلت ان امور کی بنا پر ہو جو ان کی ذات اور ان میں موجود

صفات سے خارج ہو یہ اور ان کے ہم مثل اقوال ایسے ہیں جن کی نسبت متکلمین نے شریعت کی طرف کر دی حالانکہ شریعت ان سے بری ہے اور ان کے پاس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یہ ذوات امر عام میں مشترک ہیں حالانکہ یہ چیز حقیقت میں مساوی و برابر ہونے کا موجب و سبب نہیں کیونکہ اختلاف رکھنے والی اشیاء بعض اوقات امر عام میں مشترک ہوتی ہیں مگر ان کی صفات ذاتی میں اختلاف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ذات کستوری اور ذات بول کو ہرگز برابر نہیں بنایا۔ ذات پانی اور ذات آگ ہرگز برابر نہیں، اعلیٰ مقامات اور ان کی اضداد، ذوات فاضلہ اور ان کی اضداد میں کستوری اور پلیدی میں فرق سے بھی زیادہ اور بڑا فرق ہے اسی طرح ذات کعبہ اور بیت سلطان میں اس تفاوت سے کہیں زیادہ تفاوت ہے تو ان دونوں مقامات کو حقیقت میں برابر کیسے قرار دے کر کہا جائے کہ ان میں یہی فضیلت عبادت و اذکار اور دعوات کی وجہ سے ہے یہاں ہمارا ارادہ اس مردود و مسترد مذہب کا کامل رد نہیں ہمارا مقصد فقط اس کی تصویر لانا ہے اور فیصلہ عاقل منصف کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کسی شی کو اس کے بغیر اہمیت نہیں دیا کرتے تو اللہ تعالیٰ کسی شی کو مخصوص، فضیلت اور ترجیح نہیں دیتا مگر یہ کہ اس میں کوئی وصف ہوتا ہے جس کا تقاضا تخصیص وفضیلت بنتا ہے ہاں یہ مرجح اور سبب ترجیح عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اسے پیدا کیا اور تخلیق کے بعد اسے فضیلت بخشی اور تمہارا رب ہی جیسے چاہے پیدا کرے اور اسے فضیلت عطا کرے)

امام سید محمود آلوسی (ت۔ ۱۲۷۰) نے ارشاد الٰہی ﴿إِنَّ اللهَ اَصْطَفٰی آدَمَ وَ نُوْحًا﴾ کی تفسیر میں لکھا۔

وَ مِنْ هُنَا اِسْتَدَلَّ بَعْضُهُمْ بِالْاٰیَةِ عَلٰی اَفْضَلِیَّةِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَی الْمَلَائِکَةِ وَ وَجْهُ الْاِصْطِفَاءِ فِیْ جَمِیْعِ الرُّسُلِ اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ خَصَّهُمْ بِالنُّفُوْسِ الْقُدْسِیَّةِ وَ مَا یَلِیْقُ بِهَا مِنَ

الْمَلَکَاتِ الرُّوْحَانِیَّةِ وَ الْکَمَالَاتِ الْجِسْمَانِیَّةِ حَتّٰی اَنَّهُمْ اِمْتَازُوْا کَمَا قِیْلَ عَلٰی سَائِرِ الْخَلْقِ خَلْقًا وَ خُلُقًا وَ جَعَلُوْا خَزَائِنَ اَسْرَارِ اللهِ تَعَالٰی وَ مَظْهَرَ اَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ مَحَلَّ تَجَلِّیَةِ الْخَاصِ مِنْ عِبَادِهٖ وَ مَهْبَطَ وَحْیِهٖ وَ مَبْلَغَ اَمْرِهٖ وَ نَهْیِهٖ (۱)

(اس آیت مبارکہ سے بعض اہل علم نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ملائکہ پر افضل ہونے پر استدلال کیا ہے اور تمام رسل میں انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں نفوس قدسیہ، ان کے مناسب روحانی ملکات اور جسمانی کمالات عطا فرمائے حتیٰ کہ وہ باقی مخلوق سے خلقت اور خُلق میں ممتاز قرار پائے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار کے خزائن بن گئے۔ اس کے اسماء وصفات کا مظہر، اس کی خاص تجلیات کا محل، اس کی وحی کا مہبط اور اس کے اوامر ونواہی کے مبلغ بن گئے)

امام سید محمود آلوسی (ت۔ ۱۲۷۰) نے فلاسفہ اور علماء اسلام کے درمیان موافقت بیان کرتے ہوئے لکھا۔

وَ جُمْلَةُ (اَللهُ اَعْلَمُ الخ اِسْتِنَافٌ بَیَانِیٌّ وَالْمَعْنٰی اَنَّ مَنْصَبَ الرِّسَالَةِ لَیْسَ مِمَّا یَنَالُ بِمَا یَزْعَمُوْنَهٗ مِنْ کَثْرَةِ الْمَالِ وَالْوَلَدِ وَ تَعَاضُدِ الْاَسْبَابِ وَالْعَدَدِ وَ اِنَّمَا یَنَالُ بِفَضَائِلِ نَفْسَانِیَّةٍ وَ نَفْسٍ قُدْسِیَّةٍ اَفَاضَهَا اللهُ تَعَالٰی بِمَحْضِ الْکَرَمِ وَ الْجُوْدِ عَلٰی مَنْ اَکْمَلَ اِسْتِعْدَادَهٗ، وَ نَصَّ بَعْضُهُمْ عَلٰی اَنَّهٗ تَابِعٌ لِلْاِسْتِعْدَادِ الذَّاتِیِّ وَ هُوَ لَا یَسْتَلْزِمُ الْاِیْجَابَ الَّذِیْ یَقُوْلُهُ الْفَلَاسِفَةُ لِاَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ اِنْ شَاءَ اَعْطٰی ذٰلِكَ وَ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَ وَ اِنِ اسْتَعَدَّ الْمَحَلُّ، وَ مَا فِیْ

(۱) روح المعانی: ۳۔۱۷۵

(الْمَوَاقِف) مِنْ اَنَّهٗ لَا يَشْتَرِطُ فِي الْاِرْسَالِ الْاِسْتِعْدَادُ الذَّاتِيُّ بَلِ اللّٰهُ تَعَالٰى يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ شَاءَ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْاِسْتِعْدَادِ الذَّاتِيِّ الْمُوْجِبِ، فَقَدْ جَرَتْ عَادَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يَّبْعَثَ مِنْ كُلِّ قَوْمٍ اَشْرَفَهُمْ وَ اَطْهَرَهُمْ جِبِلَّةً (۱)

جملہ (اَللّٰهُ اَعْلَمُ) نیا جملہ ہے اور معنی یہ ہے کہ منصب رسالت ایسی چیز نہیں جو ان کے خیال کے مطابق کثرت مال، اولاد، اسباب کی بنا پر حاصل ہو جائے یہ تو فضائل نفس والے اور نفوس قدسیہ کو ملتی ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم وجود کی وجہ سے اسے عطا کرتا ہے جن کی استعداد کامل ہو بعض نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ مرتبہ استعداد ذاتی کے تابع ہے اور یہ چیز اس ایجاب و لزوم کو مستلزم نہیں جو فلاسفہ کہتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ چاہے اسے عطا کرے اور اگر چاہے تو نہ دے اگرچہ محل میں استعداد ہو جو کچھ مواقف میں ہے (کہ رسول بنانے کے لئے استعداد ذاتی شرط نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص کر دے) سے مراد بھی ایسی استعداد ذاتی ہے جو موجب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی جاری سنت یہی ہے کہ وہ ہر قوم سے انہی کو رسول بناتا ہے جو جبلی طور پر سب سے افضل و پاکیزہ ہوں)

علامہ شیخ محمد طاہر بن عاشور، ارشاد الٰہی ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الانعام۔ ۱۲۴) کے تحت لکھتے ہیں۔

وَقَدْ اَفَادَتِ الْاٰيَةُ: اِنَّ الرِّسَالَةَ لَيْسَتْ مِمَّا يُنَالُ بِالْاَمَانِيِّ وَلَا بِالتَّشَهِّيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ عَلِمَ مَنْ يَّصْلُحُ لَهَا وَ مَنْ لَا يَصْلُحُ، وَ لَوْ عَلِمَ مَنْ يَّصْلُحُ لَهَا وَ اَرَادَ الرِّسَالَةَ لَاَرْسَلَهٗ فَاِنَّ النُّفُوْسَ مُتَفَاوِتَةٌ فِيْ قُبُوْلِ الْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ وَ لَا اِسْتِعْدَادَ لَهٗ وَ الطَّاقَةَ عَلَى الْاِضْطِلَاعِ بِحَمْلِهٖ فَلَا تَصْلُحُ لِلرِّسَالَةِ اِلَّا نَفْسٌ

(۱) روح المعانی: ۸۔۳۲۹

خُلِقَتْ قَرِيْبَةٌ مِنَ النُّفُوْسِ الْمَلَكِيَّةِ بَعِيْدَةٌ عَنْ رَذَائِلِ الْحَيَوَانِيَّةِ، سَلِيْمَةٌ مِنَ الْاَدْوَاءِ الْقَلْبِيَّةِ فَالْاٰيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى اَنَّ الرَّسُوْلَ يُخْلَقُ خِلْقَةً مُنَاسِبَةً لِمُرَادِ اللّٰهِ مَنْ اَرْسَلَهٗ وَاللّٰهُ حِيْنَ خَلَقَهٗ عَالِمٌ بِاَنَّهٗ سَيُرْسِلُهٗ وَ قَدْ يَخْلُقُ اللّٰهُ نُفُوْسًا صَالِحَةً لِلرِّسَالَةِ وَلَا تَكُوْنُ حِكْمَةٌ فِيْ اِرْسَالِ اَرْبَابِهٖ فَالْاِسْتِعْدَادُ دَمْهِيْئٌ لِاِصْطِفَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَيْسَ مُوْجِبًا لَهٗ وَ ذٰلِكَ مَعْنٰى قَوْلِ بَعْضِ الْمُتَكَلِّمِيْنَ، اِنَّ الْاِسْتِعْدَادَ الذَّاتِيَّ لَيْسَ بِمُوْجِبٍ لِلرِّسَالَةِ خِلَافًا لِلْفَلَاسِفَةِ وَ لَعَلَّ مُرَادَ الْفَلَاسِفَةِ لَا يَبْعُدُ عَنْ مُرَادِ الْمُتَكَلِّمِيْنَ، وَ قَدْ اَشَارَ اِبْنُ سِيْنَا فِي الْاِشَارَاتِ اِلٰى شَيْئٍ مِّنْ هٰذَا فِي النَّمَطِ التَّاسِعِ (۱)

(یہ آیت مبارکہ آگاہ کر رہی ہے کہ رسالت ایسی چیز نہیں جو محض آرزو اور خواہش سے مل جائے ہاں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کون اس کی صلاحیت رکھتا ہے اور کون نہیں رکھتا اگر وہ جانتا ہے کہ اس میں صلاحیت ہے اور وہ اسے رسول بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے کیونکہ نفوس فیض الٰہی کی قبولیت، اس کے لئے صلاحیت اور اسے برداشت کی قوت میں مختلف ہیں تو رسالت کے لئے وہی نفوس صلاحیت رکھتے ہیں جو نفوس ملکیہ کے قریب، رذائل حیوانیہ سے دور اور قلبی بیماریوں سے محفوظ ہوں۔

تو آیت مبارکہ واضح کر رہی ہے کہ رسول کی خلقت ہی اللہ تعالیٰ کے مقصد ارسال کے مناسب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی خلقت کے وقت ہی جانتا ہے کہ وہ انہیں رسول بنائے گا کبھی اللہ تعالیٰ ایسے نفوس پیدا کرتا ہے جو رسالت کے صالح ہوتے ہیں لیکن ان اصحاب کے رسول

(۱) التحریر والتنویر، ۷:۴۱۔۴۲

بنانے میں حکمت نہیں ہوتی تو استعداد اللہ تعالیٰ کے انتخاب کی تیاری تو ہو سکتی مگر موجوب و لازمی سبب نہیں بعض متکلمین کے اس قول کا معنی یہی ہے کہ استعداو ذاتی رسالت کا موجب نہیں بخلاف فلاسفہ تو ممکن ہے فلاسفہ کی مراد متکلمین کے مراد کے مخالف نہ ہو۔ ابن سینا نے اشارات کے نمط تاسع میں اسی طرف اشارہ کیا ہے)

علامہ عبدالعزیز پر ہاروی (ت۔) اس اختلاف اور اس میں تطبیق دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

زَعَمَ الْحُكَمَاءُ اَنَّ كَمَالَاتِ النُّبُوَّةِ تَابِعَةٌ لِاِسْتِعْدَادِ مَادَّةِ الْبَدَنِ وَ اِعْتِدَالِهٖ وَ رَدَّهُمُ الْمُتَكَلِّمُوْنَ بِاَنَّ الْحَقَّ سُبْحَانَهٗ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَ فِيْ كَلَامِ صَاحِبِ الْفُتُوْحَاتِ مَا يُوَافِقُ الْحُكَمَاءَ وَ عِنْدِيْ اَنَّهُمْ لَوْ جَعَلُوْا اِعْتِدَالَ الْبَدَنِ مِنَ الشُّرُوْطِ الْعَادِيَةِ لَمْ يَبْعُدْ (۱)

(حکماء کہتے ہیں کمالاتِ نبوت مادہ بدن اور اس کے اعتدال کے تابع ہے اس کا متکلمین نے رد کرتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت کے لئے جسے چاہے چن لے، صاحب فتوحات کا کلام حکماء کے موافق ہے میرے نزدیک اگر اعتدالِ بدن کو وہ شروط عادیہ میں سے قرار دیں تو کوئی حرج نہیں)

غور کیجئے ائمہ امت عطاء نبوت و رسالت سے پہلے ہی حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذوات کے دوسرے کے برابر و مساوی ماننے کو تیار نہیں بلکہ ایسا کہنے کو بے وقوفی اور پاگل پن قرار دے رہے ہیں۔

ایک ہمارے معاشرے کے نادان لوگ ہیں جو عطاء نبوت کے بعد بھی فرق ماننے کے لئے تیار نہیں کوئی بڑا بھائی، کوئی انہیں چوکیدار، چرواہا، ڈاکیا اور کوئی انہیں چوہدری کا درجہ دیتا ہے یہاں ہم امام غزالی کی اہم نصیحت کا تذکرہ کر دیتے ہیں تا کہ بات واضح ہو جائے۔

---

(۱) النبراس۔ ۴۳۰

امام غزالی کی اہم نصیحت:

حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (ت ۵۰۵) نے اسلامی عقائد واضح کرنے کے لیے ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام 'الاقتصاد فی الاعتقاد' (معتدل عقائد) ہے۔ ان کی تفصیل میں جانے سے پہلے انہوں نے اُمت مسلمہ کو ایک اہم نصیحت کی ہے جو درج ذیل ہے۔

اَلْاَقْطَابُ الْمَقْصُوْدَةُ وَجُمْلَتُهَا مَقْصُوْرَةٌ عَلَى النَّظْرِ فِي اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّا اِذَا نَظَرْنَا فِي الْعَالَمِ لَمْ نَنْظُرْ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ عَالَمٌ وَ جِسْمٌ وَ سَمَاءٌ وَ اَرْضٌ بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ صَنَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ اِنْ نَظَرْنَا فِي النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَمْ نَنْظُرْ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ اِنْسَانٌ وَ شَرِيْفٌ وَ عَالِمٌ وَ فَاضِلٌ بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِنْ نَظَرْنَا فِيْ اَقْوَالِهٖ لَمْ نَنْظُرْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا اَقْوَالٌ وَ مُخَاطَبَاتٌ وَ تَفْهِيْمَاتٌ بَلْ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا تَعْرِيْفَاتٌ بِوَاسِطَتِهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (۱)

(بنیادی مقصد تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاننے میں محدود ہے تو اس جہاں کو ہم صرف یہی نہ دیکھیں کہ یہ جہاں ہے اس میں اجسام اور آسمان اور زمین ہے بلکہ اسے اس اعتبار سے دیکھیں کہ یہ ہمارے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اس طرح جب نبی ﷺ کی طرف دیکھیں تو یہ نہ دیکھیں کہ آپ انسان، بزرگ اور عالم و فاضل ہیں بلکہ اس جہت سے دیکھیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ جب ہم آپ ﷺ کے اقوال دیکھیں تو انہیں صرف اقوال، خطابات اور تفہیمات ہی نہ جانیں بلکہ یہ جانیں کہ یہ آپ ﷺ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات و تعلیمات ہیں)

اس کے بعد اگر کوئی سید الانبیاء علیہ السلام کو پہاڑوں اور مٹی کی طرح ہی سمجھتا و مانتا ہے بلکہ ان کے پکارنے کو یا ہامان اور یا فرعون کی مثل گردانتا ہے تو اس کی سمجھ و شعور پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

---

(۱) الاقتصاد فی الاعتقاد، ۶

ماخذ ومراجع

۱۔	قرآن		
۲۔	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
۳۔	مسند احمد	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۴۔	المستدرک	امام حاکم نیشاپوری	۴۰۵ھ
۵۔	تلخیص المستدرک	امام شمس الدین ذھبی	۷۴۸ھ
۶۔	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید	۲۷۳ھ
۷۔	صحیح ابن خزیمہ	امام ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ	۳۱۱ھ
۸۔	تاریخ ابن ابی خیثمہ	امام احمد بن ابی خیثمہ	۳۱۱ھ
۹۔	دلائل النبوۃ	امام ابوبکر حسین بیہقی	۴۵۸ھ
۱۰۔	المعجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد ایوب طبرانی	۳۶۰ھ
۱۱۔	المعجم الصغیر	امام احمد طبرانی	۳۶۰ھ
۱۲۔	تحفۃ الاحوذی	شیخ محمد عبدالرحمن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
۱۳۔	الترغیب والترھیب	امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری	۶۵۶ھ
۱۴۔	القول البدیع	امام محمد عبدالرحمن سخاویؒ	۹۰۲ھ
۱۵۔	الاذکار	امام ابوزکریا یحیی بن شرف نووی	۶۷۶ھ
۱۶۔	الحصن الحصین	امام محمد بن جزری	۸۳۳ھ
۱۷۔	مجموعۃ الفتاوی	شیخ احمد بن تیمیہ	۷۲۸ھ
۱۸۔	مقالات کوثری	شیخ محمد زاھد الکوثری	۱۳۷۱ھ
۱۹۔	جواہر القرآن	شیخ غلام اللہ خان راولپنڈی	
۲۰۔	تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۲۱۔	نسیم الریاض	امام احمد خفاجی	۱۰۶۹ھ
۲۲۔	تسکین الصدور	شیخ سرفراز خان صفدر	
۲۳۔	مجموعہ رسائل توسل	محمد اقبال قریشی	
۲۴۔	مصباح الزجاجہ	امام عبداللہ الصدیق غماری	۱۴۱۳ھ
۲۵۔	البصائر	علامہ حمداللہ داجوی	
۲۶۔	الحرز الثمین	ملا علی قاری حنفی	۱۰۱۴ھ
۲۷۔	زرقانی علی المواھب	امام احمد قسطلانی	۹۲۳ھ

۲۸۔	شرح صحیح مسلم	امام نوویؒ	۶۷۶ھ
۲۹۔	مجمع الزوائد	امام نورالدین علی ہیثمی	۸۰۷ھ
۳۰۔	الرد المحکم المتین علی کتاب القول المبین	امام عبداللہ صدیق غماری	۱۴۱۳ھ
۳۱۔	الوسیلہ	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۳۲۔	ارغام المبتدع الغبی بجواز توسل النبی ﷺ	امام عبداللہ صدیق غماری	۱۴۱۳ھ
۳۳۔	نشر الطیب	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۳۴۔	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاریؒ	۱۰۱۴ھ
۳۵۔	مناجات مقبول	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۳۶۔	حاشیہ بخاری	علامہ کرمانی	۷۷۶ھ
۳۷۔	مسلم	امام مسلم بن حجاج	۲۶ھ
۳۸۔	مجابی الدعوۃ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا	۲۸۱ھ
۳۹۔	المحلی	علامہ ابومحمد علی بن احمد بن حزم	۴۵۶ھ
۴۰۔	الفصل فی الملل	شیخ ابومحمد علی بن حزم ظاہری	۴۵۶ھ
۴۱۔	کتاب الترغیب	شیخ تیمی	
۴۲۔	طرح القریب	امام ابوالفضل عبدالرحیم	۸۲۶ھ
۴۳۔	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
۴۴۔	فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۴۵۔	البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
۴۶۔	الاستیعاب	امام ابن عبدالبر مالکی	۴۶۳ھ
۴۷۔	تفسیر کبیر	امام فخرالدین رازی	۶۰۶ھ
۴۸۔	روح المعانی	امام سید محمود آلوسی حنفی	۱۲۷۰ھ
۴۹۔	تفسیر ماجدی	شیخ عبدالماجد دریا آبادی	
۵۰۔	تفہیم القرآن	سید ابوالاعلیٰ مودودی	۱۳۹۹ھ
۵۱۔	انوار التنزیل	امام قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی	۶۸۵ھ
۵۲۔	حاشیۃ الخفاجی	امام احمد خفاجی	۱۰۶۹ھ
۵۳۔	سیرت حلبیہ	علامہ امام علی بن برہان حلبیؒ	۱۰۳۳ھ
۵۴۔	مشکوۃ المصابیح	امام خطیب ولی الدین تبریزی	۷۴۲ھ
۵۵۔	جامع البیان	امام ابن جریر طبری	۳۱۰ھ
۵۶۔	ندائے یا محمد ﷺ	ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری	
۵۷۔	شعب الایمان	امام ابوبکر حسین بیہقی	۴۵۸ھ
۵۸۔	سنن الدارقطنی	امام دارقطنی	۳۸۵ھ
۵۹۔	الکشاف	شیخ جاراللہ زمخشری	۵۳۸ھ

۶۰_	عمدۃ القاری	امام بدرالدین محمود عینی	۸۵۵ھ
۶۱_	الکاشف عن حقائق السنن	امام شرف الدین طیبی	۷۴۳ھ
۶۲_	الدر المنثور	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۶۳_	احیاء علوم الدین	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
۶۴_	الدر المختار	امام علاؤالدین الحصکفی	۱۰۸۸ھ
۶۵_	کتاب المیزان	امام عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳ھ
۶۶_	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۶۷_	السعایہ	علامہ عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ
۶۸_	الطحطاوی	شیخ احمد الطحطاوی	۱۳۰۲ھ
۶۹_	الحرز الثمین	حضرت ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۷۰_	تاج العروس	امام ابوالعباس احمد بن عطاء اللہ سکندری	۷۰۹ھ
۷۱_	اخلاق جلالی	علامہ محقق دوانی	
۷۲_	مسک الختام شرح بلوغ المرام	علامہ صدیق حسن خان بھوپالی	۱۳۰۷ھ
۷۳_	اوجز المسالک	مولانا زکریا سہانپوری	۱۴۰۲ھ
۷۴_	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۷۵_	المواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۷۶_	سبل الہدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف صالحی شامی	۹۴۲ھ
۷۷	عون المعبود	شیخ محمد شمس الحق	۱۳۲۹ھ
۷۸_	غایۃ السؤل فی خصائص الرسول	امام ابوحفص عمر علی المعروف ابن الملقن	۷۸۰ھ
۷۹_	اللفظ المکرم لخصائص النبی المعظم	امام قطب الدین خیضری	۸۹۴ھ
۸۰_	شرح الشفاء	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۸۱_	المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
۸۲_	تبرید النواظر	شیخ سرفراز خان صفدر	
۸۳_	مدارج النبوت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۸۴_	مسالک الحنفاء	امام احمد قسطلانی	۹۱۱ھ
۸۵_	تحصیل البرکات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۸۶_	الشہاب الثاقب	شیخ حسین احمد مدنی	
۸۷_	گلشن توحید و رسالت	علامہ محمد اشرف سیالوی	
۸۸_	عالمگیری	مولانا الشیخ نظام الدین	۱۱۶۱ھ
۸۹_	حیات النبی ﷺ	علامہ احمد سعید کاظمی	۱۴۰۶ھ
۹۰_	شواھد الحق	امام یوسف نبہانی	۱۳۵۰ھ
۹۱_	سعادۃ الدارین	امام یوسف نبہانی	۱۳۵۰ھ

۹۲_	تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیر	۷۷۴ھ
۹۳_	تفسیر بے نظیر	شیخ حسین علی	
۹۴_	اقتضاء الصراط المستقیم	حافظ ابن تیمیہ	۷۲۸ھ
۹۵_	تکملۃ فتح الملہم	مفتی تقی عثمانی	
۹۶_	التوسل واحکامہ	امام محمد عابد سندھی	۱۲۵۷ھ
۹۷_	مقام حیات	ڈاکٹر خالد محمود	
۹۸_	انباء الاذکیاء	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۹۹_	انوار احمدی	مولانا محمد انوار اللہ فاروقی	۱۳۳۵ھ
۱۰۰_	بذل المجہود	شیخ خلیل احمد سہارنپوری	۱۳۴۶ھ
۱۰۱_	المواہب اللطیفۃ	امام محمد عابد سندھی	۱۲۵۷ھ
۱۰۲_	فتح القدیر	شیخ محمد علی شوکانی	۱۲۵۰ھ
۱۰۳_	الفتوحات الربانیہ	ابن علان صدیقی	۱۰۵۷ھ
۱۰۴_	براھین قاطعہ	شیخ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی	۱۳۴۶ھ
۱۰۵_	السنن الکبریٰ	امام احمد بن حسین بن علی بیہقی	۴۵۸ھ
۱۰۶_	المؤطاء	امام مالک	۱۷۹ھ
۱۰۷_	معرفۃ السنن والآثار	امام ابوبکر حسین بیہقی	۴۵۸ھ
۱۰۸_	مصنف	امام عبدالرزاق	۲۱۱ھ
۱۰۹_	شرح مشکل الآثار	امام ابوجعفر طحاوی حنفی	۳۲۱ھ
۱۱۰_	صحیح صفۃ صلاۃ النبی	شیخ حسن علی سقاف	۱۳۳۵ھ
۱۱۱_	الصلات والبشر	امام مجدالدین فیروز آبادی	۸۱۷ھ
۱۱۲_	فتاویٰ رشیدیہ	شیخ رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
۱۱۳_	کتاب الرؤیا	امام عبداللہ صدیق غماری	۱۴۱۳ھ
۱۱۴_	تفریح الخاطر	مولانا صوفی اللہ دتہ	
۱۱۵_	تبرید النواظر	شیخ سرفراز خان صفدر	
۱۱۶_	مقام نبوت	مرزا زاھد میرپوری	
۱۱۷_	امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۱۱۸_	سیرت دحلانیہ	شیخ احمد زینی دحلان	
۱۱۹_	مسند بزار	امام ابوبکر احمد بزار	۲۹۲ھ
۱۲۰_	عمل الیوم واللیلۃ	حافظ ابن السنی ابوبکر احمد بن محمد	۳۶۴ھ
۱۲۱_	ظفر جلیل شرح حصن حصین	نواب قطب الدین خان دہلوی	
۱۲۲_	تحفۃ الذاکرین	شیخ محمد علی شوکانی	۱۲۵۰ھ
۱۲۳_	اطیب البیان	علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	۱۳۶۷ھ

۱۲۴۔	نزل الابرار	نواب صدیق حسن بھوپالی	
۱۲۵۔	امداد المشتاق	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۱۲۶۔	کرامات امدادیہ	مولوی ذوالفقار علی دیوبندی	
۱۲۷۔	کشف الاستار	شیخ محمد نظام الدین کیرانوی	۱۳۳۱ھ
۱۲۸۔	السلسلة الضعيفة	شیخ ناصر الدین البانی	۱۴۲۰ھ
۱۲۹۔	احادیث وسیلہ پر اعتراضات کا علمی محاکمہ	شیخ محمود سعید ممدوحؒ	
۱۳۰۔	موضوعات الکبریٰ	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۳۱۔	گلدستہ توحید	شیخ سرفراز خان صفدر	
۱۳۲۔	فتاویٰ حدیثیہ	علامہ ابن حجر ہیتمی	۹۷۴ھ
۱۳۳۔	المواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۱۳۴۔	الصارم المنکی	شیخ ابن عبد الہادی	۷۴۴ھ
۱۳۵۔	الجوہر المنظم	حافظ ابن حجر مکی	۹۷۴ھ
۱۳۶۔	شفاء السقام	امام تقی الدین سبکی	۷۵۶ھ
۱۳۷۔	جلاء الافہام	شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم	۷۵۱ھ
۱۳۸۔	سلاۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب	امام محمد بن عبد اللہ ناصر الدین دمشقی	۸۴۲ھ
۱۳۹۔	حجۃ اللہ علی العالمین	امام یوسف بن اسماعیل نبھانی	۱۳۵۰ھ
۱۴۰۔	حقیقۃ التوسل	شیخ موسیٰ	
۱۴۱۔	بوادر النوادر	شیخ اشرف علی تھانوی	۱۳۶۱ھ
۱۴۲۔	تدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۱۴۳۔	میزان الاعتدال	علامہ شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ
۱۴۴۔	فیض الباری	مولانا انور شاہ کشمیری	۱۳۵۲ھ
۱۴۵۔	انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء	امام جلال الدین سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۱۴۶۔	تحقیق النصرۃ	امام زین الدین ابوبکر المراغی	۸۱۶ھ
۱۴۷۔	معارف الحدیث	شیخ منظور احمد نعمانی دیوبندی	
۱۴۸۔	تسکین الصدور	شیخ سرفراز خان صفدر	
۱۴۹۔	فضل الصلاۃ	قاضی اسماعیل اسحاق	۲۸۲ھ
۱۵۰۔	الحرز الثمین	مولانا فخر الدین دہلوی مرحوم	
۱۵۱۔	جذب القلوب	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۵۲۔	جواہر البحار	امام یوسف نبھانی	۱۳۵۰ھ
۱۵۳۔	مطالع المسرات	امام محمد مہدی الفاسی	۱۱۰۹ھ
۱۵۴۔	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ دیوبندی دہلوی	۱۳۷۲ھ
۱۵۵۔	نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم	ناشر ومرتب سعودی کمیٹی	

۱۵۶۔	فضائل درود	شیخ محمد زکریا سہارنپوری	۱۴۰۲ھ
۱۵۷۔	المنح المکیہ	حافظ ابن حجر مکی	۹۷۳ھ
۱۵۸۔	انباء الحی	امام احمد رضا قادری	۱۳۴۰ھ
۱۵۹۔	رسالہ حیات الانبیاء	امام بیہقی	۴۵۸ھ
۱۶۰۔	المدخل	امام ابن الحاج	۷۳۷ھ
۱۶۱۔	التیسیر شرح جامع الصغیر	امام عبد الرؤف مناویؒ	۱۰۳۱ھ
۱۶۲۔	مصباح الظلام	امام ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان	۶۷۲ھ
۱۶۳۔	العبر	امام محمد عثمان ذہبیؒ	۷۴۸ھ
۱۶۴۔	تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک	امام جلال الدین سیوطیؒ	۹۱۱ھ
۱۶۵۔	مرآۃ الجنان	امام عبد اللہ بن سعد یافعی	۷۶۸ھ
۱۶۶۔	وفاء الوفاء	امام نور الدین علی بن احمد سمہودی	۹۱۱ھ
۱۶۷۔	مقدمۃ	ابن خلدون	۸۰۸ھ
۱۶۸۔	اخفاء الذکر	شیخ سرفراز صفدر	
۱۶۹۔	الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	ابو الفضل قاضی عیاض مالکیؒ	۵۴۴ھ
۱۷۰۔	زہر الریاض	امام خیضریؒ	
۱۷۱۔	ہدیۃ المہدی	نواب وحید الزمان حیدر آبادی	۱۳۳۸ھ
۱۷۲۔	التنقیح	شیخ ابن عبد الہادی	
۱۷۳۔	المسائل	حافظ امام بیہقی	۴۵۷ھ
۱۷۴۔	الاصابہ	امام ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۱۷۵۔	اثبات الالہام والبیعۃ	شیخ عبد الجبار غزنوی	
۱۷۶۔	فتاوی الکبریٰ	امام ابن حجر مکی	۹۷۴ھ
۱۷۷۔	المصنف	امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابن شیبہ	۲۳۵ھ
۱۷۸۔	فیض القدیر	امام عبد الرؤف مناوی	۱۰۰۳ھ
۱۷۹۔	آنکھوں کی ٹھنڈک	شیخ سرفراز خان صفدر	
۱۸۰۔	حاشیہ المصنف	علامہ محمد عوامہ مدنی	
۱۸۱۔	شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد طحاوی حنفی	۳۲۱ھ
۱۸۲۔	سبل السلام	علامہ محمد بن اسماعیل	۱۱۸۲ھ
۱۸۳۔	تلخیص الحبیر	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ

يَا رَسُوْلَ اللهِ اُنْظُرْ حَالَنَا

یا رسول اللہ! ہمارے حال پر نظر کرم فرمائیں

يَا حَبِيْبَ اللهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

یا حبیب اللہ! ہماری فریاد خود سماعت فرمائیں

يَا نَبِيَّ اللهِ نَوِّرْ صُدُوْرَنَا

یا نبی اللہ! ہمارے سینوں کو نور عطا فرمائیں

يَا نُوْرَ اللهِ نَوِّرْ عُيُوْنَنَا

یا نور اللہ! ہماری آنکھوں کو نور بخشیں

يَا رَؤُوْفُ يَا رَحِيْمُ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا

اے مہربان و کریم! ہمارے دلوں کو نور بخشیں

اِنَّنَا فِيْ بَحْرِ هَمٍّ مُّغْرَقٌ

ہم غموں کے سمندر میں غرق ہیں

خُذْ يَدِيْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

میرا ہاتھ تھام لیں، اور ہماری مشکلات کو آسان فرمائیں

اَغِثْنَا اَغِثْنَا اَغِثْنَا يَا سَيِّدِيْ

فریاد سنیں، فریاد سنیں، فریاد سنیں۔ اے میرے آقا!

اَمْدِدْنَا اَمْدِدْنَا اَمْدِدْنَا يَا مَوْلَائِيْ

مدد، مدد، مدد فرمائیں، اے میرے مالک!



امیر کاروانِ اسلام

مُفتی محمد خان قادری

کا دینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر

- شرح اج سک متراں دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیبِ خدا
- محافل میلاد اور شاہِ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ

- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافلِ نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائرِ محمدیہ ﷺ
- مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسُول ﷺ
- شرح سلام رضا
- نورِ خدا سیّدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تحدید ازواج
- اسلام میں چُھٹی کا تصور
- فضائلِ نعلین حضورِ ﷺ

- شبِ قدر اور اسکی فضیلت
- اسلام اور تصور رسُول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود و سلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربُوبیت ﷺ
- ایمانِ والدین مصطفےٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سفر حج
- امتیازاتِ مصطفےٰ ﷺ
- درِ رسُول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعتِ ذکر نبوی ﷺ
- مزاحِ نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو

- امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات
- برکات محافل سے محرومی کیوں؟
- زوال امت کا ازالہ کیسے؟
- آیئے قربِ مصطفیٰ ﷺ پائیں
- اساس ایمان۔ محبت الٰہی
- جماعت نماز تسبیح
- ٹخنے ننگے کرنے کا حکم
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- سرمہ اور روزہ
- کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں
- یارسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شرک
- اسلام اور ایصال ثواب
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات
- Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- رسول اللہ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
- بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں
- علمی مقالات جلد اول، دوم، سوم
- ارض خدا ملکیت مصطفےٰ

- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- احوال و آثار۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی
- والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی

- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد النبی اور شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
- تفسیر کبیر (آخری بائیس سورتوں کا ترجمہ)
- حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے